

فتاویٰ رضویہ

مع محمد رفیع عثمانی صاحب مدد

۱۲۴۱ھ مطابق ۱۹۲۵ء

۲۵

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون کوہاڑی دروازہ لاہور

پاکستان (۵۳۰۰۰)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۲۰۰۰)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ يَرْزُقْ لِدِينِهِ نَجِيحًا يَفْقَهُهُ فِي الدُّنْيَا يَرْزُقْهُ

الْعَطَايَا السُّبُوتِ
فِي

الْفَتَاوَا السُّبُوتِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلو پیڈیا

جلد ۲۵

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اعزیز

۱۲۴۲ — ۱۲۴۰

۱۸۵۶ — ۱۹۲۱



رضا فاؤنڈیشن • جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان (۵۳۰۰۰)

۷۶۵۶۳۱۴

فون ۷۶۶۵۷۶۲

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی و فارسی عبارتاً	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ ، لاہور
پیش لفظ	" " " " " "
ترتیب فہرست	" " " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا غلام حسن ، مولانا محمد شہزاد ہاشمی
باہتمام و سرپرستی	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
کتابت	محمد شریف گل ، کرپال کلاں (گوجرانوالا)
پیسننگ	مولانا محمد منشا تالیس قصوری صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۶۵۸
اشاعت	رجب المرجب ۱۴۲۲ھ / ستمبر ۲۰۰۳ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	



ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
۰۳۰۰ / ۹۴۱۵۳۰۰
- مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
۷۶۶۵۷۷۲
- ضیاء الہترآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور
- شبیر برادرز ، س۔ بی ، اردو بازار ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	_____	(۱) پیش لفظ
۵۳	_____	(۲) کتاب المداینات
۷۷	_____	(۳) کتاب الاشریہ
۲۱۷	_____	(۴) کتاب الرهن
۳۰۳	_____	(۵) باب القسم
۳۰۵	_____	(۶) کتاب الوصایا

فہرست رسائل

۷۹	_____	(۱) حقۃ المرجان
۱۰۷	_____	(۲) الفقہ التسجیلی
۴۰۳	_____	(۳) الشرعیۃ البھیۃ



پیش لفظ

الحمد لله ! اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں قاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ابن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۵ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں :

- (۱) الدولة المکیة بالمادة الغیبیة
- مع الفیوضات المکیة لمحہب الدولة المکیة
- (۲) اتباع الحیوان کلامہ المصون تبیاناً لكل شیء
- مع التعلیقات "حاسم المفتی علی السید البری"
- (۳) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم
- (۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین
- (۵) ہادی الاضحیۃ بالشاة الہندیۃ
- (۶) الصافیۃ البوحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ

(۷) الاجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة

(۸) حسام الحرمین علی منحرا لکفر والمین (زیر مبین)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية المدونة به فتاوى رضوية کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنايہ رسولہ الکریم تقریباً چودہ سال کے مختصر عرصہ میں پچیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی چوبیس جلدوں کی تفصیل سنین اشاعت، کتب و ابواب، مجموعی صفحات، تعداد سوالات و جوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

نمبر جلد	عنوانات	سئلہ جوابات	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	المعظم شعبان ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ — نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	المعظم شعبان ۱۴۱۲ھ — ذوری ۱۹۹۲ء	۷۵۶
۴	"	۱۲۵	۵	المرجب ۱۴۱۳ھ — جنوری ۱۹۹۳ء	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ — ستمبر ۱۹۹۴ء	۶۹۲
۶	"	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ — اگست ۱۹۹۴ء	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	المرجب ۱۴۱۵ھ — دسمبر ۱۹۹۴ء	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ — جون ۱۹۹۵ء	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ — اپریل ۱۹۹۶ء	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ — اگست ۱۹۹۶ء	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ — مئی ۱۹۹۷ء	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، کتاب الطلاق	۳۲۸	۳	المرجب ۱۴۱۸ھ — نومبر ۱۹۹۷ء	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و التعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ — مارچ ۱۹۹۸ء	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ — ستمبر ۱۹۹۸ء	۷۱۲

۷۴۴	۱۹۹۹	اپریل	۱۴۲۰	۱۵	۸۱	کتاب السیر	۱۵
۶۳۲	۱۹۹۹	ستمبر	۱۴۲۰	۳	۴۳۲	کتاب الشركة، کتاب الوقت	۱۶
۷۱۶	۲۰۰۰	فروری	۱۴۲۰	۲	۱۵۳	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفاله	۱۷
						کتاب الشهادة، کتاب القضا	۱۸
۷۴۰	۲۰۰۰	جولائی	۱۴۲۱	۲	۱۵۲	والدعاوی	
						کتاب الوکاله، کتاب الاقرار،	۱۹
						کتاب الصلح، کتاب المضاربه،	
						کتاب الامانات، کتاب العاریه،	
						کتاب المہبہ، کتاب الاجارہ،	
۶۹۲	۲۰۰۱	فروری	۱۴۲۰	۳	۲۹۶	کتاب الاکراه، کتاب الحجر	
						کتاب الغصب، کتاب الشفعہ،	۲۰
						کتاب القسمہ، کتاب المزاعمہ،	
۶۳۲	۲۰۰۱	مئی	۱۴۲۲	۳	۲۳۴	کتاب الصیید الذبائح، کتاب الاضغیہ	
۶۷۶	۲۰۰۲	مئی	۱۴۲۳	۹	۲۹۱	کتاب المحظر والاباحہ	۲۱
۶۹۲	۲۰۰۲	اگست	۱۴۲۳	۶	۲۴۱	" " " "	۲۲
۷۶۸	۲۰۰۳	فروری	۱۴۲۳	۷	۴۰۹	" " " "	۲۳
۷۲۰	"	"	"	۹	۲۸۴	" " " "	۲۴

فتاویٰ رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتب فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلیٰ محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد عبد القیوم ہزاروی صاحب زید مجدہ اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کی قدیم جلدوں کے بجائے ابواب فقہ کی

معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاویٰ کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظرو الاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسیویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہذا اکیسویں جلد سے مسائل حظرو اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی و امت برکاتہم العالیہ کی تحقیق انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

۲۵ پچیسویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد یازدہم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے شروع سے آخر تک ۸۳ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیا رھویں، بارھویں، تیرھویں، سو لھویں، سترھویں، اٹھارھویں، انیسویں اور بیسیویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔

پیش نظر جلد بنیادی طور پر مندرجہ ذیل عنوانات کے مباحث جلید پر مشتمل ہے،

- کتاب المداینات
- کتاب الاشریہ
- کتاب المرہن
- باب القسم
- کتاب الوصایا

تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے کثیر مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں لہذا مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کسی ایک دوسرے کے تحت ضمناً درج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کر دی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں وقت و ابہام پیدا نہ ہو۔ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں،

(۱) حقہ المرجان لمہم حکم الدخان (۱۳۰۷ھ)
حقہ اور تمباکو نوشی کا حکم شرعی

(۲) الفقه التسجیلی فی عین التاریخی (۱۳۱۸ھ)
سٹری سے خمر شدہ آٹے کا شرعی حکم

(۳) الشرعیۃ البھیة فی تحدید الوصیة (۱۳۱۷ھ)
وصیت کی جامع و مانع تعریف اور اس کی اقسام کا بیان

نوٹ: رسالہ ”المنی والدر لمن عمد منی آس دس“ فتاویٰ رضویہ قدیم
جلد ہشتم (کتاب الاجارہ) اور جلد یازدہم (کتاب المداینات) دونوں میں شامل تھا۔ ہمارے
خیال میں مقدم الذکر مقام ہی اس کے لئے انسب ہے، چنانچہ ہم نے اس کو فتاویٰ رضویہ جدید
جلد ۱۹ (کتاب الاجارہ) میں شامل اشاعت کر دیا ہے لہذا اس جلد میں کتاب المداینات
سے اس کو خارج کر دیا ہے۔



حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رجب المرجب ۱۴۲۴ھ
ستمبر ۲۰۰۳ء

فہرست مضامین مفصل

	کتاب المداینات
۶۰	ہندو سے قرض لیا پھر وہ مر گیا اور کوئی وارث بھی نہیں تو ادا کی کیا صورت ہوگی۔
	کافر اصلاً اہل ثواب نہیں۔
	سفر میں کسی ٹیکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے دینے سے رہ گیا اور ٹیکہ والے کا پتہ نہیں تو کیا کرے بیع و فاعین رہن ہے۔
	رہن میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے۔
	رہن سے انتفاع کی ایک صورت۔
	زوج کا ترکہ زوجہ کو اپنے مہر میں لے لینے کی اجازت ہے یا نہیں۔
	اگر بعض لوگ مہر زوجہ کی معافی کا دعویٰ کریں اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں وراثت
۶۰	جاری ہوگی یا نہیں۔
	قرض روپیہ کو سالانہ دینے کا وعدہ کیا اور یہ کہ اگر سالانہ نہ دوں تو یکمشت لینے کا اختیار ہے ایسی صورت میں وعدہ خلافی پر یکمشت
۶۱	۵۳ لے سکتا ہے۔
	۵۴ غیر مسلم کا قرضہ مسلمان پر تھا دونوں مر گئے اب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں۔
۶۲	۵۵ کافر عربی کے مال کے سبب مسلمان پر
	۵۶ حق العبد لازم نہیں۔
۶۲	۵۷ کافر عربی کا مال دھوکا یا بدعہدی سے لینا گناہ ہے۔
۶۲	۵۸ جو کسی کا مال ادا کی نیت سے لے لے اس کو ادا کرے۔
۶۳	۵۹ ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے۔
۶۴	

- ۶۴ ذمی کا حق مسلمانوں کے حق سے سخت تر ہے۔ قیامت کے دن مسلم سے معافی کی امید ہے ذمی سے نہیں۔
- ۶۵ ہلک ظاہر کر کے بیچ سکتا ہے اور قیمت زائد ہے تو تصدق کرے۔
- ۶۶ قرض وصول ہونے کے بعد دوبارہ غنط کاروائی کر کے مزید روپے لے لینا حرام و نجس ہے۔
- ۶۷ اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مرنے کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی کہ ہمارا بھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ اس حصہ مہر کے اور جائیداد نہیں کیا حکم ہے۔
- ۶۸ اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔
- ۶۹ زوجه یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی سے قسط وار مہر ادا کیا جا سکتا ہے حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔
- ۶۹ از خود مفصل شقوں پر فتویٰ بتا دینا کبھی خلاف مصلحت ہوتا ہے۔
- ۶۹ اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔
- ۶۹ زوجه یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی سے قسط وار مہر ادا کیا جا سکتا ہے حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔
- ۶۹ (ضمیمہ ص ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں) کتاب الاسترہ
- ۶۹ اقیون سے متعلق احکام
- ۶۹ بدگمانی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم
- ۶۹ ○ حقہ المرجان لہریم حکم الداخان (حقہ کے جواز میں تحقیق اثبتی) جو حقہ کہ عام طور سے راجح ہے شرعاً
- ۶۹ کیا حکم ہے۔
- ۶۹ بیمہ کی ایک صورت اور اس کا حکم۔
- ۶۹ مدیون اگر مر جائے تو اس کا مکان و اتن اپنی
- ۸۱ مباح ہے۔
- ۸۲ حقہ کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔
- ۸۳ جھوٹی حدیث بیان کرنے کا وبال۔

- ۹۹ ۸۴ جن کی نسبت کچھ علم نہ ہوا انھیں حرام نہیں
کہہ سکتے۔
- ۹۹ ۸۴ ہندوؤں کی بنائی مٹھائی کھانا حلال
بچنا بہتر۔
- ۹۹ ۸۴ تاراڑی کا حکم۔
- ۱۰۱ ۸۴ شراب حرام اور پیشاب کی طرح
ناپاک ہے۔
- ۱۰۱ ۸۸ حرمت شراب اور اس پر تہدید میں
سات احادیثِ کریمہ۔
- ۱۰۱ ۸۹ جو شراب نکالے اور اٹھائے اور پئے او
بچے اور خریدے سب پر لعنت ہے۔
- ۱۰۲ ۹۲ جو شراب پئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان
کھنچ لیتا ہے۔
- ۱۰۲ ۹۲ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔
- ۱۰۲ ۹۲ شرابی کا عذاب۔
- ۱۰۳ ۹۳ جو ایک بوند شراب پئے اس کی چالیس روز
تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس پر
حرام۔
- ۱۰۳ ۹۳ خدا کے خوف سے شراب چھوڑنے والے
کا ثواب۔
- ۱۰۴ ۹۴ حقے کا دم لگانا کہ جو اس شراب ہو
حرام ہے۔
- ۱۰۴ ۹۸ اگر بوز رکھتا ہے خلاف اولیٰ ہے۔
- ۱۰۴ ۹۸ یہ خیال کہ حقہ پینے والے کو خواب میں حضور
کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دودغ ہے
- مسئلہ حقہ اور مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی
مسئلہ حقہ اور مولوی عبدالحی لکھنوی۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کاموں کا
اختیار دیتے جاتے تو جو آسان ہوتا اس کو
اختیار فرماتے۔
چاروں مذہب کے ائمہ نے حقہ کی حلت کا
فتویٰ دیا۔
اگر بوطبیعت کو ناپسند ہے تو مکروہ طبعی ہے
نہ کہ شرعی۔
اختلافی مسائل میں عموم بلوی باعثِ تخفیف
و ترجیح ہے۔
مولوی عبدالحی لکھنوی کا رد۔
مکروہ تنزیہی گناہ نہیں۔
شاہ عبدالعزیز کی طرف حرمتِ قلیان کی
نسبت غلط ہے۔
حقہ جو نہیں پیتے اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں
برا نہیں۔
وہ حقہ جو جو اس و دماغ میں فتور لائے
ممنوع ہے۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر
نشدہ اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے
منع فرمایا ہے۔
تاراڑی کے خمیر سے بنائے گئے بسکٹ کا
شرعی حکم۔
چوپیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس ہے

۱۲۴	اس کی بحث کہ مسکریہ قلیل و کثیر کا حرمت و حد میں ایک حکم ہے یا مختلف۔	۱۰۲	درود شریف کے وقت حقہ نہ پئے اگر پیا ہو تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے شروع کرے۔
۱۲۴	وقد عبد القیس کی آمد۔	۱۰۵	افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے۔
۱۲۷	زیادۃ احادیث	۱۰۵	مخالفت شرع میں کسی کی ہمراہی خلاف شرع ہے۔
۱۵۰	نوح علیہ السلام اور شیطان کا مناظرہ۔	۱۰۵	افیونی کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے مگر پیہ نہ دیا جائے جبکہ معلوم ہو کہ افیوی میں صرف کرے گا۔
۱۵۹	اضافہ افاضہ	۱۰۶	شراب کا حرام ہونا کس پر موقوف ہے۔
۱۵۹	ابحاث مفیدہ۔	۱۰۶	اگر دو اسٹرائی جائے اور اس میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو شراب نہ ہوگی۔
۱۵۹	پہلی بحث (الاول)	۱۰۶	○ الفقه التسجیلی فی عجین النارجیلی۔
۱۶۱	حسن لغیرہ بھی احتجاج کے لئے کافی ہے۔	۱۰۷	تٹاری سے خمیر شدہ آٹے کی روٹی کا حکم۔
۱۶۱	بارہ احادیث مذکورہ کی کچھ تفصیل۔	۱۰۸	ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ حرام و نجاست غلیظہ ہے۔
۱۶۲	المستور مقبول عندنا و الحمد مہور۔	۱۱۲	سینڈھی اور تٹاری قریب قریب ہیں۔
۱۶۸	دوسری بحث (الثانی)	۱۱۲	اگر تٹاری سرکہ ہو جائے حلال و طیب ہے۔
۱۶۸	الآثار فی الباب عن امیر المؤمنین	۱۱۵	اصل مذہب
۱۶۸	قد تواترت۔	۱۱۵	آگہ الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ ہے۔
۱۷۰	تیسری بحث (الثالث)	۱۱۹	نہیز کا حکم
۱۷۰	حدیث ابن عباس پر امام ابو عبد الرحمن النسائی کی دو وجہ سے جرح اور مصتف علیہ الرحمۃ	۱۲۳	اللہ تعالیٰ جب لوگوں کی پسندیدہ کسی شے کو حرام فرماتا ہے تو اس کی جگہ دوسری چیزوں کو حلال بھی فرماتا ہے۔
۱۷۰	کی طرف سے اس کا جواب۔		
۱۷۲	پہلی وجہ (احدہما)		
۱۷۵	دوسری وجہ (ثانیہما)		
۱۸۱	چوتھی بحث (الرابع)		
۱۹۱	پانچویں بحث (الخامس)		
۲۰۴	انگلی شریعتوں میں شراب حرام نہ تھی مگر نشہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔		
۲۰۴	حضرت مولیٰ علی اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہما		

- ۲۱۰ کی طرف غلط اشیاء کا انتساب۔
- ۲۱۱ اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے۔
- ۲۱۱ ناجائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔
- ۲۱۱ بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین کے برابر نہیں۔
- ۲۱۱ مہوہ کی شراب کا حکم صحیح یہی ہے کہ دوام میں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔
- ۲۱۱ جامد چیزوں میں کثیر مسکر حرام ہے۔
- ۲۱۱ شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے۔
- ۲۱۱ بھنگ اور افیون کا حکم۔
- ۲۱۱ نشہ گناہ کبیرہ ہے۔
- ۲۱۱ بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں۔
- ۲۱۱ حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں حرام ہے۔
- ۲۱۱ حقہ کے پانی کا حکم۔
- ۲۱۱ انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی۔
- ۲۱۱ یہ خیال کہ روز قیامت حقہ پینے والے سے حضور روئے انور پھیر لیں گے، محض افتراء ہے۔
- ۲۱۱ تازی کے خمیر والی روٹی سے احتراز چاہئے۔
- ۲۱۱ کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے
- ۲۰۲ حلال ہے۔
- ۲۰۳ اسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۰۳ تازی سے بنائی گئی پاؤروٹی کا حکم۔
- ۲۰۳ مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں۔
- ۲۰۵ تمباکو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔
- ۲۰۵ کھجور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔
- ۲۰۶ تازی کا پھل جائز اور تازی پینا حرام۔
- ۲۰۶ تازی جو حقیقتاً سرکہ ہو جائے جائز ہے۔
- ۲۰۶ نشہ بذاتہ حرام ہے۔
- ۲۰۶ خالص پانی بھی دودھ شراب کی طرح پینا منع ہے۔
- ۲۰۸ افیون، چرس، بنگ کا استعمال بطور دوا۔
- ۲۰۹ افیون معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔
- ۲۰۹ ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔
- ۲۱۰ جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی اختیار ہے۔
- ۲۱۰ اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔
- ۲۱۵ اس بارہ میں عبد اللہ بن مبارک کا قول۔

- قوی تندرست پیشہ ورسائل کو ایک پیسہ نہ دے۔
- ۲۱۵ جان کر مرتہن سے رہن کا مکان کرایہ پر لینا کسی کو جائز نہیں اگر لے گا گنہگار ہوگا۔
- ۲۱۶ اگر راہن شعی مرہون اپنی اجازت سے کسی کو دے تو اس کا کرایہ مالک یعنی راہن ہی لے گا نہ کہ مرتہن۔
- ۲۱۶ علماء دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔
- ۲۱۶ سود ہے۔
- ۲۱۶ قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔
- ۲۱۶ اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے۔
- ۲۱۶ رہن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔
- ۲۱۶ مکان رہن رکھنے کی ایک نادر صورت اور اس پر شرعی حکم۔
- ۲۱۹ زرِ خبیث کو اپنے صرف میں نہ لائے اس لئے کہ یہ مانع اجابت دعا ہے۔
- ۲۱۹ مدتِ معینہ کے لئے رہن رکھنا۔
- ۲۱۹ حق انفکاک رہن ورثہ راہن کو ہے یا نہیں۔
- ۲۱۹ راہن کے مرنے کے بعد اس کے وارث کو حق انفکاک رہن ہے۔
- ۲۲۰ بیع الوفا مذہب معتدین میں رہن ہے۔
- قوی تندرست پیشہ ورسائل کو ایک پیسہ نہ دے۔
- حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو مقدم رکھے۔
- جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا نائب ہے۔
- علماء دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔
- کتاب الرہن
- شعی مرہون کو مرتہن کسی طرح استعمال نہیں کر سکتا۔
- قرض کے ذریعہ جو منفعت حاصل ہو جائے وہ سود ہے۔
- رہن در رہن جائز نہیں۔
- عقد رہن کی حکمت شرعیہ۔
- شعی مرہون کا نہ پہننا جائز نہ اجارہ پر دینا اور نہ عاریتہ کسی کو دینا اور نہ اس میں سکونت کرنا۔
- اگر بے اذن راہن تصرف کرے گا گنہگار ہوگا۔
- اگر اذن راہن سے تصرف کرے تو جائز و نافذ ہے مگر وہ شعی رہن نہ رہے گی۔
- مکان مرہون کو مرتہن سے کرایہ پر لینا

- ۲۴۸ مرتہن جب بلا اذن راہن شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت راہن پر موقوف ہے زید کو شئی مرہون سے نفع اٹھانا بہ اجازت راہن جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۴۷ قاضی کو نا تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔
- ۲۴۹ شے مرہون کو کرایہ پر اٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔
- ۲۴۰ رہن اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک ماہ تک تک نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھنا اور زید رہن کو زرخش۔
- ۲۴۹ رہن کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر راہن نے نہ چھوڑا تو مرتہن کو اس سے نفع جائز نہیں۔
- ۲۵۳ راہن نے اپنا مکان رہن رکھا اور بدستور اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کرایہ دار بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہن ہی تمام نہیں ہوا۔
- ۲۴۴ رہن دخلی سود ہے۔
- ۲۴۴ شئی مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔
- ۲۴۴ ہتھوڑے سے رہن دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔
- ۲۴۶ حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔
- ۲۴۷ رہن زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے
- ۲۴۷ مرتہن جب بلا اذن راہن شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت راہن پر موقوف ہے زید کو شئی مرہون سے نفع اٹھانا بہ اجازت راہن جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۴۹ رہن کی زمین کو جو تنا اور اس سے نفع لینا حرام ہے۔
- ۲۴۰ منافع وصول شدہ از رہن زید رہن میں محسوب ہو سکتے ہیں یا نہیں۔
- ۲۴۳ راہن کا مرتہن کو منافع بخش دینا غلط ہے معدوم کا ہبہ باطل ہے۔
- ۲۴۳ دکان اس شرط پر لینا کہ جو کچھ اس پر خرچ ہوگا کہوں گا منافع بھی لوں گا اور جب میرا روپیہ واپس ہوگا تو دکان مدت معینہ گزرنے پر چھوڑ دوں گا۔
- ۲۴۴ عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتہدین کے فتویٰ پر عمل کریں نہ کہ ہر کس و ناکس کے۔
- ۲۴۴ اگر جان کر کسی نام کے مولوی سے فتویٰ پوچھا اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ یہ پوچھنے والا بھی گنہگار ہے۔
- ۲۴۶ رہن و اجارہ دو مختلف عقد ہیں۔
- ۲۴۷ رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔
- ۲۴۷ جو چیز کسی کے پاس رہن ہے اگر مالک اجارہ پر دے تو اجازت مرتہن پر موقوف ہے۔
- ۲۴۷ راہن نے اگر مرتہن کو قبضہ نہ دلایا تو رہن

- تو اس کا نفع حلال ہے۔ ۲۵۴ قربانی کی کھال ہرنیک کام میں صرف ہو سکتی ہے۔ ۲۴۵
- تو جائز ہے۔ ۲۵۶ حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کھال مرہن کو رہن سے کسی طرح کا نفع جائز نہیں۔ ۲۵۸ بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں یعنی اپنے لئے۔ ۲۵۹
- اجرت مجہول ہو تو اجارہ حرام ہے۔ ۲۵۹ اگر راہن مر جائے اور کوئی وارث بھی نہ ہو تو مرہن اپنے دین کی مقدار لے کر باقی کو صدقہ کو دے۔ ۲۵۹ مواضعات کا دخلی رہن جس کا آج کل رواج ہے محض حرام ہے۔ ۲۶۰
- رہن چھڑانے کا حق وارثانِ راہنہ کو ہے۔ ۲۶۰ رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ شرع مطہر میں تمادی سے حق نہیں جاتا۔ ۲۶۰ غنیمہ نافذ۔ ۲۸۲
- اجازتِ مستقلہ بھی حرام ہے جبکہ عسراً انتقام مشروط ہوا۔ ۲۶۳ شے مرہون کو مرہن یا راہن کسی کو اجارہ پر دے تو رہن باطل ہوتا ہے۔ ۲۸۲
- مفتی ندوہ مولوی عبداللہ ٹونکی کے ایک غلط فتویٰ کا رد۔ ۲۶۵
- زید مدیون ہے اور دائن نے مقدمہ کر کے مطالبہ کی ڈگری کرائی ہے اور زید کا مال مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔ ۲۶۶ عوام اور آج کل کے قانون دان نے شرعاً صرف رہن دخلی ہی معتبر ہے۔ ۲۶۷
- زید مدیون ہے اور دائن نے مقدمہ کر کے مطالبہ کی ڈگری کرائی ہے اور زید کا مال مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔ ۲۶۶ تعلق یا کاغذ کی تحریر کو قبضہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ ۲۸۳
- اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرہن کو شے مرہون روکنے کا حق ہے۔ ۲۶۹ شے واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے محال اور محال کا اقرار واجب الابطال۔ ۲۸۶
- مرہن شے مرہون کا خود محافظ ہے اس پر کسی طرح کی اجرت نہیں ہو پاتی۔ ۲۶۴
- رہن دخلی کے جواز کی صحیح شکل۔ ۲۶۵
- چرم قربانی کی رقم سے گنواں بنوا سکتے ہیں۔ ۲۶۵
- آپام اور آج کل کے قانون دان نے شے مرہون اجارہ پر دینے سے رہن سے نکل جاتی ہے۔ ۲۸۸
- رہن کا لغوی معنی۔ ۲۹۲
- امام اعظم کے نزدیک زیادۃ فی الدین۔ ۲۶۵

- ۲۹۳ نفع حرام اور بعد وصولِ دین اس کو واپس
 ۲۹۳ کرنا لازم اگرچہ قرض مدتِ معینہ کے بعد
 ۲۹۸ ملے۔
- ۲۹۳ بکھر سے زید نے زمین اس شرط پر سو روپیہ
 دے کر لی کہ جب تک ادا نہ کرے وہ قبضہ
 ۲۹۳ زید میں رہے گی اور نفع اٹھائے گا اور
 ۲۹۳ سالانہ سو روپے میں سے مبلغ دو روپے
 کم ہوتا رہے گا۔
- ۲۹۸ قرض کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی۔
 ۲۹۸ مرتہن نے اگر واقعی عاریتہ بلا دیا و رہن کا
 مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور اگر
 ۲۹۵ کرایہ پر دے دیا تو اجازتِ رہن سے
 ۲۹۵ اجارہ ہو جائے گا، رہن باطل۔
- ۲۹۹ ہنود سے زمین دخلی رہن میں لے کر زراعت
 کرنے میں حرج نہیں۔
- ۲۹۹ جس سے رہن لیا اسی کو کرایہ پر دے دیا
 تو یہ ناجائز ہے۔
- ۳۰۰ زمین کو کاشتکاری کی شروط کے ساتھ
 قرض میں لینا جائز نہیں (فارسی)۔
- ۳۰۰ زید نے عمرو کے پاس زمین رہن رکھی
 عمرو نے مدتِ قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت
 ۲۹۷ اس کو بیع کر دیا تو کیا زید کو بیع فسخ کرنے
 کا اختیار ہے۔
- ۳۰۱ مرتہن نے اگر مکان کرایہ پر دیا تو سود، اور
 ۲۹۷ اگر اجازتِ رہن سے دیا تو رہن باطل
- ناجائز ہے۔
 فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر مگر بضرورت۔
 یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قولِ امام
 ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔
 اجارہ باذنِ راہن ہو یا باذنِ مرتہن دونوں
 صورتوں میں باطل ہے۔
 معدوم کا ہبہ باطل ہے۔
 استغنا کچھری دیوانی ریاست رامپور کہ
 مرتہن کے قبضہ کے بعد اگر شے مرہونِ غضب
 عاریت یا اجارہ سے راہن کے پاس آگئی
 تو رہن باقی رہے گا اور مرتہن شئی واپس لے گا۔
 کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں۔
 غیر مسلم سے بذریعہ رہن رقم حاصل کرنا جائز ہے
 کاشتکار بے اجازت زمیندار، زمین کو
 رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر با اجازت
 زمیندار ہے تو اجارہ ہے۔
 مرتہن نے اگر سود لیا تو کیا راہن سے معاف
 کر سکتا ہے یا نہیں۔
 سود کا مال توبہ سے بھی حلال نہیں ہوتا جب تک
 کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے
 یا فقرا کو نہ دے دے۔
 زمین مرہون سے مرتہن کو نفع لینا حرام ہے۔
 کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن رکھی
 تو یہ اجارہ ہے رہن نہیں۔
 زمین علی وجہ الرہن خریدنا رہن ہے اس سے

اجارہ ثابت ، اور خود مرتہن کا اس میں رہنا بھی ناجائز۔

۳۰۲

(ضمیمہ ص ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

باب القسم

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات پر بلا ضرورت نہ چاہئے۔

(ضمیمہ ص ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

کتاب الوصایا

اگر کسی نے اپنی حیات ہی میں اپنی بیٹی کو کچھ جائداد دے دی کہ اب بے مرنے کے وہ وارث نہ ہوگی اس نے بھی اس کو منظور کر لیا تو اب وارث نہیں۔

دو شخص کے بارے میں تولیت کی وصیت نافذ ہے۔

وصیت میراث پر مقدم ہے۔

فالج اور دق کے مرض ایک سال بعد مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔

مرض الموت کی تعریف

فالج اور دق کا مرض اگر سال بھر کے اندر مرے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے۔ سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت نہیں رہتا۔

اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو مرض موت نہیں۔

بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے

۳۱۸

اس کا مطلب۔

مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت کرنا جائز نہیں۔

۳۲۱

اگر ہندہ نے مرض موت میں شوہر کا مہر معاف کیا تو معاف نہ ہوگا۔

۳۳۱

اگر کوئی وارث مرض موت میں کوئی وصیت کرے کہ میرا مال فلاں وارث کو ملے فلاں کو

۳۰۳

(ضمیمہ ص ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

۳۳۲

نہ ملے تو کیا حکم ہے۔

۳۳۲

میراث کی ایک شکل۔

۳۳۳

امانت میں وصیت۔

جو ان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے

۳۳۴

حق میں وصی کا درجہ رکھتا ہے۔

۳۰۵

بڑے بھائی کو وصی کی جگہ قرار دینے میں

۳۳۵

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نادر تحقیق۔

۳۰۶

جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے

۳۱۱

احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے

۳۳۹

وہ جاہل ہے۔

۳۱۶

اگر وارث کبیر نے صغیر کی پرورش یا شادی

۳۱۷

میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے

۳۴۲

حصہ مال سے مجرا لے سکتا ہے۔

اگر بے اذن، بالغ بھائی بہن کی بڑے بھائی

۳۱۷

نے شادی کر دی اور اخراجات میں مشورہ

۳۴۳

واجازت نہ لی تو اس کو مجرا نہیں لے سکتا۔

۳۱۷

۳۴۵

دلہن کا جہیز مجرا کیا جائے گا یا نہیں

۳۱۷

- ۳۶۸ اس کی تفصیل۔
 ۳۴۵ دامن کا جہیز اگر مال مشترک سے ہے تو تعدی کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔
- ۳۶۸ زیور اگر عورت کو ہبہ نہ دیا تھا تو مالک شوہر ہے۔
- ۳۶۸ وصیت ایک ثلث یعنی تہائی مال میں نافذ ہوگی۔
- ۳۶۹ زید نے جو جائیداد اپنی بیوی کو بحالتِ صحت بعوض دین مہردی بیوی اس کی مالک ہوگی۔
- ۳۶۹ اگر کسی نے مرنے کے بعد کے لئے کسی شخص سے وعدہ تبرع کیا تو اس کا حکم وصیت کا سا نہیں ہے۔
- ۳۶۱ تہائی مال تک وصیت نافذ ہوتی ہے اس کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔
- ۳۶۲ مرنے والے نے وصیت کی تو ثلث تک اطلاع ورثہ وصی خرچ کر سکتا ہے۔
- ۳۶۳ عورت کا نکاح ثانی کر لینا اس کے حق میراث کو نہیں روک سکتا۔
- ۳۶۴ ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔
- ۳۶۴ وہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہے وہ تین ہیں، جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔
- ۳۶۵ باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے کا مال بشرطِ عوض کسی کو دے۔
- ۳۶۵ نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔
- ۳۶۸ اس کی تفصیل۔
 ۳۴۵ دامن کا جہیز اگر مال مشترک سے ہے تو تعدی کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔
 ۳۴۸ اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور ہبہ دیا تو وہ اس کی مستقل مالک ہے۔ اگر مال مشترک سے دیا تو دینے والے پر ضمان ہے۔
 ۳۵۳ غیر منقسم زمین کا ہبہ باطل ہو جاتا ہے اور اس میں محض داخل خارج کاغذی کا اعتبار نہیں، اگر مرد و عورت دونوں کیلئے وصیت کی تو ہر ایک کو برابر ملے گا یا مرد کو دو گنا (فارسی) ۳۵۶ عورت نے کسی کو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ ہر موسم میں میوہ لے کر میری فاتحہ دلا کر تقسیم کر دینا تو کیا یوں ہی کرنا واجب ہے یا محض تصدق کافی ہے۔
 ۳۵۹ اگر فاتحہ کی وصیت کا پیسہ اغنیاء کو کھلایا تو ناجائز اور خرچ کرنے والے پر تاوان ہے۔
 ۳۶۲ دعوت کا کھانا برسبیل اباحت ہوتا ہے بغیر اذن مالک اس میں تصرف جائز نہیں۔
 ۳۶۲ مرض الموت کے لئے اختلاف جو اس ضروری نہیں۔
 ۳۶۴ مرض الموت میں وصیت نافذ ہے یا نہیں۔
 ۳۶۶ تجہیز و تکفین سے مصارفِ غسل و کفن و دفن بقدر سنت مراد ہیں فاتحہ وغیرہ کے خرچ شامل نہیں۔

- تقسیم میراث کی بعض صورتیں۔
- ۳۷۸ موقوف ہے۔
- ۳۸۷ اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں اپنا مال صرف کیا تو واپسی کا دعویٰ باطل ہے۔ ۳۸۸
- ۳۹۰ وصیت کے بارے میں ایک سوال
- ۳۹۱ نقل وصیت نامہ
- ۳۹۳ باپ سے ملنے والے مشاہرہ کا مطالبہ بھائی سے بے جا ہے۔
- ۳۸۱ وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ ورثہ اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے۔ ۳۹۲
- ۳۸۱ وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کئے تو اسے حق رجوع ہے۔ ۳۹۵
- ۳۸۲ وصی برادرانِ نابالغ کے خورد و نوش کے مصارف مجرا پائے گا۔ ۳۹۶
- ۳۸۳ اہلقتہ برادرانِ بالغ کے مصارف کو نہیں لے سکتا جبکہ واپسی کی شرط نہ کر لی تھی۔ ۳۹۶
- ۳۸۴ زیور زوجہ میں موصی کی وصیت اسی قدر پر اثر انداز ہوگی جو اس کا حق شوہری ہے ۳۹۷
- ۳۸۵ معدوم کے لئے وصیت و تملیک باطل ہے۔ ۳۹۸
- ۳۹۸ حمل کے لئے وصیت کی شرط۔ ۳۹۸
- ۳۸۶ اگر وارثانِ فلاں کے لئے وصیت کی تو ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے ۳۸۷
- ۳۸۷ مر جائے تاکہ وارثانِ فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ نفاذ نہیں۔ ۴۰۰
- اگر کوئی وارث مفقود الخبر ہو تو اس کا ترکہ امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام آدمی مر جائیں تو پانچ کے ذریعہ اس کی موت کا حکم لگا کر اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیں۔ ۳۷۹
- جو بیٹی اپنے سامنے مر جائے اس کی اولاد کیلئے اس طرح وصیت کرنا باطل ہے کہ جو شرعی حصہ میری بیٹی کو پہنچے اس کی مالک اس کی اولاد ہے وصیت زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔
- اگر کسی نے بعوض دین مہر اپنی حبسداد کو بیوی کے ہاتھ بیع کر دیا تو بلاشبہ درست ہے۔
- لپسر کے لئے وصیت بشرطیکہ موجود نہ ہو جائز ہے۔
- معتوبہ کی وصیت نافذ نہیں۔
- اگر لپسر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے۔
- نابالغ کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے قرضہ لیا تو اس کا مطالبہ قرضہ لینے والے ہی پر ہے۔
- جو حصہ مکان بکرنے اپنے پیسے سے خریدا اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں۔
- زوجہ نے اپنے مرتے وقت مہر معاف کیا تو اس کی معافی وارثوں کی اجازت پر

○ الشريعة البهية في

۴۱۱	زائد روپوں کی وصیت کی تو زائد میں باطل ہے۔	۴۰۳	تحدید الوصیة۔
۴۱۱	جواب سوال سوم	۴۰۴	آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء
۴۱۱	وصیت پر عمل فوراً جائداد متروکہ سے ہوگا	۴۰۴	ورثہ کو وصیت پر عمل واجب ہے یا نہیں۔
۴۱۱	نذکہ آئندہ جائداد کے منافع سے۔	۴۰۴	ملک کے غریبوں کے لئے وصیت
۴۱۶	جواب سوال چہارم	۴۰۴	وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں۔
۴۱۶	عبادات و معاملات کی شرعی اصطلاحی تعریف۔	۴۰۴	ایسی وصیت جس سے ورثہ کو مضرت ہو جائز ہے یا نہیں۔
۴۱۸	مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے۔	۴۰۶	اگر وصی اولاً محض اپنے نفع کے کلام پر عمل کرے دوسرے کے نفع والا کام نہ کئے تو اس سے وصیت میں خلل ہوگا یا نہیں۔
۴۱۹	جواب سوال پنجم	۴۰۶	وصیت بالمنافع کا کیا حکم ہے۔
۴۱۹	بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں	۴۰۶	نقل ترجمہ وصیت نامہ در زبان انگریزی
۴۱۶	بیع حمل ناجائز اور وصیت بالحمل جائز	۴۰۶	جواب سوال اول
۴۲۲	جواب سوال ششم	۴۰۶	وصیت فی نفسہ واجب نہیں۔
۴۲۲	وصیت اگر مکروہ ہے جب بھی نافذ ہوگی۔	۴۰۶	ورثہ اگر ثلث مال میں نفاذ وصیت کو روکی ظالم ہیں۔
۴۲۲	وصیت دو قسم ہے: تملیک و قربت۔	۴۰۸	جواب سوال دوم
۴۲۲	الذنب والکراہتہ متناہیان	۴۰۸	صحت وصیت کو خاص جزو معین کی تعیین ضروری نہیں۔
۴۲۲	ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔	۴۰۸	اگر کسی خاص شہر کے فقراء کی وصیت کی تو ضروری نہیں کہ اسی شہر کے فقراء کو کسی فقیر کو دے سکتا ہے، ہاں افضل انھیں کو دینا ہے۔
۴۲۲	انتفاء الاقسام باسرها قاض بانقضاء المقسم رأسا۔	۴۱۰	جہیز و تکفین کے لئے اگر قدر مسنون سے
۴۲۲	قبہ سے اپنی قبر مزین کرانا نوع قربت سے نہیں۔		

- ۴۲۳ | اس کو فروخت کر کے مصرفِ یتامی میں لانا درست ہے۔
- ۴۲۴ | جو مصاحف وقفِ یتیم خانہ میں ضرورت سے زائد ہوں ان کو ہدیہ کر کے حشر چ کر سکتے ہیں۔
- ۴۲۵ | یتیم خانہ کے چندہ سے یتیموں کا ختنہ اور یتیم بچیوں کی شادی میں معمولی طور پر حشر چ کر سکتے ہیں۔
- ۴۲۵ | زید نے اپنا مکان زوجہ کے نام بیع کر دیا پھر وہ مر گئی اور نابالغ بچے وارث ہوئے تو زید اس جائداد کو بیع کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۴۲۶ | اولاد کے لئے وصیت سے متعلق سات امور پر مشتمل ایک وصیت نامہ کے بارے میں استفتاء۔
- ۴۳۰ | وصیت نامہ مذکورہ سے متعلق علماء کرام سے گیارہ سوالات۔
- ۴۳۱ | مذکورہ بالا وصیت نامہ پر مصالحت سے متعلق سوال۔
- ۴۳۲ | نابالغوں خصوصاً یتیموں کا مال آگ ہے۔ باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے لئے خریدے وہ باپ ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک ہو جاتی ہے۔
- ۴۳۳ | اگر مہربانی ہو تو جائداد سے اس کو ادا کیا جائے پھر تقسیم ورثہ ہو۔
- ۴۲۳ | قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔
- ۴۲۴ | قبر کے گرد تعمیر برائے حفاظت جائز، برائے تزیین ممنوع اور اس کی وصیت باطل۔
- ۴۲۵ | اگر کسی نامشروع کی وصیت ہے تو اس پر عمل نہ کریں گے طریقہ مشروع پر عمل ہوگا۔
- ۴۲۵ | گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔
- ۴۲۵ | گھر میں دفن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔
- ۴۲۵ | فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے۔
- ۴۲۶ | کافر حربی کے لئے بھی وصیت باوجود ممنوع نافذ ہے۔
- ۴۲۶ | کبھی وصیت مکروہ غیر صحیح بھی ہوتی ہے۔
- ۴۳۰ | جواب سوال ہفتم
- ۴۳۰ | اوصیاء کا بعض وصایا میں تعمیل نہ کرنا نفاذ میں خلل نہیں ڈال سکتا۔
- ۴۳۱ | جواب سوال ہشتم
- ۴۳۱ | وصی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی صورت میں جائداد منقول فروخت کر سکتا ہے غیر منقول نہیں مگر چند صورتوں میں۔
- ۴۳۲ | ہندوستانی ساکن مدینہ منورہ اگر وصیت کرے کہ اس کی جائداد کا ثلث مدینہ منورہ بھیجا جائے تو اس کے یہاں کے فقراء کو دے سکتے ہیں یا نہیں۔
- ۴۳۳ | یتیم خانہ میں دئے گئے کپڑے اگر بیکار ہوں تو ان کو درست کر کے استعمال کرانا یا

- ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرض موت میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔
- ۴۴۶ کفن و دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف ہوا وہ تو ترکہ سے مجرا ہوگا باقی فاتحہ خیرات کے مصارف خرچ کرنے والے پر پڑیں گے۔
- ۴۴۳ حق شوہر ادا کر کے بقیہ کو صدقہ و فدیہ میں خرچ کر سکتا ہے۔
- ۴۴۳ بیوی مری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔
- ۴۴۴ اس کے ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔
- ۴۴۳ اگر یہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے دیکھیں صدقہ وغیرہ میں خرچ کر دو تو اس سے اس کی وراثت ساقط نہیں ہوتی چاہے تو لے چاہے صرف کرنے کی اجازت دے۔
- ۴۴۴ جو کسی مسلمان سے سختی دور کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی سختی دور کرے۔
- ۴۴۳ وارث جب بعد موت وصیت کو جائز کر دے تو اب رجوع کا اختیار نہیں۔
- ۴۴۵ تنہا عورت کا دعویٰ کہ متوفیہ نے یہ وصیت کی تھی حجت نہیں بالغین ورثہ کو اختیار ہے
- ۴۴۶ اعتبار کریں یا نہ کریں۔
- ۴۴۳ بھانجی و ماموں زاد بھائی یہ دونوں چچا زاد بھائی کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہو سکتے۔
- ۴۴۴ دین گھر یا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے جاتیں گے وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں از خود کریں بہتر ہے۔
- ۴۴۳ اگر شوہر نے حیات میں مہر کی مقدار کا اقرار نہ کیا نہ گواہان سے ثابت، تو صرف
- ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرض موت میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔
- کفن و دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف ہوا وہ تو ترکہ سے مجرا ہوگا باقی فاتحہ خیرات کے مصارف خرچ کرنے والے پر پڑیں گے۔
- بالغ وارث جائزہ خرچ کی اجازت دے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوں گے مگر نابالغ کا مال بہر حال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت دے نہ اس کی طرف سے دوسرا، اسکو پورا پورا حصہ ملے گا۔
- جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادت عادلہ پر موقوف ہے۔
- نابالغوں کے تقسیم حصص میں کمی رکھنا حرام ہے نابالغوں کے حصے یکجا رہیں بالغوں کو اپنے حصے کا اختیار ہے۔
- مرض الموت میں ہبہ کے احکام مرض الموت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث کو ہبہ کی تو اس کا حکم کیا ہے، اس کی چند صورتیں۔
- مرض الموت کی تعریف ہمارے بلاد میں بڑا بیٹا لائق ہونا ر حکماً وصی ہوتا ہے۔
- باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا استحقاق نہیں۔

- ۴۸۰ مثل مہر دیا جائے۔
۴۶۷ والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی عین کار دین و رضائے رب ہے۔
- ۴۸۱ یہ کہنا کہ چچا حلف لے لیں تو میں مکان سے دستبردار ہوں مہمل و باطل ہے۔
۴۶۹ 'ریاضت و مجاہدہ' رضائے الہی میں نفس کے خلاف کام کرنے کا نام ہے۔
- ۴۸۲ تیمم نابالغ نے اگر اپنا پانی کنویں میں ڈال دیا تو پانی قابل استعمال رہا یا نہیں۔ اس کی تفصیل۔
۴۶۹ مشترک مال کی تقسیم وراثت کا طریقہ۔
- ۴۸۳ بازار بھاؤ میں خریدنے کا مطلب باپ نابالغ کے مال کو خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔
۴۶۹ نابالغ نے اپنے یا دوسرے کے لئے کنویں سے پانی بھرا تو اس سے بالغ کو وضو کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔
۴۶۱ نابالغ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک حیلہ شرعیہ ہے۔
- ۴۸۴ نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں۔
۴۶۹ ہبہ نہ ہوگا۔
- ۴۸۵ جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔
۴۶۱ باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بقیہ لے۔
- ۴۸۶ وصیت کا نفاذ ثلث میں ہوگا اگرچہ متعدد ہوں۔
۴۶۲ اگر شوہر اقرار کرے کہ مہرباتی ہے اور اس میں زوجہ کو کچھ دے دیا تو ورثہ کو بعد میں اس کو واپس لینے کا حق نہیں اگرچہ یہ ثابت ہو جائے کہ عورت نے معاف کر دیا تھا۔
- ۴۸۷ اگر سالانہ فاتحہ کی وصیت کی اور جلد ہی سب خرچ کر دیا تو بھی جائز ہے بلکہ یہی بہتر ہے۔
۴۶۲ وارث بھائی مفتود الخیر ہو تو اس کا حصہ ماہی کیا کرے۔
۴۶۳ مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیچنا بغیر اجازت دیگر ورثہ باطل ہے۔
- ۴۸۸ وجہ سے مسجد کا ساتبان بنا دیا تو کیا حکم ہے۔
۴۶۸ تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔
- ۴۸۹ مال مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف کیا اس کا تاوان لازم ہے۔
۴۶۹ بیس برس گزرنے کے بعد بھی استمرار تسلیم ہوگا اور بے اقرار طالبین کا مدد مدید تک سکوت بسقوط دعویٰ کا باعث ہے۔

۵۴۲	جواب از مصنف علیہ الرحمۃ	مال متروکہ سے ادائے دین تقسیم ترکہ سے
۵۴۲	یہاں فتویٰ پر فیس نہیں لی جاتی۔	مقدم ہے۔
۵۴۲	وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتوؤں کا رد	اقرار کاذب دیا نہ باطل محض ہے۔
۵۴۳	الافادات والتفریعات	مجرد جسٹری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں جب
۵۴۳	افادہ اولیٰ	تک گواہان سے ثابت نہ ہو۔
۵۴۵	وصایت مثل وکالت ہے۔	اگر بیٹے کو ہبہ کر کے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک
۵۴۳	وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت	ہو گیا۔
۵۴۵	بعد موت۔	پگھری چیف کورٹ ریاست بہاولپور کے
۵۴۵	وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور	جج کی طرف سے ارسال کردہ طویل استفتاء
۵۴۵	نافذ التصرف بنانا۔	جو وصیت و وراثت سے متعلق ہے اور اس
۵۴۵	جس طرح موہوب لہ و اہب کا وکیل	میں آٹھ مفتیوں کے فتوے مفتیوں کے نام
۵۴۳	نہ ہوگا اسی طرح تملیک بلا عوض بعد الموت	حذف کر دیئے گئے ہیں۔
۵۴۶	سے موصیٰ لہ وصیٰ نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔	نقل وصیت نامہ
۵۴۶	جو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب	استفتاء
۵۴۸	مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی	سوال ۲
۵۴۸	طرح نہیں۔	فتویٰ نمبر ۱
۵۴۹	ہبہ بشرط نافذ ہے اور شرط باطل۔	فتویٰ نمبر ۲
۵۴۹	اگر تملیک کے بعد کسی مصلحت کو شرط	نقل فتویٰ مولوی صاحب برانڈا مولویان
۵۴۳	قرار دے تو تملیک تام ہوگی اور شرط	فتویٰ نمبر ۳
۵۴۵	معدوم۔	فتویٰ نمبر ۴
۵۴۸	افادہ ثانیہ	تردید منجانب علمائے ریاست بہاولپور
۵۴۸	پر آئی ملک میں وصیت کا اختیار نہیں	فتویٰ نمبر ۵
۵۴۹	تفریعات	فتویٰ نمبر ۶
۵۴۹	فتویٰ ۶ کا رد	فتویٰ نمبر ۷
		فتویٰ نمبر ۸

۵۵۲	مگر الزاماً مفید تملیک منفعت ہے لہذا اس	۵۵۲	افادہ ثالثہ
۵۶۳	کی جدا وصیت جائز۔	۵۵۲	وارث کے لئے وصیت بلاشبہ جائز ہے
۵۶۴	فائدہ نمبر ۴	۵۵۲	جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو۔
۵۶۴	وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔	۵۵۳	تفریعات
۵۶۶	فائدہ نمبر ۵	۵۵۳	فتویٰ ۵۷۷ کا رد
۵۶۶	جس کے لئے وصیت رقبہ ہو اس کو وصیت	۵۵۳	افادہ سابعہ
۵۶۶	منفعت کی حاجت نہیں۔	۵۵۳	وصیت جس طرح رقبہ شئی کی صحیح ہے
۵۶۶	فائدہ نمبر ۶	۵۵۳	یونہی تنہا منفعت کی۔
۵۶۶	وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔	۵۵۶	تفریعات
۵۶۷	فائدہ نمبر ۷	۵۵۶	فتویٰ ۵۷۷ کا رد
۵۶۷	دربارہ مہر، عورت کا قول قسم کے ساتھ	۵۵۶	تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگر صحت
۵۶۷	مہر مثل تک معتبر ہے۔	۵۵۶	میں ہو وصیت ہے۔
۵۶۷	فائدہ نمبر ۸	۵۵۶	فتویٰ ۵۷۷ کا رد۔
۵۶۷	مہر بھی تمام دیون کی طرح ہے اور دین کا تعلق	۵۵۷	فتویٰ ۵۷۷ کی عجیب تر تحریر
۵۶۷	مالیت ہے جائداد سے نہیں۔	۵۵۷	افادہ خامسہ جلیلہ مشتمل بر فوائد جزلیہ
۵۶۸	فائدہ نمبر ۹	۵۵۷	فائدہ نمبر ۱
۵۶۸	وصیت جہت موصی سے تملیک ہے۔	۵۵۷	ترکہ میں تجہیز و تکفین کے بعد مقدم دین ہے
۵۶۹	فائدہ نمبر ۱۰	۵۵۷	پھر وصیت پھر میراث۔
۵۶۹	وصیت میں ثلث کے نفاذ کے لئے کل متروکہ	۵۵۸	تقسیم میراث
۵۶۹	سے بعد ادا کئے دین کا اعتبار ہے۔	۵۶۲	فائدہ نمبر ۲
۵۶۹	فائدہ نمبر ۱۱	۵۶۲	اگر کسی کے لئے رقبہ شئی کی وصیت کی ،
۵۶۹	اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں۔	۵۶۲	پھر بعد میں دوسرے کے لئے اس کی منفعت
۵۷۰	فائدہ نمبر ۱۲	۵۶۲	کی تو پہلا صرف مالک ہوگا دوسرا منفعت لےگا
۵۷۰	وصیت وارث جیب وصیت اجنبی سے	۵۶۳	فائدہ نمبر ۳
۵۷۰	مؤخر ہے تو اس کے مقابل مضمحل ہوگی۔	۵۷۰	وصیت شئی سے منفعت لازم نہیں آتی

- اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول مُسَلَّم ہوگا۔
- ۵۸۰ کہیں نہیں لکھا ہے کہ وہ جمیع مال کا موصیٰ لہ ہے عاقل بالغ کا کلام مہما ممکن، محل صحیح پر حمل کرنا واجب ہے۔
- ۵۸۱ تفریعات
- ۵۸۲ شاہ محمد خاں کو جمیع مال کا مالک جب نہیں قرار دیا تو زیور کا بقیہ اس کے حصہ میں دینا ظلم ہوگا۔
- ۵۸۳ افادۃ ثامنہ
- ۵۸۴ تفریعات
- ۵۸۵ افادۃ تاسعہ
- ۵۸۶ وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہونا ان ورثہ کے ساتھ ہے جن کے حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچیں (مزید تفصیل)
- ۵۸۷ تفریعات
- ۵۸۸ زوجہ کا حق وراثت ربع سے زائد جائز نہیں۔
- ۵۸۹ افادۃ عاشورہ
- ۵۹۰ کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو کہ بے رضائے دیگر بچائے عین قیمت لے۔
- ۵۹۱ تراضی طرفین سے تبدیل عین جائز ہے۔
- ۵۹۲ تفریعات
- ۵۹۳ ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت کو جائز نہیں کہ اسے قیمت و لادے
- ۵۹۴ جب تک دوسرا راضی نہ ہو جائے۔
- اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول مُسَلَّم ہوگا۔
- طے شدہ امور میں قاضی و مفتی کو حاجت نہیں کہ انھیں زیر بحث لائے۔
- تفریعات
- فتویٰ عا کا رد
- فتویٰ عا کی ایک عجیب و غریب غلطی۔
- قرض و دین میں عموم مخصوص ہے۔
- وارث کے لئے وصیت میراث سے مؤخر ہے۔
- افادۃ سادسہ
- وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔
- جو جس شرط سے مقید ہے مقید رہے گا۔
- جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔
- کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے پر تہدیدیں۔
- تہمت لگانے والے کی سزا۔
- عورت کہ نکاح ثانی نہ کیا ہو روز قیامت اپنے شوہر کو ملے گی۔
- دو شوہر والی عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کے ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے نکاح میں نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔
- افادات سابعہ
- شاہ محمد خاں مذکور فی السؤال کے لئے

۵۸۹	افادہ ثانیہ عشر مع فوائد	۵۸۹	افادہ حادیہ عشر
۵۹۵	غدر۔	۵۸۹	اجنبی کہ نہ وارث نہ وصی اگر میت کی تجہیز و تکفین خود کرے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں۔
۵۹۵	فائدہ نمبر ۱۳	۵۸۹	اگر وارث سے والیسی کی شرط کر لی ہو پھر خرچ کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر بھی پایا جائے۔
۵۸۹	اصحابِ فرائض سے جو بچے اس کے مصارف۔	۵۸۹	غیر وارث و وصی کو کفن دینے کے مصارف واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔
۵۹۵	بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں۔	۵۹۱	مردہ کی تجہیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔
۵۹۸	فائدہ نمبر ۱۴	۵۸۹	زندگی میں تن کے کپڑے دامن کو نہیں دئے جائیں گے۔
۵۸۹	زیادت علی الثلث میں موصی لہ کا حق صرف وارث سے مؤخر ہے اور غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے۔	۵۹۱	میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان مردہ و زندہ یکساں ہے۔
۵۹۸	رد علی الزوجین وراثتہ نہیں۔	۵۹۱	دین تجہیز تمام دیون کے مثل یہ ہے تو یہ بھی مرتبہ دیون میں ہو گا نہ کہ مرتبہ تجہیز میں۔
۶۰۰	اصحابِ زوہد پر زکوٰۃ عصبوت ہے	۵۹۱	دین تجہیز دین مہر وغیرہ پر مقدم نہیں۔
۶۰۱	فائدہ نمبر ۱۵	۵۹۳	اس مسئلے میں جد الممتارہ کی بحث کی تحقیق تام۔
۵۹۲	مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں	۵۹۳	تفریعات
۶۰۱	ایک زوجہ کا سات دختر کا۔	۵۹۲	فتویٰ کے مفتی صاحب کا یہ وہم کہ اجنبی نے تجہیز کی وارث کو اطلاع دی تو محض اطلاع رجوع کے لئے کافی ہے، یہ غلط ہے۔
۶۰۱	فائدہ نمبر ۱۶	۵۹۵	
۶۰۲	ایک مسئلہ بدیہہ میں تشکیک۔	۵۹۵	
۶۰۲	فائدہ نمبر ۱۷		
۶۰۳	فائدہ نمبر ۱۸		
۶۰۳	رد علی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ سے ہے۔		
۶۰۳	رد علی الزوجین ضرورہ ہے لہذا اگر بیت المال منتظم ہو تو اسی میں رکھا جائے گا۔		

۶۱۴	مستلزم نہیں۔	۶۰۳	فائدہ نمبر ۱۹
۶۱۴	فائدہ نمبر ۲۵	۶۰۳	فساد بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ بھی ہیں۔
۶۱۹	فساد بیت المال کے باوجود اگر کسی نے	۶۰۸	فائدہ نمبر ۲۰
۶۱۹	بیت المال میں رد کر دیا تو یہ جائز نہیں۔	۶۰۸	رد علی ذی السهم النسبی کی علت فساد
۶۱۹	فائدہ نمبر ۲۶	۶۰۸	بیت المال بتانا فسادات ہے۔
۶۲۰	موصیٰ لہ بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین	۶۰۸	کوئی مرے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے
۶۲۰	نہ ہوگا۔	۶۰۸	تو کل مال اس کا ہے۔
۶۲۱	مقرنہ موصیٰ لہ بالزید سے بالاد اقویٰ ہے	۶۱۳	اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ
۶۲۱	فائدہ نمبر ۲۷	۶۱۳	بھی کل کا وارث ہے۔
۶۲۲	تفسیر یعات	۶۱۳	فائدہ نمبر ۲۱
۶۲۲	موصیٰ لہ بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین	۶۱۳	شوہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو
۶۲۲	خرق اجماع ہے۔	۶۱۳	کل مال پائے گا۔
۶۲۲	موصیٰ لہ بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے	۶۱۳	وقائع عین، مورد احتمال ہوتے ہیں۔
۶۲۲	مقدم ہے۔	۶۱۴	فائدہ نمبر ۲۲
۶۲۵	یہ غلط ہے کہ رد علی الفروض النسبیہ کی	۶۱۴	فائدہ نمبر ۲۳
۶۲۵	علت فساد بیت المال ہے۔	۶۱۴	رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے۔
۶۲۵	تنبیہ	۶۱۴	زوجین بہ نسبت نرے بیگانوں کے
۶۲۶	جواب استفتاء چیف کورٹ بہاولپور	۶۱۴	اقرب ہیں۔
۶۲۶	وصیت سے متعلق بیان احکام	۶۱۴	فائدہ نمبر ۲۴
۶۲۷	جواب استفتاء حجتی خان پور	۶۱۴	در مختار میں ہے کہ زوجین پر رد نہیں اور
۶۲۸	حکم اخیر در بارہ استفتاء مذکور	۶۱۴	اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی
۶۲۸	ہندہ نے کنواں یا مسجد بنوائے وصیت کی تو اگر	۶۱۴	رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس
۶۲۸	مسجد کی زیادہ ضروری ہے وہی کرانے	۶۱۴	کلام ہے۔
۶۲۸	در نہ کنواں بنوانے اور گچکاری و سفیدی	۶۱۴	قرآن فی المذکر، قرآن فی المحکم کو
۶۲۸	ضروری مرمت نہیں، لہذا اگر یہ مراد ہے		

- تو کنواں افضل ہے۔ ۶۳۰
- مرض موت میں مال کا ہبہ یا دین کا ابرا ۶۳۰
- ایک تفصیلی وصیت نامے سے متعلق احکام ۶۳۱
- وصیت ہے، اور وصیت وارث کے لئے ۶۳۱
- عاقدین میں کوئی ایک قبل تسلیم مر جائے تو ۶۳۱
- عقد باطل ہے۔ ۶۳۲
- یے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔ ۶۳۲
- رؤف النساء نے وفات پائی دو دختر ۶۳۲
- موصی کو نزاع ورثہ میں کسی کو حکم بنانے کا ۶۳۲
- اختیار نہیں۔ ۶۳۲
- ایک شخص نے زیور عاریت لیا پھر دینے والا ۶۳۲
- مر گیا اور ایک غیر معتمد سے معلوم ہوا کہ مرے ۶۳۲
- والا زیور پوتے کو دینے کی وصیت کر گیا ہے ۶۳۲
- تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ ۶۳۲
- امین مرنے والے کے ورثہ کی موجودگی میں ۶۳۲
- امانت کی رقم از خود خیرات وغیرہ میں نہیں ۶۳۲
- خرچ کر سکتا۔ ۶۳۲
- ورثہ کا حق متعلق ہونے پر کسی کو اجازت ۶۳۲
- نہیں کہ ترکہ کو خیرات کرے، اگر کیا تو تاوا ۶۳۲
- دے۔ ۶۳۲
- شادی میں دلہن کو چڑھاوے کا حکم اس کی ۶۳۲
- قوم کے رواج پر موقوف ہے۔ ۶۳۲
- فلاں کو مل جائے و دلعت اور ہبہ دونوں ۶۳۲
- کو محتمل ہے۔ ۶۳۲
- فقط نیت سے حکم نہیں ہوتا۔ ۶۳۲
- یہ کہنا کہ یہ روپیہ زید کی لڑکی کے عقد کا ہے ۶۳۲
- یہ حد وصیت میں نہیں آتا۔ ۶۳۲
- کسی کا محض یہ کہنا کہ یہ چیز مجھے دی ہے ۶۳۲
- ثبوت ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں۔ ۶۳۲
- مرض موت میں مال کا ہبہ یا دین کا ابرا ۶۳۰
- وصیت ہے، اور وصیت وارث کے لئے ۶۳۱
- یے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔ ۶۳۲
- رؤف النساء نے وفات پائی دو دختر ۶۳۲
- ایک بھائی چھوڑا، کل جائداد دختروں کے ۶۳۲
- نام وصیت کی، تو اگر بھائی نے نافذ کر دیا ۶۳۲
- کل جائداد دختروں کی ہو گئی۔ ۶۳۲
- مآں کو اختیار نہیں کہ اپنے نابالغوں کا حصہ ۶۳۲
- فروخت کرے۔ ۶۳۵
- باپ بالغہ کی رقم اجازت سے صرف کر سکتا ہے ۶۳۶
- نابالغہ کی رقم اپنے حصہ میں بطور قرض لائے ۶۳۶
- میں اختلاف ہے، احتیاط بچنا ہے۔ ۶۳۶
- کفن دفن کے بقدر سنت کے بعد جو بچے ۶۳۶
- اس کو حسب وصیت تہائی خرچ کیا جائے ۶۳۶
- باقی ورثہ کو۔ ۶۳۶
- اگر دو معین مسجدوں کو دینے کی وصیت کی ۶۳۹
- ہے تو ان کو دیا جائے، اور جو مساکین ۶۳۹
- حرمین و بغداد شریفہ کے لئے ہے اس کو ۶۳۹
- یہاں کے بھی فقرا کو دے سکتے ہیں۔ ۶۳۸
- موصی نے اگر مختلف مدت اور مختلف مقامات ۶۴۰
- اور مختلف ایام میں خیرات کی وصیت کو ۶۴۲
- ان کو مطلق صدقہ بھی کافی ہے، مگر اولے ۶۴۲
- تعیین ہی کی تعمیل ہے۔ ۶۵۰
- گو آہی ہر معاملہ میں ثقہ معتبر لوگوں کی ۶۴۲
- معتبر ہے۔ ۶۴۲

۶۵۲	وارث شرعی نہیں تو یہ نافذ ہے۔	۶۵۱	مرض الموت میں مہر معاف کیا تو بے اجازت ورثہ معاف نہ ہوگا۔
۶۵۲	بازاری عورت کی وہ رستم زنا یا غنا کی اجرت ہے اس کی ملک نہیں فقرا کو دیں۔	۶۵۲	مدعی کی حلف معتبر نہیں۔ بیٹے نے باپ کی وصیت کے مطابق ثلث نہ ادا کر کے کم دیا باقی موصیٰ لہ سے معاف کرالیا یہ جائز نہیں۔
۶۵۲	عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے مکان اپنے مہر میں لے لیا تو یہ جائز ہے۔	۶۵۲	مرض موت میں کسی وارث سے بیع صحیح نہیں۔
۶۵۵	نکاح فضولی	۶۵۳	شوہر کے مال میں بیوی کی وصیت بے اجازت باطل ہے۔
۶۵۵	غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔	۶۵۳	مریدنی نے کہا کہ مرنے کے بعد میرے کل مال کا حق مرشد کو ہے اور اس کا کوئی
۶۵۶	دین مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں۔		
۶۵۷	تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔		

ضمیمہ مداینات

۳۰۰	قرض میں لینا جائز نہیں۔ (فارسی)	۲۶۶	زید مدیون ہے اور دائن نے مقدمہ کر کے مطالبہ کی ڈگری کرا لی ہے اور زید کا مال مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔
۳۸۶	نابالغ کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے قرضہ لیا تو اس کا مطالبہ قرضہ لینے والے ہی پر ہے۔	۲۶۹	اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرہون کو بستی مرہون روکنے کا حق ہے۔
۵۹۱	زندگی میں تن کے کپڑے دائن کو نہیں دیئے جائیں گے۔	۲۹۳	تمام اعظم کے نزدیک زیادہ فی الدین جائز ہے۔
۵۹۳	دین تجہیز تمام دیون کے مثل ہے تو یہ بھی مرتبہ دیون میں ہوگا نہ کہ مرتبہ تجہیز میں۔	۲۹۸	موت کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی ن کو کا شتکاری کی شروط کے ساتھ
۵۹۳	دین تجہیز دین مہر وغیرہ پر مقدم نہیں۔		

ضمیمہ قسم

ضمیمہ رہن

۶۵۲	مدعی کی حلف معتبر نہیں۔	۵۷	رہن میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے۔
	‡ ‡ ‡	۵۸	رہن سے انتفاع کی ایک صورت۔

فہرستِ ضمنی مسائل

۲۵۴	حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔	۵۴	عقائد و کلام
	سیرۃ النبی صلی علیہ وسلم	۶۷	کا فراصلاً اہلِ ثواب نہیں۔
	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں کا اختیار دیتے جاتے تو جو آسان ہوتا اس کو اختیار فرماتے۔	۶۹	کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔
۸۷	تصوف	۱۰۴	منافع کی تین نشانیاں
	ریاضت و مجاہدہ، رضائے الہی میں نفس کے خلاف کام کرنے کا نام ہے۔	۱۰۵	یہ خیال کہ حقہ پینے والے کو خواب میں حضور کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دروغ ہے۔
۴۶۹	فوائد اصولیہ	۲۰۷	افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے۔
	مخالفت شرع میں کسی کی ہمراہی خلاف شرع ہے۔		شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے۔
			سیر
			کافر حربی کا مال دھوکا یا بد عہدی سے لینا گناہ ہے۔
			ہنمو سے رہن دخل لینا اور اس سے منافع

۵۸۰. حل کرنا واجب ہے۔
۵۸۷. تراخی طرفین سے تبدیل عین جائز ہے۔
۶۱۷. قرآن فی الذکر، قرآن فی المحکم کو مستلزم نہیں
۶۳۲. عاقدین میں کوئی ایک قبل تسلیم مرجعے تو عقد باطل ہے۔
۶۳۲. موصلی کو نزاع ورثہ میں کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔
۲۸۶. محال اور محال کا اقرار واجب الابطال۔
۴۱۹. بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔
۴۲۲. الذب والکراہتہ ثنائیان۔
۷۴. ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔
۴۲۲. انتظام الاقسام باسرها قاض باانتظام المقسم رأسا۔
۸۹. تزییح ہے۔
۴۲۲. آکد الفظ تزییح علی الفتویٰ ہے۔
۱۱۵. جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا نائب ہے۔
۵۵۶. اگر جان کر کسی نام کے مولوی سے فتویٰ پوچھا اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ یہ پوچھنے والا بھی گنہگار ہے۔
۲۲۲. فتویٰ ہمیشہ قول امام پر مگر بضرورت۔
۲۹۳. یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔
۲۹۳. جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے وہ جاہل ہے۔
۱۲۳. کو حلال بھی فرماتا ہے۔
۱۶۱. حسن لغیرہ بھی احتجاج کے لئے کافی ہے۔
۱۶۲. المستور مقبول عندنا و الجہور۔
۲۱۱. مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں شئی واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے
۲۸۶. محال اور محال کا اقرار واجب الابطال۔
۴۱۹. بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔
۴۲۲. الذب والکراہتہ ثنائیان۔
۷۴. ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔
۴۲۲. انتظام الاقسام باسرها قاض باانتظام المقسم رأسا۔
۸۹. تزییح ہے۔
۴۲۲. آکد الفظ تزییح علی الفتویٰ ہے۔
۱۱۵. جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا نائب ہے۔
۵۵۶. اگر جان کر کسی نام کے مولوی سے فتویٰ پوچھا اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ یہ پوچھنے والا بھی گنہگار ہے۔
۲۲۲. فتویٰ ہمیشہ قول امام پر مگر بضرورت۔
۲۹۳. یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔
۲۹۳. جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے وہ جاہل ہے۔
۱۲۳. کو حلال بھی فرماتا ہے۔
۱۶۱. حسن لغیرہ بھی احتجاج کے لئے کافی ہے۔
۱۶۲. المستور مقبول عندنا و الجہور۔
۲۱۱. مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں شئی واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے
۲۸۶. محال اور محال کا اقرار واجب الابطال۔
۴۱۹. بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔
۴۲۲. الذب والکراہتہ ثنائیان۔
۷۴. ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔
۴۲۲. انتظام الاقسام باسرها قاض باانتظام المقسم رأسا۔
۸۹. تزییح ہے۔
۴۲۲. آکد الفظ تزییح علی الفتویٰ ہے۔
۱۱۵. جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا نائب ہے۔
۵۵۶. اگر جان کر کسی نام کے مولوی سے فتویٰ پوچھا اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ یہ پوچھنے والا بھی گنہگار ہے۔
۲۲۲. فتویٰ ہمیشہ قول امام پر مگر بضرورت۔
۲۹۳. یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔
۲۹۳. جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے وہ جاہل ہے۔
۱۲۳. کو حلال بھی فرماتا ہے۔
۱۶۱. حسن لغیرہ بھی احتجاج کے لئے کافی ہے۔
۱۶۲. المستور مقبول عندنا و الجہور۔
۲۱۱. مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں شئی واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے
۲۸۶. محال اور محال کا اقرار واجب الابطال۔
۴۱۹. بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔
۴۲۲. الذب والکراہتہ ثنائیان۔
۷۴. ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔
۴۲۲. انتظام الاقسام باسرها قاض باانتظام المقسم رأسا۔
۸۹. تزییح ہے۔
۴۲۲. آکد الفظ تزییح علی الفتویٰ ہے۔
۱۱۵. جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا نائب ہے۔
۵۵۶. اگر جان کر کسی نام کے مولوی سے فتویٰ پوچھا اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ یہ پوچھنے والا بھی گنہگار ہے۔
۲۲۲. فتویٰ ہمیشہ قول امام پر مگر بضرورت۔
۲۹۳. یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔
۲۹۳. جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے وہ جاہل ہے۔

فوائد فقہیہ

- ۲۲۰ اگر اذنِ راہن سے تصرف کرے تو جائز و نافذ ہے مگر وہ ششی رہن نہ رہے گی۔
- ۲۲۳ قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔
- ۸۷ اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے۔
- ۲۲۳ رہن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔
- ۲۲۶ رہن و اجارہ دو مختلف عقد ہیں۔
- ۲۲۶ رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔
- ۲۲۷ شرع مطہر میں تمادی سے حق نہیں جاتا۔
- ۲۶۰ شرعاً صرف رہن دخلی ہی معتبر ہے۔
- ۲۶۷ رہن دخلی کے جواز کی صحیح شکل۔
- ۲۷۵ رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ غیر نافذ۔
- ۲۸۲ وصیت میراث پر مقدم ہے۔
- ۳۱۱ فالج اور دق کے مریض ایک سال بعد مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔
- ۳۱۶ مرض الموت کی تعریف
- ۳۱۷ فالج اور دق کا مریض اگر سال بھر کے اندر مرے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے
- ۳۱۷ سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت نہیں رہتا۔
- ۳۱۷ اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو مرض موت نہیں۔
- ۳۱۷ بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے اس کا مطلب۔
- ۲۱۳ چاروں مذہب کے ائمہ نے حقہ کی حلت کا فتویٰ دیا۔
- اگر بوطبیعت کو ناپسند ہے تو مکروہ طبعی ہے نہ کہ شرعی۔
- مکروہ تنزیہی گناہ نہیں۔
- ٹاڑی کے خمیر سے بنائے گئے بسکٹ کا شرعی حکم۔
- جو چیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے۔
- جن کی نسبت کچھ علم نہ ہو انھیں حرام نہیں کہہ سکتے۔
- شراب کا حرام ہونا کس پر موقوف ہے۔
- اگر دو اسٹرائی جائے اور اس میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو شراب نہ ہوگی۔
- سیندھی اور ٹاڑی قریب قریب ہیں۔
- اگر ٹاڑی سرکہ ہو جائے حلال و طیب ہے۔
- نہبذ کا حکم
- اس کی بحث کہ مسکر قلیل و کثیر کا حرمت و حد میں ایک حکم ہے یا مختلف۔
- مہوہ کی شراب کا حکم۔
- بھنگ اور افیون کا حکم۔
- حقہ کے پانی کا حکم۔
- نقہ بذاتہ حرام ہے۔

۵۴۵	وصایت مثل وکالت ہے۔	مرض الموت کے لئے اختلالِ حواس ضروری نہیں۔
۵۴۶	وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت بعد موت۔	معتوبہ کی وصیت نافذ نہیں۔
۵۴۷	وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور نافذ التصرف بنانا۔	وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ وارث اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے۔
۵۴۸	جس طرح موہوب لہ و اہب کا وکیل نہ ہوگا اسی طرح تملیک بلا عوض بعد الموت سے مرضی لہ و وصی نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔	معدوم کے لئے وصیت و تملیک باطل ہے اگر وارثانِ فلاں کے لئے وصیت کی تو ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے مر جائے تاکہ وارثانِ فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ نفاذ نہیں۔
۵۴۹	جو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی طرح نہیں۔	وصیت فی نفسہ واجب نہیں۔
۵۵۰	پرانی ملک میں وصیت کا اختیار نہیں۔	صحیح وصیت کو خاص جرم معین کی تعیین ضروری نہیں۔
۵۵۱	وصیت جس طرح رقبہ ششی کی صحیح ہے یونہی تنہا منفعت کی۔	عبادات و معاملات کی شرعی اصطلاحی تعریف مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے۔
۵۵۲	ترکہ میں تجہیز و تکفین کے بعد مقدم دین ہے پھر وصیت پھر میراث۔	بیع حمل ناجائز اور وصیت بالحل جائز۔
۵۵۳	وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔	وصیت دو قسم ہے، تملیک و قربت۔
۵۵۴	وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔	کبھی وصیت مکروہ غنیہ صحیح بھی ہوتی ہے۔
۵۵۵	ہر بھی تمام دیون کی طرح ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے جائداد سے نہیں۔	ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرض موت میں بے اجازت وارثہ نافذ نہیں۔
۵۵۶	وصیت جہت موصی سے تملیک ہے۔	مرض الموت کی تعریف ہمارے بلاد میں بڑا بیلا لائق ہونا رکھا وصی ہوتا ہے۔
۵۵۷	وارث کے لئے وصیت میراث سے مؤخر ہے۔	
۵۵۸	وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔	
۵۵۹	وقائع عین، مورد احتمال ہوتے ہیں۔	

پانچویں بحث (الخامس)

فلاں کو مل جائے، ودیعت اور ہبہ دونوں کو محتمل ہے۔

اسماء الرجال

۱۹۱	عبد الملک بن نافع	۶۴۰	فقط نیت سے حکم نہیں ہوتا۔
۱۹۲	یحییٰ بن یمان	۶۴۲	یہ کہنا کہ یہ روپیہ زید کی لڑکی کے عقد کا ہے یہ حد وصیت میں نہیں آتا۔
۱۹۲	الیسع		کسی کا محض یہ کہنا کہ یہ حزر مجھے دی ہے، ثبوت ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں
۱۹۳	عبدالرحمن بن لبشر	۶۴۲	مرض موت میں مال کا ہبہ یا دین کا ابرا وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔
۱۹۳	ابن الفرات		
۱۹۴	مسلم بن خالد		
۱۹۴	شربک	۶۴۲	
۱۹۶	محمد بن خزیمہ		
۱۷۰	رجال حدیث ابن عباس		
۱۷۱	ابوبکر	۸۲	حقہ کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔
۱۷۱	القواریری	۸۳	جھوٹی حدیث بیان کرنے کا وبال۔
۱۷۱	عبدالوارث		حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔
۱۷۱	ابن شبرمہ	۹۴	زیادۃ احادیث
۱۷۱	عبد اللہ بن شداد	۱۴۷	بارہ احادیث مذکورہ کی کچھ تفصیل۔
۱۷۱	فہد	۱۶۱	حدیث ابن عباس پر امام ابو عبدالرحمن نسائی کی دو وجہ سے جرح اور مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے اس کا جواب۔
۱۷۱	ابو نعیم		پہلی وجہ (احدھا)
۱۷۱	مسعر		دوسری وجہ (ثانیہما)
۱۷۱	ابوعون		چوتھی بحث (الرابع)
۱۷۲	ابو سفیان الحمیدی	۱۷۰	
۱۷۳	ابومغویہ الکوئی	۱۷۲	
۱۷۴	ہشیم	۱۷۵	
۱۸۲	حجاج بن ارطاة	۱۸۱	

	۱۹۲	داؤد بن حصین
	۱۹۲	ابو اسحق سبیبی
	۱۹۲	عمرو بن مہمون
	۱۹۲	ابوالاحوص سلام بن سلیم
۴۸۸	۱۹۳	ابوبکرہ
	۱۹۳	ابوداؤد
	۱۹۳	زہیر
	۱۹۳	روح بن الفرج
۲۰۹	۱۹۴	عمرو بن خالد
	۱۹۵	عمر بن حفص
	۱۹۵	حفص بن غیاث
	۱۹۵	ہمام لثخنی
	۱۹۵	حبیب بن ابی ثابت
۳۶۸	۱۹۶	ابن ابی داؤد
۴۲۲	۱۹۶	عبدالرحمن بن عثمان
۴۲۳	۱۹۸	عبداللہ بن یزید
	۲۰۰	سعد العبسی الکوفی
	۲۰۰	سعد العدوی البصری
۴۲۴	۲۰۲	زکریا
۴۲۵	۲۰۲	یعلیٰ
		<u>انجاس</u>
	۱۰۱	شراب حرام اور پشاپ کی طرح ناپاک ہے۔
۴۴۷	۱۰۸	ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ حرام و نجاست غلیظہ ہے
	۲۱۱	اسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔
	۱۹۲	<u>وضو</u>
	۱۹۲	نابالغ نے اپنے یا دوسرے کے لئے کنویں
	۱۹۲	سے پانی بھرا تو اس سے بالغ کو وضو کرنا
۴۸۸	۱۹۳	جائز ہو گا یا نہیں۔
	۱۹۳	<u>نماز</u>
	۱۹۳	انگریزی رقیق دو اکرٹے پر لگ جائے تو
۲۰۹	۱۹۴	نماز نہ ہو گی۔
	۱۹۵	<u>جنازہ</u>
	۱۹۵	تخمیر و تکفین سے مصارف غسل و کفن و دفن
	۱۹۵	بقدر سنت مراد ہیں فاتحہ وغیرہ کے خرچ
۳۶۸	۱۹۶	شامل نہیں۔
۴۲۲	۱۹۶	قبر سے اپنی قبر مزین کرانا نوع قربت سے نہیں
۴۲۳	۱۹۸	قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔
	۲۰۰	قبر کے گرد تعمیر رائے حفاظت جائز، رائے
۴۲۴	۲۰۰	تزیین ممنوع، اور اس کی وصیت باطل۔
۴۲۵	۲۰۲	گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔
	۲۰۲	گھر میں دفن انبیاء علیہم السلام کے
۴۲۵		ساتھ مخصوص ہے۔
		کفن و دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف ہوا
	۱۰۱	وہ تو ترکہ سے مجرا ہو گا باقی فاتحہ خیرات کے
۴۴۷	۱۰۸	مصارف خرچ کرنے والے پر پڑینگے۔
	۲۱۱	اجنبی کہ نہ وارث نہ وصی اگر میت کی تخمیر و تکفین

- خود کرے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں ۵۸۹
 اگر وارث سے واپسی کی شرط کر لی ہو پھر خرچ
 کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر
 بھی پایا جائے۔
 غیر وارث و وصی کو کفن دینے کے مصارف
 واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔
 مردہ کی تجیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔
- ۳۸۷ زوجه نے اپنے مرتے وقت مہر معاف کیا
 تو اس کی معافی وارثوں کی اجازت پر
 موقوف ہے۔
 ۳۸۸ اگر مہر باقی ہو تو جائداد سے اسکو ادا کیا جائے
 پھر تقسیم ورثہ ہو۔
 ۴۲۵ اگر شوہر نے حیات میں مہر کی مقدار کا اقرار
 نہ کیا، نہ گواہان سے ثابت، تو صرف
 مثل مہر دیا جائے۔

نکاح

- عورت کہ نکاح ثانی نہ کیا ہو روز قیامت
 اپنے شوہر کو ملے گی۔
 دو شوہر والی عورت کو اختیار ہو گا کہ جس کے
 ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے نکاح میں
 نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔
 نکاح فضولی
 غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔
- ۵۷۹ اگر شوہر اقرار کرے کہ مہر باقی ہے اور
 اس میں زوجه کو کچھ دے دیا تو ورثہ کو
 بعد میں اس کو واپس لینے کا حق نہیں اگرچہ
 یہ ثابت ہو جائے کہ عورت نے معاف کر دیا تھا
 دربارہ مہر، عورت کا قول قسم کے ساتھ مہر مثل
 تک معتبر ہے۔
- ۴۶۷ مرض الموت میں مہر معاف تو بے اجازت
 ورثہ معاف نہ ہوگا۔
 ۶۵۱ عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے
 مکان اپنے مہر میں لے لیا تو یہ جائز ہے۔ ۶۵۲

ولایت

- زوجہ یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی
 سے قسط وار مہر ادا کیا جاسکتا ہے
 حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔
 اگر ہندہ نے مرض موت میں شوہر کا مہر
 معاف کیا تو معاف نہ ہوگا۔
 زینب نے جو جائداد اپنی بیوی کو بحالتِ صحت
 بعض دین مہروی بیوی اسکی مالک ہو گئی۔ ۳۶۹
- ۷۵ وہ ولی جسے مالِ تقیم میں تصرف جائز ہے
 وہ تین ہیں، جو تقیموں کا مال کھاتے ہیں
 اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔ ۳۳۱
 باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے
 کا مال بشرطِ عوض کسی کو دے۔ ۳۷۵

- نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔
- ۲۳۷ باپ نابالغ کے مال کو حشرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۳۸ نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔
- ۲۳۹ مائ کو اختیار نہیں کہ اپنے نابالغوں کا حصہ فروخت کرے۔
- ۲۴۰ باپ بالغ کی رقم اجازت سے صرف کر سکتا ہے۔
- ۲۴۱ نابالغ کی رقم اپنے صرف میں بطور قرض لانے میں اختلاف ہے، احتیاط بچنا ہے۔
- نقہ**
- ۲۴۲ باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بقیہ قیمت لے۔
- تجزیر**
- ۲۴۳ تمت لگانے والے کی سزا۔
- بیوع**
- ۲۴۴ بیع وفا میں رہن ہے۔
- ۲۴۵ مدیون اگر مر جائے تو اس کا مکان دائیں اپنی ملک ظاہر کر کے بیچ سکتا ہے اور قیمت
- ۲۴۶ زائد ہے تو تصدق کرے۔
- ۲۴۷ بیع الوفا مذہب معتمدین میں رہن ہے۔
- ۲۴۸ مرتہن جب بلا اذن راہن شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت راہن پر موقوف ہے۔
- ۲۴۹ ادھار خرید اور اطمینان کے لئے زیور رہن رکھا تو جائز ہے۔
- ۲۵۰ زید نے عمرو کے پاس زمین رہن رکھی عمرو نے مدت قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت اسکو بیع کر دیا تو کیا زید کو بیع قفسح کرنے کا اختیار ہے۔
- ۲۵۱ مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت کرنا جائز نہیں۔
- ۲۵۲ اگر کسی نے بعوض دین مہرا سنی جائداد کو بیوی کے ہاتھ بیع کر دیا تو بلا شبہ درست ہے۔
- ۲۵۳ وصی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی صورت میں جائداد منقول فروخت کر سکتا ہے غیر منقول نہیں مگر چند صورت استثناء میں۔
- ۲۵۴ زید نے اپنا مکان زوجہ کے نام بیع کر دیا پھر وہ مر گئی اور نابالغ بچے وارث ہوئے تو زید اس جائداد کو بیچ سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۵۵ بازار بھاؤ میں خریدنے کا مطلب۔
- ۲۵۶ مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیچنا بغیر اجازت دیگر ورثہ باطل ہے۔
- ۲۵۷ وصی کو مطلق اختیار بیع نہیں۔
- ۲۵۸ مرض الموت میں کسی وارث سے بیع صحیح نہیں۔
- ۲۵۹

سود

شئی مرہون کو مرہن کسی طرح استعمال نہیں کر سکتا۔

قرض کے ذریعہ جو منفعت حاصل ہو جائے وہ سود ہے۔

ربنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود ہے۔

زمین کی زمین کو جو تینا اور اس سے نفع لینا حرام ہے۔

زمین دخلی سود ہے۔

شئی مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔

مرہن نے اگر سود لیا تو کیا راہن سے معاف کر سکتا ہے یا نہیں۔

سود کا مال تو بہ سے بھی حلال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے یا فقراء کو نہ دے دے۔

دعویٰ و قضا

اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

قاضی کو نا تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔

اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں اپنا

مال صرف کیا تو واپسی کا دعویٰ باطل ہے۔ ۳۸۸

تنہا عورت کا دعویٰ کہ متوفیہ نے یہ وصیت کی تھی حجت نہیں بالغین ورثہ کو اختیار ہے

۲۱۷ اعتبار کریں یا نہ کریں۔ ۴۶۶

ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت کو جائز نہیں کہ اسے قیمت دلائے جب تک

دوسرا راضی نہ ہو جائے۔ ۵۸۸

شہادت

گواہی ہر معاملہ میں ثقت معتبر لوگوں کی

معتبر ہے۔ ۶۵۱

اترار

بیتس برس گزرنے کے بعد بھی اقرار تسلیم ہوگا

اور بے اقرار طالبین کا مدت مدید تک سکوت سقوط دعویٰ کا باعث ہے۔ ۴۷۹

اقرار کاذب دیا نہ باطل محض ہے۔ ۵۰۰

اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول مسلم ہوگا۔ ۵۷۲

ہبہ

معدوم کا ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۳، ۲۹۳

غیر منقسم زمین کا ہبہ باطل ہو جاتا ہے

اور اس میں محض داخل خارج کاغذی کا
اعتبار نہیں۔

مرض الموت میں ہیہہ کے احکام۔
مرض الموت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث
کو ہیہہ کی تو اس کا حکم کیا ہے۔ اس کی
چند صورتیں۔

بغیر تقسیم وراثت کا مال ہیہہ کرنے سے
ہیہہ نہ ہوگا۔

اگر بیٹے کو ہیہہ کر کے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک
ہو گیا۔

ہیہہ مشروط نافذ ہے اور شرط باطل۔
اگر تملیک کے بعد کسی مصلحت کو شرط

قرار دے تو تملیک تام ہوگی اور شرط معدوم

قربانی

حرم قربانی کی رقم سے گنواں بنوا سکتے ہیں۔
قربانی کی کھال ہرنیک کام میں صرف
ہو سکتی ہے۔

حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کھال
بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں یعنی اپنے لئے۔

اجارہ

سفر میں تیکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے دینے
سے رہ گیا اور تیکہ والے کا پتہ نہیں
تو کیا کرے۔

مکان مرہون کو مرتہن سے کرایہ پر لینا مالک
غیر مالک کسی کو جائز نہیں۔

۳۵۶ ۲۲۱

جان کو مرتہن سے رہن کا مکان کرایہ پر لینا

کسی کو جائز نہیں، اگر لے گا گنہگار ہوگا۔

۲۲۲

اگر راہن شئی مرہون اپنی اجازت سے کسی

کو دے تو اس کا کرایہ مالک یعنی راہن ہی

۲۲۲

لے گا نہ کہ مرتہن۔

۲۲۲

جو چیز کسی کے پاس رہن ہے اگر مالک

اجارہ پر دے تو اجازت مرتہن پر

۵۰۳

موقوف ہے۔

۲۲۴

۵۲۴

اُجرت مجہول ہو تو اجارہ حرام ہے۔

۲۵۹

مرتہن شئی مرہون کا خود محافظ ہے اس

پر کسی طرح کی اُجرت نہیں ہو پاتی۔

۲۴۴

شئی مرہون اجارہ پر دینے سے رہن سے

نکل جاتی ہے۔

۲۸۸

کاشتکار کے اجازت زمیندار زمین کو

۲۴۵

رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر با اجازت

زمیندار ہے تو اجارہ ہے۔

۲۹۶

کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن

رکھ دی تو یہ اجارہ ہے رہن نہیں۔

۲۹۷

بازاری عورت کی وہ رقم زنا یا غنا

کی اُجرت ہے اس کی ملک نہیں

فقرا کو دیں۔

۶۵۴

امانت

امانت میں وصیت -

جو ان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے حق میں وصی کا درجہ رکھتا ہے۔

جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادتِ عادلہ پر موقوف ہے۔

امین مرنے والے کے ورثہ کی موجودگی میں امانت کی رقم از خود خیرات وغیرہ میں خرچ نہیں کر سکتا۔

ضمان و تاوان

دہن کا جہیز اگر مالِ مشترک سے ہے تو تعدی کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔

اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور ہبہ دیا تو وہ اس کی مستقل مالک ہے۔ اگر مالِ مشترک سے دیا تو دینے والے پر زمان ہے۔

اگر فاتحہ کی وصیت کا پیسہ اغنیاء کو کھلایا تو ناجائز اور حشرچ کرنے والے پر تاوان ہے۔

مالِ مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف کیا اس کا تاوان لازم ہے۔

ورثہ کا حق متعلق ہونے پر کسی کو اجازت نہیں نہ ترکہ کو خیرات کرے، اگر کیا تو تاوان دے۔

ہبہ

۳۳۳ ہبہ کی ایک صورت اور اس کا حکم - ۷۰

قسمت

۳۳۴ کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو کہ بے رضائے دیگر

۴۴۸ بجائے عین قیمت لے۔ ۵۸۶

شرکت

۶۳۶ جو حصہ مکان بکرنے اپنے پیسے سے خریدا اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں۔ ۳۸۷

عاریت

۳۴۸ مرتہاں نے اگر واقعی عاریتہ بلا دیا و رہن کا مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور

۳۵۳ اگر گرایہ پر دے دیا تو اجازتِ راہن سے اجارہ ہو جائے گا، رہن باطل۔ ۲۹۹

۳۶۲ ایک شخص نے زیور عاریتہ لیا پھر دینے والا مر گیا اور ایک غیر معتمد سے معلوم ہوا کہ

مرنے والا زیور پوتے کو دینے کی وصیت

۴۹۷ کر گیا ہے، تو اس صورت میں کیا حکم ہے ۶۳۴

مزارعت

۶۳۹ کاشتکار کھیت کا مالک نہیں ہوتا۔ ۲۷۶

ہنود سے زمین دخلی رہن میں لے کر
زراعت کرنے میں حرج نہیں۔

فرائض و میراث

زوج کا ترکہ زوجہ کو اپنے مہر میں لے لینے
کی اجازت ہے یا نہیں۔
اگر بعض لوگ مہر زوجہ کی معافی کا دعویٰ کریں
اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں وراثت
جاری ہوگی یا نہیں۔
اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مرنے
کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی
کہ ہمارا بھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ
اس حصہ مہر کے اور جائیداد نہیں کیا حکم ہے
میراث کی ایک شکل۔
اگر وارث کبیر نے صنیر کی پرورش یا شادی
میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے
حصہ مال سے مجرا لے سکتا ہے۔
اگر بے اذن، بالغ بھائی بہن کی بڑے
بھائی نے شادی کر دی اور اخراجات
میں مشورہ و اجازت نہ لی تو اس کو مجرا
نہیں لے سکتا۔
دلہن کا جہیز مجرا کیا جائے گا یا نہیں۔
مسئلہ وراثت کی ایک شکل۔
عورت کا نکاح ثانی کر لینا اس کے حق میراث
کو نہیں روک سکتا۔

ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔
تقسیم میراث کی بعض صورتیں۔
اگر لیسپر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث
کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے۔
بالغ وارث جائز خرچ کی اجازت دے تو
اس کے حصہ سے مجرا ہونگے مگر نابالغ کا مال
بہر حال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت دے
تو اس کی طرف سے دوسرا، اس کو پورا پورا
حصہ ملے گا۔
نابالغوں کے تقسیم حصص میں کمی رکھنا حرام ہے
نابالغوں کے حصے یکجا رہیں بالغوں کو اپنے
حصے کا اختیار ہے۔
باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا استحقاق
نہیں۔
بیوی میری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو
اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔
راث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔
اگر یہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے دیکھیں صدقہ
وغیرہ خرچ کر دو تو اس سے اس کی وراثت
ساقط نہیں ہوتی چاہے تو لے چاہے صرف
کرنے کی اجازت دے۔
بھانجی و ماموں زاد بھائی یہ دونوں چچا زاد
بھائی کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں ہو سکتے
دین مہر یا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے جائینگے
وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں از خود کریں

- ۴۶۷ بہتر ہے۔ اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ
- ۶۱۳ بھی کل کا وارث ہے۔
- ۴۶۹ شوہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال
- ۶۱۳ پائے گا۔
- ۴۷۸ مال متروکہ سے ادائے دین تقسیم ترکہ سے
- ۶۱۶ رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے۔
- ۴۹۸ زوجین بہ نسبت زرعے بیگانوں کے اقرب
- ۶۱۶ مقدم ہے۔
- ۵۸۶ زوجہ کا حق وراثت ربع سے زائد جائز نہیں
- ۵۹۵ اصحاب فرائض سے جو بچے اس کے مصارف
- ۶۱۹ بیت المال میں رد کر دیا تو یہ جائز نہیں۔
- ۶۰۰ رد علی الزوجین وراثتہ نہیں۔
- ۶۰۰ اصحاب رد پر رد بکثرت عصوبت ہے۔
- ۶۲۰ مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوٹے
- ۶۲۱ تو مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں، ایک زوجہ کا
- ساتھ دختر کا۔
- ۶۰۱ رد علی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ
- سے ہے۔
- ۶۰۳ رد علی الزوجین ضرورہ ہے لہذا اگر بیت المال
- منظوم ہو تو اسی میں رکھا جائے گا۔
- ۶۰۳ فساد بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ
- بھی ہیں۔
- ۶۰۴ رد علی ذی السہم النسبی کی علت فساد
- بیت المال بتانا افسد فسادات ہے۔
- ۶۰۸ کوئی مرے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے
- تو کل مال اس کا ہے۔
- ۶۲۲ خرق اجماع ہے۔
- ۶۲۱ مقررہ موصیٰ لہ بالزائد سے بالا واقویٰ ہے۔
- ۶۲۲ موصیٰ لہ بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین
- مقدم ہے۔
- ۶۲۵ یہ غلط ہے کہ رد علی الفروض النسبیہ کی علت
- فساد بیت المال ہے۔
- ۶۰۴ کفن و دفن کے بقدر سنت کے بعد جو بچے
- اس کو حسب وصیت تہائی خرچ کیا جائے
- باقی ورثہ کو۔
- ۶۲۴
- ۶۵۶ دین مستغرق مانع ملک وراثتہ نہیں۔
- ۶۵۷ تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔

منفقو والخبر

اگر کوئی وارث منفقو الخبر ہو تو اس کا ترکہ امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام آدمی مر جائیں تو بیچ کے ذریعہ اس کی موت کا حکم لگا کر اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیں۔

۳۷۹ وارث بھائی منفقو الخبر ہو تو اس کا حصہ مال کیا کرے۔

منطق

قرض و دین میں عموم خصوص ہے۔

تاریخ و تذکرہ

شاہ عبدالعزیز کی طرف حرمتِ قلیان کی نسبت غلط ہے۔

۹۲ وفد عبدالقیس کی آمد

۱۴۴ نوح علیہ السلام اور شیطان کا مناظرہ۔

۱۵۰ الاثر فی الباب عن امیر المؤمنین قد توارثت

۱۶۸ اگلی شرعیوں میں شراب حرام

نہ تھی مگر نہ ہر شریعت میں حرام

رہا ہے۔

۲۰۲ حضرت مولا علی اور سیدنا امیر حمزہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف غلط اشیاء

کا انتساب۔

عرف و رواج

شادی میں دلہن کو چڑھاوے کا حکم اسکی قوم کے رواج پر موقوف ہے۔

۶۳۹

وعدہ

۶۹ وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

بھیک مانگنا

ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔

۲۱۴

جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی اختیار ہے۔

۲۱۴

اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔

۲۱۵

اس بارہ میں عبداللہ بن مبارک کا قول

۲۱۵

قوی تندرست پیشہ ور سائل کو

۲۱۵

ایک پیسہ نہ دے۔

فضائل و مناقب

علماء دین کا ادب باپ سے زیادہ

۲۱۶

فرض ہے۔

تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا

۲۱۶

جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔

۲۰۳

ترغیب و ترہیب

صلہ رحمی

۲۱۶ حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو
مقدم رکھے۔ ۶۹

مرض و علاج

۲۱۳ افیون، چرس، بنگ کا استعمال
بطورِ دوا۔ ۶۹

۲۱۳ افیون معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔ ۱۰۱

شراب و طعام

۲۱۰ تارڑی کے خمیر والی روٹی سے احتراز چاہئے۔ ۱۰۲

کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے
حلال ہے۔ ۱۰۲

۲۱۰ تارڑی سے بنائی گئی پاؤ روٹی کا حکم۔ ۱۰۲

۲۱۱ تمباکو کھانا، حقہ پینا جائز ہے۔ ۱۰۳

۲۱۲ کھجور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے
ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔ ۱۰۳

۲۱۳ تارڑ کا پھل جائز اور تارڑی پینا حرام۔ ۲۰۷

۲۱۳ تارڑی جو حقیقتہً مسرکہ ہو جائے جائز ہے۔ ۲۱۳

۲۱۳ تارڑی جو حقیقتہً مسرکہ ہو جائے جائز ہے۔ ۲۱۳

۲۱۳ تارڑی جو حقیقتہً مسرکہ ہو جائے جائز ہے۔ ۲۱۳

اداب

۲۶۴ درود شریف کے وقت حقہ نہ پئے اگر پیابو
تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے
شروع کرے۔ ۵۷۸

۲۶۴ درود شریف کے وقت حقہ نہ پئے اگر پیابو
تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے
شروع کرے۔ ۵۷۸

۲۶۴ درود شریف کے وقت حقہ نہ پئے اگر پیابو
تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے
شروع کرے۔ ۵۷۸

قرض ادا نہ کرنے والے کے القاب۔

تقریباً تین پیسہ قرض کے عوض سات سو

نمازیں باجماعت جائیں گی۔

حرمتِ شراب اور اس پر تہدید میں

سات احادیثِ کریمہ۔

جو شراب نکالے اور اٹھانے اور پئے

اور نیچے اور خریدے سب پر لعنت ہے۔

جو شراب پئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان

کھینچ لیتا ہے۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔

شرابی کا عذاب۔

جو ایک بوند شراب پئے اس کی چالیس

روز تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس

پر حرام۔

خدا کے خوف سے شراب چھوڑنے والے

کا ثواب۔

نشہ گناہِ کبیرہ ہے۔

ورثہ اگر ثلث مال میں نفاذِ وصیت کو

روکیں ظالم ہیں۔

جو کسی مسلمان سے سختی دور کرے

اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسکی سختی دور کرے۔

کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے

پر تہدیدیں۔

حیل

اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا
جب تک بندے خود معاف نہ کریں۔ ۶۹
اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے
ناجائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ۲۰۴
بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین
کے برابر نہیں۔ ۲۰۵

نابالغ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک
حیلہ شرعیہ۔

منقید

والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی
عین کار دین و رضائے رب ہے۔ ۶۹
میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان
مردہ و زندہ یکساں ہے۔ ۵۹۲

مولوی عبدالحی لکھنوی کا رد۔ ۹۲
وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتوؤں
کا رد۔

فتویٰ عا کی عجیب تر تحریر۔
فتویٰ عا کی ایک عجیب و غریب غلطی۔ ۵۴۲

حظر و اباحت

بدگمانی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم
وہ حقہ جو حواس و دماغ میں فتور لائے
ممنوع ہے۔ ۹۳

ردِ بد مذہبیاں
منقہ ندوہ مولوی عبداللہ ٹونکی کے
ایک غلط فتویٰ کا رد۔ ۲۶۵

حقوق العباد

ہندوؤں کی بنائی مٹھانی کھانا حلال
بچنا بہتر۔ ۹۹
حقے کا دم لگانا کہ حواس خراب ہو
حرام ہے۔ ۱۰۴
اگر بُو رکھتا ہے خلاف اولیٰ ہے۔ ۱۰۴
افیونی کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے مگر پیسہ
نہ دیا جائے جبکہ معلوم ہو کہ افیون میں صرف
کرے گا۔ ۱۰۵
صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال
جائز نہیں۔ ۲۰۵

غیر مسلم کا قرضہ مسلمان پر تھا دونوں مرگے
اب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں
کافر حربی کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد
لازم نہیں۔
ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے
ذمی کا حق مسلمانوں کے حق سے سخت تر ہے۔
قیامت کے دن مسلم سے معافی کی امید ہے
ذمی سے نہیں۔

۲۰۶	سے زائد ہوں ان کو ہدیہ کر کے حشر چ کر سکتے ہیں۔	۲۰۷	جامد چیزوں میں کثیر مسکر حرام ہے۔
۲۰۷	تیمم خانہ کے چند سے تیمموں کے ختنہ اور تیمم بچیوں کی شادی میں معمولی طور پر حشر چ کر سکتے ہیں۔	۲۰۸	بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں حرام ہے۔
۲۰۸	متفرقات	۲۰۹	خالص پانی بھی دور شراب کی طرح پینا منع ہے۔
۲۱۳	یہ خیال کہ روز قیامت حقہ پینے والے سے حضور رؤے انور پھیر لیں گے، محض افترا ہے۔	۲۱۴	زر خبیث کو اپنے صرف میں نہ لائے اس لئے کہ یہ مانع اجابت دعا ہے۔
۲۱۰	دکان اس شرط پر لینا کہ جو کچھ اس پر خرچ ہوگا کروں گا منافع بھی لوں گا اور جب میرا روپیہ واپس ہوگا تو دکان مدت معینہ گزرنے پر چھوڑ دوں گا۔	۲۱۵	عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتدین کے فتویٰ پر عمل کریں نہ کہ ہر کس و ناکس کے مواضع کا داخلی رہن جس کا آجکل رواج ہے محض حرام ہے۔
۲۱۱	عوام اور آج کل کے قانون دان نئے تلفظ یا کاغذ کی تحسیر کو قبضہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔	۲۱۶	جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات پر بلا ضرورت نہ چاہئے۔
۲۱۲	مجرد جسٹری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں جب تک گواہان سے ثابت نہ ہو۔	۲۱۷	دعوت کا کھانا برسبیل اباحت ہوتا ہے بغیر اذن مالک اس میں تصرف جائز نہیں۔
۲۱۳	در مختار میں ہے کہ زوجین پر رد نہیں اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں کلام ہے۔	۲۱۸	تیمم خانہ میں دیئے گئے کپڑے اگر بیکار ہوں تو ان کو درست کر کے استعمال کرانا یا اس کو فروخت کر کے مصرف یتامی میں لانا درست ہے۔
۲۱۴		۲۱۹	جو مصاحف وقف یتیم خانہ میں ضرورت

کتاب المداینات

(مداینات کا بیان)

مسئلہ از اجین مکان میرخادم علی صاحب اسٹیٹ مرسلہ ملا حاجی یعقوب علی خاں
۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین عظام شرع نبی اس مسئلہ میں کہ ہندو کفار سے کسی اہل اسلام نے
قرضہ لیا تھا اور قضا عند اللہ وہ قرض خواہ واصل جہنم ہوا اور اس کا کوئی ورثہ باقی نہیں تو اس کے قرضہ
کے ادا کی کیا صورت ہے؟ بیٹو تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو شخص مر جائے اور کوئی وارث نہ چھوڑے نہ کسی کے نام وصیت کی ہو تو اس کے مال کا مستحق
بیت المال ہے اور بیت المال کے ایسے مال کے مستحق مذہب جمہور پر فقرار مساکین عاجزین ہیں کہ ان کے
کھانے پینے، دوا دارو، کفن و فن میں صرف کیا جائے۔ درمختار میں ہے:

اور ان میں چہارم ضوائح (گرہی پڑی اشیاء) ہیں
مثلاً وہ شے جس کا لوگوں میں سے کوئی وارث نہ ہو۔

وسا بعها الضوائع مثلاً مالا
یکون لہ اناس وارثوناً

ردالمحتار میں ہے:

الضوائع ای اللقطات وقوله مثل ما لا
ای مثل تركة لا وارث لها اصلاً اولها
وارث لا يرد عليه، فمصرفه المشهور
اللقيط الفقير والفقراء الذين لا اولياء
لهم فيعطى منه نفقتهم وادويتهم
وكفنتهم وعقل جنائيتهم كما في الزيلعي
وغیره وحاصله ان مصرفه العاجزون
الفقراء اه ملتقطاً۔

ضوائع یعنی لقطے (گری پڑی اشیاء) پس ماتن
کا قول "مثل ما لا" یعنی اس ترکہ کی مثل جس کا
سرے سے کوئی وارث نہ ہو یا ایسا وارث ہو
جس پر (بچا ہوا ترکہ) رد نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ
اس کا مشہور مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو
اور وہ فقرا ہیں جن کے لئے کوئی ولی نہ ہوں،
اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات
اور جنایات کی دیتیں دی جائیں گی جیسا کہ زیلعی
وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مصرف
عاجز فقرا ہیں اه التقاطاً۔ (ت)

اور یہ حکم جیسا ماں سلمہ کے لئے ہے یونہی مالِ کافر کے لئے بھی، عالمگیری میں ہے:

من مات من اهل الذمة ولا وارث له
فماله لبيت المال كذا في الاختيار
شرح المختار

ذمیوں میں سے کوئی مر گیا اور اس کا کوئی وارث
نہیں تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جائیگا۔
اختیار شرح مختار میں یونہی ہے۔ (ت)

پس ایسی صورت میں وہ مال فقرا کو دے دے نہ اس نیت سے کہ اس صدقہ کا ثواب اس
کافر کو پہنچے کہ کافر اصلاً اہل ثواب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ خبیث مر گیا اور موت مزیل ملک ہے تو اب
وہ اس مال کا مالک نہ رہا بلکہ حق بیت المال ہوا تو فقرا کو بذریعہ استحقاق مذکور دیا جاتا ہے۔ واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بنارس محلہ پزکنڈہ مرسلہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲۵ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ومفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین، اس میں کہ
زید اکبر آباد سے چل کر شب کو تین بجے دہلی کے اسٹیشن پر اترے اور وہاں سے تین آنے کو ایہ کو ایک

ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۸/۲
لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الفرائض اباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۴/۹

گاڑی کے سراتے میں آیا اور وہاں آکر گاڑی بان کو کرایہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو پیسے نہ تھے گاڑی بان سے کہا کہ صبح کو آن کر لے لینا، اس نے کہا اچھا، زید صبح کو دس بجے تک اسٹیشن پر گاڑی بان کا منتظر رہا وہ نہ آیا بعد دس بجے کے زید شہر میں اپنا کام کرنے کو چلا گیا اپنے سب کام سے فارغ ہو کر شام کی گاڑی میں سوار ہو کر اپنے گھر چلا آیا وہ گاڑی بان کا کرایہ اس کے ذمے رہے گا تو اس کو زید کب کیسے ادا کرے؟
بیٹو! تو جبروا۔

الجواب

اسٹیشن پر جانے والی گاڑیاں اگر کوئی مانع قوی نہ ہو تو ہر گاڑی کہ آمد و رفت پر ضرور آتی جاتی ہیں۔ اگر زید اسٹیشن پر تلاش کرتا ملنا آسان تھا اب بھی خود یا بذریعہ کسی متدین معتمد کے تلاش کراتے اگر ملے دے دئے جائیں ورنہ جب یاس و ناامیدی ہو جائے اس کی طرف سے تصدق کر دے اگر پھر کبھی وہ ملے اور اس تصدق پر راضی نہ ہو اُسے اپنے پاس سے دے،
کما ہوشان اللقطة و سائر الضوائع۔
جیسا کہ لفظہ اور دیگر گری پڑی اشیاء کا حال ہوتا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

اس پر قرضے اور مظالم ہیں جن کے مالکوں کا پتہ نہیں اور وہ مقروض ان مالکوں کی معرفت سے ناامید ہو چکا ہے تو اس پر ان قرضوں کے برابر اپنے مال سے صدقہ کرنا ضروری ہے اگرچہ اس کا سارا مال اس میں ختم ہو جائے، ہمارے ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ ہمارے علم میں ان کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیسے کسی شخص کے پاس ایسا سامان ہو جس کے مستحقین معلوم نہیں قرضوں کو اجناس پر قیاس کرتے ہوئے، اور جب اس نے ایسا کہ دیا یعنی صدقہ کر دیا تو آخرت میں اصحاب دیون کی طرف اس پر سے مطالبہ ساقط ہو گیا۔ (ت)

(علیہ دیون و مظالم جہل اس بابہا
بایس) من علیہ ذالک (من معرفتہم
فعلیہ التصدق بقدر ما من
مالہ وان استغرقت
جميع مالہ) هذا مذہب
اصحابنا لانعلم بینہم خلافا
کن فی یدہ عروض لم يعلم
مستحقہا اعتبارا للدیون
بالاعیان (و) متى فعل
ذک (سقط عنہ المطالبة
من اصحاب الادیون (فی العقبی) مجتبیٰ

انہیں میں ہے :

(فان جاء مالکها) بعد الصدق (خیر
بین اجازة فعله ولو بعد هلاکها)
وله ثوابها (او تضمینہ)۔ واللہ سبحنہ
وتعالیٰ اعلم۔

اگر صدقہ کر دینے کے بعد مالک آگیا تو اس کو اختیار
دیا جائے گا کہ چاہے تو صدقہ کرنے والے کے فعل کو
جائز قرار دے اگرچہ اجازت لفظ کی ہلاکت کے
بعد اس کا ثواب مالک کو ملے گا اور اگر چاہے تو
اس کو ضامن ٹھہرائے۔ (ت) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بنارس محلہ کنڈی گڑھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مسلمہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب علاقہ و جائداد اپنا ایک موضع جس میں گودام
بیل اس کے متعلق مکانات و بنگلہ و اصطبل و گاڑی خانہ وغیرہ تھے و قدرے اپنے دوسرے موضع سے
بعوض چھ ہزار روپے کے بدست عمر و بیع میعادى مدت دس سال کی کرتا ہے اور خالد عم زادہ زید جس کا
کاروبار سب زید سے علیحدہ ہے عمر و مشتری سے یہ شرط کرتا ہے کہ بیع میعادى کر لو سارا انتظام اس موضع
کا ہم بطور ٹھیکہ دار کے کریں گے فقط تم کو نفع دو سو چالیس روپے سالانہ دیا کریں گے اور ما بقی بعد
ادائے مال گزاری سرکار و دیگر مصارف ہم لیں گے ہم اس کے ذمہ کار ہیں اور کسی امر سے تم کو تعلق نہ رہے گا
و وقت انقضائے میعاد فوراً تمہارا روپیہ ادا کر دیا جائے گا اور اندر میعاد تم اپنا روپیہ چاہو گے تو قبل
چند ماہ ہم کو اطلاع دینا کہ ہم یعنی زید روپیہ واپس کر دیں گے اور اگر اندر میعاد ہم کو روپیہ مہیا ہو جائے گا
تو ہم دے کر اپنی جائداد واپس لیں گے اور کسی نوع کی مداخلت تم کو حاصل نہ رہے گی یہ قول خالد ٹھیکہ دار
کا ہے اگر عمر و شرط مذکور کے ساتھ معاملہ کر لے تو جائز ہو گا یا نہیں؟ در صورت عدم جواز کے کس طور سے
معاملہ مذکور تو جائز ہو سکتا ہے؟

الجواب

یہ صورت بیع وفا کی ہے اور بیع وفای مذہب محقق و منقح میں عین رہن ہے۔

فی رد المحتار قد منا انفاعن جواہر
الفتاویٰ انہ الصحیح قال فی
الخیریۃ والذی علیہ الاکثر
رد المحتار میں ہے ابھی ابھی ہم جواہر الفتاویٰ کے
حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ فتاویٰ
خیر یہ میں ہے اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ

انہ رہن لا یفترق عن البرہن فی حکم
من الاحکام قال السید امام قلت للامام ابی الحسن
الماتریدی قد فشا هذا البیع بین
الناس وفيه مفسدة عظيمة وفتواک انه
برہن وانا ایضا علی ذلك فالصواب
ان تجمع الائمة واتفق علی هذا
ونظرة بین الناس فقال المعتبر
الیوم فتوانا وقد ظہر ذلك بین الناس
فمن خالفنا فلیبرئ نفسه و لیقم
دلیلہ الخ۔

یہ رہن ہے اور کسی حکم میں یہ رہن سے مختلف نہیں ہے۔
سید امام نے فرمایا میں نے ابو الحسن ماتریدی سے
کہا کہ یہ بیع لوگوں میں پھیل گئی ہے اور اس میں
فسادِ عظیم ہے جبکہ آپ کا فتویٰ ہے کہ یہ رہن ہے
اور میں بھی اسی پر قائم ہوں۔ چنانچہ درست بات
یہ ہے کہ ہم ائمہ کو اس پر جمع کر کے متفق ہوں اور
اس کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انھوں نے فرمایا
کہ اس وقت ہمارا فتویٰ معتبر ہے اور وہی لوگوں
میں ظاہر ہے تو جو ہماری مخالفت کرے وہ اپنا
موقف ظاہر کرے اور اس پر دلیل قائم کرے الخ۔

اور رہن میں کسی طرح کے نفع کی شرط بلاشبہ حرام اور خالص سود ہے بلکہ ان دیار میں مرتہن کا
مرہون سے انتفاع بلا شرط بھی حقیقہً بحکم عرف انتفاع بالشرط بائے محض ہے۔

شامی نے کہا کہ ط نے فرمایا میں کہتا ہوں غلاب
حال لوگوں کا یہ ہے کہ وہ رہن سے نفع کا ارادہ
رکھتے ہیں اگر یہ توقع نہ ہو تو قرض ہی نہ دیں اور
یہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کے حکم
میں ہوتا ہے۔ یہ بات عدم جواز کو متعین
کرتی ہے۔ (ت)

قال الشامی قال ط قلت والغالب من
احوال الناس انهم انما یسیدون
عند الدفع الانتفاع ولو لاهل اعطاه
الدم اہم وهذا بمنزلة الشرط
لان المعروف كالمشروط وهو ما یعین
المنع یلے

بالجملہ جبکہ دیہات اس بیع بے معنی کے سبب ملک زید سے نہ نکلے تو عمر و کو ان کی توفیر سے کسی جز کا
استحقاق نہیں، نہ وہ ملک غیر کو اجارہ پر دے سکتا ہے، نہ رہن و اجارہ ہرگز جمع ہو سکتے ہیں، نہ یہ
صورت اجارہ دیہات کہ ان بلاد میں جاری جس کا حاصل اجارہ توفیر و محاصل ہوتا ہے نہ اجارہ زمین
کہ وہ تو اجارہ مزارعین زمین ہے، کسی طرح صورت جواز نہیں کھتی ہے کما حقناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ

فی فتاواننا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اپنے فتاویٰ میں کر چکے ہیں۔ ت) غرض یہ حیلہ باطلہ اصلاً بکار آمد نہیں، ہاں اس کی صورتوں میں ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً زید چھ ہزار روپے عمر سے دس سال کے وعدے پر لیا جاتا ہے اور عمر و ڈھائی سو روپے سال نفع کا خواستگار ہے تو زید اپنی کوئی شے عمر کے ہاتھ چھ ہزار روپے نقد کو بیچے اور عمر و روپے ادا کر کے شے بیع پر قبضہ کر لے اس وقت تک کوئی ذکر و شرط درمیان نہ ہو اس بیع کو صرف زبانی طور پر بجالاتیں بلکہ حقیقتاً بیع مقصود ہو۔ پھر عمر وہی شے زید کے ہاتھ آٹھ ہزار پانسو روپے بوجہ وہ سال فروخت کرے، یہ زیادت کہ ایک بیع صحیح میں بتراضی طرفین ہوئی حلال و روا ہے۔ فتاویٰ امام اجل قاضی خان میں ہے :

ایک شخص کے دوسرے پر دس درہم قرض ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ تیرہ درہم ہو جائیں تو علماء نے کہا کہ وہ مقرض سے انہی دس درہموں میں کوئی شے خریدے اور اس کو اپنے قبضہ میں لے کر پھر تیرہ درہم کے عوض ایک سال کے ادھار پر مدیون کے ہاتھ فروخت کر دے۔ تو اس طرح حرام سے اجتناب واقع ہو جائیگا اسی کی مثل نبی کریم صلی علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے سے دس درہم قرض مانگا اس شرط پر کہ وہ بارہ درہم واپس کرے گا تو قرض خواہ اپنی کوئی چیز قرض دہندہ کے سامنے رکھ کر کہے کہ میں نے یہ چیز سو درہم کے عوض تمہارے ہاتھ فروخت کی۔ قرض دہندہ اس کو خرید کر سو درہم ادا کر دے اور وہ چیز اپنے قبضہ میں لے لے۔ پھر قرض خواہ کہے کہ یہ چیز تو میرے ہاتھ ایک سو بیس درہم میں فروخت کر دے تاکہ قرض خواہ کو سو درہم بھی مل جائیں اور اس کا سامان بھی اس کے پاس لوٹ آئے اور قرض دہندہ کے لئے اس پر ایک سو بیس

سجل له على رجل عشرة دراهم فاراد ان يجعلها ثلثة عشر الى اجل قالوا يشتري من المديون شيئاً بتلك العشرة ويقبض المبيع ثم يبيع من المديون بثلثة عشر الى سنة فيقع التجوز عن الحرام ومثل هذا مروى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انه امر بذلك من رجل طلب من رجل دراهم ليقرضه بده دواتر ده فوضع المستقرض متاعاً بين يدي المقرض فيقول للمقرض بع منك هذا المتاع بمائة دراهم فيشتري المقرض ويدفع اليه الدراهم وياخذ المتاع ثم يقول المستقرض بعني هذا المتاع بمائة وعشرين فيبيعه ليحصل للمستقرض مائة درهم ويعود اليه متاعه ويجب للمقرض عليه مائة وعشرون درهماً الخ

درہم واجب ہو جائیں الخ۔ (ت)

پھر اگر زید میعاد کے اندر زر اصل یعنی چھ ہزار روپے ادا کرے گا تو بحساب دو سو پچاس روپے سالانہ اس وقت تک جتنا لازم ہوا ہوگا اسی قدر ادا کرنا ہوگا مثلاً پانچ برس میں روپے ادا کر دئے تو صرف ساڑھے بارہ سو زیادہ ہونگے اور دو برس میں تو فقط پانچ سو اور چھ مہینے میں تو صرف سو سو

وعلیٰ هذا القیاس، تنویر الابصار و در مختار میں ہے :

مدیون نے دین مؤجل کو میعاد سے پہلے ادا کر دیا یا مدیون مر گیا جس کی بنا پر دین حالی ہو گیا (مؤجل نہ رہا) چنانچہ میت مدیون کے ترکہ سے لے لیا گیا تو اب قرضخواہ وہ نفع نہ لے جو اس کے اور مدیون کے درمیان طے پایا تھا مگر بقدر ایام گزشتہ کے اور یہی جواب متاخرین کا ہے (قنیہ) اور مفتی روم

قضى المديون الدين المؤجل قبل الحلول اومات فحل بموته فاخذ من تركته لا يأخذ من المرابحة التي جرت بينهما الا بقدر ما مضى من الايام وهو جواب المتأخرين قنيه و به افقی المرحوم ابوالسعود افندی مفتی الروم و الله بالرفق للجانبین

ابوالسعود افندی نے یہی فتویٰ دیا اور دونوں جانبوں کی رعایت کو اس کی علت قرار دیا ہے۔ (ت) ردالمحتار میں ہے :

ماتن کا قول لا یأخذ من الخ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی چیز دس درہم نقد کی خریدی اور دوسرے کے ہاتھ بیس درہم کے عوض دس مہینے کے ادھار پر فروخت کی۔ پھر مدیون نے اگر پانچ ماہ بعد من ادا کر دیا یا پانچ ماہ بعد وہ مر گیا تو صاحب پانچ درہم نفع لے اور پانچ درہم چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

قوله لا يأخذ من الخ صورته اشتری شیئاً بعشرة نقدا و باعه لآخر بعشرين الى اجل هو عشرة اشهر فاذا اقضاه بعد تمام خمسة اومات بعدھا یاخذ خمسة و یترك خمسة لله واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از گوالیار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ہندہ کا شوہر زید فوت ہوا اس نے مال از قسم

۳۵۱/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض

لہ الدر المختار

۴۸۲/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

” ” ” ”

لہ ردالمختار

زیور و کپڑے اور مکانات چھوڑے اور مہر ہندہ کا اس جائداد متروکہ زائد سے زائد ہے اور ہندہ نے اپنے دین مہر میں جو جائداد کہ شوہر ہندہ نے چھوڑی اور ہندہ کے قبضہ میں ہے تو بعد فوت ہو جانے اپنے شوہر کے جائداد مذکور کو ہندہ لے لے تو ہندہ کو لے لینا اس جائداد کا پہنچتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد فوت ہونے شوہر کے ہندہ نے وقت تیار ہونے جنازہ اپنے شوہر کے دین مہر اپنا جو ذمہ شوہر اپنے کے تھا وہ معاف کر دیا حالانکہ ہندہ معاف کرنے مہر سے انکار کرتی ہے تو آیا ہندہ کے مہر میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں؟ اور دوسرے وارث زید کا دعویٰ دین مہر میں چل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو وا۔

الجواب

تقریر و بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ جائداد اگرچہ پہلے سے قبضہ ہندہ میں ہے مگر زید نے اپنی حیات میں یہ مال و جائداد ہندہ کو اس کے مہر میں نہ دیا تھا بلکہ خود ہندہ نے بعد فوت شوہر ترکہ شوہر اپنے دین مہر میں لے لیا پس صورت مستفسرہ میں جبکہ حسب اظہار سائل تعداد زر مہر قیمت ترکہ سے زائد ہے تو وارثوں کے لئے ترکہ میں اصل ملک ثابت نہ ہوتی۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

الدين المستغرق للتركة يمنع ملك الوارث۔ جو قرض تمام ترکہ کو محیط ہو وہ ملک وارث سے مانع ہوتا ہے۔ (ت)

ترکہ میں جس قدر زر نقد تھا ہندہ کا اسے اپنے مہر میں لے لینا صحیح و واجب ہوا اور اتنے روپے مہر میں ادا ہو گئے۔ عالمگیری میں ہے:

ان ترك المیت صامتا مثل مهرها
كان لهما ان تاخذ مهرها من
الصامت لانها ظفرت بجنس حقها۔
اگر میت نے اپنی بیوی کے مہر کے برابر نقدی چھوڑی تو وہ اس میں سے اپنا مہر وصول کر سکتی ہے، کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس کو وصول کرنے پر قادر ہو گئی ہے۔ (ت)

باقی مال نہ تو وارث بے ادائے بقیہ مہر اپنی میراث میں لے سکتے ہیں نہ ہندہ بے رضا مندی دیگر ورثہ اپنے مہر میں لے سکتی ہے بلکہ اسے بیچ کر ہندہ کا باقی مہر اور اشیٰ طرح اور دین بھی اگر ذمہ زید ہو ادا کیا جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پائے گا خواہ دیگر ورثہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دین ادا کر کے جائداد

لے الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول في الملك ادارة القرآن کراچی ۲۰۴/۲
لے الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۳/۶

بیع سے بچالیں۔ اشباہ میں ہے:

للوارث استخلاص التركة بقضاء
الدین ولو مستغرقاً
وارث کو حق پہنچتا ہے کہ وہ میت کا قرض ادا کر کے
ترکہ کو بیع سے بچالے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ لوگوں کا وہ بیان معافی مہر بہ ثبوت شرعی ثابت نہ ہو یعنی اگر دو مرد
یا ایک مرد و عورت مسلمان نمازی پر ہیزگار جو نہ کسی گناہ کبیر میں مبتلا ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ میں اصرار
رکھتے ہوں نہ کوئی فعل سفلیہ میں آوارہ و وضعی کا کرتے ہوں اور ان کی عقل و یاد قابل اعتماد ہو اور اس
معاملہ میں ان کا بیان گمان و تہمت طرفداری سے پاک ہو (کہ ان سب شرائط کی تفصیل کتب فقہ میں
مذکور ہے) ایسے گواہ شہادت شرعیہ دیں کہ ان کے سامنے ہندہ نے مہر معاف کر دیا تو معافی ثابت
ہو جائے گی اور ہندہ دعویٰ مہر نہ کر سکے گی اور اگر گواہوں میں ان سات شرطوں میں سے ایک بھی کم ہے
تو ان کا بیان نامقبول اور دعویٰ ہندہ مسموع و نامعقول پھر بر تقدیر ثبوت معافی مہر ہندہ میں دیگر ورثہ کا
کوئی دعویٰ نہیں یہ محض جہالت ہے معافی کے یہ معنی کہ وہ باوجود ذمہ زید پر تھا ساقط ہو گیا نہ یہ کہ
کوئی مال زید کو ملا جس میں وارث حصہ دار ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

مشکلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یافتنی مبلغ نوے روپے ذمہ بکر کے
واجب الادا ہیں جس کا اقرار بکر نے زید سے کیا کہ مبلغ نوے روپے عرصہ نو سال میں بحساب دس روپے
سالانہ ادا کیا کروں گا روپیہ آخر سال فصل پر دیا کروں گا اگر کسی سال کاروپیہ وعدہ مندرجہ اقرار نامہ
پر ادا نہ کروں تو کل روپیہ ہمیشہ فوراً ادا کروں گا اور زید کو اختیار ہے کہ بشرط وعدہ خلافی ایک قسط کے،
کل روپے ہمیشہ مجھ سے لے لے۔ تو اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ در صورت وعدہ خلافی ایک قسط
کے کل روپیہ ہمیشہ واجب الادا ہوا یا نہیں؟ بتیو تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورت مسئلہ میں بلاشبہ کل روپیہ ہمیشہ واجب الادا ہو گیا۔ فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ بزازیر و
طحاوی علی الدر المنہار میں ہے،

لو قال كلما حل نجم ولم تؤد
اگر کہا کہ وقت مقررہ پر قسط ادا نہ کی گئی تو مال

لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک
ادارۃ القرآن کراچی ۲۰۵/۲

فالمال حال صح وصار حالاً و اللہ تعالیٰ اعلم۔
حالی ہو جائے گا (موجہل نہیں رہے گا) تو صحیح ہے اور مال حالی ہو جائے گا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از اجہین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی صاحب
۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام و مفتیان پابند شرع خیر الانام اس مسئلہ میں کہ ہری سنگھ چودھری کا قرضہ واجب الادا رحیم الدین پر ہے اور دونوں فوت ہو گئے اور کوئی وارث شرعی نہیں رکھتے کہ قرض ادا کیا جائے کیونکہ قرضہ غیر مسلم پر ہے تو بد لایک دوسرے کی نیکی پر موقوف ہے اعمیٰ سوائے ایمان کے نیکی اس کے قرض خواہ کو دینا لائق اعتبار اور اگر معرا اعمال نیک ہے تو مدعا علیہ کی نیکی مدعی کو دینا لایق اور مدعا علیہ بری اور کافر مستحق نیکی نہیں کہ اہل اسلام ہو کہ اس کی بدی سوائے شرک و کفر اور نہیں اور شرک و کفر اہل اسلام پر عائد نہیں ہوتا اس صورت میں تصفیہ اہل اسلام اور اہل نار کس طور سے ہو گا بیان فرمادیں بحوالہ الکتب۔

الجواب

اگر وہ کافر عربی ہے تو اس کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں جس کا تصفیہ و کار فان اموالہم مباحة غیر معصومة (کیونکہ عربی کافروں کا مال مباح ہے معصوم نہیں۔ ت) ہاں بطور غدر و عہد شکنی لیا ہو گناہ و حق اللہ ہے جس پر مواخذہ یا عفو اللہ عزوجل کی مشیت میں ہے، الا تری ان من دخل دارہم مستأمناً فاخذ غدرًا فاحرمنہ بدارنا ملک ملکاً خبیثاً فالخبث للقدرو الملک للاستیلاء علی مال مباح فالاحراز انما ہو شرط التملک لانتفاء العصمة اس آیت ان اغار المسلمون علی دار الحرب فغنموا اموالاً فما تواتوا قبل ان

کیا تو نہیں دیکھتا کہ جو مسلمان امن لے کر حربیوں کے ملک میں گیا اور ان کا مال دھوکہ سے اپنے ملک میں سمیٹ لایا تو ملک خبیث کے ساتھ مالک ہوا۔ خبیث تو دھوکہ کی وجہ سے اور ملک اس لئے کہ مال مباح پر قابض ہوا ہے۔ لہذا اس مال کو قبضہ میں لے کر محفوظ کرنا مالک ہونے کے لئے شرط ہے عصمت کے منتفی ہونے کی وجہ سے بھلا دیکھو تو اگر مسلمان دار الحرب پر حملہ آور ہو کر مال غنیمت

لے ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۸/۴

يَحْرَنُوا وَلَمْ تَصِلِ الْأَمْوَالُ إِلَىٰ مَنْ أَخَذَتْ
مِنْهُ اتَّكُونَ الْحَرْبِيُونَ خِصْمَاءَ الْمُسْلِمِينَ
فِي ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ كَلَّا فَعَلِمَ أَنَّ الْأَثْمَ
فِي الْغَدْرِ لِحَقِّ الشَّرْعِ لَا لِحَقِّ الْكَافِرِ -

پاتیں اور اس کو جمع کر کے محفوظ مقام تک پہنچانے سے
قبل ہی مرجائیں تو کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مال
کے بارے میں وہ حربی کفار مسلمانوں سے مخاصمہ
کرینگے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دھوکہ کی صورت
میں گناہ حق شرع کی وجہ سے ہے نہ کہ حق کافر کی وجہ سے۔

اور وہ کافر ذمی ہے تو اگر یہ قرض اس نے سچی نیت سے لیا اور اس کے ادا کا قصد رکھا تھا اور
قدرت نہ پائی کہ مر گیا تو مسلمان پر اس کے باعث عذاب نہ ہوگا کہ قرض لینا گناہ نہیں اور ادا پر قادر نہ ہونا
اس کا فعل نہیں۔ اور اللہ عزوجل بے کسی گناہ کے عذاب نہیں فرماتا۔ رہا اس کا حق اُسے اللہ تعالیٰ
جس طرح چاہے راضی فرمادے گا اگرچہ اس پر کسی عذاب یا ہول کی تخفیف سے ہر کافر پر کفر و معاصی سب
کے سبب عذاب ہے۔ قال تعالیٰ:

مَا سَلَكَ فِي سَقْرٍ، قَالَ لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلُومِينَ
الآية -

مسلمان کافروں سے کہیں گے تمہیں کس چیز نے جہنم
میں پہنچایا تو وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے (ت)

جزا کفر تخلید فی النار والعذاب ہے اس میں تخفیف امکان شرعی نہیں رکھتی،

فان التخفيف في التابيد ابطال
له أساسا وفيه تبديل القول و هو
محال -

ہمیشگی میں تخفیف اس کا ابطال ہے اور اس
میں قول باری تعالیٰ کی تبدیلی لازم آتی ہے
جو کہ محال ہے۔ (ت)

باقی بالائی عذابوں ہولوں میں حسب ارادۃ الہیہ تخفیف سے کوئی مانع نہیں، اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ اموال الناس يريد اداءها
ادى الله عنه - رواه احمد و البخاري
وابن ماجه عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه.

جو لوگوں کا مال برارادۃ ادا لے اللہ تعالیٰ اسکی
طرف سے ادا فرمادے (اس کو امام احمد، بخاری
اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے روایت کیا۔ ت)

لہ القرآن الکریم ۴۴/۴۳ - ۴۲

صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب من اخذ اموال الناس قیدی کتب خانہ کراچی ۳۲۱/۱

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
 من ادا ان دینا تنوی قضاء اداہ اللہ عنہ
 یوم القیمة . رواہ الطبرانی فی الکبیر عن
 میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند
 صحیح .

جو کوئی دین اپنے ذمہ کرے اور اس کی ادا کی
 نیت رکھتا ہے اللہ عزوجل روز قیامت اسکی
 طرف سے ادا فرمادے (اس کو طہراتی نے
 معجم کبیر میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
 بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

اور اگر بدعتی اور ناجائز طریقے سے لیا تو ضرور گناہ وحق العبد ہے ذمی کا مال معصوم ہے اور وہ ان حقوق میں
 مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے اس صورت میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کا بدلہ عذاب ہی ہے، و العیاذ
 باللہ تعالیٰ۔ ولہذا فرماتے ہیں کہ ذمی کا حق مسلمان کے حق سے سخت تر ہے۔ فتاویٰ خانہ آخر کتاب الغصب
 میں ہے :

مسلم غصب من ذمی مالا وسرق منه
 فانه یعاقب بہ یوم القیمة لانه اخذ
 مالا معصوما والذمی لا یرجى منه العفو
 ویرجى ذلك من المسلم فکانت خصومة
 الذمی اشد وعند الخصومة لا یعطى ثواب
 طاعة المسلم الکافر لانه لیس من
 اهل الثواب ولا وجه ان یوضع علی
 المسلم وبال کفر الکافر فبقی فی
 خصومته ۛ

کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چوری کیا
 تو روز قیامت اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ
 اس نے مال معصوم لیا حالانکہ ذمی سے معافی کی
 امید بھی نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان سے متوقع ہے لہذا
 خصومت ذمی زیادہ شدید ہے۔ خصومت کے
 وقت مسلمان کی عبادت کا ثواب کافر کو نہیں
 دیا جائے گا کیونکہ وہ ثواب کا اہل نہیں اور نہ ہی
 کفر کافر کا وبال مسلمان پر ڈال دینے کی کوئی وجہ
 ہے لہذا اس کی خصومت برقرار رہے گی۔ (ت)

جو اہر الاخلاطی کتاب الاستحسان میں ہے :

لو غصب المسلم من ذمی اوسرق منه
 یعاقب المسلم و یخاصمه

اگر مسلمان نے ذمی سے کچھ غصب کیا یا اس کی
 چوری کی تو مسلمان کو سزا دی جائے گی اور ذمی

المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳ / ۲۳۲

مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۲۲۱

نو لکشتور بکھنو ۴ / ۴۹۳

حدیث ۱۰۴۹

کنز العمال برمز طب عن میمونہ حدیث ۱۵۴۲۷

کتاب الغصب فصل فی برارۃ الغاصب ۱۱ نو لکشتور بکھنو

قیامت کے روز اس سے خصومت کرے گا لہذا کافر پر ظلم مسلمان پر ظلم سے سخت تر ہے کیونکہ کافر دائمی جہنمی ہے اور لوگوں کی اس پر جو زیادتیاں ہیں ان کے سبب سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوگی لہذا اس سے یہ امید نہیں کہ وہ ان زیادتیوں کو معاف کرے گا، البتہ مسلمان سے معافی کی توقع کی جاسکتی ہے (ت)

الذمی یوم القیمة فظلامۃ الکافر اشد من ظلامۃ المسلم لان الکافر من اهل النار ابدًا ویقع له التخفیف بالظلمات التي قبل الناس فلا یرجى منه ان یتزکها و المسلم یرجى منه العفو له

طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ بیان آفات الرجل میں ہے :

فقہاء نے فرمایا ہے حیوان پر ظلم کی وجہ سے قیامت کے روز انسان پر عذاب کا واقع ہونا متعین ہے کیونکہ اس میں معافی اور نیکیوں اور برائیوں سے بدلہ ممکن نہیں۔ ایسا ہی ذمی جس پر مسلمان نے ظلم کیا ہو تو اس مسلمان پر عذاب متعین ہے جبکہ دنیا میں اس سے معاف نہ کر لیا ہو۔ حضرت والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الدرر پر اپنی شرح میں فرمایا کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چرایا تو اس پر آخرت میں مواخذہ ہوگا حالانکہ ذمی کا ظلم و خصومت سخت ترین ہے کیونکہ یا تو وہ اپنے گناہ اپنے حق کے مطابق مسلمان پر ڈالے یا اس کی نیکیاں لے حالانکہ کافر نہ تو مسلمان کی نیکیاں لے سکتا ہے اور نہ اس کے گناہ مسلمان پر ڈالے جاسکتے ہیں، چارپائے کا کوئی گناہ نہیں ہوتا اور نیکیوں کا وہ اہل ہی نہیں لہذا عذاب متعین ہوا اختصار (ت)

الفقهاء قالوا ان العذاب یوم القیمة علی الانسان فی حق الحيوان متعین لانه لا یمکن المسامحة ولا القصاص بالحسنات والسيئات وكذا الذمی اذا ظلمه المسلم فان العذاب فیہ متعین ان لم یتحل منه فی الدنيا قال الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر مسلم غصب او سرق مال ذمی یؤخذ به فی الآخرة وظلامۃ الکافر و خصومته اشد لانه اما ان یحملہ ذنبہ بقدر حقه او یاخذ من حسناته و الکافر لا یاخذ من الحسنات ولا ذنب للدابة ولا تؤهل لاخذ الحسنات فیتعین العقاب له باختصار۔

لہ جو اہر الاغلاطی فصل فیما یرہ لبسہ و فیما لا یرہ لہ الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ محمدیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعة الخ المكتبة النوریة رضویہ فیصل آباد ۲۰۰۵

قلبی نسخہ ص ۲۳۸ - ۲۹۷

شرح فقہ اکبر بحث توبہ میں ہے کہ :

اذا غضب مسلم من ذمی مالا او سرق منه
فانه يعاقب به يوم القيمة لان الذمی
لا يرجی منه العفو فكانت خصومة الذمی
اشد له

جب کسی مسلمان نے ذمی کا مال غضب کیا یا چرایا تو
اس کی وجہ سے اس کو قیامت کے دن عذاب
دیا جائے گا کیونکہ ذمی سے عفو کی توقع نہیں لہذا
ذمی کی خصومت زیادہ سخت ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی حالت میں ہے جبکہ بدلہ لینا ہی مشیت رب العزیز عزوجل ہے اور نہ ممکن ہے کہ وہ
کافر کے دل میں ڈالے کہ معاف کر دے یا کسی تخفیف کے بدلے اس سے معاف کرادے،

فانه اذا جاتر التخفيف عنه بظلمات له
قبل الناس كما في الجواهر فليجز ايضا
جزاء العفو تخليصا للمسلم وقد قال
الطحاوي ثم الشامي عند قول الدر
من الخطر قبيل مسائل المسابقة ظلم
الذمی اشد من ظلم المسلم ما نصه
لانه يشدد الطلب على ظالمه ليكون
معه في عذابه ولا مانع من طرح
سيئات غير الكفر على ظالمه فيعذب
بها بدل له ذكوة بعضهم اه فكذا الامانع
من ان يقال له ان عفوت من المسلم
طرحنا منك كذا وكذا من سيئاتك
فيعضو۔

اس لئے کہ جب لوگوں کی ذمی پر زیادتیوں کی وجہ
سے اس کے عذاب میں تخفیف جائز ہے جیسا کہ
جواہر میں ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ
مسلمانوں کی خلاصی کے لئے ذمی کو معاف کرنے کا
کچھ بدلہ دے کر اس کی خلاصی کرادے۔ طحاوی
نے کہا پھر شامی نے در کے حطر میں مسائل مسابقت
سے تھوڑا پہلے اس قول کہ "ظلم ذمی ظلم مسلمان
اشد ہے" پر کہا یہ اس لئے ہے کہ ذمی اپنے اوپر
ظلم کر نیوالے پر سخت مطالبہ کرے گا تا کہ وہ ظالم
بھی اس کے ساتھ عذاب میں شریک ہو اور
کفر کے سوائے ذمی کے گناہ ظالم پر ڈالنے میں
کوئی مانع نہیں چنانچہ وہ ان کے بدلے عذاب میں
بتلا ہوگا، اس کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے اھ

اسی طرح اس سے بھی کوئی مانع نہیں کہ ذمی کو کہا جائے اگر تو مسلمان کو معاف کر دے تو تیرے یہ یہ

لہ من الروض الازہر شرح الفقہ اکبر ومنها بحث التوبۃ الخ مصطفیٰ ابانی مصر ص ۵۹-۱۵۸

لہ الدر المختار کتاب الخطر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتہدی دہلی ۲۴۹/۲

لہ رد المختار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۶/۵

حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار " " دار المعرفۃ بیروت ۲۰۱/۲

گناہ مٹا دئے جائیں تو وہ معاف کر دے۔ (ت)

بالجملہ یہ معنی ہرگز نہیں کہ ظلم ذمی پر عذاب واجب و قطعی و ضروری الوقوع ہے کہ یہ مذہب اہلسنت کے صریح خلاف ہے ہمارے نزدیک کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔

قال تعالیٰ ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء
کما نبهت علیہ فی هامش الحدیقة
ہرہنا۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور وہ مشرک کے سوا

جس کے گناہ چاہے معاف فرما دے۔ جیسا کہ

اس بات پر میں نے حدیقہ کے حاشیہ میں تنبیہ

کی ہے۔ (ت) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازبتارکس محلہ جمال ٹولہ مرسلہ ماسٹر بدرالدین ۴ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مختلف لوگوں سے قرض لے کر اپنے نکاح کی تقریب میں خرچ کیا اور ایک ڈگری کو بھی جو عدالت دیوانی سے اس پر جاری ہوئی تھی بے باق کیا بعد اس نے اپنا حق و حصہ موروثی جائداد کا دوسو کا قرار دے کر اس زوجہ کے دین مہر میں جو ساڑھے پانسو کا تھا بیع کر کے رجسٹری کر دیا بیعنامہ میں زید نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اگر میری جائداد اور قرار پائے تو بقیہ مہر اس سے ادا کیا جائے، زید فوت ہو گیا اور اس کی کوئی دوسری جائداد نہیں ہے اس وقت تقسیم جائداد موروثی کے واسطے اور ان انواع و اقسام کے نزاع کے واسطے جو درمیان فریقین ہیں جو بیع مقرر ہوئے ہیں قرضہ دہندوں نے پنچوں کے یہاں درخواست کی ہے کہ متوفی کی جائداد سے دلایا جائے، زید نے بیوی اور ایک پسرنابالغ چھوڑا ہے۔ بیٹنوا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اگر زید نے اپنی کل جائداد بحالتِ صحتِ نفس و ثباتِ عقل اپنی زوجہ کے مہر میں بیع کر دی اور باقی قرضخواہوں کو کچھ نہ دیا تو اگرچہ زید پر بحالِ بدنی گناہ ہو مگر قرضخواہوں کو اس جائداد سے کہ اب ملک زوجہ زید ہے اصلاً مطالبہ کا اختیار نہیں ان کا مطالبہ آخرت پر رہا، ہاں اگر اس کے سوا اور جائداد یا مال زید کا ثابت ہو تو اس میں تو قرضخواہ حصہ رسد حقدار ہوں گے اور زید کا بیعنامہ میں لکھنا کہ اس سے بھی بقیہ مہر ادا کیا جائے مسموع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، زید نے بکر کو روپیہ بوعده ادا کے مال کسی قسم کے دیا، بکر نے بموجب وعدہ روپیہ کے عوض میں تھوڑا مال روپیہ سے ادا کیا اور کچھ روپیہ زید کا ذمہ بکر کے باقی رہا، بعد ازاں بکر فرار ہو گیا یا فوت ہو گیا یا نادار ہو گیا، اب زید کو بکر کے عوض کا روپیہ خالد سے بلا رضامندی خالد کے بوجہ کسی قسم کے دباؤ کے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹھا تو جبروا۔

الجواب

اگر نہ خالد نے بکر کی ضمانت مال مذکور کر لی تھی نہ اس کا مطالبہ اپنے اوپر اتار لیا تھا نہ خالد کو بکر کا مال وراثت پہنچا تو اس کو بکر کے مطالبہ میں مانوڈ کرنا محض ظلم و غصب ہے۔

قال الله تعالى لا تزر وازرة وزر اخرى۔ کوئی بوجہ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجہ والہ تعالیٰ اعلم۔ نہ اٹھائے گی۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ مستولہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ صاحب بریلی محلہ نواباں ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک یا چند اشخاص کے زرنقہ کا قرضدار ہے جو اس کی آمدنی ہوتی ہے وہ اس کو بغراغت خرچ کر ڈالتا ہے اور زیادہ دستیاب ہونے پر عمارت بنوانے و تجارت کرنے پر تیار ہو جاتا ہے تعاضدہ اور وعدہ ہونے پر بھی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا ہے قرضہ بڑھانے کے خیال میں رہتا ہے، اس عمل پر چند مثالیں ان بزرگان بے نفس کی کہ جو اتفاقیہ جزوی قرضدار رہے ہوں یا کسی مجبوری سے قرضہ کی حالت میں اس دارفانی سے رحلت فرما ہوئے ہوں زید اپنی صفائی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وعدہ کر لینا میرا کام تھا اور پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ پس قرضہ کو بزرگان دین پر اور وعدہ پر قرضہ کی ادائیگی کی فکر نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ پر منسوب کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اسی ٹال مٹول میں قرضخواہ و قرضدار دونوں فوت ہو گئے تو یوم جزا اور روز حساب کیا؟ اور کیونکر اس کا معاملہ طے ہوگا؟ عند اللہ جواب تفصیل عطا فرمایا جائے۔

الجواب

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لَا تَوَاجِدُ رِجْلَ عَرَضٍ مَّحْتَمِلًا مَّا تَحْتَهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ دِينٍ سِوَا تَرْتَابٍ كَرِيمٍ

لہ القرآن الکریم، ۱/۱۵

لہ صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب لصاحب الحق مقال الی قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۳

و مظل الغنی ظلم^۱ اس کی آبرو کو حلال کر دیتا ہے یعنی اُسے بُرا کہنا
اُس پر طعن و تشنیع کرنا جائز ہو جاتا ہے اور غنی کا دیر لگانا ظلم ہے۔
اشباہ والنظائر میں ہے :

خلف الوعد حرام^۲ وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

أية المنافق ثلاث اذا حدث كذب واذا
وعد اخلف واذا اتمن خان^۳، او كما
قال صلى الله تعالى عليه وسلم فان
الاحاديث في المعنى كثيرة۔

منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے،
جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے خلاف کرے،
اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت
کرے۔ (یا جیسا کہ آپ نے فرمایا اور اس معنی
میں احادیث کثیر ہیں۔ ت)

صورتِ مستفسرہ میں زید فاسق و فاجر مرتکب کیا تو ظالم، کذاب، مستحق عذاب ہے۔ اس سے
زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے، اگر اس حالت میں مر گیا اور دین لوگوں کا اس پر باقی رہا
اس کی نیکیاں اُن کے مطالبہ میں دی جائیں گی اور کیونکر دی جائیں گی تقریباً تین پسیہ دین کے عوض سات سو
نمازیں باجماعت کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمادات الاسفار والعیاذ باللہ العزیز
الغفار (جیسا کہ در مختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔ اللہ عزیز غفار کی پناہ۔ ت) جب اس کے
پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن کے گناہ اُن کے سر پر رکھے جائیں گے ویلقی فی الناس اور آگ میں پھینک
دیا جائے گا، یہ حکم عدل ہے، اور اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے
خود معاف نہ کریں، اور سلف صالحین کے احوال طیبہ کو اپنے ان مظالم کی سند قرار دینا اور
زیادہ وقاحت اور دین متین پر جرات ہے، اُس پر فرض ہے کہ اپنے حال پر رحم کرے اور دیون سے
پاک ہو موت کو دُور نہ جانے آگ کا عذاب سہا نہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

۳۲۳/۱

قدیمی کتب خانہ کراچی

۱ صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب مظل الغنی ظلم

۱۰۹/۲

ادارۃ القرآن کراچی

۲ اشباہ والنظائر کتاب المحظور والاباحۃ الفتن الثانی

۱۰/۱

قدیمی کتب خانہ کراچی

۳ صحیح البخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہے اور زید کا روپیہ بکر کے ذمہ ہے عمرو نے بطور خود بلا حوالہ زید بکر سے وہ روپیہ کہ جو اس پر زید کا آتا تھا اپنے قرضہ میں جو زید پر تھا لے لیا اور بکر نے بلا حوالہ و بغیر اجازت زید عمرو کو وہ روپیہ دے دیا اب بکر زید کا روپیہ دیتے وقت وہ روپیہ کہ جو عمرو کو زید کے قرض میں بغیر اجازت زید دے چکا تھا وضع کرتا ہے اور زید اس کے مجرا دینے سے انکار کرتا ہے لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر اُن روپیوں کے مجرا لینے کا مستحق ہے یا نہیں اور زید پر اُن کا مجرا دینا لازم ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب

اس صورت میں بکر اُن روپیوں کے مجرا لینے کا مستحق نہیں، نہ زید پر اُن کا مجرا دینا لازم۔ واللہ

تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ ربیع الاول شریف یوم دو شنبہ ۱۳۳۳ھ از کلکتہ ۵ کو لوٹو لہ اسٹریٹ ایک خاص کمپنی جس کے مالک و مختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں اُن کا اعلان ہے کہ جو شخص تیس برس کی عمر سے پینتالیس سال کی عمر تک یعنی کامل پندرہ سال تک ہر سال چھتر روپیہ آٹھ آنے کمپنی کو دیا کرے تو پندرہ برس کی مدت گزرنے کے بعد اس کو کمپنی ایک ہزار روپے کی معاہدہ ہونے کے بعد مدت معینہ ختم ہونے سے پہلے مثلاً دو مہینے یا دو سال چار سال کے بعد وہ شخص مر گیا تو یہی کمپنی اس کے وارثوں کو پورے ایک ہزار روپیہ دے گی رقم معینہ مذکورہ سال کی تعداد کامل پندرہ سال کی مجموعہ گیارہ سو پینتالیس روپیہ آٹھ آنے ہوتی ہے ایسی صورت میں روپیہ جمع کرنا اور کمپنی سے مذکورہ شرط کے ساتھ روپیہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت قمار کی ہے اور میعادِ عمرو رکھی ہے جس میں غالب حیات ہے۔ حدیث میں فرمایا،
اعمال امتی ما بین الستین الی السبعین۔ میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ (ت)

اور بحال حیات ظاہر ہے کہ ایک سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کا نقصان ہے کافر کے ساتھ ایسا معاملہ

لے سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب الاطل والاجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

جس میں غالب پہلو اپنے نقصان کا ہو جائے نہیں کما نض علیہ فی فتح القدر (جیسا کہ فتح القدر میں اس پر نض کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ الفخاں مہتمم مدرسہ اسلامیہ ساکنوور ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ
ایک مسلمان نے اپنا مکان ظاہر کر کے ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا اور جب تحقیق کی گئی تو وہ مکان ایک ہندو جو مر گیا اس کا نکلا، فروشنده نے دھوکہ سے بوجہ رہن ملک خود ظاہر کر کے بیع کر دیا اور متوفی کی صلب سے کوئی اولاد نہیں ہے تو مشتری کا یہ عمل شریعت میں قابل مواخذہ تو نہیں ہے اور وہ اس مکان کو ملک اپنی تصور کرے گا یا نہیں؟ یا روپیہ اپنا واپس لے سکتا ہے؟ بیٹنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

فتویٰ اس پر ہے کہ اس زمانہ میں جنس غیر سے بھی دین وصول کر سکتے ہیں جبکہ وہ ہندو اس کا دیون تھا اور مر گیا تو یہ اس مکان کو اپنے دین میں لا سکتا ہے اگر اس کی قیمت دین کے برابر یا دین سے کم ہے جب تو ظاہر ہے اس نے جو مکان کو اپنا ظاہر کر کے بیع کیا صحیح ہوئی مشتری مالک ہو گیا ہاں اگر قیمت مکان دین سے زائد ہے تو بقدر قیمت اس کی ملک ہو سکتا ہے اپنا دین اس سے وصول کرے اور جو زائد کے فقرا پر تصدق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازنگریاسادات ڈاکخانہ میرگج ضلع بریلی محمد تقی صاحب، شوال ۱۳۳۵ھ

زید کے سوروپے تمسکی سود کے عمرو کے ذمہ واجب الادا تھے عمرو نے قضا کی اس کے ورثانہ زمین مکفول کو ایک عرصہ تک زید کے قبضہ میں چھوڑ کر روپیہ ادا کر دیا لیکن تمسک بوجہ عسریہ داری و یگانگت کے زید سے حاصل نہ کیا ورثانہ عمرو نے اس جائداد کو بدست دیگر اشخاص بیع کر دیا زید نے اس بیع میں کچھ مزاحمت بوجہ اس کے کہ اس کا مطالبہ وصول ہو چکا تھا نہیں کی مسماہ ہندہ پھوپھی عمرو نے بھی سوروپے زید سے تمسکی قرض لئے تھے۔

بکر شوہر مسماہ ہندہ نے ازراہ طبع نفسانی کہ بشمول چند کسان بہ تقرر حصص باہمی نوشتہ عسرو موسومہ زید کو براہ چالاکی و فریب دہی خالہ زید سے حاصل کر کے نالاش موسومہ عمرو منجانب زید دائر کی اور بعد حصول ڈگری تمام زبردگری حاصل کرنا چاہا جس سے زید بلا وجہ بے ایمان و دغا باز مشہور ہو کر زبان زدِ خلایق ہوا جب زید نے اپنے کو بلا وجہ مہتمم ہوتے دیکھا تو کل مطالبہ زبردگری خود وصول کر لیا اور فرضی اشخاص نالاش مثل بکر وغیرہ کو کچھ نہیں دیا، زید نے مسماہ ہندہ پر اپنے روپے کی نالاش کی بکر شوہر

مسماة ہندہ نے منجانب مسماة مذکورہ کچھری میں بذریعہ اظہار حلفی بیان کیا کہ تمسک کا لکھنا صحیح ہے مگر داد دست روپے کی نہیں ہوتی روپیہ ہم نے نہیں لیا ہے فرضی لکھ دیا ہے اس کا کاتب بکر شوہر مسماة ہندہ کا تھا چونکہ تاریخ فیصلہ التوا ہو گئی تھی سب عزیز واقارب نے باہمی فیصلہ کی بابت کہا تو بکر نے صاف جواب دے دیا کہ جب تک اُس ڈگری موسومہ عمر میں ہمارے حصہ کا روپیہ نہ دیں گے ہم اس روپے سے قطعی انکار کرینگے پھر ہم نے یہ روپیہ اس میں مجرا کر لیا چنانچہ ایسا ہی ہوا حسب شریعت یہ صورت اُس زر جائز متصو ہوگی یا نہیں یا ہندہ تا یوم الفشور مواخذہ دار ادا کی رہے گی۔

الجواب

وہ کارروائی بکر وغیرہ نے وصول شدہ روپے دوبارہ زید سے حاصل کرنے کی حرام قطعی تھی اور اس کے بعد عمر و نے کہ وہ روپیہ خود وصول کریں حرام و خبیث ہو اور وہ سب کے سب مستحق نار ہوئے۔
قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تاكلوا
الذمى الذي قد اكلوا من ايمانهم والوا انفسهم
اموالكم بينكم بالباطل اليه
ايك دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)

اب یہ کارروائی جو بکر نے اپنی زوجہ کی طرف سے کی یہ بھی حرام و حرام ہے دائن کا دین مار لینا حرام اور اس حرام و خبیث روپے میں جو زید سے حاصل کئے حصہ مانگنا حرام اس نخس کارروائی سے عمر و کا یہ روپیہ جو ہندہ پر ہے اگر مارا بھی گیا تو ہندہ حشر تک اُس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

قال صلى الله تعالى عليه وسلم على
اليد ما اخذت حتى تردّها - والله
تعالى اعلم۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ
پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی حتی کہ
ادا کر دے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴۱۲ھ از لکھنؤ پور کھیری مرسلہ عباد اللہ خیاط ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری ماں نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے والد نے ایک بقال مشرک سے مبلغ بیس روپے بوعده چوبیس روپے قرض لیا تھا جس کو عرصہ نچینا تیس برس کا ہوگا، اس کے چند روز بعد کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کر پائے تھے اُن کا انتقال ہو گیا بقال مذکور سے والد نے کہا کہ میں محنت کر کے ادا کروں گی کیونکہ کوئی سرمایہ اس وقت موجود

لہ القرآن الکریم ۲۹/۴

لہ جامع الترمذی ابواب البیوع باب ان العاریۃ موداة امین کمپنی دہلی ۱۵۲/۱

نہ تھا بقال نے یہ کہا تھا کہ یہاں خود ہی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سے میں کیا لے لوں ہم سب بہن بھائی چھوٹے تھے میں شیر خوار تھا اب والدہ صاحبہ کے فرمانے پر مجھے خیال ہوا کہ میں بفضلہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اس قابل ہوں کہ ان کا قرض معلوم ہونے پر ادا کروں بدریافت معلوم ہوا کہ جس سے قرض لیا تھا وہ مر گیا اور اس کا لڑکا بھی مر گیا جس ضامن مسلمان کی معرفت لیا تھا ان کا بھی انتقال ہو گیا یہ بھی نہیں معلوم کہ انہوں نے تو ادا نہیں کر دیا والدہ کو اس کا بھی علم نہیں ہے ایک سال سے برابر دریافت، تلاش کی کہ اس کے وارث کا پتہ چل جائے تو ادا کروں اب تک کوئی وارث اس کا نہیں معلوم ہوا ایسی حالت میں شرع شریف سے کیا حکم ہے کہ میرے باپ پر قیامت میں اس قرض کا بار نہ رہے بقال سے ہمیشہ بلا سودی لین دین تھا سو اس روپیہ کے۔ بیٹو! توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جبکہ یہ قرض تھا آپ کے والد پر اصلاً بیس روپے واجب الادا تھے،
قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! عہدے پورے کرو (ت)

اور جبکہ پہلے کبھی اس سے سود وغیرہ کوئی رقم ناجائز نہ لی تھی تو اس کے کل یا بعض اس سے مجرا بھی نہیں ہو سکتے اس کا یہ کہنا کہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سے کیا لوں آپ کے والد کو مطالبہ سے بری کرنا نہیں تھا ضامن اگر ادا کر دیتا تو اس ضامن مسلم کا دین رہتا وہ اس سے آسان تھا یہاں وہ بھی معلوم نہیں لیکن جبکہ بنیا اور اس کا بیٹا بھی مر گیا اور اس کے وارث کا پتہ نہیں یہ مال فقرا کے لئے ہوا آپ کسی مسلمان فقیر کو کہ مالک نصاب نہ ہو بیس روپے دے دیجئے نہ اس نیت سے کہ اس کافر کو ثواب پہنچے کہ یہ حرام بلکہ کفر ہے بلکہ اپنے والد پر سے مطالبہ اٹارنے کی نیت کیجئے یہ فقیر غیر شخص ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر آپ کی والدہ چھپن روپے کے مال کی مالک نہ ہوں تو انھیں کو اس نیت سے دے دیجئے کہ بیس روپے اس بننے کے جو والد پر قرض تھے اور وارث کوئی نہ رہا وہ قرض ادا کرتا ہوں بعونہ تعالیٰ وہ بری الذمہ ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ از رامپور بلاسپور دروازہ مرسلہ حضرت مولانا مولوی سید زادہ احمد میاں صاحب
دامت برکاتہم ۵ شوال ۱۳۳۷ھ

بملاحظہ گرامی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم، بعد بدیہ سلام مسنون مدعا نگار ہوں،
یہ خط میرے ملنے والے نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں اس کے استفتا کا جواب جو خط کے آخر
میں ہے جناب کے دارالافتاء سے منگادوں بنظر سہولت میں بجنسہ وہ خط روانہ خدمت عالی کر کے مستدعی
ہوں کہ جواب باصواب بحوالہ کتاب مرحمت ہو میں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہوں اور امید ہے کہ حضرت کا
مزاج بھی قرین صحت ہوگا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو شخص بکر و خالد سے
روپیہ قرض لیا عدم ادائیگی پر بکر قصاب نے زید پر نالیش کی۔ زید نے سب روپیہ صرف بکر کو ادا کر دیا خالد
کہتا ہے کہ روپیہ زید سے دلویا جائے کچھری کا حکم ہے کہ ڈگری زید پر ہو اور روپیہ خالد کو بکر سے
دلایا جائے۔

الجواب

حضرت والادامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سوال بہت مجمل ہے دو شخصوں سے
قرض لینا تین طرح ہوتا ہے، سو روپے بکر نے الگ دیئے خالد نے الگ، سو بکر لایا سو خالد، وہ ملا کر
دونوں نے زید کو دیئے، دو سو روپے خالد و بکر کے شرکت عقد کے تھے وہ انھوں نے اسے دیئے۔
اگر یہ نالیش یکجائی ہے تو پہلی صورت نہ ہونا بتائے گی وہ جب بھی محتمل رہیں گی اور حکم جُدا لینا ہے اور
ہر شق پر حکم بنا دینا خلاف مصلحت، لہذا سائل کو تعیین صورت و تفصیل واقعہ کے ساتھ سوال کرنا چاہئے
کہ بعونہ تعالیٰ جواب دیا جائے۔

مسئلہ ۱۶ از مقام چالیس گاؤں خاندیس مرسلہ ابراہیم خاں سوداگر چرم یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے اوپر مہر کا دعویٰ میرے سائلے مظہر علی خاں
نے کیا ہے اور میری بیوی دوبرس کے قریب ہو کہ فوت ہو چکی ہے اور دعویٰ مدعی میں تحریر کیا ہے کہ
میری بہن نے مہر جو مبلغ پانچ سو روپے کا تھا فروخت کیا ہے اور مقدمہ زیر تجویز کچھری ہے آیا فروخت کرنا
مہر کا جائز ہے یا نہیں؟ اور مظہر علی خاں جو میرا سالہ ہے اس کو دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟
بینوا تو جروا۔

الجواب

مہر اور دیون کے مثل ایک دین ہے اور دین کی بیع غیر دیون کے ہاتھ باطل ہے لہذا اس بنا پر مدعی کو دعویٰ کا اصلاً حق نہیں، ہاں اگر اسے اپنی بہن کے ترکہ سے حصہ پہنچتا ہو تو اپنے حصے کا دعویٰ کرے وہ جدایات ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

بیع الدین لایجوز ولو باعہ من
المدیون او وہبہ جائز یلہ
دین کی بیع ناجائز ہے، اگر دیون پر بیچا یا
ہبہ کر دیا تو جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از علی گڑھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ متوفیہ یا زندہ کا مہر ایک ساتھ
ادانہ کر سکے تو اس کو حاکم شرع بذریعہ قسط ادا کرنے کے لئے حکم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زندہ کے واجب الادا مہر کی قسط بندی اس کی مرضی سے ہو سکتی ہے اور مردہ کے مہر کی
قسط بندی اس کے وارثوں کی مرضی پر ہے حاکم اس پر جبر نہیں کر سکتا فان الحق لہا اولہم لا للقاضی
(کیونکہ حق بیوی یا وارثوں کا ہے نہ کہ قاضی کا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الشربہ

(اشربہ کا بیان)

مسئلہ ماہ صیام عظام
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تھوڑی سی افیون مرض کی غرض سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟
بیٹنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بضرورت دو اقلیل المقدار افیون کہ اس قدر سے نشہ و سرور یا عقل و حواس میں تغیر و فتور اصلاً نہ پیدا ہو استعمال کرنا جائز ہے اور شوق کی راہ سے بطور مشغلہ کھانا جس طرح عام کھانے والے اپنے پیچھے لت لگا لیتے ہیں مطلقاً جائز نہیں اگرچہ نشہ نہ کرے اگرچہ بوجہ اپنی قلت کے اس قابل ہی نہ ہو۔ رد المحتار میں ہے:

بھنگ اور افیون کا کثیر استعمال جو نشہ لائے مطلقاً حرام ہے اور اس میں قلیل اگر لہو کے لئے ہے تو حرام اور اگر علاج معالجہ کے لئے ہے تو حرام نہیں۔ (التقاط (ت)

البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقاً واما القلیل فان کان للهو حرام وان للتداوی فلا اثم ملتقطاً۔

کھانپنے کی خاص نیت سے خدا کو خبر ہے بعض لوگوں کا نہ بہانہ ہی کہتے ہیں انھیں مفتی کا فتویٰ نفع نہ دے گا واللہ یعلم المفسد من المصلح (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ ت) اور اس کیفیت چیز کی بد خو ہے کہ چند روز میں گھر کر لیتی ہے اور پھر پھڑپھڑائے نہیں چھوٹی اور بتدریج پاؤں پھیلاتی ہے یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں آدمی کو خاصا ایونی کر لیتی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، اظہار کھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے باطن کی جھلیوں میں سوراخ ہو جاتے ہیں اس کے سوا دوسری کسی بلا سے نہیں بھرتے ناچار عادت ڈالنی پڑتی ہے کما نقلہ العلامة الشامی عن تذکرۃ داؤد الانطاکی (جیسا کہ علامہ شامی نے داؤد الانطاکی کے تذکرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ ت) حتی الامکان بچے اور اگر ایسی ہی ضرورت شدیدہ ہو تو خالی کھانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مرض کے مناسب کسی نسخہ میں اتنا جز شریک کر لیں کہ ایک دن کی قدر شربت میں بہت قلیل مقدار آئے جس پر نشہ وغیرہ کا گمان نہ ہو اس تقدیر پر اسکی صورت بھی اہل لہو کی مستعمل صورت سے جدا ہو جائے گی اور موضع تہمت پر وقوف بھی نہ ہوگا، حدیث نقل کرتے ہیں؛

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقطن
مواقف التہم۔
جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ
ہرگز تہمت والی جگہوں پر وقوف نہیں رکھتا (ت)

حدیث میں ہے: ایاک وما یسوا الاذن (اس چیز سے بچ جو کانوں کو گنہگار کرے۔ ت) حدیث
میں ہے: ایاک وما یعتذر منه (اس کام سے بچ جس سے معذرت کرنی پڑے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ
اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

۲۹۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۲۰/۲	لہ القرآن الکریم
۲۴۹ ص	نور محمد کتب خانہ کراچی	۲۲۰/۲	لہ رد المحتار
۳۴۱ ص	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۲۰/۲	لہ مرآتی الفلاح علی ہاشم حاشیۃ الطحاوی باب ادراک الفرضیہ
۶/۲	المکتب الاسلامی بیروت	۲۲۰/۲	لہ حاشیۃ الطحاوی علی مرآتی الفلاح باب ما یفسد الصوم ویوجب القضاء
۳۴۶/۲	دار الفکر بیروت	۲۲۰/۲	لہ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی الغادیۃ رضی اللہ عنہ
		۲۲۰/۲	لہ المستدرک للحاکم کتاب الرقاق

رسالہ

حُقَّةُ الْمَرْجَانِ لِمَهْر حَكَمِ الدَّخَانِ

۱۳

(مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

سلسلہ از بنگالہ طالب حقہ
چرمی فرماہند (کیا فرماتے ہیں) علمائے دین، حقہ پینا یا تمباکو کھانا کیسا ہے حرام یا مکروہ؟

میں نے "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" میں دیکھا جس کو بعینہ لکھ رہا ہوں۔

ستائیسویں حدیث: میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک مرد خود تو تمباکو نوشی نہیں کرتا تھا لیکن مہمانوں کے لئے اس نے حقہ تیار کر رکھا تھا معلوم نہیں خواب میں یا بیداری میں اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی در ان حالیکہ آپ اس کی طرف متوجہ تھے پھر آپ نے اس سے اعراض فرمایا، اس شخص نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیزی سے اس مکان سے نکل گئے، میں تیزی سے آپ کی طرف گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا گناہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تیرے گھر میں گندگی (حقہ) ہے جو ہمیں ناپسند ہے۔

اٹھائیسویں حدیث: میرے والد صاحب نے مجھے خبر دی کہ دونیک مرد تھے جن میں سے ایک عالم و عابد اور دوسرا عابد تھا مگر عالم نہیں تھا ان دونوں نے خواب میں بیک وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عابد کو اپنی مجلس میں داخل ہونے کی اجازت عنایت فرمائی جبکہ عالم کو اجازت نہ بخشی، چنانچہ عابد نے

انی ساریت فی الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، واکتبه بعینہ۔

الحديث السابع والعشرون: اخبرني سيدى الوالد قال كان من اصحابنا لا يميز التباك ولكنه كان قد اهياء القذرة لاضيافه فرأى النبي صلى الله تعالى عليه وسام في النوم او اليقظة لا ادرى اى ذلك كان مقبلا اليه ثم اعرض وخرج من ذلك المكان قال فشد فشدت اليه وقلت يا رسول الله (صلى الله تعالى عليك وسلم ما ذنبى فقال فى بيتك الذرة ونحن نكرهها۔

الحديث الثامن والعشرون: اخبرني سيدى الوالد كان من الصالحين احدهما عالم عابد والاخر عابد ليس بعالم فرأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فى ساعة واحدة كأنه اذن للعابد ان يدخل فى مجلسه ولم ياذن للعالم فقال العابد

بعض القوم عن ذلك فقال
هو يميز التباك والنبي صلى
الله تعالى عليه وسلم يكرهه
فلما كانت الغد دخل على
العالم فوجدته يبكي لما
سراى الليلة فاخبره عن
السبب فتاب عن ساعته
ثم سراى النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم من الليلة
الآتية على صورة واحدة كأنه
اذن للعالم وقربه
منه - والسلام ثم السلام -

بعض لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا
انہوں نے کہا کہ وہ تمباکو نوشی کرتا ہے اور نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے
ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ عابد عالم کے پاس
گیا تو اسے رات والی خواب کی وجہ سے
روتے ہوئے پایا، چنانچہ عابد نے عالم کو
(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی
کے) سبب کی خبر دی تو عالم نے اسی وقت
تمباکو نوشی سے توبہ کر لی۔ پھر آئندہ رات
کو ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی صورت پر دیکھا
گویا کہ آپ نے عالم کو اپنی مجلس میں داخلہ
کی اجازت عطا فرمائی اور اسے اپنا
قرب بخشا۔ والسلام ثم السلام۔

الجواب

حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامۃ بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علمائے عظام
حرمین محترمین زاد ہما اللہ شرفاً و تکریماً میں راجح ہے شرعاً مباح و جائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے
اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع و ناجائز کہنا یساً احوال قلیان سے بے خبری پر مبنی،
کیا عرض للکثیر من المتکلمین
علیہ فی بد و ظہورہ قبل
اختیارہ و وضوح امرہ فقیل
مکرو قیل مضراً و

جیسا کہ اس پر گفتگو کرنے والے بہت سے
حضرات کو اس کے پرکھنے اور اس کی حقیقت
وضوح ہونے سے پہلے شبہ لاحق ہوا، چنانچہ کسی
نے کہا یہ نشہ آور ہے، کسی نے کہا نقصان دہ

قیل مضر مطلقاً کالسموم و قیل و قیل۔

ہے کسی نے کہا زہریلی چیز کی طرح مضر ہے، اسی طرح کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ کہا۔ (ت)

يَا بَعْضَ احوال عارضه بعض فساق تناولين کی نظر پر مبنی،

اس شخص کے قول کی طرح جس نے کہا کہ اس پر فسق لوگ جمع ہوتے ہیں جیسے وہ محرمات پر جمع ہوتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے رکاوٹ بنتا ہے (ت)

كقول من قال انه مما يجتمع عليه الفساق كاجتماعهم على المحرمات وقول آخر انه يصد عن ذكر الله وعن الصلوة۔

يَا بَعْضَ عوارض مخصوصه بعض بلاد و بعض اوقات امصار کو ہرگز شامل نہیں،

كمن احتج بالنهي السلطاني على كلام فيه للعلامة النابلسي۔

جیسے وہ شخص جس نے نہی سلطانی کے ساتھ اسد لال کیا جانے کا علامہ نابلسی کا اس میں کلام ہے۔ (ت)

يَا مُحض مفریات كاذبه ومخرجات ذاهبه پر متفرع،

جیسے اس شخص کی جسارت جس نے کہا کہ ہر دھواں حرام ہے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث گھڑی اور جیسے اس شخص کی جرات جس نے کہا اس کی حرمت پر اجماع ہے

كتهور من تفوه ان كل دخان حرام وجعله حديثاً عن سيد الانام عليه افضل الصلوة و اكمل السلام و كجبراة من قال اجمعوا على

ورنہ تو کوئی دوا، غذا بلکہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو محض نافع ہو اور ضرر سے بالکل خالی ہو حتیٰ کہ شہد جس کے متعلق قرآن ناطق ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے اور گائے کا دودھ جس پر حدیث کی نص ہے کہ یہ شفاء ہے ۱۲ منہ (ت)

له و الافلا دواء و لا غذا بل ولا شئ في عالم الخلق من هذا القبيل متحصلاً للنفع خالصاً عن الضرر حتى الشهد الذي نطق القرآن العزيز بان فيه شفاء للناس و البان البقر المنصوص في الاحاديث انها شفاء ۱۲ منہ۔

حرمته و الاجماع حجة۔

اور اجماع حجت ہے۔ (ت)

فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پانی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف و تصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعویٰ باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دمہ
 الانبیاء۔

جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا۔

اور دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانما ترفی باقمہ
 فی الکعبۃ۔

جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔

انا لله و انا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ بت) جمل بھی کیا بد بلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ و دانستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان اٹھایا اور حدیث متواتر من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدها من النار کا اصل ادھیان نہ لایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو بچہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔

اللهم تب علینا وعلیہ ان کانت حیثا
 واغفر لنا وله ان کانت میتا۔

اے اللہ! ہماری توبہ قبول فرما اور اس کی بھی اگر وہ زندہ ہے اور ہماری مغفرت فرما اور اس کی بھی مغفرت فرما اگر وہ مرچکا ہے۔ (ت)

یاقواعد شرع میں بیغوری اور نظر و فکر کی بیغوری سے پیدا،

کوزعم من نرعم انه بدعة
 وکل بدعة ضلالة و منه نرعم
 ان فیہ استعمال الة العذاب یعنی
 الناس و ذلک حرام و هذا من البطلان

جیسے اس شخص کا گمان جس نے کہا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔ اور اسی سے یہ گمان کہ اس میں آلہ عذاب یعنی آگ کا استعمال ہوتا ہے اور وہ حرام ہے۔ حالانکہ اس کا بطلان واضح ترین ہے۔

صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱
 صحیح مسلم باب تغلیط الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ۱/۶

بابیت مکات قالہ المحدث الدہلوی
 فیما نسب الیہ باستعمال السماء
 المعذب بہ قوم نوح علیہ الصلوٰۃ
 والسلام قلت وفي الترویج بالمراوح
 استعمال الة عذاب عاد واما اصلاح
 العصری اللکنوی بزیادة قید علی
 هیأۃ اهل العذاب فاقول لا یجدی
 نفعاً والاسم یجزا لا غتسال بسماء
 حار قال تعالیٰ یصب من
 فوق رؤسہم الحمیم وماذا
 یزعم الزاعم فی دخول
 الحمام، فیكون علی هذا
 حرام، امنہیا عنہ لذاتہ
 بل من الکبائر ما مطلقاً
 علی ما اختار هذا الفاضل
 من کون تعاطی المکرورہ
 تحریماً من الکبائر و بعد الاعتیاد علی ما علیہ
 الاعتقاد من کونہ فی نفسہ من الصغائر و ذالک
 لان الحمام کما افاد العلامة المناوی فی التیسیر
 اشبه شیء بجهنم النار من تحت والظلام من فوق

یہ ہی کہا محدث دہلوی (مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ
 نے جو ان کی طرف منسوب کہ اس میں اس پانی کا
 استعمال ہے جس کے ساتھ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی قوم کو عذاب دیا گیا قلت (میں نے کہا) پنکھے
 کے ساتھ ہوا لینے میں اس آلہ کا استعمال ہے
 جس کے ساتھ قوم عاد کو عذاب دیا گیا۔ رہا معاصر
 لکنوی (مولانا عبدالحی) کا اصلاح کے لئے یہ
 قید بڑھانا کہ اہل عذاب کی میت پر ہے فاقول
 (تو میں کہتا ہوں) کچھ مفید نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ
 گرم پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز نہ ہو، اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ ان (جہنمیوں) کے سروں پر کھولتا ہوا
 پانی ڈالا جائے گا۔ تو ایسا گمان کرنے والا حمام
 میں داخل ہونے سے متعلق کیا کہے گا، کیا یہ حرام
 منہی عنہ لذاتہ بلکہ کبار میں سے ہے یا تو مطلقاً
 جیسا کہ فاضل مذکور کا مختار ہے کہ مکروہ تحریمی کا
 ارتکاب کبار میں سے ہے یا عادت بنالینے سے جیسا کہ
 معتد ہے کہ فی نفسہ یہ صغائر سے ہے، یہ اس لئے
 کہ حمام امام مناوی کی سیر میں ذکر کردہ افادہ
 کے مطابق جہنم کے مشابہ ترین ہے، اس کے
 نیچے آگ اور اوپر دھواں ہے، اس میں بے چینی

اس سے مراد مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں۔ (ت)
 اس سے مراد مولوی عبدالحی لکنوی ہیں۔ (ت)

علہ المراد بہ مولانا شاہ عبدالعزیز المحدث الدہلوی۔
 علہ المراد بہ مولوی عبدالحی اللکنوی۔

وفيه الغم والحس والضيق ولذا لما دخله سيدنا سليمان بنى الله عليه الصلوة والسلام تذكريه النار وعذاب الجبار اخرج العقيلي والطبراني وابن عدى والبيهقي في شعب الايمان عن ابى موسى الاشعري رضى الله تعالى عنه يرفعه الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال اول من دخل الحمامات وصنعت له النورة سليمان بن داود فلما دخله وجد حرة وغمه فقال اوه من عذاب الله اوه قبل ان لا يكون اوه قلت وبهذا يرد حديث التشبه باهل النار و حديث الملايسة بالنار كما لا يخفى على اولى الابصار.

حس اور تنگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام حمام میں داخل ہوئے تو انھیں آگ اور عذاب جبار یاد آ گیا۔ عقیلی، طبرانی، ابن عدی اور بیہقی نے شعب الايمان میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو حمام میں داخل ہوئے اور اس کے لئے چونا تیار کیا وہ سیدنا سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں، جب وہ اس میں داخل ہوئے تو اس کی گرمی اور بے چینی کو پا کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا درد، یہ تو درد مند ہوتا ہے قبل اس کے درد مندی نہ ہو۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) اس کے ساتھ اہل نار سے مشابہت اور نار سے ملاہست کی حدیث ارد ہے جیسا کہ ارباب بصیر پر پوشیدہ نہیں۔ (ت) ولہذا علمائے محققین واجلہ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار و امعان افکار اس کی اباحت کا حکم فرمایا وهو الحق الحقیق بالقبول (اور یہی حق ہے جو قبول کرنے کے لائق ہے۔ ت) علامہ سیدی احمد جموی غزالیون والبصائر میں فرماتے ہیں: يعلم منه حل شرب الدخاں لہ اس سے معلوم ہوا کہ حقہ پینا حلال ہے۔ (ت) اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی علت معلوم ہوئی۔ علامہ عبد الغنی

لہ الضعفاء البکیر ترجمہ ۹۵ اسمعیل بن عبد الرحمن الداؤدی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۸۴ و ۸۵
شعب الايمان حدیث ۷۷۷۸
لہ غزالیون البصائر مع اشباہ والنظائر القاعدة الثالثة الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱/۹۸

بن علامہ اسمعیل نابلسی قدس سرہا القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں،

من البدع العادیة استعمال التت و
والقهوة اثناع ذکرهما فی هذا الزمان
بین الاسافل والاعیان والصواب انه
لاوجه لحرمتہما ولا لکراہتہما فی
الاستعمال الخ۔

بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا
جن کا چہرہ چا آج کل عوام و خواص میں شائع
ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ
ہے نہ کراہت کی۔

علامہ محقق علامہ الدین دمشقی در مختار میں عبارت اشباہ نقل کر کے فرماتے ہیں،

قلت فیفہم منہ حکم التت لہ شامی میں ہے: وهو الاباحۃ علی المختار
یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔

پھر فرمایا،

وقد کرہہ شیخنا العمادی فی ہدیۃ الحاق
لہ بالثوم والبصل بالاولیٰ لہ

ہمارے استاد عبد الرحمن بن محمد عماد الدین دمشقی
نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے لہسن و پیاز سے
ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابوالسعود پھر علامہ سیدی احمد طحاوی نے حاشیہ در مختار میں فرمایا،

لا یخفی ان الکراہۃ تنزیہیۃ بدلیل
الالحاق بالثوم والبصل والمکروہ تنزیہا
یجامع الجوانس لہ

پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے
لہسن اور پیاز کی، اور مکروہ تنزیہی حبانہ
ہوتا ہے۔

علامہ حامد آفندی عمادی بن علی آفندی مفتی دمشق الشام قناوی معنی المستفتی عن سوال لمفتی

میں علامہ محی الدین احمد بن محی الدین حیدر کردی جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں،

۱۳۲-۱۳۳	الدلیل علی قبح البدع والنہی عنہا الملکبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	شرح الطریقۃ المحمدیۃ	لہ الحدیقۃ الندیۃ
۲۶۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الاشریہ	لہ الدر المختار
۲۹۶/۵	دار الاحیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المختار
۲۶۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	"	لہ الدر المختار
۲۲۶/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاشریہ	لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار

حلتِ قلیان پر فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع
 حرج ہے کہ اکثر اہل اسلام اس کے پینے میں
 مبتلا ہیں معہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے
 اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو
 کاموں میں اختیار دیتے جاتے جو ان میں زیادہ آسان
 ہوتا اُسے اختیار فرماتے، رہا اُس کا بدعت ہونا
 کچھ باعثِ ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں
 ہے نہ کہ امور دین میں، تو اس کی حرمت ثابت

کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین ویاور ملتا نظر نہیں آتا۔

علامہ خاتمہ المحققین سیدی امین الملہ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار

حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

علامہ شیخ علی اجہوری مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
 حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا
 کہ چاروں مذہب کے ائمہ معتمدین نے اس کی
 حلت پر فتویٰ دیا۔

في الافاء بحله دفع الحرج عن المسلمين
 فان اكثرهم مبتلون بتناوله مع ان
 تحليله اليسر من تحريمه وما خیر
 من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 بين امرين الا اxtار اليسرهما واما كونه
 بدعة فلا ضرر فانه بدعة في التناول
 لا في الدين فاثبات حرمة امر عسير
 لا يكاد يوجد له نصير

للعلامة الشيخ على الاجهوري المالكي رسالة
 في حله نقل فيها انه افتى بحله من
 يعتمد عليه من ائمة المذاهب
 الاربعة

پھر فرماتے ہیں:

حلتِ قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ
 حضرت عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک
 رسالہ تالیف فرمایا جس کا "الصلح بين الاخوان
 في اباحة شرب الدخان" نام رکھا اور اپنی
 بہت تالیفاتِ نفیسیہ میں اس سے تعرض کیا
 اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر

قلت والفي في حله ايضا سيدنا العارف
 عبد الغنى نابلسي رسالة سماها
 الصلح بين الاخوات في اباحة شرب
 الدخات و تعرض له
 في كثير من تاليفه المحسان
 واقامة الطامة الكبرى

للعقود الدرية بحواله محي الدين الكردى الجورى، في الرد على من افتي بجرمة شرب الخان، ارث زار قنذر افغانستا ۳۶۶
 دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۵ کتاب الاشریہ

على القائل بالحرمة او بالكرهه فانهما
 حکمان شرعیان لا بد لهما من دلیل لا دلیل
 على ذلك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره
 ولا اضراسه بل ثبت له منافع فهو
 داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء
 الاباحه وان فرض اضراسه للبعض
 لا يلزم منه تحريمه على كل احد
 فان العسل يضر باصحاب الصفراء الغالبة
 وربما امريضهم مع انه شفاء بالنص
 القطعي وليس الاحتياط في الافتراء
 على الله تعالى باثبات الحرمة
 او الكراهة للذين لا بد لهما
 من دليل بل في القول بالاباحه التي هي
 الاصل وقد توقف النبي صلى الله تعالى عليه
 وسلم مع انه هو المشرع في تحريم الخمر
 ام الجبائث حتى نزل عليه النص القطعي فالذي
 ينبغي للناس اذا سئل عنه سواء
 كان من يتعاطاه او لا كرهذا
 العبد الضعيف وجميع من في بيته ان
 يقول هو مباح لکن سائحتہ تستکرهما
 الطباع فهو مکروه طبعاً لا شرعاً الى آخر
 ما اطال به رحمه الله تعالى له

قیامت کبری قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں
 جن کے لئے دلیل درکار۔ اور یہاں دلیل معدوم
 کہ نہ اس کا نشہ لانا ثابت ہو انہ عقل میں فتور
 ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے
 ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل کہ اصل
 اشیا میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض
 کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت ثابت
 نہیں ہوتی، جن مزاجوں پر صفر غالب ہوتا ہے
 شہد انھیں نقصان کرتا ہے بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے
 بالانکہ وہ بنص قرآنی شفا ہے، اور یہ احتیاط کی
 بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افتراء
 کر دیجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت بلکہ احتیاط
 مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے، خود نبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بنفس نفیس صاحب شرع
 ہیں شراب حبسی ام الجبائث کی تحریم میں توقف
 فرمایا جب تک کہ نص قطعی نہ اُترے تو آدمی کو چاہئے
 جب اس سے حقہ کے بارے میں سوال کیا جائے
 تو اسے مباح ہی بتائے خواہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو
 جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں (کہ ہم
 میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پڑتا ہوں)
 ہاں اس کی طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ
 طبعی ہے نہ کہ شرعی، اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام
 طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

بالجمله عند التحقيق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ عجماً و عرباً و شرقاً و غرباً عام مومنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامۃ اُمتِ مرجمہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملتِ حنفیہ سمجھ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی، اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے :

فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین
اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے (ت)

اور اسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا:

اقول (میں کہتا ہوں کہ) ہماری اس سے مراد یہ نہیں کہ عام مسلمان اگر کسی حرام میں مبتلا ہو جائیں تو وہ حلال ہو جاتا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ عموماً بلوی شرعی طور پر اسبابِ تخفیف میں سے ہے کوئی تنگی نہیں جس میں وسعت نہ پیدا ہو، جب یہ معاملہ ایک اختلافی مسئلہ میں واقع ہوا تو مسلمانوں کو تنگی سے بچانے کے لئے آسانی کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت و نجاست میں جاری ہے ایسے ہی حرمت و اباحت میں بھی جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تو اس ضابطہ کو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے غیر کے قول پر فتویٰ دینے کے مجوزات میں دیکھتا ہے جیسا کہ مسئلہ مخابره وغیرہ میں حالانکہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلا ضرورت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول سے عدولی نہیں کیا جائیگا بلکہ یہ ضابطہ

اقول ولسنا نعتی بهذا ان عامة المسلمین اذا ابتلوا بحرام حل بل الامرات عموم البلوی من موجبات التخفيف شرعا وما ضاق امر الا التسع فاذا وقع ذلك في مسألة مختلف فيها ترجح جانب اليسر صونا للمسلمین عن العسر ولا يخفى على خادم الفقه ان هذا كما هو جازم في باب الطهارة والنجاسة كذلك في باب الاباحه والحرمة ولذا تراة من مسوغات الافتاء بقول غير الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ كما في مسألة المخابرة وغيرها مع تنصيرهم بانہ لا يعدل عن قوله الخ قول غيره الا لضرورة بل هو

لہ العقود الدریتہ فی الرد علی من افتی بجرمتہ شرب الدخان ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۹۶/۲

من مجونرات الميل الى رواية النوادر
 على خلاف ظاهر الرواية كما
 نصوا عليه مع تصريحهم بان ما يخرج
 عن ظاهر الرواية فهو قول
 مرجوع عنه وما رجع عنه المجتهد
 لم يبق قولاً له وقد ثبت العلماء
 بهذا في كثير من مسائل الحلال
 والحرام ففي الطريقة وشرحها
 الحديقة في زماننا هذا لا يمكن
 الاخذ بالقول الاحوط في الفتوى
 الذي افتى به الائمة وهو ما اختاره الفقيه
 ابوالليث انه ان كان في غالب الظن ان
 اكثر مال الرجل حلال جاز قبول هديته
 ومعاملته الا لا اهل ملخصاً، وفي رد المحتار
 من مسألة بيع الثمار لا يخفى تحقق الضرورة
 في زماننا، ولا سيما في مثل مشق الشام، وفي
 نزعهم عن عادتهم حرج، وما ضاق
 الامر الا اتسع ولا يخفى ان
 هذا مسوغ للعدول عن ظاهر
 الرواية اهل ملخصاً، وفي
 مسألة العلم في الشوب

ظاہر الروایہ کے خلاف روایت نوادر کی طرف
 میلان کے لئے بھی مجوز ہے جیسا کہ علماء نے
 نص فرمائی باوجودیکہ وہ تصریح فرما چکے ہیں کہ
 جو قول ظاہر الروایہ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ
 ہے اور جس قول سے مجتہد رجوع کر لے وہ اسکا
 قول نہیں رہتا۔ علماء نے بہت سے مسائل حلال و
 حرام میں اس سے استدلال کیا ہے۔ طریقہ
 اور اس کی شرح حدیقہ میں ہے کہ ہمارے زمانے
 میں قول احوط کو لینا جس پر ائمہ کرام نے قوی
 دیا ہے ممکن نہیں۔ اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیاراً
 فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کے اکثر مال کے حلال ہونے
 کا گمان غالب ہو تو اس کا ہدیہ قبول کرنا اور
 اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے ورنہ نہیں
 اہ اختصار، اور رد المحتار میں پھلوں کی بیع کے
 مسئلہ میں ہے ہمارے زمانے میں اس کی
 ضرورت کا تحقق ہونا پوشیدہ نہیں خصوصاً
 شام کے شہر دمشق میں، اور ان کو عادت سے
 ہٹانے میں حرج ہے، اور کوئی تنگ معاملہ
 نہیں جس میں وسعت نہ آئے، مخفی نہیں کہ
 یہ بات ظاہر الروایہ سے عدول کی مجوز ہے اہ
 تلخیص۔ اور کپڑے پر نقش و نگار کے مسئلہ میں ہے

۱۔ بحر الرائق کتاب القضاء فصل مجوز تعلیم من شار من المجتہدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۷
 ۲۔ الحدیقہ النذیرۃ الباب الثالث الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۲
 ۳۔ رد المحتار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹

هو ارفق باهل هذا الزمان لثلا يقعو ا
 في الفسق والعصيان اه وفيه من كتاب
 الحدود ومقتضى هذا كله ان من زفت
 اليه ن زوجته ليلة عرسه ولم يكن
 يعرفها لا يحل له وطؤها ما لم تقل واحدة
 او اكثر انها زوجته وفيه حرج عظيم
 لانه يلزم منه تاشيم الامثة اه
 ملخصا الف غير ذلك من مسائل
 يكثر عددها و يطول سردها فان دفع
 ما عسى ان يوهم من قول
 الفاضل اللكنوي ان عموم البلوى
 انما يؤثر في باب الطهارة والنجاسة
 لا في باب الحرمة والاباحة صرح به
 الجماعة اه

کہ اس میں اہل زمانہ کے لئے نرمی ہے تاکہ وہ فسق اور
 گناہ میں مبتلا نہ ہوں اور اسی کے کتاب الحدود
 میں ہے اور اس تمام کا مقتضی یہ ہے کہ اگر شب
 زفاف شوہر کے پاس اس کی بیوی بھیجی جائے تو اس
 وقت تک اس کے لئے وطی حلال نہیں جب تک
 وہ عورت ایک یا کئی بار اس کو کہہ نہ دے کہ وہ
 اس کی بیوی ہے حالانکہ اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ
 اس سے امت کو گنہگار بنانا لازم آتا ہے اہل تخص
 اس کے علاوہ کئی مسائل جن کی تعداد کثیر اور ان کو
 بیان کرنے میں طوالت ہے۔ اس سے فاضل لکنوی
 کے قول سے پیدا ہونے والا یہ وہم دور ہو گیا کہ عموم
 بلوی صرف طہارت و نجاست میں مؤثر ہے نہ کہ
 حرمت و اباحت میں۔ جماعت علماء نے اس کی
 تصریح فرمائی ہے اہ۔ (ت)

ہاں بنظر بعض وجوہ اُسے تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علانی و علامہ ابوالسعود و علامہ طحاوی و
 علامہ شامی نے الحاقاً بالثوم والبصل افادہ فرمایا۔
 علی مراد فیہ لبعض الفضلاء مع کلام
 فی ذلك السراء۔
 علامہ شامی فرماتے ہیں ،
 الحاقہ بما ذکرہوا الانصاف یہ

اس میں بعض فضلاء کو شک ہے باوجودیکہ اس
 شک میں کلام ہے (ت)

اس کا مذکور کے ساتھ الحاق کرنا ہی انصاف ہے۔ (ت)

۱۔ ردالمحتار کتاب الخطر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۵
 ۲۔ کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۱۵/۳
 ۳۔ ترویج الجنان بشریح حکم الدخان للکنوی
 ۴۔ ردالمحتار کتاب الاشریہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۶/۵

اقول (میں کہتا ہوں) یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا،

جیسا کہ فاضل لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں اس پر جزم فرمایا، اور ایک رسالہ میں تردید فرمایا۔ اور اس مسئلہ میں (حضرت مولانا شاہ عبد العزیز) محدث دہلوی کی طرف منسوب کلام مضطرب ہے، پہلے انہوں نے وہم کیا کہ یہ مکروہ تحریمی ہے پھر رجوع کر کے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

كما جزم به الفاضل اللکنوی فی فتاواہ و تردّد فیہ فی رسالۃ واضطرب فیہ کلام المحدث الدہلوی (ہو مولانا الشاہ عبد العزیز المحدث الدہلوی) فیما نسب الیہ فاوہم اولاً انه یوجب کراہۃ التحریم و عاد آخرًا فقال التنزیہ۔

سراسر خلاف تحقیق ہے **ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت ہے جائز تک میں اس کا وہ رتبہ ہے جو بہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب کچھ تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں، مکروہ تنزیہی کچھ تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں، پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صد من عن الفاضل اللکنوی تبعہ السید المشہدی ثم الکردی (جیسا کہ فاضل لکھنوی سے صادر ہوا پھر اس کی اتباع سید مشہدی پھر کردی نے کی۔ ت) سخت لغزش و خطائے فاسد ہے یا رب مکروہ گناہ کون سا جو شرعاً مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔ فقیر غفر لہ المولیٰ القدر نے اس خطائے شدید کے رد میں ایک مستقل تحریر مسٹھی بہ جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیہ تحریر کی و باللہ التوفیق، **ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) یہیں مانجن فیہ میں تین وجہ سے کراہت تنزیہیہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کر دینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدہلوی (جیسا کہ محدث دہلوی کی طرف منسوب تحریر میں واقع ہوا۔ ت) محض نامقبول، قطع نظر اس سے کہ ان وجہ سے اکثر محل نظر، شرع سے اصلاً اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے و من ادعی فعلیہ البیان (جو دعویٰ کرے بیان دلیل اسی پر واجب ہے۔ ت) خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خاں دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین حقیقہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں حیث قال (جہاں فرمایا۔ ت) :

جو محققین کراہت تنزیہی کے قائل ہیں انہوں نے بھی فقہی روایات سے استدلال کیا ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے کہا الخ

اما المحققون القائلون بکراہتہ تنزیہا فہم ایضاً شثوا بالروایات الفقہیۃ مثل ما قال صاحب الدر المختار الخ۔

اور اسی میں تصریح ہے کہ حالت مشائخنا لہما اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے ساتھ
 نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کی تقریباتیں ہیں شاہ صاحب نے اسے
 تحریر انیق و تقریر بر شیق و صحیح المبانی مستحکم عمدہ تحریر، خوبصورت تقریر، صحیح عبارت والی،
 المعانی و موافق روایات و مطابقت درایات لہ
 مستحکم معانی والی، روایات کے موافق اور
 درایات کے مطابق (ت)

بتایا، اور شاہ رفیع الدین صاحب نے،

استحسنت غاية الاحسان مانثر بانیہ
 من جواهر لآلیۃ فی مبانیہ و
 معانیہ لہ
 انتہائی مستحسن ہیں موتیوں کے جواہر جو اس کے
 بانی نے اس کی عبارات اور معانی میں
 بکھیرے ہیں (ت)

فرمایا، تو ظاہر اور دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے
 کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش و مضحک اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہمہمت صحیح ہی مانئے
 تو رسالہ تلمیذ کی مدح و تقریظ مناقض و معارض ہوگی وہ تحریر پایہ اعتبار سے یوں بھی گر گئی۔ اور اس سے بھی
 قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباع حق سے نہ تقلید اہل عصر و اتباع زید و عمرو و اللہ الہادی و ولی الایادی۔
 الی صل معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق و حق تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح اور غایت درجہ صرف

مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیتے اچھا کرتے ہیں اور جو پیتے ہیں برا نہیں کرتے۔

فان الاساءة فوق کراہة التنزیہ کما
 حقیقہ العلامة الشامی بہ
 کیونکہ اسرارہ مکروہ تنزیہی سے اوپر ہے جیسا کہ
 علامہ شامی نے اس کی تحقیق فرمائی (ت)

البتہ وہ حقہ جو بعض بہتال بعض بلاد ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیتے اور دم
 لگاتے اور جو اس و دماغ میں فتور لاتے اور دیدہ و دل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع و ناجائز
 و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشنے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے ہر منفرد چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفسیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔

انام احمد اور ابو داؤد سے بسند صحیح حضرت سیدہ
ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے ہر نشہ آور چیز اور مست کر دینے والی شے
سے منع فرمایا (ت)

احمد و ابو داؤد بسند صحیح عن ام سلمة
رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت نہی رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل
مسکر و مفتول

اور ایک صورت ممانعت کی اوقات خاصہ کے لئے اور پیدا ہوگی رات کو فریہ کے ساتھ مسجد

میں جانا جائز نہیں

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی
کے مطابق کہ جو اس درخت خبیثہ (یعنی تھوم)
کو کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے کہ جس
بات سے آدمیوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے
فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من
اکل من ہذا الشجرة الخبیثة فلا
یقربن مصلانا فان الملائکة تتأذی
مہایتأذی منه بنو آدم

تو اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو بے کلی کے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر
سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اور اُسے کھا کر
جب تک بوزائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی
پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کلی سے بھی بکلی زائل نہ ہو تو قرب جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ
اب وہ ترک جماعت و ترک سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخول مسجد کا موجب ہوگا اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز
ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف موڈی ہو ممنوع و ناروا ہے،

اس مسئلہ کی تحقیق اس کے نظائر سمیت کتاب
الوقف میں ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس طور پر کر دی
ہے کہ اس کی طرف رجوع متعین ہے اور اس
سے غفلت ناجائز ہے۔ (ت)

وقد حققنا المسألة مع نظائرها فی
کتاب الوقف من فتاویٰ بنا بما یتعین
الرجوع الیہ ولا یجوز التغافل
عنه۔

۱۶۳/۲ لہ سنن ابی داؤد کتاب الاثریہ باب ما یجاری فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور
۳۰۹/۶ مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت
۲۲/۱ لہ المعجم الصغیر باب الالف من اسمہ احمد دار المکتب العلمیہ بیروت

یہیں سے تمباکو کھانے کا حکم واضح ہو گیا وہ فی نفسہ نباتات مباحہ سے ہے جس کی ممانعت اکل پر شرع مطہر ہرگز ذوال نہیں تو اسے بعد وضوح حال حرام یا مکروہ تحریمی کہنا شرع پر جرات و تہمت ہے ہاں غایت وہی تہزیب ہی کراہت ہے اقول بلکہ حقیقت سے اشد کہ دھواں منہ میں قائم نہیں رہتا تمباکو کو کھانے کی کیفیت نہ ہو اور حقیقت جلد جلد تازہ کیا جائے ہر بار پانی بدلا جائے تو اس سے تغیر رائحہ ہوتا ہی نہیں خصوصاً جبکہ تمباکو خوشبو دار ہو اور حالت متوسط پر بھی اس سے جو تغیر ہوتا ہے بہت سریع الزوال ہوتا ہے کلیوں سے فوراً جاتا رہتا ہے اور بے کلی بھی تھوڑی دیر میں ہوا میں اسے لیجاتی ہیں بخلاف تمباکو کو کھانے خوردنی کہ اس کا جرم منہ میں دبا رہتا ہے اور مکرر استعمال سے تمام دہن اس کی کیفیت کو بہرہ سے متکیف ہوتا اور اس کی بو میں بس جاتا ہے تو اس کی کراہت تہزیب ہی حقیقت سے زائد ہے اور اس میں ایک دقیقہ اور ہے تمباکو کھانے کا زیادہ رواج عورتوں میں ہے، اور شوہر اگر اس کا غیر عادی اور اس کی بو سے متاثر ہو تو عورت کے لئے اس کا استعمال حد ممانعت تک پہنچے گا

لما فیہ من مناقضۃ ما قصد الشرع
من الایتلاف والتحبیب الح
الا نواج۔

کیونکہ اس میں میاں بیوی کے درمیان اس باہمی
انس و محبت کی ممانعت ہے جو شرعاً مقصود
و مطلوب ہے۔ (ت)

بلکہ عورت عادی نہ ہو اور اس کی بو سے ایذا پائے تو شوہر کے لئے بھی اس کی کراہت اشد ہو جائیگی کہ عورت کے حق میں شوہر کو ایذا دینا یا اسے اپنے بعض بدن مثل زبان و دہن سے تمتع و شوار کر دینا اگرچہ سخت ناپسند شرع ہے مگر مرد کو بھی حکم عاشروہن بالمعروف (ان سے اچھا برتاؤ کرو۔ ت) کی ہدایت، اور ان کی ایذا سے ممانعت، اور ان کی دلداری و دلجوئی کی طرف دعوت ہے۔ اور اگر کثافت بے احتیاطی اس حد کو پہنچی کہ رائحہ کو بہرہ لازم دہن ہو جائے، کلی وغیرہ سے نہ جائے، برابر والے کو ایذا پہنچائے، تو ایسے تمباکو کا استعمال بیشک ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ خواہی نخواستہ ہی ترک جماعت و مسجد کا موجب ہوگا اور یہ حرام ہے معہذا ایسے تغیر کے ساتھ خود نماز پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا سونے ادب و گستاخی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ہذا هو حق التحقیق، واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

اما ما ذکر السائل من حدیث
الدر الثمین فاقول لا متمسک فیہما

سائل نے در الثمین کے حوالے سے جو دو حدیثیں
ذکر کی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان میں ممانعت کے

للقائل بالمنع معلوم ضرورة من
الدين ان نبينا صلى الله تعالى
عليه وسلم وكذلك سائر اخوانه
من الانبياء والمرسلين والملئكة
المقربين صلوات الله تعالى وسلامه
عليهم اجمعين كلهم طيبون نظيفون
يحبون الطيب ويكرهون الرائحة الكريهة
ثم لم يورث هذا في الثوم والبصل
واخواتهما من المباحات حرمة ولا منعاً
مع ما نطق به الاحاديث الجليلة الصحيحة
مسموعات الصحابة الكرام في اليقظة
مرويات الائمة الاعلام على جمادة الحجية
في الشريعة من قوله صلى الله تعالى عليه
وسلم من اكل الثوم والبصل والكراث
فلا يقربن • وجدنا وغير ذلك من الاحاديث
كيفية بحكاية منام يحكيها بعض
المتأخرين عن بعض من لم يسم وهذا
سيدنا جابر بن عبد الله الانصاري رضي الله
تعالى عنهما راوياً ان النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم قال من اكل ثوماً او بصلاً
فليعتزلنا او قال فليعتزل مسجدنا و
ليقع في بيته وان النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم اتى بقدر فيه خضرات من بقول

قائل کے لئے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوتی یہ بات
ضروریات دین سے معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یونہی دیگر انبیاء
و مرسلین اور ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام
تمام کے تمام صحابہ ستھرے ہیں، خوشبو کو پسند اور
بدبو کو نا پسند کرتے ہیں۔ پھر محض بدبو کا پایا جانا
تو تھوم اور پیاز وغیرہ مباح اشیا میں بھی حرمت
ممانعت کو ثابت نہیں کرتا باوجودیکہ اس پر وہ
عظیم الشان احادیث صحیحہ وارد ہیں جو صحابہ کرام
نے بیداری کی حالت میں سنی ہیں اور ائمہ اعلام
سے اس طریقے پر مروی ہیں جو شریعت میں
حجت ہے، جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا ارشاد کہ جس نے تھوم، پیاز اور گندنا کھایا
وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس کے
علاوہ دیگر احادیث مبارکہ۔ تو پھر تنید کی حالت
کی حکایت سے کیسے حرمت ثابت ہو سکتی ہے
جس کو بعض متأخرین نے بعض نامعلوم حضرات
سے حکایت کیا۔ سیدنا حضرت جابر بن عبد اللہ
انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا جس نے تھوم یا پیاز کھایا وہ ہم
یا ہماری مسجد الگ ہے اور اپنے گھر میں بیٹھے نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہنڈیا

۲۰۹/۱ صحیح مسلم کتاب المساجد باب من اكل ثوماً وبصلًا قیدی کتب خانہ کراچی

فوجد لها ريحاً فقال قربوها الى بعض اصحابه وقال كل فاني انا حي من لا تنجى رواه الشيخان وهذا سيدنا ابو ايوب الانصاري رضي الله تعالى عنه قائل ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اتى بطعام اكل منه وبعث بفضله المت وانه بعث المت يوماً بفضلة لم يأكل منها لان فيها ثوما فسألته حرام هو قال لا ولكن اكرهه من اجل ريحها قال فاني اكره ما كرهت رواه مسلم فهذا شيء اخرج غير المنع الشرعي وانما الكلام فيه ، والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه حبل محبده اتم واحكم.

پیش کی گئی جس میں مختلف قسم کی سبزیاں تھیں آپ نے ان کی بو کونا گوار پایا تو بعض اصحاب کے قریب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اسکو کھاؤ کیونکہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرماتے اور چونچ جاتا وہ میری طرف بھیج دیتے، ایک دن آپ نے میرے پاس سبزی بھیجی جس میں سے خود کچھ نہ کھایا کیونکہ اس میں مقوم تھا، میں نے آپ سے پوچھا کیا یہ حرام ہے، تو آپ نے فرمایا کہ حرام نہیں لیکن میں اس کو ناگوار بو کی وجہ سے پسند نہیں کرتا۔ تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جس کو آپ پسند نہیں کرتے میں بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ ایک دوسری چیز ہے جو ممانعت شرعی کے علاوہ ہے حالانکہ کلام تو ممانعت شرعیہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب سے بڑا

صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما جاء في الثوم التي والبصل قديمي كتب خانہ کراچی ۱/۱۸

صحیح مسلم کتاب المساجد باب نهى من اكل ثوماً ولبلاً الخ " " " ۱/۲۰۹

صحیح مسلم کتاب الاشریہ باب اباحتہ اكل الثوم الخ " " " ۲/۱۸۳

عالم ہے اور اس شرف و بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

کتب
عبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنتی حنفی قادر
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

رسالہ

حقۃ السراجان لہم حکم الدخان

ختم ہوا

مسئلہ ۲۰ از کلکتہ دھرم تلاء مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں نمکین بسکٹوں میں منشی تاڑی بغرض خمیر
ملائی جاتی ہے شیرین میں نہیں مگر میدہ گوندھنے کے ظرف دونوں کے ایک ہی ہیں اور وہ تختہ جس پر بسکٹ بنائے
جاتے ہیں وہ بھی ایک ہی ہوتا ہے نمکین بسکٹ کے سیر بھر آٹے میں پاؤ بھر تاڑی ملائی جاتی ہے نمکین کا
کھانا جائز ہے یا نہیں اور شیریں کا کیا حکم ہے؟ بیٹو! توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو بہتی چیز نشہ رکھتی ہو مذہب صحیح میں اس کا قطرہ نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے ہذا اھو
قول محمد وهو الصحيح وعلیہ الفتویٰ (یہی امام محمد علیہ الرحمہ کا قول ہے، یہی صحیح ہے اور
اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں نمکین بسکٹ مطلقاً حرام و نجس ہیں اور شیریں میں تین صورتیں
اگر ثابت ہو کہ ان کے میدہ یا خمیر میں بھی اس نجاست کے اجزاء ضرور مخلوط ہوتے ہیں تو یہ بھی حرام و
ناپاک، اور اگر تحقیق ہو کہ یہ محفوظ رہتے ہیں مثلاً انھیں التزام ہے کہ جب نمکین کے بعد شیریں بناتے ہیں تو
دست و ظروف کو بقدر کافی دھو ڈالتے ہیں اس کے بعد شیریں کا میدہ گوندھتے بناتے ہیں اگرچہ اس
دھونے سے ان کی نیت تطہیر کی نہ ہو بلکہ صرف اس خیال سے کہ ان میں نمکین نہ آجائے یا اور کسی وجہ سے
یہ دھونا ایسا واقع ہوتا ہے کہ نجاست کے اجزاء دست و ظروف سے زائل ہو جاتے ہیں تو شیریں مطلقاً
حلال و طیب، اور اگر مشکوک و محتمل ہو مثلاً ایک دن میں جس قدر یکے بعد دیگرے بنتے ہیں ان میں تو

شست و شو نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو ناکافی و ناقابلِ تطہیر، مگر دوسرے دن جو بنانا شروع ہوتا ہے تو رات کے باسی برتن خوب دھو لئے جاتے ہیں اور ہمیشہ پہلے نمکین بنانے کا التزام نہیں بلکہ کبھی نمکین کبھی شیریں سے ابتدا کرتے ہیں تو اس صورت میں شیرین کا معاملہ محتمل رہا، ممکن کہ بعد تطہیر پہلے ہی بنے ہوں، ممکن کہ پہلے نمکین بن کر یہ بلا تطہیر بنائے گئے اور ان میں اجزائے نجاست مل گئے ہوں، اس تقدیر پر جن خاص ٹیٹھوں کی نسبت معلوم ہو کہ ان میں غلط نجاست واقع ہو اوہ حرام جن کی نسبت تحقیق ہو کہ ان میں نہ ہو اوہ طیب حلال جن کی نسبت کچھ علم ہو انھیں حرام یا ناپاک نہیں کہہ سکتے،

فان الاصل هو الحل و الطهارة فلا يعارضه الاحتمال و ليس لليقین بالشك
بیشک اصل حل و طہارت ہے چنانچہ احتمال اس کا معارضہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی یقین شک کے ساتھ زائل ہو سکتا ہے۔ (ت)

ان کا حکم ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائی، دودھ، دہی، ملائی وغیرہ اشیاء کا ہو گا کہ کھانا حلال اور پینا بہتر، فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نمکین میں انھیں مسکر تارٹی ڈالنے کا التزام ہو خواہ یوں کہ بازار میں مسکر ہی ملتی ہے وہ وہیں سے لیتے ہیں یا یوں کہ جس غرض سے ڈالتے ہیں وہ مسکر ہی سے حاصل ہوتی ہے غیر مسکر کام نہیں دیتی، اور اگر یہ دونوں امر نہ ہوں بلکہ وہ کبھی مسکر بھی غیر مسکر ہر قسم کی تارٹی ڈالا کرتے ہیں کوئی خاص التزام نہیں تو اب نمکین بکٹوں پر مطلقاً حرمت کا حکم نہیں بلکہ ان کا حال وہ ہو گا جو صورت ثالثہ میں شیرین کا تھا کہ جس خاص کا حال معلوم حکم معلوم ورنہ کھانا روا پینا اولیٰ۔ تارٹی چند ساعت دھوپ کی حرارت پا کر جوش لاتی ہے اور مسکر ہو جاتی ہے یا جس گھڑی میں لی گئی اس میں پہلی تارٹی کا اثر ہو تو اپنی شدت لطافت کے سبب یوں بھی سکر لے آتی ہے ورنہ اگر کوراکھڑا وقت مغرب باندھیں اور وقت طلوع آتا کر اسی وقت استعمال کریں تو اس میں جوش نہیں آتا یہ اگر ثابت ہو تو اس وقت تک وہ حلال و طاہر ہوتی ہے جب جوش لائی ناپاک و حرام ہوتی، پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد بھی اس کی یہ حالت دیر پانہیں رہتی بلکہ کچھ مدت کے بعد ترش ہو کر مر کہ ہو جاتی ہے جس طرح تذکرہ طیب داود انطاکی میں نار جیل کی نسبت ہے،

کبھی اس کا گابھایا ٹہنی فاسد ہو جاتے ہیں اور کوزے کا وہا نہ بند ہو جاتا ہے تو اس سے دودھ بننے لگتا ہے جس کو سیندھی کہا جاتا ہے۔ اس کی حلاوت اور چکنائی ایک دن باقی رہتی ہے اس کے

قد یقصد طلعه او جریدہ ویلقم کونرا
فیسیل منہ لبن ، ویستی
السیندی یبقی یوما علی
الحلاوة والدسومة وله

افعال شراب سے زیادہ سخت ہوتے ہیں اور یہ
اس سے بہتر ہے پھر یہ تند و تیز سرکہ بن جاتا ہے (ت)

افعال اشد من الخمر و هو خیر منہا ثم
یکون خلا بالغاً قاطعاً

مگر میر محمد نومن کے لفظ تحفہ میں یہ ہیں :

اس کی حلاوت ایک دن باقی رہتی ہے پھر وہ ترش
سرکہ بن جاتا ہے۔ (ت)

حلاوت اوتا تک روز باقی سبت بعد از یک
روز مانند سرکہ ترش می شود

لیکن سرکہ ہو جانے اور مثل سرکہ ترش ہو جانے میں فرق ہے، غرض اگر ثابت ہو کہ تازی ایک وقت
تک مسکر نہیں ہوتی یا ایک وقت کے بعد مسکر نہیں رہتی اور انھیں خاص مسکر ہی کے ڈالنے کا التزام
نہیں بلکہ دونوں طرح کے استعمال کرتے ہیں جب تو حکم یہ ہے، اور اگر ثابت ہو کہ اس مدت مقررہ کے بعد
اس کے اجزا خواہی نخواستہ سرکہ ہو جاتے ہیں اگرچہ آٹے میں مل کر تنور میں پک چکے ہوں تو اس مدت کے گزرنے
پر لیسٹ مطلقاً حلال ہو جائیں گے،

کیونکہ حرمت مجاور کی وجہ سے ہے اور اس کا
عین بدل گیا ہے اور در مختار میں ہے اگر شراب
میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی حتیٰ کہ شراب کا اثر
جاتا رہا تو وہ پاک ہو جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے
اس لئے کہ اس کی حقیقت بدل کر سرکہ بن گئی
ہے۔ (ت)

لان الحرمة كانت لسجاور وقد تبدل عينه
قال في الدر المختار لو عجن خبز بخمر
صب خل فيه حتى يذهب اثره فيطهر
في رد المختار لا نقاب ما فيه من اجزاء
الخمر خلا

اور اگر یہ امور نا ثابت ہوں تو حکم وہی ہے کہ اول مذکور ہوا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
مسئلہ از گلگٹ چھاؤنی جوئنال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب۔ اشعبان ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص شراب پئے وہ کیسا ہے؟ بیتوا توجروا
(بیان فرمائیے اجرا پائیے۔ ت)

۱ تذکرۃ اولوالالباب لداود انطاکی حرف النون ذکر نار جیل مصطفیٰ البابی مصر ۳۲۶/۱
۲ تحفۃ المؤمنین علیٰ حامش مخزن الادویۃ تحت لفظ نار جیل نو لکسٹور کانپور ص ۵۵۳
۳ الدر المختار کتاب الطہارت باب الانجاس مطبع مجتہبی دہلی ۵۶/۱
۴ ردالمختار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۳/۱

الجواب

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا وَالْمُسْلِمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (اے اللہ! ہمیں اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھ اپنی رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔ ت) شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق فاجر ناپاک بیباک مردود و ملعون مستحق عذاب شدید و عقاب الیم ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، اللہ ورسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہولناک تہدیدیں فرمائیں، ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں:

حدیث (۱) : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن
رواه الشيخان وغيرهما عن ابى هريرة
رضي الله تعالى عنه -
شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں
رہتا (اس کو شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث (۲) : (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :

لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها
وشاربها وحاملها والمحمولة اليه و
ساقبها وبائعها واكل ثمنها و
المشترى لها والمشتراة له رواه الترمذي
وابن ماجة عن انس بن مالك رضي الله
تعالى عنه ورجاله ثقات -
یعنی جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے اور جو
نکلوائے اور جو پیے اور جو اٹھا کر لائے اور
جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور
جو بیچے اور جو اس کے دام کھائے اور جو
خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے ان
سب پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے لعنت فرمائی (اس کو ترمذی اور ابن ماجہ

نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ت)

حدیث (۳) : کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لے صحیح البخاری کتاب الاشریہ قیدی کتب خانہ کراچی ۸۳۶/۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ۵۵/۱
سنن ابن ماجہ ابواب الاشریہ باب لعنت الخمر الخ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ص ۲۵۰
جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی بیع الخمر الخ امین کمپنی دہلی ۱۵۵/۱

من زانی وشرب الخمر نزع الله منه
الإيمان كما يخلع الانسان القميص من
سراسه - رواه الحاكم عن ابى هريرة
رضى الله تعالى عنه -

جو زنا کرے یا شراب پیے اللہ تعالیٰ اُس سے
ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا
کھینچ لے (اسے امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے - ت)

حدیث (۴) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلاثة لا يدخلون الجنة مد من الخمر
وقاطع الرحم ومصداق بالسحر ومن
مات مد من الخمر سقاہ الله جل و
علا من نهر العوطة، قيل وما نهر
العوطة، قال نهر يجری من فروج
المومسات يؤذى اهل الناس سريح
فروجهن - رواه احمد و ابن حبان في
صحيحه و ابو يعلى عن ابى موسى رضی اللہ
تعالى عنه -

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے : شرابی اور
اپنے قریب رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا
اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ اور جو شرابی
بے توبہ مر جائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ
پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بُری جگہ
سے اس قدر بے گاہ کہ ایک نہر ہو جائے گا
دوزخیوں کو ان کی فرج کی بدبو عذاب پر عذاب
ہوگی وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں
کی فرج سے بے گی اس شرابی کو پینی پڑے گی۔

(والعیاذ باللہ تعالیٰ) (اس کو امام احمد، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور اس
کی تصحیح کی۔ اور ابو یعلیٰ نے اس کو سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔
مسلمان ذرا آنکھیں بند کر کے غور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ نکلنا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

حدیث (۵) : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مد من الخمرات مات لقی الله شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور

المستدرک للحاکم کتاب الایمان اذا زنی العبد خرج منه الایمان دار الفکر بیروت ۲۲/۱

لمسند امام احمد بن حنبل عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۹۹/۴

المستدرک للحاکم کتاب الاشرار ذکر ثلثة لا یدخلون الجنة دار الفکر بیروت ۱۴۶/۴

موارد النظمان باب مد من الخمر حدیث ۱۳۸۰ المطبعة السلفیہ ص ۳۳۵

کعابد وثن - رواه احمد بسند صحیح عندنا
وابن حبان فی صحیحہ عن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس طرح ہوگا جیسے کوئی بُت پوجنے والا (اس کو
امام احمد نے بسند صحیح روایت کیا اور ابن حبان نے
اپنی صحیح میں اس کو سیدنا عبداللہ ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا ہے۔ ت)

حدیث (۶) : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من احد يشرب بها فيقبل الله له
صلوة اربعين ليلة و لا يموت
وفي مثانته منها شئ الا حرمت بها عليه
الجنة فان مات في اربعين ليلة مات
ميتة جاهلية۔

جو شخص شراب کی ایک بوند پئے چالیس روز
تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو، اور جو مر جائے
اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ
بھی ہو تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی،
اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا
وہ زمانہ کفر کی موت مرے گا۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث (۷) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقسم ربی بعزته لا یشرب
عبد من عبیدی جرعة
من خمر الا سقیته مکانہا
من حمیم جہنم معذبا
او مغفورا له، ولا یسقیها صبیا صغیرا
الا سقیته مکانہا من حمیم جہنم معذبا
او مغفورا، ولا یدعها عبد من عبیدی
من مخافتی الا سقیتهایا من حظیرة

میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرمائی ہے
کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب کا پئے گا
میں اسے اس کے بدلے جہنم کا وہ کھولتا ہوا پانی
پلاؤں گا اس کی بخشش تک، اور جو کسی چھوٹے
کو پلائے گا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی
پلاؤں گا اس کی بخشش تک، اور میرا جو بندہ میرے
خوف سے شراب چھوڑے گا اسے اپنے
پاک دربار میں پلاؤں گا (اس کو

لے مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۲/۱
موارد النظمین باب مدین الخمر حدیث ۱۳۶۹ المطبعة السلفیہ ص ۳۳۵
لے المستدرک للحاکم کتاب الاشریہ ان اعظم الکبائر شرب الخمر دار الفکر بیروت ۱۴۴/۴

القدس۔ رواہ احمد عن ابی امامة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲۔ ازیریلی سائل نقشی احمد علی محرر چوکی چونگی قلعہ بریلی ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ
علمائے دین نے حقہ کو حرام مطلق قرار دیا ہے یا مکروہ؟ کیا وہ شخص زیارت حضور سرور کائنات
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف نہ ہوگا جو حقہ پیتا ہے اگرچہ درود شریف بکثرت پڑھتا ہو اور کیا اس کا
تحفہ حضور قبول نہ فرمائیں گے؟

الجواب

دم لگانا جس سے ہوش و حواس میں فرق آجاتا ہے حرام ہے اور سادہ حقہ ہرگز حرام نہیں، نہ اس کا
پینا کسی طرح کا گناہ ہے، ہاں اگر بُو رکھتا ہے تو خلافِ اولیٰ ہے جیسے کچی پیاز کھانا، اور یہ جاہلانہ خیالات
کہ حقہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پر نور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ محروم ہے
یا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ اس کا تحفہ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے، یہ
سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا ہے، بہت بندگان خدا
حقہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمال جہاں آرائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارہا مشرف
ہوئے اور حضور رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غایت کرم و مہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔
قل لو انتم تملکون خزائن رحمة ربی
اذا لامسکم خشية الانفاق وكان الانسان
قتوسا یلے

اے محبوب! فرمادیں اگر تم لوگ میرے رب کی
رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انھیں بھی
روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور
آدمی بڑا کنجوس ہے۔ (ت)

۵۔ اگر بادشاہ برادر پیرزن
(اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آئے تو اسے سردار! تو مٹھیں
مت اکھاڑ۔ ت)

ہاں وردِ درود مبارک کے وقت حقہ نہ پئے اور پی چکا ہو تو کُلّی مسواک سے منہ صاف کر کے وردِ شروع

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۵۶/۵
۲۔ القرآن الکریم ۱۰۰/۱

کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۳ از براہم پور

۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیون کھانی کیسی ہے؟ افیونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کی ہمراہی کریں اس کی مدد کریں وہ کیسے ہیں؟ افیونی کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کھانے کے علاوہ دام دیئے جائیں یا نہیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ وہ ان اہول کو افیون میں صرف کرے گا۔ بیوقوف اور جاہل۔

الجواب

افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے:

نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عن کل مسکر و مفتر۔ مرواہ الامام
احمد و ابوداؤد عن أم المؤمنين ام سلمة
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر چیز کو
نشہ لائے اور ہر چیز کو عقل میں فتور ڈالے تو ام
فرمائی (اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے ام المؤمنین
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح

روایت فرمایا ہے۔ ت

اور مخالفت شرع میں کسی کی مدد کرنی برابر ہی یعنی خود مخالفت شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے:

ولا تأخذکم بہما رافة فی دین اللہ
اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالیٰ کے
دین میں۔ ت

افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں حرج نہیں
بلکہ ثواب ہے کہ بھوکے کتے کا بھی پیٹ بھرنا باعث اجر ہے آدمی تو آدمی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل کبد حراء رطبة اجر یہ برتر جگر والی شئی میں ثواب ہے۔ ت

لے سنن ابی داؤد کتاب الاثر بہ باب ما جاز فی الکر آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹۳۲
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۹
لے القرآن الکریم ۲/۵

لے صحیح البخاری ابواب المظالم والتعاصم باب الابار علی الطریق اذ قہی کتب خانہ کراچی ۲۲۲
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۲

اور کھانے کے علاوہ دام نہ دیتے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انہیں ایفون میں صرف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تعاونا علی الاثم والعدوان لہ اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۳ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد مہرادی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب کا حرام ہونا اس کے نشہ کی وجہ سے ہے یا ادویہ
کے سڑ کر تیار ہونے کی وجہ سے؟

الجواب

شراب کا شراب ہونا جوش آنے اور نشہ لانے کی حالت پر موقوف ہے، دوائیں اگر سڑائی جائیں اور
ان میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو وہ شراب نہ ہوں گی جیسے بعض مضعی عرقوں میں ادویہ کی تعصین کی جاتی ہے
اور بغیر سڑائے صرف آنچ دینے یا دھوپ دکھانے یا گرم ہوا میں ٹھہرنے سے وہ جوش آجائے جیسے آب و
نقوع انگور و خرماتر لبور شکر آمیختہ اور تارڑی وغیرہ میں تو وہ شراب ہو جائے گی، پھر شراب ہو جائے
تو اس کی حرمت اس قدر پینے پر موقوف نہ رہے گی جو نشہ لائے بلکہ وہ نجاست غلیظہ اور مطلقاً حرام ہے
اگرچہ ایک بوند، کما حقہ الاثمۃ فی عامۃ الاسفار (جیسا کہ عام کتابوں میں ائمہ کرام نے اس کی
تحقیق فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ

الفقه التسجیلی فی عین النار جیلی

۱۳

۱۸

(فیصلہ کن دانائی تاروی سے خمیر شدہ آٹے کے بارے میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۲۵۔ از رنگون گلی نمبر ۲۵ دو اخانہ حکیم عبدالعزیز صاحب مرسلہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ

۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے تھوڑے آٹے میں مسکر تاروی کے نیچے کی تاروی جسے روٹی گاد کہتے ہیں ملا کر خمیر کیا گیا پھر یہ آٹا خمیر شدہ پندرہ بیس سیر آٹے میں ملا کر خمیر کیا اور اس کی روٹی پکائی اس روٹی کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور اگر فرض کیا جائے کہ اس گاد میں قوتِ سُکر یہ باقی نہ رہی تھی تو اس خمیری روٹی کا کیا حکم ہے؟

بیتنا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

رنگون میں بخلاف مانڈلہ پاؤ روٹی و تنوری روٹی دونوں کا عام طور پر خمیر تاروی سے کیا جاتا ہے اور ہزار ہا مسلمان اسی روٹی کو کھاتے ہیں، یہاں اور کھاتے ہیں عام ہے، یہاں دو عالم کہتے ہیں کہ اس روٹی کی نسبت حکمِ حرمت کا نہیں ہے مگر احتیاط کرنا اولیٰ ہے۔ میں نے جناب مولانا جلال الدین صاحب دہلوی مقیم مانڈلہ سے بذریعہ خط دریافت کرایا جواب آیا کہ جناب موصوف نے حکمِ حرمت کا دیا، آج کل مولوی عبید الحمید صاحب واعظ پانی پتی یہاں تشریف رکھتے ہیں انہوں نے بھی کھانا ترک کر دیا

اس کے جواب کی بہت ضرورت ہے امید ہے کہ آپ کے فیض تحریر سے صد ہا مسلمان اس معصیت سے بچ جائیں گے۔ یہ بلا یہاں عام ہے جملہ قسم کی روٹیوں میں اس کا خمیر دیا جاتا ہے فقط۔

الجواب

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے، تمام تعریفیں اس معبود کیلئے ہیں جس نے دنیا میں ہم پر شرابیں حرام کی ہیں اور جنت میں ہمیں شرابِ طہور عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور درود و سلام ہو اس ذات پر جس نے ہمیں منکرات سے روکا اور اپنی رحمت سے نشہ آور اشیاء کو ہم پر حرام فرمایا اور آپ کے آل و اصحاب جو عزت کے پیالے سے پینے والے ہیں جس میں یہودگی اور گنہگاری نہیں، اللہ تعالیٰ ان کے فیض سے ہمیں بھی عطا فرمائے کہ ہم بھی اس کو پالیں، اور سنجوں کے جام سے زمین کے لئے حصہ ہوتا ہے (ت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ حَرَّمَ عَلَیْنَا فِی الدُّنْیَا الْخَمْرَ وَوَعَدَنَا فِی الْجَنَّةِ الشَّرَابَ الطَّهْوْرَ وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی مَنْ حَمَانَا الْمُنْكَرَاتِ وَحَرَّمَ عَلَیْنَا بِرَحْمَتِهِ الْمُسْکِرَاتِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ السَّالْمِ مِنْ کَاسِ التَّکْرِیْمِ لَا لَغْوِ فِیْهَا وَلَا تَاثِیْمٍ اِقْضِ اللّٰهُ عَلَیْنَا مِنْ فِیْضِهِمْ فَنَصِیْبٌ فَلَا مَرَضٍ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ۔

قول منصور و مختار میں تاڑی وغیرہ ہر سکر پانی کا قطرہ قطرہ مثل شراب حرام و ناروا ہے اور نہ صرف حرام بلکہ پیشاب کی طرح مطلقاً نجاستِ غلیظہ ہے۔ یہی مذہب معتد اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو مطلقاً حرام قرار دیا اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (ت)

حرمها محمد مطلقاً و به یفتیٰ

در مختار میں ہے:

اس کو زلیعی وغیرہ نے ذکر کیا اور شرح و ہبانیہ نے اس کو اختیار فرمایا۔ (ت)

ذکرہ الزلیعی وغیرہ واختارہ شاسرح الوهبانیة

۲۶۰/۲
۲۶۰/۲

مطبع مجتہدی دہلی
" " "

کتاب الاشریہ

لے در مختار شرح تنویر الابصار
لے در مختار

رد المحتار میں ہے :

قوله وغيره كصاحب الملتقى والمواهب
والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع
وشرح درر البحار والقهستاني والعيني حيث
قالوا الفتوى في زماننا بقول محمد لغلبة
الفساد الخ۔

اس کے قول وغیرہ سے مراد یہ حضرات ہیں جیسے صاحب ملتقی،
صاحب مواہب، صاحب کفایہ، صاحب نہایہ،
صاحب معراج، صاحب شرح المجمع، صاحب شرح
درر البحار، قہستانی اور عینی، کیونکہ انہوں نے فرمایا
کہ ہمارے زمانے میں غلبہٴ فساد کے سبب فتویٰ
امام محمد کے قول پر ہے الخ (ت)

غنیہ ذوی الاحکام میں ہے :

قال في البرهان والحقها محمد كلها بالخمر
في المشهور عنه كالشافعي ومالك و به
يفتي۔

برہان میں کہا کہ امام محمد نے ان تمام کو مشہور قول میں
شراب کے ساتھ ملحق کیا ہے جیسا کہ امام شافعی و
امام مالک کہتے ہیں، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (ت)

طحاوی علی الدر میں ہے :

قال الحموی واعلم ان الاصح المختار
في زماننا ان كل ما اسكر من الاشربة
المذكورة بعمومها كثيرة وقليله حرام
وهو قول محمد لحديث كل مسكر
حرام۔

حموی نے کہا جان لو کہ ہمارے زمانے میں اصح و
مختار یہ ہے کہ مذکورہ نشہ آور شرابوں میں سے
علی العموم ہر ایک کا قلیل و کثیر حرام ہے اور یہ
ہی امام محمد کا قول ہے، اس کی دلیل یہ حدیث
ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

وجیز کردی میں ہے :

قال محمد رحمه الله قليله وكثيرة حرام
قالوا وبقول محمد ناخذ ومذهب محمد
انه حرام نجس الخ۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس کا قلیل و کثیر حرام ہے
علمائے نے کہا ہم امام محمد کے قول سے اخذ کرتے ہیں
اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس ہے الخ (ت)

۲۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاشریہ	رد المحتار
۸۶/۲	میر محمد کتب خانہ کراچی	کتاب الاشریہ	غنیہ ذوی الاحکام علی الدر الاحکام
۲۲۵/۴	المکتبۃ العربیہ، کانسٹی روڈ، کوئٹہ	" "	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۱۲۶-۲۶/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	" "	کے فتاویٰ بزازیہ علی ہدایہ الفتاویٰ الہندیہ

خلاصہ میں نوازل فقیہ ابواللیث سے ہے :

عند محمد حرام شربہ قال الفقیہ و
به ناخذ^۱

فتاویٰ ہندیہ میں فتاویٰ ظہیریہ سے ہے :

ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الکتاب کل
ما هو حرام شربہ اذا اصاب الشوب
منہ اکثر من قدر الدرہم یمنع
جو ان الصلوٰۃ قالوا وھذا روی ہشام عن
ابی یوسف و حکى عن الفضل انہ قال علی قول
ابی حنیفۃ و ابی یوسف سرحمہما اللہ تعالیٰ
یجب ان یکون نجسا نجاسة خفیفة
والفتویٰ علی انہ نجس نجاسة غلیظة^۲ اھ
اعلم ان المحقق صاحب البحرکات
بحث فی البحر ترجیح التعلیظ بناء علی
اصل مہدہ سابقا و نازعہ اخوہ
المدقق فی النہر محتجا بما
فی المنیۃ صلی و فی ثوبہ
دوت اکثر الفاحش من السکر
او المنصف تحبزیہ فی الاصح^۳ اھ
و ذکر فی الدر خلاف الاخوین
ولم یزد و قال العلامة

امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا پینا حرام ہے
فقیہ نے کہا ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب میں فرمایا کہ جس شے کا پینا
حرام ہے اگر وہ مقدار درہم سے زائد کپڑے کو لگ جائے
تو اس کپڑے میں نماز ممنوع ہوگی۔ علماء نے کہا کہ
ہشام نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یونہی روایت
کیا ہے۔ فضلی سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا امام ابو حنیفہ
اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول
پر ضروری ہے کہ وہ کپڑا نجاست خفیفہ کے ساتھ
نجس ہو، اور فتویٰ اس پر ہے کہ وہ نجاست غلیظہ
کے ساتھ نجس ہے۔ جان لو کہ امام محقق صاحب البحر
نے بحر میں اس پر بحث کرتے ہوئے نجاست غلیظہ
کو ترجیح دی اور اس کی بنیاد ایسے قاعدہ پر رکھی جس کو
انھوں نے اولاً مقرر فرمایا، اور ان کے بھائی مدققی
نے نہر میں ان کی مخالفت کی استدلال کرتے ہوئے
اس مسئلہ سے جو غلیظہ میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے
اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے کپڑوں میں شراب یا
انگور کا شیرہ لگا ہوا تھا جو کہ کثیر فاحش تھا تو مذہب
اصح میں اس کی نماز ہوگئی اھ در میں دونوں بھائیوں کا

۲۰۵/۴

المکتبۃ العربیہ کانسی روڈ کوئٹہ

کتاب الاثریہ

۱ خلاصۃ الفتاویٰ

۴۱۲/۵

نورانی کتب خانہ پشاور

" "

۲ فتاویٰ ہندیہ

۱۲۶/۱

قدیمی کتب خانہ کراچی

کتاب الطہارۃ باب النجاس

۳ النہر الفائق

ابراہیم الحلبي في حواشي الدر بعد
 ذكر ما في المنية هونص في التخييف
 فكان هو الحق لان فيه الرجوع الى
 الفرع المنصوص في المذهب و اما
 ترجيح صاحب البحر فبحث منه اه
 ونقله العلامة الطحطاوي مقرا
 عليه واستدرك عليه المحقق الشامي
 بما في شرح النقاية أنها غليظة في
 ظاهر الرواية خفيفة على قياس قولهما اه
 ثم قال ينبغي ترجيح التغليظ في
 الجميع يدل عليه ما في غرس الافكار
 من كتاب الاشرية حيث قال وهذه
 الاشرية عند محمد و موافقيه
 كخبر بلا تفاوت في الاحكام وبهذا
 يفتى في نرماننا اه قال فقوله بلا تفاوت
 في الاحكام يقتضي انها مغلظة فتدبراه
 اقول عدم التفاوت و ان
 سلم ففي الاشرية الثلاثة
 المحرمة بالاتفاق بين ائمتنا
 وهي الباذق والسكر والنقيع
 وفيها كلام الغرس اما ساثر الاشرية
 المسكرة المحرمة عند محمد مطلقا فالتفاوت

اختلاف ذکر کیا ہے اس پر اضافہ نہیں کیا۔ علامہ
 ابراہیم نے غیہ کے مذکورہ مسئلہ کے ذکر کے بعد
 حواشی در میں فرمایا یہ تخفیف میں نص ہے اور یہی حق
 ہے کیونکہ اس میں اس فرع کی طرف رجوع ہے جو
 مذہب میں منصوص ہے۔ رہی صاحب بحر کی ترجیح تو
 وہ ان کی بحث ہے اہ علامہ طحطاوی نے اسکو برقرار
 رکھتے ہوئے نقل فرمایا، علامہ شامی نے اس کی اصلاح
 فرمائی اس کے ساتھ جو شرح نقایہ میں ہے کہ ظاہر الروایہ
 میں یہ نجاست غلیظہ ہے اور شیخین کے قول کے قیاس
 کے مطابق خفیفہ ہے اہ پھر فرمایا کہ ان سب میں ترجیح
 نجاست غلیظہ کو ہونی چاہئے۔ اس پر دلیل وہ ہے
 جو غرر الافکار کی کتاب الاشریہ میں ہے، جہاں فرمایا
 کہ یہ تمام شرابیں امام محمد علیہ الرحمہ اور ان کی موافقت
 کرنے والوں کے نزدیک تمام احکام میں بلا تفریق خمر
 کی طرح ہیں اور ہمارے زمانے میں فتویٰ اسی پر
 دیا جاتا ہے اہ فرمایا کہ اس کا قول "بلا تفاوت"
 تھا ضاکرنا ہے کہ یہ نجاست غلیظہ ہے پس غور کر اہ
 اقول (میں کہتا ہوں) عدم تفاوت اگر تسلیم
 کر لیا جائے تو ان تین شرابوں جن کی حرمت پر ہمارے
 ائمہ کرام متفق ہیں یعنی باذق، سکر اور نقيع میں غرر
 کا کلام ہے، اور باقی وہ نشہ آور شرابیں جو امام محمد
 علیہ الرحمہ کے نزدیک مطلق حرام ہیں ان میں تفاوت

رد المحتار بحوالہ الحلبي كتاب الطهارة باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۳/۱

فيها بتين حيث لا يحد بشرب القليل
منها بخلاف الخمر فلا يفيد التغليظ في
الجميع والعجب من هؤلاء الجلة
غفلوا كلهم عن نص صريح في المذهب
مذيل بأكد الفاظ الفتوى بل التغليظ
في النصف منصوص عليه في المتنون
كالوقاية والنقاية والاصلاح وغير الاحكام
والتنوير وغيرها وبما نقلنا سقط ما
في النهر واستغنى عن بحث البحر
وتبين ان الكل غليظة على المفتي
به والله الحمد.

ظاہر ہے کیونکہ ان کے قلیل میں حد جاری نہیں ہوتی
بخلاف خمر کے، لہذا یہ تمام میں حرمت غلیظہ کا فائدہ
نہ دے گا۔ اور ان تمام بزرگوں پر حیرت ہے کہ
وہ تمام اس نص سے غافل رہے جو مذہب میں
صریح اور الفاظ قویٰ کو زیادہ مؤکد طور پر ظاہر کرنے
والی ہے بلکہ منصف کی حرمت غلیظہ پر تو متون میں نص
وارد ہے جیسے وقایہ، نقایہ، اصلاح، غیر الاحکام
اور تنویر وغیرہ۔ اور جو ہم نے نقل کیا اس سے وہ
اعترض ساقط ہو گیا جو نہر میں ہے اور بحر کی
بحث سے بھی استغناء حاصل ہو گیا اور ظاہر ہو گیا
کہ مفتی بہ قول کے مطابق سب میں نجاست غلیظہ ہے

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

اس مذہب پر جبکہ سکر تازی کے اجزاء زوٹی میں شریک ہوں تو وہ روٹی ضرور حرام و ناپاک ہے
اور اس کا بیچنا بھی حرام و ناپاک اور اس کے دام بھی مال حرام اور پہلے تھوڑے آٹے میں تازی ملا کر خمیر کرنا پھر یہ
خمیر آرد کثیر میں نفع نہ دے گا اگر آٹے میں پانی ڈال کر گوندھ جانے سے پہلے خمیر ملایا جب تو ظاہر ہے کہ اس
ناپاک خمیر سے وہ سارا پانی ناپاک اور اس سے سب آٹا نجس ہو گیا، اور اگر گوندھ کر تیار ہو جانے کے بعد
بھی خمیر دیا تو بھی یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آٹے میں ایک کنارے کو یا صرف بیچ میں خمیر رکھ دیا اور سب آٹا اس کی
ہوا سے خمیر ہو گیا بلکہ ضرور وہ خمیر آٹے میں خوب ملاتے خلط کرتے ہیں کہ اس کے اجزاء تمام آرد میں مل جاتے ہیں
یوں بھی حکم حرمت ہی رہا کسی حلال چیز میں حرام چیز کا اگرچہ پاک ہو ایسا خلط ہو جانا اسے حرام کر دیتا ہے
اور یہ تو حرام و ناپاک دونوں تھا، درمختار میں ہے :
لوتفتت فيه نحو ضفدع جاز الوضوء به
لا شربة لحرمة لحمه

اگرچہ پانی میں مینڈک جیسا جانور ریزہ ریزہ ہو جائیگا
تو اس پانی کے ساتھ وضو تو جائز ہے مگر اس کو
پینا جائز نہیں اس لئے کہ مینڈک کا گوشت حرام ہے (ت)

حلیہ میں ہے :

قال شیخنا و بہ صرح فی التجنیس فقال یحرم شربہ لے

ہمارے شیخ نے فرمایا اور اسی کے ساتھ تجنیس میں بھی تصریح کی گئی ہے، فرمایا اس کو پینا حرام ہے (ت) اور گاد میں نشہ نہ ہونا بھی نفع نہ دے گا جبکہ عدم سکر اس وجہ سے ہو کہ اس میں ثقل زیادہ ہے، اجزائے رقیقہ کہ مورث تفریح و تہنیز سگری ہوتے ہیں اتنے نہیں کہ ان کا اثر ظاہر ہو۔ اوپر معلوم ہو گیا کہ ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ شراب کی طرح حرام اور پیشاب کی طرح نجس ہے اور گاد ان اجزا سے خالی نہیں ہو سکتی اور بالفرض خالی ہو تو ناپاک تو ضرور ہے کہ آخر اسی پیشاب کا تلچھٹ ہے۔ ہدایہ میں ہے :

یکرہ شراب دردی الخمر والامتشاط بہ لان فیہ اجزاء الخمر والانتفاع بالمحرم حرام ولا یحد شاربہ ان لم یسکر لان الغالب علیہ الثقل فصار کما اذا غلب علیہ الماء بالامتزاج ۱۱۵۔

شراب کا تلچھٹ پینا اور اس کے ساتھ بالوں کو کنگھا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں شراب کے اجزا ہیں اور حرام سے انتفاع بھی حرام ہے، تلچھٹ پینے والے پر عد جاری نہیں کی جائے گی اگر وہ نشہ نہ دے، کیونکہ اس میں غالب میل کچیل ہوتی ہے تو وہ ایسا ہی ہو گیا جس میں پانی کی ملاوٹ غالب ہو جائے (ت)

مگر امام الاطباء داؤد انطاکی نے تذکرہ میں تصریح کی کہ سیندھی یعنی وہ پانی کہ تاڑی کی طرح ناریل کے درخت سے لیا جاتا ہے صرف یک شبانہ روز مسکر رہتا ہے اس کے بعد سخت تند و تیز سر کہ ہو جاتا ہے حیث ذکر فی ذکر الناس جیل قد یفسد طلعه او جریدہ ویلقم کونہ افسیل منہ لبن ویسمی السندی یبقی یوما علی الحلاوة والدسومة وله افعال اشد من الخمر وهو خیر منہا ثم یکوت خلا بالغاقاطعاً۔

۱۱۳ ص ۱۲۳ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۹۶-۹۷/۴ مطبع یوسفی لکھنؤ

۳۲۶/۱

مصطفیٰ البابی مصر

ذکر ناریل

فصل فی البئر کتاب الاشریہ

تاڑی اور سیندھی قریب قریب ہیں کہ تاڑی بھی نارجیل ہی کی ایک نوع ہے اگر ثابت ہو کہ یہ بھی ایک وقت معین شبانہ روز خواہ زائد کے بعد سرکہ ہو جاتی ہے اور گاد میں قوتِ سُکر یہ نہ رہنا اس بنا پر ہے تو اب اُس کی طہارت و حلت میں شبہ نہیں اور روٹی جو ایسی گاد سے خمیر کی جائے یقیناً حلال و طیب اور اس کی بیع روا ہے، یونہی اگر پایہ ثبوت کو پہنچے کہ مدتِ مقررہ پر اس کے اجزاء ضرور سرکہ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ جُز بھی جو اُٹے میں مل کر آگ پر پک چکے تو اس صورت میں اس مدت کے مرور پر روٹی کی طہارت و حلت و جواز بیع کا حکم ہو جائے گا اگرچہ ابتداءً اس میں مسکر اجزاء ملے ہوں کہ جب وہ اجزاء مسکر نہ رہے سرکہ ہو گئے ظاہر و حلال ہو گئے اور روٹی کی حرمت و نجاست جو انھیں کے باعث تھی زائل ہو گئی۔ درمختار میں ہے :

اگر شراب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی اور اس میں سرکہ ڈالا گیا جس سے شراب کا اثر جاتا رہا تو پاک ہو جائیگی۔ (ت)

لوعجن خبز بخر صب فيه خل حتى يذهب اثره فيطهره۔

ردالمحتار میں ہے :

کیونکہ اس میں جو خمر کے اجزاء تھے وہ سرکہ کی طرف منقلب ہو گئے ہیں (ت)

لانقلاب ما فيه من اجزاء الخمر خلا۔

اور اس کا ثبوت قابلِ قبول نہ ہو تو وہی حکم نجاست و حرمت رہے گا

کیونکہ اس کا موجب معلوم اور دلیل مزیل معدوم ہے اور یقین کبھی شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

لان موجبها معلوم ودليل المزيل معدوم واليقين لا يزول بالشك۔

یہ سب بر بنائے مذہب مفتی بہ تھا اور اصل مذہب کہ شیخین مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے اعنى طهارة المثلث العتبي والمطبوخ التمرى والزبيبي و سائر الاشربة من غير الكرم میری مراد پاک ہونا اس انگوری شراب کا جس کا دوثلث خشک ہو گیا ہو، کھجور اور زبیب کے چوڑ کا جس کو پکایا گیا ہو اور انگور اور کھجور کے

۱۔ الدر المختار کتاب الطهارة باب الانجاس مطبع مجتہبی دہلی ۵۶/۱
۲۔ ردالمختار " " " " " " دار اچبار التراث العربی بیروت ۲۲۳/۱

والنخلة مطلقا وحلها كلها دون قدس الاسكاس۔
علاوہ تمام شرابوں کا پاک ہونا اور ان کا حلال ہونا
جبکہ مقدارِ مسکر سے کم ہوں۔ (ت)

حاشیہ بھی قول ساقط و باطل نہیں بلکہ بہت باقوت ہے خود اصل مذہب یہی ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام
حتی کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے یہی قول امام اعظم ہے عامر متون مذہب مثل مختصر قدوی
و ہدایہ و وقایہ و نغایہ و کثر و غرر و اصلاح و غیرہا میں اسی پر جرم و اقتصار کیا، اکابر ائمہ ترجیح و تصحیح مثل امام اجل
ابو جعفر طحاوی و امام اجل ابوالحسن کرخی و امام شیخ الاسلام ابوبکر خواہر زادہ و امام اجل قاضی خاں و امام اجل
صاحب ہدایہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو راجح و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی پر فتویٰ دیا
اسی کو بہ ناخذ (ہم اسی کو لیتے ہیں۔ ت) فرمایا، علمائے مذہب نے بہت کتب معتمدہ میں اس کی تصحیح
فرمائی یہاں تک کہ آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ سے بھی تزیل آئی۔ خزائن المفتین میں ہے،

فی الهدایة والنهاية و فتاوی قاضی خان
وظہیر الدین و الخلاصة و فتاوی
الکبری و فتاوی اہل سمرقند و الحمیدی
الاصح ما علیہ ابو حنیفہ و ابو یوسف
رحمہما اللہ تعالیٰ بے
جامع الرموز میں ہے،

اور یہی صحیح ہے کیونکہ شراب آخرت میں موعود ہے
لہذا ترغیب کے لئے اس کی جنس میں سے دنیا
میں حلال ہونا چاہیے جیسا مضمرات میں ہے تاکہ صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فاسق قرار دینا لازم نہ آئے۔ (ت)

وهو الصحيح لان الخمر موعودة في العقبة
فينبغي ان يحل من جنسه في الدنيا فهو ذجا
ترغيبا كما في المضمرة اول ثلاث يلزم تفسیق الصحابة
رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے

ہندیہ میں فتاویٰ کبریٰ سے ہے،

العصير اذا شمس حتى ذهب ثلثاه
يحل شربه عند ابی حنیفہ و

انگور کا جوس جب دھوپ میں دوثلث خشک ہو جائے
تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے

لے خزائن المفتین کتاب الحدود فصل فی الشرب قلمی نسخہ ۱۸۶/۱
لے جامع الرموز کتاب الاشریہ مکتبہ اسلامیہ گنجد قابوس ایران ۳۳۳/۳

نزدیک اس کا پینا حلال ہوتا ہے ، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

متعدد علمائے شیخین کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

گھوڑی کا دودھ جب جوش کھا کر گاڑھا ہو جائے تو حلال نہیں ، ہدایہ میں اس کے حلال ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ (ت)

ابن یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و هو
الصحيح

درفتی میں ہے ،

وصح غیر واحد قولہما

درمختار میں ہے ،

لین الرماک اذا اشتد لم یحل و صحیح
فی الہدایۃ حلہ

ردالمختار میں ہے :

بہ یفتی ای بتحریم کل الاشرۃ و کذا بوقوع
الطلاق قال فی النہر و فی الفتح و بہ یفتی
لان السكر من کل شراب حرام و عندہما لا یقع
بناء علی انہ حلال و صححہ فی
المخانیۃ

شرح نقایہ بر جندی میں ہے :

فی فتاویٰ قاضی خان ات المتخذ من
غیر العنب و التمر مثل السكر و العسل
و القانیز و المنطۃ و الشعیر و الذرۃ و ما شبہ
ذلک اذا غلا و اشتد و قذف بالزبد و طبخ

اسی کے ساتھ ہی فتویٰ دیا جائے گا یعنی تمام شرابوں
کی حرمت کا اور اسی طرح طلاق کے واقع ہونے کا۔
نہر میں کہا ہے کہ فتح میں ہے اسی کے ساتھ فتویٰ
دیا جائے گا کیونکہ نشہ ہر شراب سے حرام ہوتا ہے۔ او
شیخین کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ
حلال ہے۔ خانہ میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے (ت)

فتاویٰ قاضیخان میں ہے کہ انگور اور کھجور کے غیر
یعنی شکر، شہد، مصری، گندم، جو، جوار اور
ان جیسی دیگر اشیاء سے بنائی ہوئی شرابیں جب
جوش کھا کر گاڑھی ہو جائیں اور ان پر جھاگ آجائے

۴۱۲/۵	فورانہ کتب خانہ پشاور	الباب الاول	لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الاشرۃ
۵۴۲/۲	دار اچیار التراث العربی بیروت	کتاب الاشرۃ	لہ الدر المنقۃ علی ما مش مجمع الانہر
۲۶۰/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	"	لہ الدر المختار
۲۹۲/۵	دار اچیار التراث العربی بیروت	"	لہ رد المختار

اور ان کو تھوڑا سا پکا لیا جائے تو شیخین کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول میں اختلاف ہے بعض نے کہا جو تشہ و الی مقدار سے کم ہو حلال ہیں اور بعض نے کہا کہ مطلقاً حلال ہیں۔ اور انھیں سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا میں اس کو مکروہ جانتا ہوں اور ان کو پکایا نہ جائے تو شیخین سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس کا پینا حلال نہیں ہے جیسا کہ زبیب کا وہ رس جس کو پکایا نہ گیا ہو، اور فتاویٰ منصورہ میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے

ادنی طبخة يحل في قول الشيخين واختلف في قول محمد فليل يحل شربه ما دون السكر وقيل لا يحل اصلا وعنه ايضا انه قال اكره ذلك ان لم يطبخ فعن الشيخين روايتان في رواية لا يحل شربه كنعيم الزبيب غير المطبوخ وفي رواية يحل شربه و ذكر في الفتاوى المنصورية ان الفتوى على انه لا يشترط الطبخ لحله

ایک روایت میں ہے کہ اس کا پینا حلال ہے۔ حلال ہونے کے لئے پکانا شرط نہیں۔ (ت)
فتح اللہ المعین میں ہے:

من ادلة حله ما قال في الاختيار عن ابن ابي ليلى قال اشهد على البدريين من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم انهم يشربون النبيذ في الجرار الخضر وقد نقل ذلك عن اكثر الصحابة ومشاهيرهم قولاً وفعلاً حتى قال ابو حنيفة انه مما يجب اعتقاد حله لئلا يؤدي الى تفسيق الصحابة رضي الله تعالى عنهم

اس کے حلال ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ ہے جو اختیار میں ابن ابی لیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدری صحابہ کرام کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سبز صراحیوں میں نبیذ پیتے تھے اور یہ بات اکثر مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قولاً اور فعلاً منقول ہے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے تاکہ صحابہ کرام کو فسق کی طرف منسوب کرنا لازم نہ آئے۔ (ت)

خانیہ میں ہے :

لابی حنیفة و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ
 ما روی ان رجلا فی عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ بمثلث قال عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ ما شبہ هذا بطلاء الابل کیف تصنعونه
 قال الرجل یطبخ العصیر حتی یدھب
 ثلثاہ ویبقی ثلثہ فصب عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ علیہ الماء وشرب ثم ناول
 عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 ثم قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذ اربکم
 شرابکم فاکسروہ بالماء وعن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ اذ اذھب ثلثا العصیر ذھب حرامہ
 وریح جنونہ وروی عن ابراہیم النخعی
 رحمہ اللہ تعالیٰ ما یرویہ الناس کل مسکر
 حرام خطاء لم یتبث انما الثابت کل
 سکر حرام وکذا ما یرویہ الناس ما سکر
 کثیرہ فقلیلہ حرام لیس بثابت و
 ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ
 کان حبرا فی الحدیث

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہما کی دلیل وہ روایت ہے کہ ایک شخص سید
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مثلث
 لے کر آیا آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کے پلار کے
 ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے تم اس کو کیسے
 بناتے ہو، اس نے کہا ہم انگور کے رس کو
 پکاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا دوثلث خشک
 ہو جاتا ہے اور ایک ثلث باقی رہ جاتا ہے حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر پانی ڈال کر
 پی لیا، پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
 کو دے دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 فرمایا جب تمہیں تمہاری شراب شک میں ڈالے
 تو پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو۔ اور حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب انگور
 کے شیرہ کا دوثلث پکانے سے خشک ہو جائے
 تو اس کی حرمت اور نشہ جاتا رہتا ہے، اور
 حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے
 کہ لوگ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ ہر مسکر (نشہ آور)

حرام ہے، یہ غلط ہے اور ثابت نہیں ہے، البتہ ثابت یہ ہے کہ ہر مسکر (نشہ) حرام ہے، اسی طرح
 لوگوں کا یہ روایت کرنا کہ جو مسکر ہے اس کا قلیل و کثیر حرام ہے ثابت نہیں حالانکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ
 تعالیٰ علیہ حدیث بتجر عالم ہیں۔ (ت)
 اسی میں ہے :

امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل وہ آثار ہیں جو قولاً اور فعلاً گاڑھی نبیذ کی اباحت پر وارد ہیں۔ اس کو امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب میں ذکر فرمایا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گھڑوں میں بنائی ہوئی نبیذ کو حرام نہ قرار دینا سنت و جماعت کی شرائط میں سے ہے کیونکہ اس کو حرام قرار دینے میں صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف فسق کو منسوب کرنا لازم آتا ہے، اور انہی سے منقول ہے کہ میں گاڑھی نبیذ کو ازراہ دیانت حرام قرار نہیں دیتا اور بطور مروت اس کو نہیں پیتا۔ نبیذ کی اباحت پر صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے مگر وہ بسبب اختلاف کے اس کو پینے میں احتیاط کرتے تھے۔

اسی طرح ان کے بعد اسلاف کسی ضرورت کے تحت گھڑوں میں بنائی ہوئی نبیذ پیتے تھے مثلاً کھانا ہضم کرنے کے لئے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے؛

محمد بن مقاتل رازی نے کہا اگر مجھے ساری دنیا دے دیجائے تو بھی میں مسکر یعنی کھجور اور زبیب کا نبیذ نہیں پوں گا اور اگر مجھے ساری دنیا دے دی جائے تو بھی اس کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دوں گا۔ (ت)

عن محمد بن مقاتل الرازی انه قال لو اعطيت الدنيا بحد افيوها ما شربت المسكر يعني نبذ التمر والزبيب و لو اعطيت الدنيا بحد افيوها ما اقيت بانه حرام.

غایۃ البیان علامہ آقائی میں ہے؛

واحتج ابو حنیفہ و ابو یوسف فی قوله

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ

۶۶۶/م

نو لکشور لکھنؤ

فصل فی معرفۃ الاشریۃ

کتاب الاشریۃ

لہ فتاویٰ قاضی خاں

۲۰۵/م

مکتبہ الجبیلیہ کوئٹہ

لہ خلاصۃ الفتاویٰ

الأخر بقوله تعالى يا أيها الذين آمنوا انما
الخمر والميسر والانصاب والالزام رجس
من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون
انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة و
البغضاء في الخمر والميسر ويصدكم
عن ذكر الله وعن الصلاة فهل انتم منتهون
وقد بين العلة في تحريم الخمر وهي الصد
عن ذكر الله وعن الصلاة وابقاع العداوة
وهذه المعاني لا تحصل بشرب القليل
فلو خيلنا وظاهر الآية لکننا نقول بان القليل
من الخمر لا يحرم ولكن تركنا الظاهر في القليل
من الخمر بالاجماع ولا اجماع فيما نازعنا فيه من
الاشربة على حرمة القليل منها صا ح على علة
ظاهر الآية لانه محال يورث العداوة والبغضاء
ولا الصد عن ذكر الله وعن الصلاة

مباح رہے گا کیونکہ وہ نہ تو بغض و عداوت کا موجب ہے اور نہ ہی ذکر خدا و نماز سے روکتا ہے۔ (ت)
اسی میں ہے :

قال شيخ الاسلام خواهر زادہ رحمہ اللہ
تعالى في شرحه ذكر ابن قتيبة
في كتاب الاشربة باسناد عن نريد بن علي بن
الحسين بن علي رضي الله تعالى عنهم انه شرب
هو واصحابه نبذا شديدا في وليمة
ف قيل له يا ابن رسول الله حدثنا

تعالیٰ علیہ نے اپنے دوسرے قول میں اللہ تعالیٰ کے اس
ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ اے ایمان والو! بیشک
خمر، جوا، بُت اور پانسے نجس ہیں شیطان عمل سے
توان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ، بیشک شیطان خمر اور
جوتے سے تمہارے درمیان بغض و عداوت ڈالنا
چاہتا ہے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتا
ہے تو کیا تم باز آؤ گے۔ تحقیق یہاں تحریم خمر کی جو علت
بیان کی گئی وہ ذکر الہی اور نماز سے روکنا اور بغض و
عداوت واقع کرنا ہے۔ اور یہ امور قلیل کے پینے سے
حاصل نہیں ہوتے اگر ہم آیت کریمہ کو اس کے ظاہر
پر چھوڑتے تو یوں کہتے کہ خمر میں سے قلیل حرام نہیں ہے
لیکن ہم نے اجماع کے ساتھ آیت کریمہ کے ظاہر
کو ترک کر دیا ہے۔ اور جو شرابیں ہمارے درمیان
متنازع ہیں ان کے قلیل کی حرمت پر اجماع واقع نہیں
ہوا لہذا ان کا قلیل آیت کریمہ کے ظاہر کی وجہ سے

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں فرمایا کہ
ابن قتیبة نے کتاب الاشربة میں اپنی سند کے ساتھ
حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے بارے میں ذکر کیا کہ انہوں نے اور انکے ساتھیوں
نے ایک ولیمہ میں گارھی نبیذ پی تو ان سے کہا گیا
اے ابن رسول! ہمیں نبیذ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ

علی غایۃ البیان

تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنائیں جو آپ نے اپنے
 آباؤ اجداد سے سنی ہے تو انھوں نے فرمایا کہ مجھ
 سے حدیث بیان کی میرے والد نے انھوں نے
 میرے جد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں
 نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ میری
 امت بنی اسرائیل کے طور طریقے اپنا کر یوں انکے
 برابر ہو جائیگی جیسے تیر تیر کے اور جو تاجوتے کے برابر
 ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا امتحان
 نہر طالوت کے ساتھ لیا کہ ان کے لئے چلو بھر پانی
 حلال اور سیر ہو کر پینا حرام کیا اور تمہارا امتحان
 اللہ تعالیٰ نے اس نبی کے ساتھ لیا، اس کو سیر ہو کر
 پینا حلال اور حد نشہ تک پینا حرام کیا ہے۔ حدیث
 ابن زیاد جس کو ہم نے مسئلہ خلیطین میں حضرت
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا وہ اس
 کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور مخالف نے
 جو روایت کیا ہے اس سے مراد قدر مسکر ہے
 نہ کہ قلیل کیونکہ مخالف نے جس حدیث سے استدلال
 کیا ہے اس کے راویوں میں سے ایک سیدنا
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اگر اس سے تسلیل
 مراد ہوتا وہ اپنی روایت کے خلاف نہ کرتے اور
 نہ ہی ابن زیاد ان کی طرف فسق کو منسوب کرتے۔
 اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول
 کہ خمر تو بعینہ حرام ہے جبکہ باقی شرابوں سے نشہ آور
 حرام ہے اس بات کی دلیل ہے کہ مخالف کی
 روایت کردہ حدیث سے مراد قدر مسکر ہے نہ کہ قلیل

بحدیث سمعته من ابائک عن رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النبیز
 فقال حدیثی ابی عن جدی علی بن ابیطالب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه
 قال ینزل امتی علی مناسیل
 بنی اسرائیل حذوا القذاة بالقذاة
 والنعل بالنعل ان اللہ تعالیٰ ابتلی بنی
 اسرائیل بنهر طالوت واحل لہم
 منه الغرقة وحریم منه الرئی وان اللہ ابتلاکم
 بھذہ النبیز واحل منه الری وحریم
 منه السكر و حدیث ابن زیاد
 الذی رویناہ عن ابن عمر فی مسئلة
 الخلیطین من ادل الدلائل وان
 المراد ما رواہ الخصم القدر المسکر
 لا القلیل لان احد رواة الحدیث
 الذی احتج بہ الخصم ابن عمر
 فلو كانت القلیل هو المراد لم یعمل
 بخلاف ما رواہ ولم یفسقہ
 ابن زیاد و كذلك قول ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما حرمت
 الخمر بعینہا والسكر من
 کل شراب دلیل علی ان
 المراد من حدیث الخصم القدر
 المسکر لا المسکر لان احد رواة

ذلك الحديث ابن عباس رضي الله تعالى
 عنهما فيبعد في العقول ان يروى
 ابن عباس حديثا ثم يقول
 بخلافه ، وقد اظن الكرخي رحمه الله
 في رواية الآثار عن الصحابة
 والتابعين بالاسانيد الصحاح
 في مختصره في تحليل النبيذ الشديد
 تركنا ذكرها مخافة التطويل و
 المحاصل ان الاكابر من اصحاب
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
 واهل بدر كعمرو وعلی وعبد الله بن مسعود و
 ابی مسعود رضي الله تعالى عنهم كانوا يحلون
 شرب النبيذ وكذا الشعبي و ابراهيم النخعي
 وقال في شرح الاقطر وقد سلك بعض الجهال
 في هذه المسئلة طريقة قصد بها الشنيع و
 الفسوق عند العوام كما ضاق عليه طريق
 الحجة فقال روى عن النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم انه قال يشربن ناس
 من امتي الخمر ويسمونها باسماء قال
 هذا القائل وهم اصحاب ابی حنيفة
 وهذا كلام جاهل بالاحكام والنقل
 والآثار و متعصب قليل الوراخ لا يبالي
 ما قال ثم يقال لهذا
 القائل ما رويت بهذا القول اصحاب ابی حنيفة
 رضي الله تعالى عنه وانما السلف الصالح اشدت

کیونکہ حدیث مذکور کے راویوں میں سے ایک سیدنا
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں اور یہ بات عقل
 سے بعید ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک
 حدیث روایت فرمائیں پھر خود اس کے خلاف فرمائیں
 گاڑھی نبیذ کے حلال ہونے سے متعلق صحابہ و تابعین
 کے آثار کو صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے میں امام
 کرخی علیہ الرحمۃ نے اپنی مختصر میں بہت طوالت فرمائی
 ہم نے طوالت کے ڈر سے ان کے ذکر کو ترک کر دیا۔
 خلاصہ یہ کہ اکابر اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم اور اہل بدر جیسے حضرت عمر، علی، عبد اللہ ابن مسعود
 اور ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبیذ کے پینے کو
 حلال قرار دیتے تھے اور یہی موقف ہے شعبی اور
 ابراہیم نخعی کا۔ شرح اقطع میں ہے ایک جاہل نے
 اس مسئلہ میں ایسا راستہ اختیار کیا جس سے اس کا
 مقصد لوگوں کے ہاں برائی اور فسق کو رائج کرنا ہے
 جب اس کے لئے دلیل کاراستہ تنگ ہو گیا تو
 اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کا فرمان ہے میری امت میں سے کچھ لوگ ضرور
 شراب پئیں گے اور اس کے مختلف نام رکھ لیں گے
 وہ لوگ امام ابو حنیفہ کے اصحاب ہیں۔ یہ اس کا
 کلام ہے جو احکام، نقل اور آثار سے جاہل اور
 متعصب اور تقویٰ میں بہت گھٹیا ہے، اس کی
 پروا نہیں کرتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر اس قائل کو
 کہا جائے کہ جو کچھ تو نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
 کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اس سے تیرا

ارادہ سلف صالحین ہیں جس کی تصریح کرنا تیرے لئے ممکن نہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی کچھ کہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور معزز و زاہد تابعین نے کہا ہے۔ اس کا کیا گمان ہے حضرت عمر، علی، ابن مسعود، ابن عباس، عمار بن یاسر اور علقمہ بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں، کیا انھوں نے نام تبدیل کر کے شراب پی۔ حتیٰ کہ اس قائل نے ان پر حقیقی نام کے ساتھ اصلاح کی اور اپنے بارے میں حسن ظن جبکہ اسلاف کے بارے میں بُرا گمان کیا، بلاشبہ یہ دین میں جسارت ہے۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا مروی ہے کہ ایک شخص نے مدینۃ الاسلام کی جامع منصور کی جانب غزنی میں ابراہیم حربی سے سوال کیا کہ ہمارا امام نبیند پیتا ہے کیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں تو ابراہیم نے کہا تیرا کیا خیال ہے اگر تو علقمہ و اسود کو پالے تو کیا تو ان کے پیچھے نماز پڑھے گا، اس نے کہا ہاں، حالانکہ وہ سائل ابراہیم حربی کے جواب کو نہ سمجھ سکا چنانچہ اس نے دوبارہ وہی سوال کیا تو ابراہیم نے فرمایا بیشک میں تجھے جواب دے چکا ہوں۔ قیاس امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مویہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں محرمات میں سے کوئی چیز حرام نہ فرمائی جس کا قصد لوگ کرتے ہیں مگر اس میں سے اتنا کچھ مباح فرمایا جس سے لوگوں کی حاجت پوری ہوتی ہو۔ کیا تو نے

ولم یکنک التصریح بذلك لان اصحاب ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما ابتدوا فی ذلك قولا بل قالوا ما قالہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووجوہ التابعین و نرہادہم وکیف یظن بعمر و علی و ابن مسعود و ابن عباس و عمار بن یاسر و علقمہ بن الاسود انہم شربوا الخمر غلطا فی اسمہا حتی استدرک علیہم ہذا القائل حقیقۃ الاسم و یحسن الظن بنفسہ و یسئ الظن بسلفہ ان ہذا الجرأۃ فی الدین و قال شیخ الاسلام خواہر زادہ فی شرحہ روی انہ سجالا سال ابراہیم الحربی فی مدینۃ السلام فی جامع المنصور بالجانب الغربی فقال لنا امام یشرب النبینا فأصلی خلفہ فقال لہ ابراہیم اسأیت لو ادرکت علقمہ و الاسود اکت تصلی خلفہما قال نعم ولم یفہم السائل الجواب فاعاد السؤال فقال لہ ابراہیم قد اجبتک و القیاس مع ابی حنیفہ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ لان اللہ تعالیٰ لم یحرم شیئا یقصدہ الناس من المحرمات فی الدنیا الا اباح ما یغنی عنہ الا ترى انہ لما حرم

لحم الخنزير والميتة اباح انواعا من
اللحوم تغني عنها ولما حرم نكاح المحارم
والجمع بين المحارم اباح من الاجنبيات
كذلك ههنا فالشراب المطرب شئ
يقصد به الناس فلما حرم منه
انواعا يجب ان يكون نوع منه مباحا
يعني عنه و يقوم مقامه و ذلك فيما
قاله فاما من حرم جميع انواع الاشربة
المطربة بحيث لا يوجد من جنسه
مباح يكون ذلك خلاف الاصول و خلاف
الاصول لا يجوز اه باختصار -

دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب خنزیر و مردار کا گوشت
حرام فرمایا تو کچھ اقسام گوشت کی حلال بھی فرمادیں
جس سے لوگ اپنی حاجت پوری کرتے ہیں، اور
جب محرّمات سے نکاح اور دو آپس میں محرم عورت
کو نکاح میں جمع کرنا حرام کیا تو غیر محرم عورتوں کے
ساتھ نکاح کو حلال فرمایا۔ اسی طرح یہاں شراب
کے مسئلہ میں ہوگا کیونکہ فرحت بخش شراب بھی
ایک شئی ہے جس کا لوگ قصد کرتے ہیں۔ جب
اللہ تعالیٰ نے اس کی کچھ انواع کو حرام کیا تو اس
کی کوئی قسم حلال بھی ضرور ہوگی جس سے لوگ نفع
اٹھائیں اور وہ اس کے قائم مقام ہو جائے اور

یہ بات شیخین کے قول میں حاصل ہوتی ہے، لیکن جنھوں نے شراب کی فرحت بخش تمام اقسام کو حرام
قرار دیا کہ اس کی جنس میں سے کوئی نوع بھی مباح نہیں پائی جاتی تو یہ خلاف اصول ہے اور خلاف اصول
جائز نہیں اه باختصار (ت)

محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب المتوکلین فرماتے ہیں:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی
سند کے ساتھ ہمیں خبر دی کہ امیر المؤمنین
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب
شام تشریف لائے تو اہل شام نے اپنی سرزمین
پر وبار اور گرائی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ
ہمیں اس شراب کے علاوہ کوئی علاج موافق
نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا شہد پیو، انھوں نے
کہا ہمیں شہد موافق نہیں آتا۔ اسی علاقے کے

اخبرنا مالك اخبرنا داؤد بن الحصين
عن واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ
عن محمود بن لبيد الانصاري عن عمر
بن الخطاب حين قدم الشام شكى اليه اهل
الشام وباء الامرض او ثقلها قالوا لا يصلح
لنا الا هذا الشراب قال اشربوا العسل
قالوا لا يصلحنا العسل قال له رجل
من اهل الامرض هل لك ان

له غاية البيان

ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ رغبت رکھتے ہیں کہ میں آپ کے لئے ایسی شراب تیار کروں جو نشہ نہ دے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ان لوگوں نے انگور کے شیرہ کو اس حد تک پچایا کہ دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی رہ گیا وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لائے۔ آپ نے اس میں انگلی داخل کر کے باہر نکالی تو وہ آپ کی انگلی کے ساتھ چمٹ گیا۔ آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کی طلار کی مثل طلاس ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو فرمایا کہ اس کو پیو۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا بخدا آپ نے اس کو حلال قرار دے دیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا میں نے اس کو حلال نہیں کیا، اے اللہ! جو چیز تو نے ان پر حرام کی ہے میں اس کو ان پر حلال نہیں کرتا اور جو تو نے ان پر حلال کیا میں اس کو ان پر حرام نہیں کرتا۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہم اسی کلمے اخذ کرتے ہیں کہ ایسے طلار کے پینے میں کوئی حرج نہیں جس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی باقی رہا ہو اور وہ نشہ نہ دے۔ لیکن ہر پانی نشہ آور شراب میں کوئی خبیر نہیں۔ (ت)

اجعل لك من هذا الشراب شيئاً
لا يسكر قال نعم فطبخوه حتى ذهب
ثلثاه وبقى ثلثه فاتوا به
الى عمر بن الخطاب فادخل
اصبعه فيه ثم رفع يده فبتعه
يتمطط فقال هذا الطلاء مثل
طلاء الابل فامرهم ان يشربوه
فقال عباد بن الصامت
احللتها والله قال كلا والله
ما احللتها اللهم اني لا احل
لهم شيئاً حرمته عليهم
ولا احرم عليهم شيئاً احللته
لهم قال محمد (مرحمة
الله تعالى عليه) و بهذا
ناخذ لا بأس بشرب
الطلاء الذي قد ذهب
ثلثاه وبقى ثلثه وهو
لا يسكر فاما كل معتق
يسكر فلا خير فيه له

نیز کتاب الآثار میں فرماتے ہیں :

لے موطا امام محمد کتاب الحدود باب نبیذ الطلار۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی س ۱۷-۲۱۹

اخبرنا ابو حنیفة عن سلیمان الشیبانی عن
ابن زیاد انه افطر عند عبد الله بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فسقاہ شرابا لہ

ہیں امام ابو حنیفہ نے سلیمان شیبانی سے خبر دی
انہوں نے ابن زیاد سے روایت کی کہ انہوں
(ابن زیاد) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روزہ

علہ هو ابو اسحق سلیمان بن ابی سلیمان الکوفی
من ثقات التابعین ورجال الستة ۱۲ منہ

یہ ابو اسحاق سلیمان بن ابی سلیمان کوفی
جو ثقہ تابعین اور صحاح ستہ کے راویوں
میں سے ہیں ۱۲ منہ (ت)

علہ قال السید المرتضی الاشبہ انه محمد
بن زیاد احد شیوخ شعبۃ روى
عن ابی ہریرۃ حدیث الرجل جبار
ذکرہ المنذری فی مختصر السنن وهو
من اقران ابن سیرین قلت هو ابن زیاد
الجمحی ابوالحارث المدنی نزیل بعد البصرۃ
ثقة ثبت من رجال الستة روى
الدارقطنی فی السنن من طریق آدم
بن ابی ایاس عن شعبۃ عن محمد بن
زیاد عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم قال الرجل جبار هذا
ما ابداه السید طنطا والمنصوص علیہ
انه عبد اللہ قال الامام البدر محمود
فی البناية بعد ذکر الحدیث ابن زیاد
هو عبد اللہ ابن زیاد اھ -

سید مرتضیٰ نے کہا حق سے اشبہ ہے کہ یہ محمد بن
زیاد شعبہ کے شیوخ میں سے ایک ہیں انہوں
نے "الرجل جبار" والی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ بات امام
منذری نے مختصر السنن میں ذکر کی اور یہ امام ابن سیرین
کے ہم زمان ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ ابن زیاد جمحی ابوالحارث
مدنی ہیں جو بعد میں بصرہ میں مقیم ہو گئے ثقہ ہیں صحاح ستہ
کے راویوں میں سے ہیں دارقطنی نے سنن میں آدم بن ایاس
کے طریق سے عن شعبہ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے
فرمایا "الرجل جبار" سید مرتضیٰ نے اپنے گمان
کی بیان پر یہ بیان کیا ہے جبکہ منصوص یہ ہے
کہ وہ عبد اللہ ہیں، امام بدر الدین محمود نے بتایا
میں ابن زیاد کی اس حدیث کے بعد کہا ابن زیاد
سے مراد عبد اللہ بن زیاد ہے اھ (باقی اگلے صفحے پر)

۱۵۴/۳ نشر السنۃ ملتان ۲۱۵
۳۳۸/۴ المكتبة الامدادية مكة المكرمة
۲۱۵ نشر السنۃ ملتان ۱۵۴/۳
کتاب الاشرية کتاب الہدایۃ

فكانه اخذ فيه فلما اصبحت قال
ما هذا الشراب ما كدت اهتدي
الى منزلي فقال عبد الله ما نردناك
على عجموة وزبيب قال محمد و
به ناخذ وهو قول ابى حنيفة
اخبرنا ابو حنيفة عن حماد
قال كنت اتقى النبيذ فدخلت
على ابراهيم وهو يطعم
فطعمت معه فاوقى قدحا
من نبيذ فلما رأى
ابطأ عنه قال حدثني
علقمة عن عبد الله
بن مسعود انه كان
سماطعم عنده ثم
دعا نبيذ له تنبذ

افطار کیا تو آپ نے ابن زیاد کو اپنے ہاں سے شراب
پلائی تو گویا کہ اس نے ابن زیاد میں کچھ اثر کیا جب
صبح ہوئی تو ابن زیاد نے کہا یہ کیا شراب ہے یوں
لگا کہ میں اپنے گھر کی طرف راہ نہ پاؤں گا۔ حضرت
عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے
تو آپ کے لئے عجمہ اور زبيب پر کوئی شے زیادہ
نہیں کی۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی سے اخذ کرتے
ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ ہمیں امام ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حماد سے خبر دی انہوں
نے کہا کہ میں نبيذ سے پرہیز کرتا تھا میں ابراہیم کے پاس
گیا وہ کھانا کھا رہے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ
کھانا کھانا پھر نبيذ کا ایک پیالہ لایا گیا جب ابراہیم
نے مجھے اس سے پس و پیش کرتے ہوئے دیکھا تو کہا
مجھے علقمہ نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
حدیث بیان کی کہ میں بسا اوقات ان کے ہاں کھانا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلت یعنی ابا مریم الاسدی الکوفی
من ثقات التابعین ورجال البخاری
فی التہذیب ذکرہ ابن حبان فی
الثقات وقال فی تہذیبہ قال
العجلی کوفی ثقة وقال الدارقطنی
ثقة یلہ

میں کہتا ہوں ابن زیاد یعنی ابو مریم اسدی کوفی
جو ثقہ تابعین اور بخاری کے راویوں میں
شمار ہیں، تہذیب میں ہے کہ ابن حبان نے اسکو
ثقة لوگوں میں ذکر کیا ہے اور تہذیب والے نے
فرمایا کہ عجلی نے کہا کہ وہ کوفی ثقہ میں شمار ہیں،
دارقطنی نے کہا وہ ثقہ ہیں۔ (ت)

ص ۱۸۲

ادارة القرآن راجی

۱۷ کتاب الآثار لامحمد باب الاثرية والانبذہ

۲۲۱/۵

دائرة المعارف النظامية

۳۷۹

تہذیب التہذیب ترجمہ عبد اللہ بن زیاد الکوفی

سیرین ام ولد عبد اللہ فشرب و
 وسقانی لہ۔ أخبرنا ابو حنیفہ قال
 حدثنا ابو اسحق السبیعی عن
 عمرو بن مہمون الاودی عن عمر
 بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قال ان للمسلمین جزورا لطعامہم
 وان العتق منها لآل عمر، و انه
 لا یقطع ہذہ الابل فی بطوننا الا
 النبیز الشدید۔ أخبرنا
 ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم ان
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی باعربی
 قد سکر، فطلب لہ عنذرا فلما
 اعیاه (الا ذہاب عقل) قال
 احبسوہ فاذا صح فاجلدوہ ودعا
 بفضلة فضلت فی ادواتہ، فذاقہا
 فاذا نبیز شدید ممتنع، فدعا
 بماء فکسره (وکانت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ یحب الشراب
 الشدید) فشرب و سقی
 جلساءہ ثم قال
 ہذا اکسروہ بالماء
 اذا غلبکم شیطانہ۔
 أخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن

کھاتا، پھر انھوں نے نبیز طلب فرمائی جو ان کی ام ولد
 سیرین نے ان کے لئے تیار کی تھی جس کو ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلائی۔
 ہمیں امام ابو حنیفہ نے اپنی سند کے ساتھ خبر دی کہ
 حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 فرمایا عمدہ اونٹ مسلمانوں کے کھانے کے لئے ہیں
 اور ان میں سے پرانے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے لئے ہیں، اور بیشک ان اونٹوں کو پیوں میں
 سوائے گارھی نبیز کے کوئی شے مضم نہیں کرتی۔
 ہمیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سند کے
 ساتھ خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس
 ایک اعرابی لایا گیا جو نشے میں تھا آپ نے اس سے
 عذر پوچھا تو سوائے خرابی عقل کے اس کو عاجز
 پایا، آپ نے فرمایا اس کو روک رکھو جب ہوش
 میں آئے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ اور حضرت عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے برتن میں بچی ہوئی
 شراب منگوائی اور اُسے چکھا تو وہ گارھا نبیز تھا جو کہ
 ممتنع ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس نبیز
 کی تیزی کو توڑا (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گارھی
 شراب کو پسند فرماتے تھے) پھر اُسے پیا اور شرکاء
 مجلس کو پلایا۔ پھر فرمایا کہ جب اس شراب کا شیطان
 تم پر غالب آجائے تو پانی سے اسکی تیزی توڑ دیا کرو۔
 ہمیں امام ابو حنیفہ نے حماد سے انھوں نے

ابراہیم سے خبر دی کہ وہ ایسا پلا پیتے تھے جس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی بچ گیا ہو اس سے ان کے لئے نبیذ بنائی جاتی تھی تو وہ اس کو چھوڑے رکھتے یہاں تک کہ جب وہ جوش کھا کر سخت ہو جاتی تو اس کو پی لیتے اور اس میں وہ کوئی عرج نہ دیکھتے۔ امام محمد نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ ہمیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ولید بن سریج (مولیٰ عمرو بن حرث) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حدیث بیان کی کہ وہ ایسا پلا پیتے تھے جس کا نصف خشک ہو گیا ہوتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس سے اخذ نہیں کرتے اور انہیں ایسا پلا نہیں پینا چاہئے سوائے اس کے کہ اس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی رہ جائے،

اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا۔ ہمیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے خبر دی کہ ابراہیم نے فرمایا کہ ہر وہ شراب جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل حرام ہے، یہ لوگوں کی خطا ہے بیشک اس سے مراد یہ ہے کہ ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ (ت)

امام طاہوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں،

حدثنا فهد ثنا ابو نعیم قال ثنا مسعرب
 كذا مر عن ابی عون الثقفی عن عبد اللہ
 بن شداد بن الہاد عن عبد اللہ بن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت الخمر

حضرت عبد اللہ بن شداد بن الہاد سیدنا عبد اللہ
 بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے
 ہیں ابن عباس نے فرمایا کہ خمر پر تو بعینہ حرمت واقع
 ہوئی اور اس کے ماسوا دیگر شرابوں کی نشہ آور مقدار

۱۸۴ ص
 ۱۸۵ ص

ادارۃ القرآن کراچی

باب نبیذ البطح والعصیر

باب الشرب فی الاوعیۃ والظروف

حرام ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ بیشک حرمت خمر پر تو بعینہ واقع ہوئی جبکہ باقی شرابوں کی اتنی مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو چنانچہ ثابت ہو گیا کہ خمر کے علاوہ جس کی زیادہ مقدار نشہ لائے وہ حرام ہے اور اس کی قلیل مقدار جو نشہ نہ لائے وہ حسب سابق مباح ہے جیسا کہ خمر کے حرام ہونے سے پہلے مباح تھی اور جو حرمت نئی نازل ہوئی وہ عین خمر اور دیگر شرابوں کے نشہ کے بارے میں ہے چنانچہ اس بات کا احتمال ہے کہ حرام شدہ خمر خاص کھجوروں کا رس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر وہ چیز جس سے خمر بنے وہ حرام ہے چاہے وہ انگور کا رس ہو یا کچھ اور، تو جب اس بات کا احتمال موجود ہے اور تمام اشیاء شروع میں حلال تھیں پھر بعد میں تحریم وارد ہوئی تو جس شے کے حلال ہونے پر اجماع ہے وہ حلال ہونے سے اس وقت تک نہیں نکلے گی جب تک اس کے حرام ہونے پر اجماع واقع نہ ہو اور ہم اس بات پر گواہی دیتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انگور کے رس کو حرام فرمایا جب اس میں خمر کی صفات پیدا ہو جائیں اور ہم یہ گواہی نہیں دیتے کہ انگور کے رس کے علاوہ جن اشیاء میں یہ صفت پیدا ہو جائے اُسے بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا لہذا جس چیز کے حرام ہونے پر ہم گواہی دیتے ہیں وہ خمر ہے جس کے معنی پر ہم یقین رکھتے ہیں جیسا کہ اس کے نازل کئے جانے پر ہمارا ایمان ہے اور جس چیز کی حرمت پر ہم یہ گواہی نہیں دے سکتے

بعینہا و السكر من کل شراب فاخبر ابن عباس ان المحرمة وقعت علی الخمر بعینہا و علی السكر من سائر الاشریة سواھا فثبت بذلک ان ما سوی الخمر التي حرمت مما یسکر کثیرہ قد ابیح شرب قلیلہ الذی لا یسکر علی ما کان علیہ من الاباحۃ المتقدمة تحريم الخمر وان التحريم الحادث انما هو فی عین الخمر و السكر ما فی سواھا من الاشریة فاحتمل ان تكون الخمر المحرمة ہی عصیر العنب خاصة واحتمل ان یكون کل ما خمر من عصیر العنب وغیرہ فلما احتل ذلک و کانت الاشیاء قد تقدمت تحلیلها جملة ثم حدث تحريم فی بعضها لم یخرج شیء مما قد اجمع علی تحلیلہ الاباحۃ یا قی علی تحريمہ ونحن نشهد علی اللہ عزوجل انه حرم عصیر العنب اذا حدثت فیہ صفات الخمر ولا نشهد علیہ انه حرم ما سوی ذلک اذا حدث فیہ مثل هذه الصفة فالذی نشهد علی اللہ تعالیٰ بتحریمہ ایما هو الخمر الذی امانا بتاویلہا من حیث قد امانا بتاویلہا والذی لا نشهد علی اللہ انه حرم

هو الشراب الذي ليس بخمر فما كان من
خمر فقليله وكثيره حرام وما كان مما
سوى ذلك من الاشربة فالسكر
منه حرام وما سوى ذلك منه مباح
هذا هو النظر عندنا وهو قول ابى حنيفة
وابى يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى
غير تقيح التبيب والتمر خاصة
فانهم كرهوا وليس ذلك عندنا في
النظر كما قالوا، ولكن اصحابنا خالفوا
ذلك للتاويل الذي تاولوا عليه حديث
ابى هريرة والنس الذين ذكرنا وشئ
رووه عن سعيد بن جبيرانه قال
في ذلك هي الخمر فاجتنبها^{لہ}

کہ اس کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ خمر کے علاوہ دوسری
شرابیں ہیں، چنانچہ جو خمر ہے اس کا قلیل اور کثیر
سب حرام ہے اور جو اس کے ماسوا دیگر شرابیں ہیں
ان میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے باقی مباح ہے
ہمارے نزدیک یہی قیاس ہے اور یہی قول ہے
امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہم، جبکہ کشمش اور کھجور کے رس کو انھوں
نے مکروہ قرار دیا اور ہمارے نزدیک قیاس میں
ایسا نہیں جیسا کہ انھوں نے کہا (اس لئے کہ جو بات
ہم متفق علیہ دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ رس چاہے کچا ہو
یا پکا دونوں صورتوں میں برابر ہے اور پکانے سے
وہ حلال نہیں ہو سکتا جبکہ وہ پکانے سے پہلے
حلال نہیں تھا البتہ ایسا پکانا جو اس کو رس کی حد

سے نکال دے اور وہ شہد کی تعریف میں داخل ہو جائے تو اب اس کا حکم وہی ہوگا جو شہد کا ہے۔ پس
ہم دیکھتے ہیں کہ کشمش اور کھجور کا پکا ہوا رس بالاتفاق مباح ہے۔ اب قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں
میں بھی حکم ایسا ہی ہو لہذا کھجور اور انگور کا نبیذ اور پکا ہوا رس برابر ہو گئے جس طرح انگور کا کچا رس
اور اس کا پکایا ہوا برابر ہے یہی قیاس ہے لیکن ہمارے اصحاب نے اس میں اختلاف کیا اس
تاویل کی بنیاد پر جو انھوں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں بیان کی
جن کو ہم ذکر کر چکے اور اس حدیث کی بنیاد پر بھی جو انھوں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی کہ انھوں نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ خمر ہے لہذا اس سے بچو۔ (ت)

اسی میں ہے :

فہد نے اپنی سند کے ساتھ ہمیں حدیث بیان
کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں تھے کہ

حدثنا فہد (فذكر بسنده) عن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ

لہ شرح معانی الآثار کتاب الاشریہ باب الخمر المحرمۃ ماہی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۶-۲۵۶

آپ کی خدمت میں نبیذ لائی گئی جسے آپ نے پیا پھر ماتھے پر شکن ڈالا اور فرمایا طائف کی نبیذ میں ہلاکت ہے اور اس کی شدت کا ذکر فرمایا جو مجھے یاد نہیں۔ اس کے بعد پانی منگو کر اس پر ڈالا پھر نوش فرمایا۔ حضرت ابو بکرہ اپنی سند کے ساتھ عمرو بن مہیون سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کو نیزہ چھو کر زخمی کر دیا گیا تھا آپ کے پاس طبیب آیا اور کہا کہ آپ کو کونسا مشروب زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا نبیذ۔ چنانچہ نبیذ لائی گئی تو آپ نے اسکو پیا جو آپ کے دو زخموں میں سے ایک سے باہر نکل گئی۔ روح بن فرج نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن مہیون سے اسی کی مثل روایت کی مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمرو بن مہیون نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے ہم اس نبیذ سے ایسا مشروب پیتے ہیں جو ہمارے پیٹوں میں اونٹ کے گوشت کو نقصان دینے سے روکتا ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے ان کے نبیذ سے پیا جو سخت ترین نبیذ تھا۔ میں کہتا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے ابواسحاق سے انہوں نے عمرو بن مہیون سے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر

كان في سفر فاقى بنبيذ فشرب منه فقطب ثم قال ان نبيذ الطائف له غرام فذاكرشدة لا احفظها ثم دعا بماء فصب عليه ثم شرب - حدثنا ابوبكرة (بسندة) عن عمرو بن ميمون قال شهدت عمر حين طعن فجاءه الطبيب فقال اى الشراب احب اليك قال النبيذ فاقى بنبيذ فشرب منه فخرج من احدى طعنتيه - حدثنا روح بن الفرج (بسندة) عن عمرو بن ميمون مثله وزاد ان عمر كان يقول انا لشرب من هذا النبيذ شرابا يقطع لحوم الابل في بطوننا من ان يؤذينا قال وشربت من نبیذہ فكان اشد النبيذ قلت ورواه ابن ابي شيبه حدثنا ابو الاحوص عن ابي اسحق عن عمرو بن ميمون قال قال عمر انا لشرب هذا

لہ شرح معانی الآثار کتاب الاشریة باب ما یحرم من النبيذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۵۹

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیشک ہم یہ سخت شراب اس لئے پیتے ہیں تاکہ یہ ہمارے پیٹوں میں اونٹوں کے گوشت کی اذیت کو ختم کرے جس شخص کو اس شخص کی شراب شک میں ڈالے تو وہ اس میں پانی ملائے۔ ہمیں وکیح نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہمیں اسمعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ مجھے عقبہ بن فرقد نے بتایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے نبیذ کا مشروب منگوایا یا جو سرکہ ہونے کے قریب تھا اور فرمایا پیو، میں نے اس کو لے کر پیا تو مجھے کچھ خوشگوار نہ لگا، پھر آپ نے اسکو لے کر پیا اور فرمایا اسے عقبہ! ہم یہ سخت نبیذ اس لئے پیتے ہیں کہ یہ ہمارے پیٹوں میں اونٹوں کے گوشت کی ایذا رسانی کو ختم کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اسمعیل وہی ہیں جو امام حافظ ہیں ان کی بزرگی پر اتفاق ہے اجمعی، کوفی، ثقفی، ثقفی، صحت، صحاح ستہ کے رجال اور حفاظ تابعین میں سے ہیں۔ اور قیس مجہول نہیں وہ امام، ثقفی، حافظ جلیل، مخضرم، کوفی، صحاح ستہ کے رجال اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔ اور عقبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں جو کوفہ میں قیام پذیر ہوئے، پس حدیث شرطیہ بخین پر صحیح ہے جس کے راوی ابوبکر سے لے کر آخر سند تک سلسل کوفی ہیں۔ ہمیں روح نے اپنی سند کے

الشراب الشدید لنقطع به لحوم الابل فی بطوننا ان تؤذینا فمن شرابه من شرابه شیء فلیمزجه بالماء، حدیثنا وکیع ثنا اسمعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن عقبہ بن فرقد قال قال علی عمر قد عا بشرب من نبیذ قد کاد ان یصیر خلا فقال اشرب فاخذته فشربته فما کدت ان اسیغه ثم اخذته فشربه ثم قال یا عقبہ انا نشرب هذا النبیذ الشدید لنقطع به لحوم الابل فی بطوننا ان تؤذینا قلت و اسمعیل هذا هو الامام الحافظ المتفق علی جلالته احمسی، کوفی، ثقفی، ثبت، من رجال الستة وحفاظ التابعین و قیس من لایجہل امام ثقفی حافظ جلیل مخضرم کوفی من رجال الستة و اکابر التابعین و عقبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نزل الکوفہ فالحدیث صحیح علی شرط الشیخین مسلسل بالکوفیین من لدن ابی بکر الی آخر السند.

لے المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاشریہ حدیث ۳۹۲ و ۳۹۲۸ الجزء الثامن من البحر الیسع ۱۴۲

فی مصنفہ حدیثنا علی بن مسهر عن الشیبانی عن حسان بن مخارق قال بلغنی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سافر من جلا ف سفروکات صائما فلما افطرا هو ی الی قرابة لعمر معلقة فیہا نبیذ فشرب منها فسکر فضربه عمر الحد فقال له انما شربت من قربتک فقال له عمر انما جلدتک لسکرک قلت وهذا مثل طرقة وما یخشی فی البلاغ من الانقطاع فلا یضر عندنا و عند الجمہور القابلین للہ اسیل۔ وروی عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج عن اسمعیل ان رجلا عب فی شراب نبیذ لعمر بن الخطاب بطریق المدینة فسکر فترکه عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حتی افاق فحده الی فقال الطحاوی حدیثنا

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت فرمایا کہ ہمیں علی بن مسهر نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کے ساتھ سفر میں تھے اور وہ روزہ دار تھا جب اس نے افطار کیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مشکیزہ کی طرف مائل ہوا جو لٹکا ہوا تھا اور اس میں نبیذ تھا اس نے پیا جس سے اسے نشہ ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد لگائی تو اس نے کہا میں نے تو آپ کے مشکیزہ سے پیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے تجھے تیرے نشے کی وجہ سے کوڑے لگائے۔ میں کہتا ہوں یہ اس حدیث کے طرُق میں سے عمدہ ترین ہے اور اس میں جو انقطاع کا خدشہ ہے وہ ہمیں نقصان نہیں دیتا اور نہ جمہور کو جو مرسل حدیثوں کو قبول کرتے ہیں۔ عبدالرزاق نے روایت کیا کہ ہمیں ابن جریج نے اسمعیل سے خبر دی کہ ایک شخص نے مدینہ کے راستے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبیذ کو ایک ہی سانس میں پیا تو اسے نشہ ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کچھ دیر چھوڑے رکھا یہاں تک کہ اسے افاقہ ہوا پھر اسے حد ماری۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ

المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحدود النبیذ من رأی فیہ حدًا حدیث ۸۴۵۰ اذارة القرآن کراچی ۵۴۴/۹
المصنف لعبدالرزاق کتاب الاثریة حدیث ۱۷۰۱۵ المجلس العلمی ۲۲۴/۹

ہمیں فہد نے اپنی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نبیذ لایا گیا جو متغیر اور سخت ہو چکا تھا آپ نے اس میں سے پیا پھر فرمایا بیشک یہ سخت ہے، پھر پانی لانے کا حکم دیا اور اس پر پانی ڈالا پھر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اس کو پی لیا۔ ہمیں محمد بن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک مشکیزے (توشہ دان) میں جو کہ پندرہ سولہ رطل کے برابر تھا نبیذ بنایا گیا آپ تشریف لائے اُسے چکھا اور میٹھا پایا تو فرمایا گویا کہ تم نے اس کا تلچھٹ کھم کر دیا ہے۔ ہمیں ابن ابی داؤد

فہد (بسندہ) عن ابن عمر قال اتى (يعنى امير المؤمنين) بنبذ قد احلف واشتد فشرب منه ثم قال ان هذا لشديد ثم امر بماء فصبت عليه ثم شرب هو واصحابه، حد ثنا محمد بن خزيمه (بسنداه) عن ابن عمر رضى الله تعالى عنه) ان عمر انتبذ له في مزادة فيها خمسة عشر وستة عشرون فذاقه فوجدته حلوا فقال كانكم اقلتم عكرة حد ثنا ابن ابى داؤد

عہ "عکرا النبید" پرانا نبیذ جو تازہ نبیذ کے ساتھ ملانے سے جلد تیزی حاصل کرتا ہے۔ نسائی کی اپنی سنن میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ وہ پرانے نبیذ میں ملنے ہوئے ہر نبیذ کو ناپسند کرتے تھے نیز ان سے نبیذ کے متعلق یہ روایت کہ اس کو پرانے نبیذ نے نشہ آور بنا دیا، کا معنی یہی ہے، گویا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے قلیل پرانے نبیذ میں ملاوٹ کو ناپسند فرمایا کہ اس وجہ سے ابھی تک وہ میٹھا ہے اور شدید نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ عجیب غفر اللہ تعالیٰ کا بیان ہے ۱۲ منہ۔

(ت)

نور محمد کارخانہ تجارت کتب کچی ۳۳۵/۲

ذکر مایحوز شربہ من الانبذہ

لے سنن النسائی

(یبلغه الی) عبد الرحمن بن عثمان
 قال صحبت عمر بن الخطاب الی
 مكة فاهدی له ركب من ثقیف
 سطيحتین من نبيذ فشرب عمر احدهما
 ولم يشرب الاخری حتى اشتد ما فيه
 فذهب عمر فشرب منه فوجده
 قد اشتد فقال اكسروه
 بالماء، قلت و س و ا
 عبد الرزاق قال الطحاوی
 فلما ثبت بما ذكرنا عن عمر اباحة
 قليل النبيذ الشديد وقد سمع
 رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم يقول كل مسكر حرام
 كان ما فعله دليلاً ان
 ما حرم رسول الله صلى الله
 تعالى عليه وسلم من
 النبيذ الشديد هو السكر منه
 لا غير فاما ان يكون سمع
 ذلك من النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم قولاً او ساءه رأياً فرأيه
 عندنا حجة ولا سيما
 اذا كان فعله المذكور بحضرة
 اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن عثمان نے کہا کہ
 میں نے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کے دوران حضرت
 عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار
 کی قبیلہ بنی ثقیف کے ایک وفد نے آپ کی خدمت
 میں نبيذ کے دو مشکیزے بطور ہدیہ پیش کئے حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہ میں سے ایک پی لیا
 اور دوسرے کو نہیں پایا یہاں تک کہ اس میں شدت
 آگئی پھر جب آپ نے اس کو پایا تو اس کو شدید
 پایا اور فرمایا پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو۔
 میں کہتا ہوں اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا۔
 امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے ان واقعات مذکورہ سے جب نبيذ شدید کی
 قلیل مقدار کا مباح ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ انھوں
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے
 سنا ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے تو آپ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کا فعل اس بات کی دلیل ہو گا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبيذ شدید سے جو
 حرام فرمایا وہ نشہ آور مقدار ہے نہ کہ اس کا غیر
 چاہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو
 یا ان کی اپنی یہ رائے ہو کیونکہ ہمارے نزدیک ان
 کی رائے حجت ہے خصوصاً جب کہ آپ کا یہ فعل
 مذکور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں واقع

لے شرح معانی الآثار کتاب الاشریۃ باب ما یحرم من النبيذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۹/۲

ہوا اور ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو ان سب کا جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متابعت کرنا ان کے اس فعل کے صحیح ہونے کی دلیل ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی کہ ہر شہ آور حرام ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ حدیث روایت کی جو ہمیں ابو امیہ بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس شراب لائی گئی آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر ماتھے پر شکن ڈالی اور اس کو رد فرما دیا، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا یہ حرام ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر وہ شراب لوٹائی اور اس میں پانی ڈالا اس کا دو تین بار ذکر کیا پھر فرمایا جب یہ مشکیزے تم پر سخت ہو جائیں تو پانی کے ساتھ ان کی تیزی کو توڑ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں اس کو امام نسائی نے اس کے معنی کے ساتھ دو سندوں سے روایت فرمایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیں زیاد بن ایوب نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی، ہشیم نے انہوں نے کہا ہمیں عوام نے عبد الملک

قلمینکرہ علیہ منہم منکر فدل علی متابعتہم ایاء علیہ و هذا عبد اللہ بن عمر وهو احد النفر الذین رووا عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل مسکر حرام قد روی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما حدثنا ابو امیة البغدادی ثنا ابو نعیم ثنا عبد السلام عن لیث عن عبد الملك بن اخی القعقاع بن شوذب عن ابن عمر قال شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی بشراب فادناہ الی فیہ فقطب فرده فقال مرحب لیا رسول اللہ احرام هو فرد الشراب ثم عاد بماء فصبه علیہ ذکر مرتین او ثلاث ثم قال اذا اغتسلت هذه الاسقیة علیکم فاکسروا متونہا بالماء، قلت ورواہ النسائی فی سننہ بسندین بمعناہ احدہما اخبرنا زیاد بن ایوب ثنا ہشیم اخبرنا العوام عن عبد الملك بن نافع

۱ شرح معانی الآثار کتاب الاشریۃ باب ما یحرم من البینذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲ - ۳۵۹

بن نافع سے خبر دی انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اور دوسری سند یہ ہے کہ مجھے زیاد بن ایوب نے ابو معاویہ سے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں ابو اسحاق شیبانی نے عبد الملک سے حدیث بیان کی الخ امام طحاوی نے فرمایا ہمیں وہب بن عثمان بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی مثل حدیث بیان کی۔ میں کہتا ہوں اسی سند کے ساتھ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت فرمایا اور کہا ہمیں وکیع نے اسمعیل بن ابی خالد سے بیان کی الخ۔ امام طحاوی نے فرمایا ہمیں محمد بن عمرو بن یونس نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ عبد الملک بن نافع نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے گھر والے مشکیزے میں نبیذ بناتے ہیں اگر میں اس کو زیادہ پی لوں تو وہ میرے اندر نشہ پیدا کرتی ہے۔ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا گناہ اس پر ہے جو گناہ کا ارادہ کرے میں اس رکن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس ایک شخص نبیذ کا پیالہ لایا پھر ابن عمر نے حدیث ابن امیہ کی مثل ذکر فرمایا سوائے اس کے

قال قال ابن عمر و الآخر اخبرني زياد بن ايوب عن ابي معاوية ثنا ابو اسحق الشيباني عن عبد الملك الخ قال الطحاوي حدثنا وهب بن عثمان البغدادي ثنا ابو همام ثني يحيى بن زكريا بن ابي نراثة عن اسمعيل بن ابي خالد ثنا قرّة العجلى ثني عبد الملك ابن اخي القعقاع عن ابن عمر مثله قلت بهذا السند رواه ابن ابى شيبة في مصنفه فقال حدثنا وكيع عن اسمعيل بن ابي خالد الخ بنحوه قال الطحاوي حدثنا محمد بن عمرو بن يونس ثني اسباط بن محمد عن الشيباني عن عبد الملك بن نافع قال سألت ابن عمر فقلت ان اهلنا يبيذون نبیذا فی سقاء لو انھکتھ لا خذفت فقال ابن عمر انما البغي علی من اراد البغي شھدات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند هذا الرکت واتاه مرجل بقدر من نبیذ ثم ذکر مثل حدیث ابی امیة غیر انه

۱ سنن النسائی کتاب الاثریة ذکر اخبار التی اعلیٰ بہا من اباح الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۳۲/۲

۲ سنن النسائی کتاب الاثریة ذکر اخبار التی اعلیٰ بہا من اباح الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۲/۲

۳ شرح معانی الآثار باب ما یحرم من النبیز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۰/۲

۴ المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاثریہ حدیث ۴۲۶۲ ادارۃ القرآن کراچی ۳۹/۸

قال فاكسروها بالماء فقه هذا
 اباحة قليل النبيذ الشديد و اولى
 الاشياء بنا اذ كانت قد روى عنه
 هذا عن النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم و روى عنه عن
 النبي صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام
 ان نجعل كل واحد من القوليت
 على معنى غير معنى الاخر
 فيكون قوله كل مسكر حرام على المقدار
 الذى يسكر والحديث الاخر على
 اباحة قليل النبيذ الشديد،
 اخبرنا قهد بن محمد بن سعيد ثنا
 يحيى بن اليمان عن سفين عن منصور عن
 خالد بن سعد عن ابى مسعود رضى الله تعالى
 عنه قال عطش النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم حول الكعبة فاستسقى فاقى
 نبذ من نبذ السقاية فشمه فقطب
 فصب عليه من ماء زمزم ثم شرب فقال
 ما جلد احرام هو فقال لا قلت و رواه
 النسائي بهذا المنبذ نحوه فقال اخبرنا
 الحسن بن اسمعيل بن سليمان اخبرنا
 يحيى بن يمان

کہ فرمایا اس کی تیزی کو پانی کے ساتھ توڑو۔ اس
 حدیث میں تیز نبذ کی قلیل مقدار کی اباحت ہے،
 جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی تو انہی کے
 حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی
 مروی ہے کہ ہر شہ اور حرام ہے تو ہمارے لئے
 اولیٰ یہ ہے کہ ہم ان دونوں حدیثوں میں سے ہر ایک
 کو دوسری کے مفہوم کے غیر پر محمول کریں، چنانچہ
 آپ کا یہ ارشاد کہ ہر شہ اور حرام ہے اس مقدار
 پر محمول ہوگا جو نشہ دیتی ہے اور دوسری حدیث نبذ
 شدید کی قلیل مقدار کے مباح ہونے پر محمول ہوگی۔
 ہمیں قهد بن محمد نے اپنی سند کے ساتھ ابو سعید
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دی انہوں نے کہا نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کعبہ شریف کے پاس پیاس
 لگی تو آپ نے پانی مانگا چنانچہ آپ کی خدمت میں
 ایک مشکیزے سے نبذ لائی گئی آپ نے سونگھا اور
 تیوری چڑھائی پھر اس پر زمزم کا پانی ڈالا پھر نوش
 فرمایا تو ایک شخص نے کہا کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے
 فرمایا کہ نہیں۔ قلت (میں کہتا ہوں) اس کو
 امام نسائی نے اسی سند کے ساتھ بیان فرمایا
 اور کہا کہ ہمیں حسن بن اسمعیل بن سلیمان نے خبر دی
 انہوں نے کہا کہ ہمیں يحيى بن يمان نے خبر دی الخ

لہ شرح معانی الآثار کتاب الاشراب باب ما يحرم من النبيذ ايجام سعيد بن كراچي ۲/۲۶۰
 سنن النسائي ۲/۲۳۳ ذكرا خبا التي اعتل بها من اباح الخ نور محمد كارخانه تجارت كتن كراچي ۲/۲۳۳

اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا کہ ہمیں احمد بن عبد اللہ الوکیل نے حدیث بیان کی اور انہوں نے کہا کہ ہمیں علی بن حرب نے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن یمان نے حدیث بیان کی الخ اور اس کو عبد الرزاق نے مجاہد سے مرسل روایت کیا انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمزم کے مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے نبیذ نوش فرمایا پھر مشکیزے کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا پھر آپ نے حکم دیا تو پانی کے ساتھ اس کی تیزی کو توڑا گیا پھر آپ نے اس کو نوش فرمایا اور مشکیزے کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا، پھر تیسری مرتبہ حکم فرمایا اور اس کی تیزی کو پانی سے توڑا گیا پھر آپ نے نوش فرمایا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ ہمیں علی بن معبد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور معاذ بن جبل کو مین کی طرف بھیجا ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں دو شرابیں ہیں جو گندم اور جو سے بنائی جاتی ہیں ان میں سے ایک کو مزر اور دوسری کو بتع کہا جاتا ہے تو کیا ہم اسے پیئیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ورواة الدارقطني حدثنا احمد بن عبد الله الوكيل ثنا علي بن حرب نا يحيى بن اليمان الخ ورواه عبد الرزاق عن مجاهد مرسل قال عم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الى السقاية سقاية زمزم فشرب من النبيذ فشد وجهه ثم امر به فكسر بالماء ثم شربه فشد وجهه ثم امر به الثالثه فكسر بالماء ثم شربه، قال الطحاوي حدثنا علي بن معبد ثنا يونس ثنا شريك عن ابن اسحاق عن ابي بردة عن ابي موسى عن ابيه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بعثني رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا ومعاذ الى اليمن فقلنا يا رسول اللہ ان بها شرابين يصنعان من البر والشعير احدهما يقال له المزر والاخر يقال له البتع فما نشرب فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اشربا ولا تسکرا فذلک ان
 ما ذکرہ ابو موسیٰ عن رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم من قوله
 کل مسکر حرام انما هو علی المقدار الذی
 یسکر لا علی العین التی کثیرها
 یسکر وقد روینا حدیث ابی سلمة عن
 عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی
 جواب النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم للذی سألہ عن
 البتیم بقوله کل شراب اسکر فهو
 حرام فان جعلنا ذلک علی
 قلیل الشراب الذی یسکر
 کثیرہ ضاد جواب النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم لمعاد و
 ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما وان جعلناہ علی تحريم
 السکر خاصة وافق حدیث ابی موسیٰ
 واولی الاشیاء بنا حمل الآثار علی
 الوجه الذی لا تضاد، حدثنا ابن مرزوق
 (بسندہ) عن شماس قال قال عبد اللہ
 (یعنی ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ ان القوم یجلسون علی
 الشراب وهو یحل لهم فما یزالون
 حتی یحرم علیہم۔ حدثنا محمد
 بن خزیمة (بسندہ)

”پو اور نشہ میں مت آؤ۔“ یہ حدیث دلیل ہے کہ
 ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیث ذکر فرمائی کہ
 ”ہر نشہ اور حرام ہے“ وہ نشہ اور مقدار پر محمول ہے
 نہ کہ اس شے کے عین پر جس کا کثیر نشہ اور ہے
 اور ہم حدیث ابی سلمہ بنحو الہام المؤمنین سیدہ
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کر چکے
 ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے
 اس جواب کے بارے میں ہے جو بتبع سے متعلق
 سوال کرنے والے شخص کو آپ نے دیا وہ یہ کہ
 ”ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے“ اگر اس حدیث
 کو ہم اس شراب کے قلیل پر محمول کریں جس کا کثیر
 نشہ دیتا ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
 وسلم کے اس جواب کے خلاف ہے جو آپ نے
 حضرت معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما کو دیا۔ اور اگر اس کو ہم خاص نشہ کی حرمت
 پر محمول کریں تو یہ حدیث ابو موسیٰ کے موافق ہو جاتا
 ہے اور ہمارے لئے اولیٰ یہ ہے کہ ہم تمام
 آثار کو ایسے معنی پر محمول کریں کہ ان میں باہمی تضاد
 نہ رہے۔ ہمیں ابن مرزوق نے اپنی سند کے
 ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قوم شراب نوشی
 کے لئے بیٹھتی جب وہ ان کے لئے حلال تھا
 وہ ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے لئے
 حرام ہو گیا۔ ہمیں محمد بن خزیمہ نے اپنی سند کے

عن علقمة بن قيس انه اكل مع
عبد الله بن مسعود خبزا ولحما
قال فاتينا بنبيذ شديد نبتته
سيرين في جرة خضراء فشربوا
منه ، حدثنا ابن داود (لبسته)
عن علقمة قال سألت ابن مسعود
عن قول رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم في المسكر
قال الشربة الاخيرة - حدثنا
ابوبكرة ثنا ابو احمد الزبيري ثنا
سفين عن علي بن بذيمة عن قيس
بن حبر قال سألت ابن عباس عن
المجر الاخضر والمجر الاحمر
فقال انت اول من سأل النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم عن
ذلك وقد عبد القيس فقال لا تشربوا
لا في الدباء ولا في المزفت و
لا في النقيروا شربوا في الاسقية
فقالوا يا رسول الله فان
اشتد في الاسقية قال
صبوا عليه من السماء
وقال لهم في الثالثة
او الرابعة فاهريقوه - حدثنا محمد
بن خزيمة ثنا عبد الله بن رجاء ثنا اسرايل
عن علي بن بذيمة عن قيس بن

ساتھ حضرت علقمة بن قیس سے حدیث بیان کی کہ
انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا انہوں نے کہا
پھر ہمارے پاس تیز نبیذ لایا گیا جس کو سیرین نے
سبز گھڑے میں تیار کیا انہوں نے اسے پیا۔ ہمیں
ابی داؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علقمة
سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکر کے بارے
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
قول سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ آخری
گھونٹ ہے۔ ہمیں ابوبکر نے اپنی سند کے ساتھ
قیس بن حبر سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ
میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبز
اور سُرخ گھڑوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں
نے فرمایا سب سے پہلے اس بارے میں رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وفد عبد القیس
نے سوال کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: ”دبار، مزفت اور نقیر میں مت پیو
اور مشکیزوں میں پیو“ انہوں نے عرض کی
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر مشکیزوں
میں وہ تیز ہو جائے تو آپ نے فرمایا: ”اس پر
پانی ڈال دو“ اور آپ نے انہیں تیسری یا
چوتھی مرتبہ فرمایا کہ ”اسے انڈیل دو“ ہمیں محمد
بن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ اسی کی مثل
حدیث بیان کی۔ قلت (میں کہتا ہوں) اسکو

عن ابن عباس مثل ذلك قلت ورواه
 ابو داؤد في سننه ، حدثنا محمد
 بن بشار ثنا ابو احمد الى اخره سندا و
 متنا نحوه و مراد ثم قال ان الله حرم
 علت او حريم الخمر والميسر والكوبة قال
 وكل مسكر حرام قال سفيت فسالت
 علي بن بدائمة عن الكوبة قال
 الطبل ، ورواه عبد الرزاق عن
 ابي سعيد قال كنا جلوسا عند النبي
 صلى الله تعالى عليه وسلم فقال
 جاءكم وفد عبد القيس الحديث بطوله
 وفيه فان را بكم فاكسروه بالماء اه
 وليس فيه ما بعده ، قال الطحاوي
 فف هذا الحديث ان
 رسول الله صلى الله تعالى
 عليه وسلم اباح لهم
 ان يشربوا من نبين
 الاسقية وان اشتم
 فان قال قائل فان
 في امره باهراقه دليلا
 على نسخ الاباحه قيل
 لهم كيف يكون

ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ میں محمد بن
 بشار نے ابو احمد سے حدیث بیان کی الخ جو کہ سند اور
 متن دونوں کے اعتبار سے اس کی مثل ہے اور
 اس میں یہ زائد ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ نے مجھ
 پر حرام کیا یا یوں فرمایا کہ خمر، جو اور کوبہ حرام کر دے
 گئے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ سفیان نے کہا کہ میں
 نے علی بن بدیمہ سے کوبہ کے بارے میں پوچھا تو
 انھوں نے کہا کہ طبل (ڈھول) اور اس کو عبد الرزاق
 نے ابوسعید سے روایت کیا ابوسعید نے کہا کہ ہم
 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے
 تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
 تمہارے پاس وفد عبد القیس آیا ہے (طویل حدیث
 ذکر کی) اور اس حدیث میں ہے کہ اگر تمہیں
 وہ (نبیذ) شک میں ڈالے تو پانی سے اس کی
 تیزی کو توڑ دو الخ اور اس میں حدیث کا بعد والا
 حصہ نہیں ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ اس
 حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
 وسلم نے وفد عبد القیس کے لئے مشکیزوں کی
 نبیذ کو پینا مباح فرمایا اگرچہ اس میں تیزی آئے۔
 اگر کوئی تجھنے والا کہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے اس کو انڈیلنے کا حکم دیا یہ اباحت کے
 نسخ کی دلیل ہے اس کو کہا جائے گا یہ کیسے

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۱-۳۶۰

آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳

المجلس العسلی ۲/۰۲-۲۰۱

۱ شرح معانی الآثار کتاب الاشریہ باب ما یحرم من النبید

۲ سنن ابی داؤد " باب فی الاوعیۃ

۳ المصنف لعبد الرزاق " حدیث ۱۶۹۳۰

ہو سکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ کلام مروی ہے کہ خمر لعینہ حرام کی گئی اور ہر شراب میں سے نشہ کی مقدار حرام کی گئی، ہم اس حدیث کو اس کے اسناد کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اپنے عمل و فضل کے باوجود یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ حدیث روایت کریں جو نبیذ شدید کی حرمت کو ثابت کرے اور پھر یہ فرمائیں کہ خمر تو لعینہ حرام ہے جبکہ باقی ہر شراب میں سے نشہ اور مقدار حرام ہے لیکن حدیث قیس کا معنی یہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ڈر ہوا کہ وہ اس کو پی کر نشہ میں آئیں گے لہذا اس کو انڈیل دینے کا انھیں حکم دیا، اور اسی کی مثل مروی ہے اس حدیث میں جو ہمیں محمد بن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ وفد عبد القیس میں شریک ایک شخص سے حدیث بیان کی یا وہ راوی قیس بن نعمان تھا، راوی کہتا ہے مجھے اس کا نام بھول گیا ہے کہ وفد عبد القیس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرابوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کدو اور گھڑچھنی ہوئی لکڑی میں مت پیو اور ایسے مشکیزوں میں پیو جن کے منہ باندھے گئے ہوں اگر اس نبیذ میں شدت آجائے تو پانی سے اس کی شدت توڑو اگر وہ تمہیں عاجز کر دے تو پھر اسے انڈیل دو۔ ہمیں ربیع المؤذن نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی

ذالك وقد روى عن ابن عباس من كلامه بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حرمت الخمر لعينها والسكر من كل شراب وقد ذكرنا ذلك باسناده وكيف يجوز على ابن عباس مع علمه وفضله ان يكون قد روى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ما يوجب تحريم النبيذ الشديد ثم يقول حرمت الخمر لعينها والسكر من كل شراب ولكن معنى حديث قيس انه لم يأمنهم عليه ان يشربوا في شربه فيسكروا فامرهم باهراقه ذلك وقد روى في مثل ما هذا ما حدثنا محمد بن خزيمة ثنا عثمان بن الهيثم بن الجهم المؤذن ثنا عوف بن ابى جميلة ثنى ابوالقمو نريد بن على عن احد وفد عبد القيس او يكون قيس بن النعمان فاني قد نسيت اسمه انهم سألوه صلى الله تعالى عليه وسلم عن الاشربة فقال لا تشربوا في الدباء ولا في النقيروا شربوا في السقاء الحلال الموكأ عليه عليها فان اشتد منه فاكسروه بالماء فان اعياكم فاهريقوه حدثنا ربيع المؤذن ثنا اسد بن موسى ثنا مسلم بن خالد ثنى نريد

انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی کے ہاں جائے تو وہ اس کو کھانا کھلائے اس کو چاہئے کہ وہ کھانا کھالے مگر اس سے کھانے کا سوال نہ کرے اور اگر وہ اس مشروب سے نشہ کا ڈر محسوس کرے تو پانی وغیرہ سے اس کی تیزی کو توڑ دے، اس حدیث میں نبیذ کی اباحت کا ثبوت ہے، اگر کوئی شخص کھے کہ پانی کے ساتھ اس کی سختی ختم کرنے کے بعد اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ اسکی شدت ختم ہو جاتی ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ تیرا یہ کلام فاسد ہے اس لئے کہ اگر وہ شدت کی حالت میں حرام ہو تو وہ حلال نہیں ہو سکتی اگرچہ پانی انڈیلنے کے ساتھ اس کی شدت ختم ہو جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر خمر میں اس قدر پانی ملایا جائے کہ وہ اس پر غالب آجائے تو وہ حرام ہی رہے گا، اس حدیث میں جب تیز شراب (نبیذ) کو مباح قرار دیا گیا ہے جب پانی کے ساتھ اس کی شدت ختم کر دی جائے، اس سے ثابت ہو گیا کہ پانی انڈیل کر تیزی ختم کرنے سے پہلے وہ حرام نہیں تھی لہذا جو کچھ ہم نے اس باب میں روایت کیا اس سے تیز نبیذ کا مباح ہونا ثابت ہو گیا جبکہ وہ نشہ نہ دے، اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا۔ (ت)

بن اسلم عن سمی عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل احدکم علی اخیه المسلم فاطعمہ طعاما فلیاکل من طعامہ ولا یسأل عنہ فان اسقاه شرابا فلیشرب منه ولا یسأل عنہ فان خشی منه فلیکسرہ بشئ ففی هذا الحدیث اباحۃ شرب النبید فان قال قائل انما اباحہ بعد کسرہ بالماء و ذہاب شدتہ قیل لہ هذا کلام فاسد لانه لوکان فی حال شدتہ حراما لکان لا یحل وان ذہبت شدتہ بصب الماء علیہ الا تری ان خمر الو صب فیہا ماء حتی غلب الماء علیہا ان ذالک حرام فلما کان قد ابیح فی هذا الحدیث الشراب الشدید اذا کسر بالماء ثبت بذلک انه قبل ان یکسر بالماء غیر حرام فثبت بما رویناہ فی هذا الباب اباحۃ ما لا یکسر من النبید الشدید وهو قول ابی حنیفۃ واجب یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ

لے شرح معانی الآثار کتاب الاشریہ باب ما یکرہ من النبید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۲-۳۶۱

زیادۃ احادیث (مزید حدیثیں) : سنن نسائی شریف میں ہے :
 اخبرنا سوید قال اخبرنا عبد الله عن
 السري بن يحيى ثنى ابو حفص امام لنا و
 وكان من اسنان الحسن عن ابي سرافع ان
 عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ قال اذا
 خشیتم من نبیذا شدته فاکسروه بالماء قال
 عبد الله بن قبل ان یشتد اخبرنا نرکریا
 بن یحییٰ (لبسته) عن سعید بن المسیب
 یقول تلقت ثقیف عمر بشراب فدعابه
 فلما قرب به الی فیہ کرهه فدعابه فکسر بالماء
 فقال هكذا فافعلوا قلت و رواه
 عبد الرزاق والبیہقی۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ ابورافع سے
 روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
 جب تمہیں نبیذ کی تیزی کا ڈر ہو تو پانی سے اس کی تیزی
 کو توڑ دیا کرو۔ عبد اللہ نے فرمایا کہ تیزی آنے سے
 پہلے ایسا کرو۔ امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ
 سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا
 کہ قبیلہ بنی ثقیف نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کی خدمت میں مشروب پیش کیا، آپ نے اس کو
 طلب فرمایا جب اپنے منہ کے قریب کیا تو وہ اچھا
 نہ لگا، پھر اس کو منگوایا اور پانی کے ساتھ اس کی
 تیزی کو کم کر کے فرمایا، ایسا ہی کیا کرو۔ میں کہتا ہوں
 اس کو عبد الرزاق اور بیہقی نے روایت کیا۔ (ت)

اسی میں ہے :

ابن سیرین نے کہا کہ انگور کا شیرہ اس کے ہاتھ پچو
 جو اس سے طلا بنا تا ہے اس کے ہاتھ مت پچو
 جو خمر بنا تا ہے۔ سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے
 بعض عاملوں کو لکھا مسلمانوں کو ایسا طلا پینے
 دیجئے جس کا دو ثلث جل کر خشک ہو جائے اور
 ایک تہائی رہ جائے۔ اس کو عبد الرزاق اور ابو نعیم

عن ابن سیرین قال یبعه عصیرا مست
 یتخذہ طلا ولا یتخذہ خمر ۱
 سوید بن غفلة قال کتب عمر
 بن الخطاب الی بعض عماله
 ان امرنک المسلمین من الطلاء
 ذهب ثلثاه وبقی ثلثه ۲
 رواه عبد الرزاق و ابو نعیم

سنن النسائی کتاب الاشریہ ذکر اخبار التی اعل بہا من اباح ۱ نور محمد کارخانہ کراچی ۳۳۳/۲
 الکرابہ فی بیع العصیر " " " " " " ۳۳۳/۲
 ذکر مایجوز شربہ من الطلاء " " " " " " ۳۳۳/۲

ثم مروى النسائى عن الشعبي قال كان
 على رضى الله تعالى عنه يرمق
 الناس الطلاء يقع فيه الذباب
 ولا يستطيع ان يخرج منه عن داود
 سألت سعيدا ما الشراب الذى
 احله عمر رضى الله تعالى عنه
 قال الذى يطبخ حتى يذهب
 ثلثاه ويبقى ثلثه قلت و
 رواه ابن ابى شيبة قال حدثنا
 عبد الرحيم بن سليمان عن داود
 بن ابى هند قال سألت سعيد
 بن المسيب فذكرة، ثم مروى
 النسائى عن سعيد بن المسيب
 ان ابا الدرداء رضى الله تعالى
 عنه كان يشرب ما ذهب ثلثاه و
 بقى ثلثه عن قيس بن
 ابى حازم عن ابى موسى
 الاشعري رضى الله تعالى عنه
 انه كان يشرب من الطلاء ذهب
 ثلثاه وبقى ثلثه عن يعلى بن
 عطاء قال سمعت سعيد بن المسيب
 وسأله اعرابي عن شراب يطبخ
 على النصف فقال

پھر اس کو امام نسائی نے شعبی سے روایت کیا کہ
 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو طلا
 پلاتے تھے اس میں اگر مکھی گر جائے تو نکل نہیں
 سکتی تھی (یعنی بہت گاڑھی ہوتی تھی)۔
 داؤد نے کہا میں نے سعید سے سوال کیا کہ حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سی شراب کو حلال
 کیا تھا انہوں نے بتایا کہ جس کے دو تہائی
 جل کر خشک ہو جائیں اور ایک تہائی باقی
 رہ جائے۔ میں کہتا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ
 نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں عبدالرحیم بن
 سلیمان نے داؤد بن ابی ہند سے بیان کی انہوں
 نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سوال کیا
 پھر مذکورہ حدیث کو ذکر کیا پھر نسائی نے سعید
 بن مسیب سے روایت کیا کہ ابوالدرداء رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ایسا شراب پیتے تھے جس کا دو تہائی
 خشک ہو جاتا اور ایک تہائی باقی رہ جاتا۔
 قیس بن ابی حازم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ ایسا طلا پیتے تھے
 جس کا دو تہائی خشک ہو جاتا اور ایک تہائی
 باقی رہ جاتا۔ یعلى بن عطاء نے کہا کہ میں نے سعید
 بن مسیب کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے ایک
 اعرابی نے ایسی شراب کے بارے میں سوال کیا جس کا
 نصف پکانے سے خشک ہو گیا انہوں نے جواب دیا

لحسن النسائى كتاب الاثرية ذكر ما يجوز شربه من الطلاء الخ نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچی ۳۳۴/۲

کہ یہ حلال نہیں یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل کر ایک تہائی باقی رہ جائے۔ یحییٰ بن سعید نے سعید بن مسیب سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب طلاء ایک ثلث تک پکایا جائے تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ بشیر بن مہاجر نے کہا کہ میں نے حسن سے پکائے ہوئے شہیرہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا تو اس کو اس حد تک پکا کہ اس کا دو ثلث خشک ہو جائے اور ایک ثلث باقی رہے۔ انس بن سیرین نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان نے حضرت نوح علیہ السلام سے انگور کے درخت کے بارے میں جھگڑا کیا شیطان نے کہا یہ میرا ہے اور نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرا ہے پھر اس بات پر صلح ہوئی اس کا ایک تہائی نوح علیہ السلام کے لئے اور دو تہائی شیطان کیلئے۔ عبد الملک بن طفیل جزری نے کہا کہ ہماری طرف عمر بن عبد العزیز نے لکھا تم طلاء مت پو یہاں تک کہ اس کا دو تہائی خشک ہو جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

لاحتی یذهب ثلثاہ ویبقى الثلث
عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن مسیب
بن المسیب قال اذا طبخ الطلاء علی
الثلث فلا بأس بہ عن بشیر
بن المہاجر قال سألت الحسن عما
یطبخ من العصیر قال تطبخہ
حتی یذهب الثلثات ویبقى الثلث
عن انس بن سیرین قال سمعت
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ
عنه یقول ان نوحا علیہ الصلوٰۃ و
السلام نازعہ الشیطان فی عود
الکرم فقال ہذا لی وقال ہذا لی
فاصلح علی ان لنوح ثلثہا و
للشیطان ثلثہا عن عبد الملک
بن طفیل الجزری قال کتب الینا
عمر بن عبد العزیز ان لا تشربوا
من الطلاء حتی یذهب ثلثاہ ویبقى ثلثہ
وکل مسکر حرام لہ

مسند سیدنا الانام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے :

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عون سے انہوں نے

ابو حنیفہ عن ابی عون عن

ملا علی قاری نے جس نسخہ پر شرح لکھی ہے اس میں
ابو حنیفہ عن ابی عون محمد الشافعی الجازی ہے
(باقی اگلے صفحہ پر)

عہ فی النسخۃ التي شرح علیہا العلامة
العلی القاسمی ابو حنیفہ عن

لحسن النسائی کتاب الاشریہ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۲

عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت
الخمیر لعینہا قلیدہا وکثیرہا والسكر
من کل شراب^۱ وفي بعض
روایات المسند ابو حنیفہ عن ابی عون
عن عبد اللہ بن شداد عن النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواہ
الحارثی من طریق محمد بن بشر
عن الامام وفي اخرى ابو حنیفہ
عن عون بن ابی جحیفہ عن ابن عباس

عبد اللہ بن شداد سے انھوں نے عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا
خمر لعینہ حرام کی گئی چاہے قلیل ہو یا کثیر، باقی ہر شراب
میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ مسند کی بعض
روایات میں یوں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ابو عون
سے انھوں نے عبد اللہ بن شداد سے اور انھوں نے
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی
اس کو حارثی نے بطریق محمد بن بشر امام صاحب سے
روایت کیا۔ دوسری سند میں یوں ہے امام ابو حنیفہ
نے عون بن ابی جحیفہ سے اور انھوں نے ابن عباس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ابی عون محمد الثقفی الحجازی عن
عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس
قال القامری الظاہر انہ محمد
بن ابی بکر بن عون الثقفی الحجازی
روى عن انس بن مالك
وعنه جماعة^۲ اقول الحدیث
انا یعرف بابی عون محمد بن عبید اللہ
الثقفی الکوفی وهو الصواب
ولا أدری لفظ الحجازی افادہ الشارح
او وقع من بعض النساخ ۱۲ منہ۔

اس پر ملا علی قاری نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ وہ
محمد بن ابی بکر بن عون الثقفی الحجازی جو انس
بن مالک سے روایت کرتے ہیں اور ان سے
جماعت نے روایت کی ہے اھ، میں کہتا
ہوں یہ حدیث ابی عون محمد بن عبید اللہ
الثقفی الکوفی سے معروف ہے اور
یہی درست ہے اور مجھے معلوم نہیں
کہ حجازی کا لفظ شارح نے ذکر
کیا ہے یا یہ کسی نقل کرنے سے واقع ہوا
ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ مسند الامام الاعظم کتاب الاطعمۃ والاشربة الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۲
۲۔ شرح مسند الامام الاعظم للملا علی القاری فائدہ حرمہ خمر وکل مسکرات مکتبہ توحید و سنۃ پشاور ص ۲۵۶

الابيل فسر من قبلك فيتوسعوا به
 شرابهم قلت وروى عبد الرزاق
 حدثنا معمر بن عاصم عن الشعبي
 قال كتب عمر بن الخطاب الى
 عمار بن ياسر ما بعد فانها
 جاءتنا اشربة من قبل الشام
 كانها طلاء الابل قد طبخ
 حتى ذهب ثلثاه الذي فيه
 خبث الشيطان ورايح جنونه وبقى
 ثلثه فاصطنعه وامر من
 قبلك ان يصطنعه ورواه الخطيب
 في تلخيص المتشابه عن الشعبي
 عن جبان الاسدي قال اتانا
 كتاب عمر فذكره بلفظ
 ذهب شره وبقى خيره

طلاء کے مشابہ ہے تم اپنی طرف سے حکم دو کہ
 لوگ اپنی شرابوں میں گنجالش پیدا کریں۔ میں کہتا ہوں
 امام عبد الرزاق نے روایت کیا کہ ہمیں معمر نے عاصم سے
 اور انھوں نے شعبی سے حدیث بیان کی کہ حضرت
 عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمار بن یاسر
 کو خط لکھا انا بعد ابیشک ہمارے پاس شام کی
 طرف سے کچھ شرابیں آئی ہیں گویا کہ وہ اونٹوں کا
 طلاء ہیں جنہیں پکایا گیا یہاں تک کہ اس کا دوثلث
 جل گیا جس میں خبث شیطان اور اس کے جنون
 کی بو تھی باقی ایک تہائی رہ گیا، اس کو بناؤ اور
 لوگوں کو بنانے کا اپنی طرف سے حکم دو، اور اس کو
 تلخیص المتشابه میں خطیب نے شعبی سے اور انھوں
 نے جبان اسدی سے روایت کیا جبان نے کہا کہ
 ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا
 اس میں جبان نے یہ لفظ ذکر ہے کہ اس کا شر

عہ ہذا اعتراف لعبد الرزاق الامام البدر
 فی البناية، والامام خاتم الحفاظ
 فی الجامع الكبير ووقع فی تعلیقات
 مؤطا الامام محمد لبعض المعاصرين
 عزوة لابن ابی شیبہ وکانہ شبه علیہ
 احد المصنفين بالآخر ۱۲ منه۔

عہ امام بدر الدین عینی نے بنا یہ میں اور امام
 عسقلانی نے جامع البکر میں اس کو عبد الرزاق کی
 طرف منسوب کیا جبکہ مؤطا امام محمد کی تعلیقات میں
 ایک معاصر (علامہ عبد الحمی لکھنوی) نے اسکو ابن ابی شیبہ کی
 طرف منسوب کیا، ہو سکتا ہے علامہ لکھنوی کو مصنف
 عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اشتباہ
 ہو گیا ہو ۱۲ منہ (ت)

لہ جامع المسانید الباب الثلاثون فی الحدود المکتب الاسلامیہ سمندری فیصل آباد ۱۹۱/۲
 لہ المصنف لعبد الرزاق کتاب الاثریۃ حدیث ۱۶۱۲۰ المجلس العلمی ۲۵۵/۹

فاشربوه^۱، ابوحنيفة عن حماد
عن ابراهيم انه قال في الرجل
يشرب النبيذ حتى يسكر قال القدر
الاخير الذي سكر منه
هو الحرام^۲
عقود الجواهر میں ہے :

في مصنف ابن ابي شيبة حدثنا
علي بن مسهر عن سعيد بن ابي عروبة
عن قتادة عن انس رضي الله تعالى
عنه ان ابا عبدة و معاذ
بن جبل و ابا طلحة رضي الله
تعالى عنهم كانوا يشربون من
الطلاء ما ذهب ثلثاه و بقي ثلثه^۳ قلت
و رواه ايضا ابو مسلم الكبي و سعيد
بن منصور في سنته كما في العمدة قال
ابوبكر حدثنا وكيع عن الاعمش عن
ميمون (هو ابن مهران) عن
ام الدرداء قالت كنت اطح لابي الدرداء
رضي الله تعالى عنه الطلاء ما ذهب ثلثاه و بقي
ثلثه^۴ حدثنا ابن فضيل عن

زائل ہو گیا اور خیر باقی رہا لہذا تم اس کو پیو۔ امام
ابوحنیفہ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت
کیا انھوں نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو
نہیں پیتا یہاں تک کہ اسے نشہ آجاتا فرمایا آخری
پیالہ جس سے نشہ ہوا وہ حرام ہے۔ (ت)

مصنف ابن ابي شيبة میں ہے ہمیں علی بن مسهر
نے سعید بن ابی عروبة سے انھوں نے قتادہ سے
اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے حدیث بیان کی حضرت انس نے فرمایا کہ
ابو عبیدہ، معاذ بن جبل اور ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ایسا پلا پیتے جس کا دو ثلث جل کر ایک ثلث
باقی رہتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابو مسلم الکبی اور
سعید بن منصور نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا
جیسا کہ عمدہ میں ہے۔ ابوبکر نے کہا ہمیں وکیع نے
اعمش سے انھوں نے میمون سے جو کہ ابن مهران ہیں
اور انھوں نے ام درداء سے حدیث بیان کی ،
ام درداء نے کہا کہ میں ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ
عنه کے لئے پلا پکتی جس کا دو تہائی جل کر
ایک تہائی باقی رہ جاتا۔ ہمیں ابن فضیل نے

۵۱۵/۱	دارالکتب العلمیہ بیروت	حدیث ۱۰۵۲	۱
۱۹۲/۲	الملکۃ الاسلامیہ سمندری	الباب الثلاثون فی الحدود	۲
۱۴۰/۸	ادارۃ القرآن	حدیث ۴۰۳۹	۳
۱۴۱/۸	" "	" "	۴

عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن
قال كان على رضى الله تعالى عنه
يرترقنا الطلاء فقلت له ما هيأته
قال ابو اسود ياخذة احدنا باصبعه
حدثنا وكيع عن سعيد بن اوس
عن انس بن سيرين قال
كان انس بن مالك رضى الله
تعالى عنه سقيم البطن فامرني
ان اطبخ له طلاء حتى ذهب
ثلثاه وبقى ثلثه فكان يشرب
منه الشربة على اثر الطعام
حدثنا ابن نمير ثنا اسمعيل عن
مغيرة عن شريح ان خالد
بن الوليد رضى الله تعالى عنه
كان يشرب الطلاء بالشام
سمن دارقطني من ہے؛

حدثنا محمد بن احمد بن هارون
نا احمد بن عمر بن بشر ناجدي ابراهيم بن
قررة نا القاسم بن بهرام ثنا عمرو بن دينار
عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال مر
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على

عطاء بن سائب سے انھوں نے عبد الرحمن سے حدیث
بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں طلا
پلاتے ، میں نے کہا اس کی ہیئت کیا ہوتی ؛
ابو اسود نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کو
اپنی انگلی کے ساتھ لے سکتا تھا (یعنی وہ بہت
گاڑھا ہوتا تھا)۔ ہمیں وکیع نے سعید بن اوس سے
انھوں نے انس بن سیرین سے حدیث بیان کی کہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیٹ کی
بیماری میں مبتلا ہوئے تو مجھے حکم دیا کہ میں ان کیلے
طلا پکاؤں یہاں تک کہ وہ دو تہائی جل کر ایک تہائی
باقی رہ جاتا تو آپ اس میں سے کچھ کھانے کے
بعد نوش فرماتے۔ ہمیں ابن نمیر نے حدیث
بیان کی کہ ہمیں اسمعیل نے مغيرة سے انھوں نے
شرح سے حدیث بیان کی کہ حضرت خالد بن ولید
رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں طلا پیا کرتے تھے۔

ہمیں محمد بن احمد بن ہارون نے اپنی سند کے ساتھ
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں ایک
قوم پر گزرے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی
تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے پاس بنائی ہوئی ایک

۱۶۶/۸	ادارة القرآن کراچی	حدیث ۲۰۶۱	کتاب الاثریۃ	ابن شیبہ	المصنف لابن ابی شیبہ
۱۶۲/۸	" "	" ۲۰۴۶	" "	" "	" "
۱۶۵/۸	" "	" ۲۰۵۸	" "	" "	" "

شراب ہے کیا اس میں سے ہم آپ کو نہ پلائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں تیز نمبیز تھی، جب آپ نے اس کو پکڑا اور منہ کے قریب کیا تو تیوری چڑھائی اور اس شخص کو بلایا جو لایا تھا، اور فرمایا اس کو لے جاؤ اور انڈیل دو۔ جب وہ شخص اس نمبیز کو لے کر چلا گیا لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہماری شراب اگر حرام ہے تو ہم اس کو نہ پیئیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ طلب فرمایا اسے پکڑا پھر پانی منگوا کر اس میں ڈالا پھر پیا اور پلایا اور فرمایا جب نمبیز ایسی ہو تو اسکے ساتھ اس طرح کیا کرو۔ (ت)

قوم بالمدينة قالوا يا رسول الله ان عندنا شرابا لنا افلا نسقيك منه قال بلى فاتي بعقب او قدح غليظ فيه نبين فلما اخذته النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وقر به الى فيه قطب قال فدعا الذي جاء به فقال خذ فاهرقه فلما ات ذهب به قالوا يا رسول الله هذا شرابنا ان كان حراما لنشربه فدعا به فاخذته ثم دعا بماء فصبته عليه ثم شرب وسقى وقال اذا كان هكذا فاصنعوا به هكذا۔

اُسی میں ہے :

وکیع سے شریک سے فراس سے شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے صفین میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برتن سے شراب پی تو آئے نشہ ہو گیا آپ نے اس پر حد لگائی۔ (ت)

عن وکیع عن شريك عن فراس عن الشعبي ان رجلا شرب من اداة علي بصفين فسکر فضربه الحد۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

حدثنا عبد الرحيم بن سليمان عن مجالد عن الشعبي عن علي نحوه وقال فضربه ثمانين۔

ہمیں عبد الرحیم بن سلیمان نے مجالد سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے علی سے ایسے ہی حدیث بیان کی اور کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اتنی کوڑے لگائے۔ (ت)

۱۔ نصب الرایۃ بحوالہ الدارقطنی کتاب الاشریۃ احادیث فی الباب الخ المکتبۃ الاسلامیہ ۳۰۹/۴
۲۔ سنن الدارقطنی کتاب الاشریۃ حدیث ۸۰ دار المحاسن للطباعة القاہرہ الجزء الرابع ص ۲۶۱
۳۔ المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحدود النبیز من رأی فیہ حد حدیث ۸۲۵۵ ادارة القرآن کراچی ۵۴۵/۹

کامل ابن عدی میں ہے :

حدثنا ابو العلاء الكوفي بمصر ثنا محمد بن الصباح الدولابي نا نصر بن المجدى قال كنت شاهدا حين ادخل شريك ومعه ابوامية التذى رافع الى المهدي ان شريكا حدثه عن الاعمش عن سالم عن ثوبان رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال استقيموا لقرئش ما استقاموا لكم فاذا تراغوا عن الحق فضعوا سيوفكم على عواتقكم فقال المهدي لشريك حدثت بهذا قال لا قال ابوامية علت المشى الى بيت الله تعالى وكل ما فى المساكين صدقة ان لم يكن حدثنى فقال شريك علت مثل الذى عليه ان كنت حدثته قال فكانت المهدي رضى فقال ابوامية يا امير المؤمنين عندك ادهى العرب انما يعنى عليه مثل الذى عليه من الثياب قل له فليحلف مثل الذى حلفت فقال صدقت احلفت كما حلفت فقال شريك قد حدثته

ہمیں ابو العلاء کوفی نے مصر میں حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن صباح دولابی نے انھوں نے کہا کہ ہمیں نصر بن مجدر نے خبر دی کہ میں اس وقت حاضر تھا جب شریک کو داخل کیا گیا اس کے ساتھ ابوامیہ تھا جس نے مہدی کے پاس مقدمہ دائر کیا تھا کہ شریک نے اسے اعمش سے انھوں نے سالم سے انھوں نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کے لئے سیدھے رہو جب تک وہ تمہارے لئے سیدھے رہیں جب وہ حق سے پڑھے ہو جائیں تو تم اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھ لو۔ مہدی نے شریک سے کہا تو نے یہ حدیث بیان کی؟ اس نے کہا کہ نہیں، ابوامیہ نے کہا مجھ پر بیت اللہ شریف کی طرف جانا لازم ہے اور میرا سال مال مسکینوں پر صدقہ ہے اگر اس نے مجھے یہ حدیث بیان نہ کی ہو۔ شریک نے کہا کہ مجھ پر اسی کی مثل ہے جو اس پر ہے اگر میں نے اس کو یہ حدیث بیان کی ہو۔ راوی نے کہا گویا کہ مہدی شریک کی بات پر راضی ہو گیا۔ ابوامیہ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے پاس عرب کا سب سے بڑا چالاک شخص موجود ہے اس نے جو کہا ہے کہ مجھ پر اس کی مثل ہے جو اس پر ہے اس قول سے اس کی مراد کپڑے ہیں آپ اسے حکم دیں کہ وہ میری طرح قسم کھائے۔ مہدی نے کہا تو نے سچ کہا، اور مہدی

فقال ويل على شارب الخمر يعني الا عمش
وكان يشرب المصنف لو علمت موضع
قبره لاحرقته قال شريك لم يكن
يهوديا كان سرجلا صالحا الخ۔

نے شریک کو کہا تم قسم کھاؤ جیسا کہ ابو امیہ نے قسم
کھائی، تو شریک نے یہ کہا کہ میں نے یہ حدیث بیان
کی ہے، تو اس نے کہا شراب پینے والے یعنی
اعمش پر ہلاکت ہو اور وہ ایسی شراب پیتا تھا

جس کا نصف جل کر خشک ہو جاتا اگر مجھے اس کی قبر کی جگہ معلوم ہوتی تو میں اس کو جلا دیتا۔ شریک نے
کہا وہ یہودی نہیں تھا وہ ایک نیک مرد تھا الخ۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے،

سأى عمرو ابو عبيدة و معاذ بن جبل
شرب الطلاء على الثلث و شرب
البراء و ابو جحيفة رضى الله
تعالى عنهما على
النصف الخ۔

حضرت عمر، ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ایسی طلاؤ کو حلال سمجھتے جس کا دو تہائی جل کر
ایک تہائی رہ جائے جبکہ حضرت براء اور
ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ طلاؤ پیتے جس کا
نصف جل کر خشک ہو گیا الخ۔

تقدمت اسانید الثلثة الال
ووصل الاخيرين ابن ابى شيبة
كما فى العمدة۔

پہلی تینوں حدیثوں کی سندیں گزر چکیں اور
آخری دونوں کو ابن ابی شیبہ نے موصول فرمایا
جیسا کہ عمدہ میں ہے۔

إضافة افاضة، تزيدك عدة
أبحاث تفيدك بعون الله
تعالى؛

اضافہ افاضہ، ہم تیرے لئے چند بحثوں کا اضافہ
کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تجھے
فائدہ دیں گی؛

الأول تقدم تسعة احاديث من
المرفوع و روى العقيلي من طريق
عبد الرحمن بن بشر الغطفاني عن ابى اسحق
عن الحارث عن على كرم الله وجهه

پہلی بحث؛ نومرفوع حدیثیں گزر چکی ہیں، اور
عقیلی نے بطریق عبد الرحمن بن بشر غطفانی
ابو اسحق سے انھوں نے حارث سے انھوں نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ میں نے

لہ الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی شریک بن عبد اللہ بن الحارث بن شریک بن عبد اللہ الخ دار الفکر للطباعة والنشر ۱۳۳۶ھ
صحیح البخاری کتاب الاشریة باب الباذق ومن نهى عن كل مسكر الخ قديمي كتب خانہ کراچی ۸۳۸/۲

قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الاشربة عام حجة الوداع فقال حرور الله الخمر بعينها والسكر من كل شراب واخرجه مطولا من طريق محمد بن الفرات الكوفي عن ابى اسحق السبيعي وفيه انه صلى الله تعالى عليه وسلم اتى بقعب نبين فذاقه فقطب واردة فقام اليه رجل من آل حاطب فقال يا رسول الله هذا شراب اهل مكة قال فصب عليه الماء حتى س غاشم شرب فقال حرمت الخمر بعينها والسكر من كل شراب (فتلك عشرة كاملة) و قد اخرج هذا الكلام من دون القصة اعنى حرمت الخمر بعينها الخ ابو القاسم الطبراني في معجمه الكبير عن سعيد بن المسيب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وتقدم بوجهين مرسل و متصل من مسند الامام عن ابن شداد وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم كانت اثني عشر حديثا

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سے حجۃ الوداع والے سال شرابوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کو بعینہ حرام فرمایا اور ہر شراب نے نشہ کو حرام فرمایا، اور عقیلی نے طوالت کے ساتھ بطریق محمد بن فرات کوفی ابواسحق سبعی سے اس کی تخریج کی۔ اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نبینہ کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا آپ نے اسے چکھایا توری چڑھائی اور اسے لوٹا دیا۔ آپ کی خدمت میں آل حاطب سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مکہ والوں کی شراب ہے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر پانی انڈیلا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی پھر اُسے پی لیا اور فرمایا خمر بعینہ حرام ہے اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ یہ دس حدیثیں مکمل ہو گئیں۔ اس کلام کی قصہ مذکورہ "یعنی شراب بعینہ حرام ہے" کے بغیر تخریج کی ابو القاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں سعید بن مسیب سے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، اور مسند امام اعظم کے حوالے سے دو وجہیں یعنی "مرسل و متصل" ابن شداد اور ابن عباس سے گزر چکیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی، تو اس طرح یہ بارہ حدیثیں ہو گئیں،

ان میں سے بعض صحیح اور بعض حسن ہیں، اور باقی متعدد وہ ہیں جن میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو ان کو درجہ اعتبار سے ساقط کر دے۔ اور حسن اگرچہ لغیرہ ہوا استدلال کے لئے کافی ہوتی ہے، تو پھر کیا حال ہوگا جبکہ حسن لذاتہ پائی جائے! ہم ہم اس کی کچھ تفصیلات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، حدیث ابن عمر کی امام نسائی نے عبد الملک بن نافع کے سبب سے تعلیل فرمائی اور کہا کہ وہ مشہور نہیں اور اسکی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی اقوال (میں کہتا ہوں کہ) امام نسائی نے یوں نہیں کہا کہ اس کی حدیث لکھی نہیں جاتی، تقریب میں ہے کہ وہ مجہول ہے، ابو حاتم اور سہتی نے یوں ہی کہا۔ امام بدر نے ان دونوں کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا قلت (میں کہتا ہوں کہ) ابن جہان نے اس کو ثقہ تابعین میں ذکر کیا ہے اھ اقوال (میں کہتا ہوں) یہ حدیث اس سے عوام نے روایت کی نزدیک امام کسائی کے، اور لیث نے روایت کی امام طحاوی کے نزدیک، اور ابو اسحق شیبانی نے روایت کی ان دونوں کے نزدیک، اور قرۃ العجلی نے روایت کی امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ کے نزدیک، تو اس طرح جہالت عین مرتفع ہوگی اور جرح بالکل ذکر نہ کی گئی، روایت

منہا الصحیح و منها الحسن و جبل بقیتہا لیس فیہا ما یسقطہا عن درجۃ الاعتبار و حیز الانجبار و الحسن و لو لغیرہ کاف للاحتجاج فکیف و قد وجد لذاتہ و نشیر الخ بعض تفصیل ماہنا حدیث ابن عمر اعلہ النسائی بعد الملک بن نافع قال لیس بالمشہور ولا یحتج بحدیثہ اقوال فلم یقل لایکتب و قال فی التقریب مجہول و کذا قالہ ابو حاتم و البیہقی، قال الامام البدر بعد نقل کلامہما قلت ذکرہ ابن جہان فی الثقات من التابعین اھ اقوال قد روی ہذا الحدیث عنہ العوام عند النسائی، و الیث عند الطحاوی و ابو اسحق الشیبانی عنہما، و قرۃ العجلی عند الطحاوی و ابن ابی شیبہ فارتفعت جہالة العین و لم ینذکر بجرح قط

۱۔ سنن النسائی کتاب الاثریۃ ذکر الاخبار التي اعتل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۲ / ۲
 ۲۔ تقریب التہذیب حروف العین ترجمہ عبد الملک بن نافع ۲۲۳۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶۲۱ / ۱
 ۳۔ البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الاثریۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکتبۃ المکرّمۃ ۳۳۴ / ۴

اس کی یہ ہے کہ وہ مستور ہے خصوصاً وہ اُن زمانوں میں ہے جن کے لئے غیر کی شہادت دی گئی یعنی تابعین سے، اور مستور ہمارے نزدیک، اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو "الہدایۃ الکافیۃ فی حکم الضعاف" میں بیان کیا۔ چنانچہ ان شار اللہ العزیز یہ حدیث درجہ حسن سے نہیں گزے گی۔ امام نسائی نے یحییٰ بن یمان کے سبب سے حدیث ابی مسعود کی تعلیل کرتے ہوئے کہا کہ حافظہ کی کمزوری اور کثرتِ خطا کی وجہ سے یحییٰ کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی، اقول (میں کہتا ہوں) یحییٰ بن یمان امام مسلم اور اصحابِ سنن اربعہ کے رجال میں سے ہے، حافظ نے کہا کہ وہ صدوق عابد ہے خطا زیادہ کرتا ہے اور وہ متغیر ہوا اس کی متابعت کی یسع بن اسمعیل نے زید بن جباب کے حوالے سے جس نے سفیان سے نقل کیا، ابن جوزی نے کہا کہ یسع ضعیف ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) میزان میں کہا کہ دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا اور وہ جیسا کہ تو دیکھتا ہے کہ جرح مجرد ہے حدیث ابن عباس بطریق قاسم بن بہرام ہے، ابن جوزی نے کہا کہ وہ اس میں متفرد ہے، ابن جان نے

البتة فغايتہ ان كان مستورا لاسيما وهو من القرون المشهورة لها بالخير التابعين والمستور مقبول عندنا والجمهور كما بيناه في "الهدایۃ الکافیۃ فی حکم الضعاف" فالحدیث لا یستزل ان شاء الله عن درجۃ الحسن۔ حدیث ابی مسعود اعلمه بیحییٰ بن یمان قال لا یحتج بحدیثہ لسوء حفظہ وکثرة خطائہ اقول یحییٰ من رجال مسلم والاربعة، قال الحافظ صدوق عابد یخطئ کثیرا وقد تغیر اه وقد تابعه یسع بن اسمعیل عن زید بن الجباب عن سفین قال ابن الجوزی والیسع ضعیف قلت قال فی المیزان ضعفه الدارقطنی اه وهو كما ترى جرح مجرد حدیث ابن عباس من طریق القاسم بن بہرام، قال ابن الجوزی تفرد به

- ۱ سنن النسائی کتاب الاثریة ذکر الاخبار التي اعل بها الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۳/۲
 ۲ تقریب التهذیب حرف البار ترجمہ ۷۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۱۹/۲
 ۳ العلل المتناهیۃ کتاب الاثریة تحت حدیث ۱۱۲۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۸۷/۲
 ۴ میزان الاعتدال ترجمہ الیسع بن اسمعیل ۹۷۸ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۲

قال ابن جبان لا يجوز الاحتجاج به بحال
قلت فانما منع الاحتجاج وهذا اوهاهن
فيما اعلم حديث الحارث عن
علي اعله فجرحه بعد الرحمن
بن بشر قال مجهول في الرواية و
النسب وحديثه غير محفوظ و
انما يروى هذا عن ابن عباس
من قوله اه وقال الذي
لا يعرف والخبر منكر اه اما
الطريق المطول فاوهن واوهى
فيه ابن القرات كذبه احمد و ابوبكر
بن ابى شيبة وقال خ منكر الحديث ثم مداره
على الحارث وفيه ما لا يجهل حديث
ابن عباس المذكور اخرا اقول لعلى
المحفوظ موقوف هكذا رواه الحفاظ
عن ابن عباس قوله كما ستسمع
ان شاء الله تعالى نعم ان
ثبت الرفع بطريق جيد فلك
ان تقول زيادة ثقة فتقبل و
يعضده مرسل عبد الله بن شداد المار

کہا کہ کسی حال میں اس سے استدلال جائز نہیں ہے
قلت (میں کہتا ہوں) اس سے استدلال کو منع کیا گیا
اور میرے علم کے مطابق یہ کمزور علت ہے، وہ حدیث جو
حارث نے علی سے لی اس کی تعلیل کی گئی اور اس
پر جرح کی گئی، عبدالرحمن بن بشر کے سبب سے کہا کہ وہ
روایت و نسب میں مجہول ہے اور اس کی حدیث
غیر محفوظ ہے، اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے ان کا قول روایت کرتا ہے الخ اور کہا کہ یہ معروف
نہیں اور حدیث منکر ہے الخ رہا طریق طویل وہ انتہائی
کمزور اور ضعیف ہے اس میں ابن فرات ہے جس کو
امام احمد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے جھوٹا کہا۔ خ نے
کہا کہ منکر الحدیث ہے، پھر اس کا مدار حارث پر ہے
اور اس میں وہ ہے جو مجہول نہیں۔ ابن عباس کی
دوسری مذکور حدیث، اقول (میں کہتا ہوں)
شاید محفوظ موقوف ہے، یونہی حفاظ نے ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کا قول روایت کیا جیسا کہ
عقرب ان شاء اللہ تو سنے گا، ہاں اگر اس کا
مرفوع ہونا بطریق جید ثابت ہو جائے تو یہ کہہ کر ثقہ
راوی نے زائد بات کی ہے لہذا مقبول ہے اور اس کی تائید
عبد اللہ بن شداد کی مرسل حدیث کرتی ہے۔

- ۱۔ العلى المنناہیہ کتاب الاثر بہ تحت حدیث ۱۱۲۳ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۸۶/۲
۲۔ نصب الراہیہ " تحت الحدیث التاسع " المكتبة الاسلامیہ ۳۰۶/۲
۳۔ میزان الاعتدال ترجمہ عبدالرحمن بن بشر الغطفانی ۴۸۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۰/۲
۴۔ تمہیذ التہذیب ترجمہ محمد بن القرات ۶۴۸ دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳۹۹/۹

حدیث زید الشہید کی سند کے اول پر میں واقف نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے خوب جانتا ہے لیکن زید کی روایت اس کے آبار کرام سے صحیح ترین سندوں میں سے ہے۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقول (میں کہتا ہوں) اس میں مسلم بن خالد ہے جو امام شافعی علیہ الرحمہ کا شیخ ہے، ابن حبان اور ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا اور ایک مرتبہ کہا کہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کہا حسن الحدیث ہے، بخ نے کہا منکر الحدیث ہے، ان کے بارے میں تمام قول ہیں جیسا کہ تقریب میں ہے کہ وہ فقیہ، عدوق اور زیادہ وہم والا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) عام محدثین کرام جیسے بخاری، ابن المہدی، ابو حاتم، ابو داؤد اور تاجی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ساقط الاعتبار نہیں ہے۔ حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقول (میں کہتا ہوں) اس میں شریک ہے وہ امام مسلم، اصحاب اربعہ اور تعالین میں امام بخاری کے رجال میں سے ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا نسائی نے کہا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کہا کہ شریک حسن الحدیث، امام، فقیہ، محدث اور مالدار شخص تھا مگر اتقان میں جماد

حدیث زید الشہید لم اقفن علی اول سندہ فانہ تعالیٰ اعلم اما زید عن آباہہ الکرام فمت اصح الاسانید حدیث ابی ہریرہ اقول فیہ مسلم بن خالد شیخ الامام الشافعی وثقہ ابن حبان و ابن ~~معین~~ و قال مرة ضعیف و قال ابن عدی حسن الحدیث و قال خ منکر الحدیث و جملة القول فیہ، کما فی التقریب فقیہ صدوق کثیر الاوهام، قلت و العامة کالبخاری و ابن المہدی و ابی حاتم و ابی داؤد و الناجی علی تضعیفہ و مع ذاک فلیس ممن یسقط حدیث ابی موسیٰ اقول فیہ شریک و لا علیک من شریک الرجل من رجال مسلم و الاربعة و البخاری فی التعالین و قد وثقہ یحییٰ بن معین قال النسائی لیس بہ بأس و قال الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ کان شریک حسن الحدیث اما ما فقیہا و محدثا مکترا لیس فی الاتقان کما د

۱۰۲/۴

دار المعرفۃ بیروت

لہ میزان الاعتدال ترجمہ مسلم بن خالد ۸۴۸۵

۱۲۹/۱۰

" "

تہذیب التہذیب " " " ۲۲۸

۱۵۸/۲

دار الکتب العلمیۃ بیروت

لہ تقریب التہذیب حنف المیم ترجمہ مسلم بن خالد ۶۶۴۶

بن زید الخ وفی تہذیب التہذیب قال العجلی کوفی ثقة وکان حسن الحدیث قال عبد الرحمن وسألت ابی عن شریک وابی الاحوص ایہما احب الیک قال شریک وقد کان له اغالیط وقال ابن عدی الغالب علی حدیثہ الصحیح ، وقال ابن سعد کان ثقة مامونا کثیر الحدیث وکانت یغلط ، وقال ابو داؤد ثقة یخطی عن الاعمش وقال ابراهیم الحارثی کانت ثقة وقال معویہ بن صالح سألت احمد بن حنبل عنه فقال کان عاقلاً صدوقاً محمداً شدیداً علی اهل الریب والبدع الخ لاسیما وسوائتہ ہنا عن ابی اسحق و قد قال الامام احمد بن حنبل شریک فی ابی اسحق اثبت من زہیر واسرائیل و زکریا قال وسمع منه قدیماً وقال یحیی بن معین شریک فی ابی اسحق احب الینا من اسرائیل و لا معجز فی السند سوی هذا غیر ان الفضیل

بن زید کی مثل نہیں تھا الخ۔ اور تہذیب التہذیب میں ہے عجلی کوفی نے کہا کہ شریک ثقہ اور حسن الحدیث ہے۔ عبد الرحمن نے اپنے باپ سے پوچھا کہ شریک اور ابوالاحوص میں سے آپ کو زیادہ پسند کون ہے تو انھوں نے کہا کہ شریک، حالانکہ اسکی کئی غلطیاں بھی ہیں۔ ابن عدی نے کہا اس کی حدیث پر غالب صحت ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ ثقہ، مامون اور کثیر الحدیث ہے حالانکہ وہ غلطی کرتا ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ وہ ثقہ ہے اور اعمش سے روایت میں خطا کرتا ہے۔ ابراہیم حربی نے کہا ثقہ ہے۔ معاویہ بن صالح نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ عاقل، صدوق، محدث اور شک و بدعت والوں پر سخت ہے الخ خصوصاً یہاں پر اس کی ابواسحاق سے روایت۔ اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا شریک ابواسحق کے بارے میں اثبت بنسبت زہیر، اسرائیل اور زکریا کے، حالانکہ اس سے بہت پہلے سنا ہے یحیی بن معین نے کہا کہ شریک ابواسحق کے بارے میں میرے نزدیک اسرائیل سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس کو سوائے اس کے سند میں کوئی عاجز کرنے والا نہیں مگر فضیل

۲۱۴/۱	دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن	۶۳	تذکرۃ الحفاظ ترجمہ شریک بن عبد اللہ
۳۳۵ تا ۳۳۷	دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن	۵۷	تہذیب التہذیب ترجمہ شریک بن عبد اللہ الکوفی
۳۳۴/۴	" " " " " " " " " "	" " " " " " " " " "	" " " " " " " " " "
۲۷۱/۲	دارالمعرفۃ بیروت	۳۶۹۷	میزان الاعتدال

بن مروزق یرویه عن ابی اسحق
وفیه قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اشربا ولا تشربا مسکرا تابعہ
عبد اللہ بن رجاء عن اسرائیل عن
ابی اسحق او عن شریک عنہ علی
اختلاف النسخر واهما الطحاوی و
اخرجه البخاری فی المغازی من
طریق سعید بن ابی بردہ عن ابیہ عن
ابی موسیٰ وفیہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کل مسکرا حراما واحضرة
النسائی و اخرج كذلك من
طریق طلحة الایامی و اخرج
من جهة الشیبانی کلہما عن
ابی بردة و اخرج من طریق
اسرائیل عن ابی اسحق عن
ابی بردة وفیہ قال صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اشرب
ولا تشرب مسکرا ومن طریق
ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ
وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم لا تشرب مسکرا فانی

بن مروزق نے اس کو ابواسحق سے روایت کیا اور
اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیو
اور نشہ کی حد تک مت پیو۔ اس کی متابعت کی عبد اللہ
بن رجاء نے انھوں نے اسرائیل سے انھوں نے
ابواسحق سے روایت کی یا شریک نے ابواسحاق سے
روایت کی یعنی نسخوں میں اختلاف ہے۔ ان دونوں
کو ان دونوں کو امام طحاوی نے روایت کیا۔ امام
بخاری نے مغازی میں بطریق سعید بن ابوربدہ تخریج
کی، سعید نے ابوربدہ سے اور انھوں نے ابوموسیٰ
اشعری سے روایت کی اور اس میں یوں ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ اور
حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کو ذکر کیا اور اسی
طرح بطریق طلحہ ایامی اور ایک دوسری روایت کی
بطریق شیبانی تخریج کی، دونوں ہی ابوربدہ سے
مروی ہیں اور بطریق اسرائیل تخریج کی اسرائیل نے
ابواسحاق سے اور اس نے ابوربدہ سے روایت
کی، اس میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیو اور نشہ کی حد تک مت پیو،
اور بطریق ابوبکر بن ابوموسیٰ بحوالہ ابوموسیٰ تخریج کی،
اس میں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا نشہ کی حد تک مت پیو اس لئے کہ میں نے

- ۱ شرح معانی الآثار کتاب الاشریۃ باب ما یحرم من النبیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۰/۲
۲ صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۲۲/۲
۳ سنن النسائی کتاب الاشریۃ تحريم کل شراب اسکر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۲۵/۲

حرمت كل مسكر وقد علمت ان لا تنافي
بين هذه وبين رواية اشربوا ولا تسكروا
فان المسكر هو المسكر بالفعل كما
ان القاتل هو القاتل بالفعل
لا من يقدر عليه ويصح منه
فاذن تتوافق الآثار ولا تتضاد كما
سمعت من كلام الامام الطحاوي
حديث القيسي اقول هذا
حديث حسن رجاله كلهم
ثقات - قال في الميزان اما محمد
بن خزيمة شيخ الطحاوي فمشهور
ثقة اه ونص في التقريب في بقية
الرجال انهم ثقات غير ان قال
في عثمان المودن من رجال البخاري
ثقة تغير فصار تلقن اه وقد نص
المحقق على الاطلاق في باب الشهيد من
الفتح ان الآخذ من المختلط اذا لم يعلم
متى اخذ منه لم ينزل الحديث عن الحسن
حديث قيس بن جثوة عن ابن عباس
اقول حديث حسن صحيح

ہر نشہ آور کو حرام کر دیا ہے۔ تحقیق تجھے معلوم ہو گیا کہ اس
روایت میں اور دوسری روایت میں جس میں حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پو اور نشہ میں مت
آؤ کوئی منافات نہیں، اس لئے کہ نشہ آور وہی ہے
جو بالفعل نشہ آور ہو، جیسا کہ قاتل وہی ہے جو بالفعل
قاتل ہو نہ کہ وہ جو قتل پر قادر ہو۔ تو اس طرح آثار میں
باہم موافقت ہوگی اور کوئی تضاد نہ رہا، جیسا کہ
امام طحاوی کے کلام سے تو نے سنا۔ **حدیث قیسی**
اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث حسن ہے، اس کے
تمام رجال ثقہ ہیں۔ میزان میں کہا کہ محمد بن خزيمة جو
امام طحاوی کا شیخ ہے وہ مشہور اور ثقہ ہے الخ۔
تقریب میں باقی رجال کے بارے میں تصریح کی گئی کہ
وہ ثقہ ہیں مگر عثمان المؤمن کے بارے میں کہا کہ وہ
امام بخاری کے رجال میں ہے ثقہ ہے متغیر ہو گیا تھا
اسے تلقین کی جاتی تھی الخ۔ محقق علی الاطلاق نے
فتح کے باب الشہیدین ^{لصبر} کہ مختلط سے حدیث لینے
والا اگر یہ نہ جانے کہ کب اس سے حدیث لی تو وہ
حدیث حسن کے درجہ سے نہیں کرتی۔ **حدیث قیس**
بن جثوة بنحو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما،
اقول (میں کہتا ہوں) حدیث حسن صحیح ہے

۱ سنن النسائي كتاب الاثرية تفسير البتغ والمرز
۲ ميزان الاعتدال ترجمہ محمد بن خزيمة ۲۸۶ء
۳ تقریب التہذیب ترجمہ عثمان بن الہیثم ۲۵۴
۴ فتح البتغ

۲/۳۲۵ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۳/۵۳۷ دارالمعرفۃ بیروت
۱/۶۶۶ دارالکتب العلمیہ بیروت

اس میں کوئی عیب نہیں اس کے تمام رجال بلند مرتبہ ثقہ ہیں۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح ترین اور عظیم ترین احادیث میں سے ہے جو بطور سلسلۃ الذہب مروی ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔

دوسری بحث: اس باب میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قواتر کے ساتھ آثار منقول ہیں۔ مخالفین ان کے رد پر قادر نہیں، لہذا انہوں نے تاویل کی طرف عدول کیا اور رجوع کا دعویٰ کیا۔ رہی تاویل تو وہ یوں کہ امام نسائی نے ابن مبارک سے امیر المؤمنین کے اس قول مذکور کے بارے میں بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ سخت ہو جائے۔ اور عقبہ بن فرقد سے بیان کیا کہ جو نبیذ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پتے پتے تھے وہ سہرہ بنا لی گئی ہوتی۔ اقول (میں کہتا ہوں) جس نے ان آثار میں نظر کی جو امیر المؤمنین سے سورج کی طرح واضح طور پر منقول ہیں وہ یقین کر لے گا کہ ان دونوں تاویلوں کی ان میں کوئی گنجائش نہیں اگرچہ اس میں نبیذ کی شدت کے بارے میں عظیم تصریحات نہ بھی ہوتیں، تو مجھے عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موطا میں منقول وہ قول کفایت کرتا کہ انہوں نے امیر المؤمنین سے کہا کہ بخدا کیا آپ نے اس کو

لا مغنز فیہ اصلا رجالہ کلہم ثقات اجلاء۔ حدیث ابن مسعود من اصح الاحادیث واجلہا مروی بسلسلۃ الذہب کما تری وللہ الحمد۔

الثانی الآثار فی الباب عن
امیر المؤمنین قد تواترت ولم تقدر
الخصوم علی ردہا فعد لوالی
التاویل وادعاء الرجوع أما التاویل
فاسند النسائی عن ابن المبارک
ما تقدم من قوله من قبل ان
یشدد واسند عن عقبہ بن فرقد
قال کان النبیز الذی یشربہ
عرب الخطب قد خلیل اقول من
نظر الآثار التي اتت عن امیر المؤمنین
كالشمس تیقن ان لا مساع
لهذیت التاویلین فیہا اصلا
وان لم تکن فیہا حیلل
تصریحات الا شداد لکان حسبک
مافی الموطا من قول
عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احللتها واللہ فای
مساع کان لهذا الوکات لم یشدد او

لہ سنن النسائی کتاب الاشریة ذکر اخبار التي اعلی بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۳۳
لہ موطا الامام مالک باب ماجاء فی تحریم الخمر مہر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۵

حلال کر دیا، اگر وہ نبیذ سخت نہ ہوتی یا سرکہ بن چکی ہوتی تو اس قول کی کیا گنجائش بنتی۔ رہا رجوع کا دعویٰ تو امام نسائی نے کہا کہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل حدیث سائب ہے، اس کے بعد پھر وہ حدیث ذکر فرمائی جس کو مالک نے ابن شہاب انہوں نے سائب بن زید سے روایت کی کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے فلاں سے شراب کی بو پائی ہے اور گمان کیا کہ وہ شرابِ طلا ہے میں اس سے اس شراب کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ آور ہوئی تو میں اس کو کوڑے لگاؤں گا۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر مکمل حد جاری فرمائی الخ، اور اس کو امام شافعی، عبد الرزاق، ابن وہب، ابن جریر، طاہوی اور بیہقی نے بھی روایت کیا، اور زرقانی نے شرح مؤطا میں اس کی پیروی کرتے ہوئے اس حدیث محمود بن لبید کے تحت فرمایا جو کہ مؤطا کے حوالے سے گزر گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرتبہ اس بارے میں اجتہاد فرمایا تھا پھر اس سے رجوع فرمایا، چنانچہ طلاء کے پینے پر حد جاری فرمائی، جیسا کہ گزرا الخ۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے۔ امیر المؤمنین

تخلل واما ادعاء الرجوع فقال النسائی مما يدل على صحة هذا حديث السائب فذكر ما اسند مالك عن ابن شهاب عن السائب بن يزيد ان عمر بن الخطاب خرج عليهم فقال اني وجدت من فلان ريح شراب فزعم انه شراب الطلاء وانا سائل عما شرب قات كان مسكرا جلدته فجلده عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ الحد تاما اه ورواه ايضا الشافعی وعبد الرزاق واين وهب واين جرير والطحاوی والبيهقی وتبعه الزرقانی في شرح المؤطا فقال تحت حديث محمود بن لبید المار عن المؤطا كان عمر اجتهد في تلك السمرة ثم رجع عنه فحد ابنه في شرب الطلاء كما مر اه، اقول رحم الله ابا عبد الرحمن كان مذهب امير المؤمنين

لہ سنن النسائی کتاب الاشریہ ذکر الاخبار التي اعلت بها الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۱/۲
لہ شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک کتاب الاشریہ جامع تحریم الخمر تحت حید ۱۶۴۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۷۴/۲

تحلیل القلیل والمحدف الکثیر
 اما سمعت الی قوله فی جواب المعتذر
 انما شربته من قربتک انما
 جلدناک لسکرک فان جلد
 فی السکر فایت الدلیل
 علی حرمة القلیل و
 لیت شعری متى رجع
 وقد شربہ فی طعنتہ
 التي انتقل فیہا الی
 الفرادیس العالی کما
 تقدم من حدیث عمرو بن
 میمون۔

الثالث حدیث ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما حرمت الخمر
 بعینہا والسكر من کل شراب،
 اخرجہ النسائی فقال اخبرنا ابو بکر بن
 علی اخبرنا القواریری ثنا
 عبد الوارث قال سمعت ابن شبرمة
 یذکرہ عن عبد اللہ بن شداد
 بن الہاد عن ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت
 الخمر قلیلہا وکثیرہا والسكر
 من کل شراب وهو کما تری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ قلیل حلال ہے
 اور حد کثیر میں جاری فرمائی۔ کیا تو نے امیر المؤمنین کا وہ
 جواب نہیں سنا جو آپ نے اس شخص کو دیا جس نے
 یہ عذر پیش کیا تھا کہ میں نے آپ کے مشکیزے سے
 شراب پی ہے، جواب یہ تھا کہ ہم نے تجھے نشہ کی
 وجہ سے کوڑے لگائے ہیں، اگر کوڑے آپ نے
 نشہ کی وجہ سے لگائے ہیں تو اس میں قلیل کی حرمت
 پر دلیل کہاں سے آئی، کاش میرا علم حاضر ہو آپ
 نے رجوع کب فرمایا حالانکہ آپ نے اسے نیزے
 کے اس زخم کے موقع پر نوش فرمایا جس زخم میں آپ
 فردوس اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے جیسا کہ حدیث
 عمرو بن میمون کے حوالہ سے گزر چکا۔

تیسری بحث: حدیث ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما کہ خمر بعینہ حرام کی گئی اور ہر شراب سے
 نشہ حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کی تخریج کی
 چنانچہ فرمایا ہمیں ابو بکر بن علی نے خبر دی انہوں نے
 کہا ہمیں قواریری نے خبر دی انہوں نے کہا
 ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے
 کہا کہ میں نے ابن شبرمة کو عبد اللہ بن شداد
 بن الہاد سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما ذکر کرتے ہوئے سنا، ابن عباس نے
 کہا کہ خمر کا قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے
 نشہ حرام ہے، اور وہ جیسا کہ تو دیکھتا ہے

سنن النسائی کتاب الاشریة ذکر الاخبار التي اقبل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۱

سند نظیف نفیس، ابوبکر ہجو۔
 احمد بن علی بن سعید ثقہ حافظ،
 والقواریری عبید اللہ بن عمر بن
 میسرہ ثقہ ثبت من رجال الشيخین،
 وعبدالوارث هو ابن سعید بن ذکوان
 ثقہ ثبت من رجال الستة، وابن شبرمة
 ثقہ فقیہ من رجال مسلم، و
 عبد اللہ بن شداد ثقہ فقیہ جلیل من
 رجال الستة ولد علی عهد رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مثله
 او انظف واجود ما قد منا من سند
 الامام الطحاوی، فهد هو ابن سلیمان
 بن یحییٰ ثقہ، وابو نعیم
 هو الفضل بن دکین ثقہ
 ثبت من رجال الستة من کبار
 شیوخ خبینه الحافظ ابوبکر بن ابی خيثمة
 اذا روى هذا الحديث في تاريخه
 فقال حدثنا ابو نعیم الفضل بن دکین
 ثنا مسعر عن ابی عوف کما سیأتی،
 ومسعر من لا یجہل ثقہ
 ثبت فاضل فقیہ من رجال
 الستة، وابو عوف هو محمد
 بن عبید اللہ الثقفی ثقہ
 من رجال الستة الا ابن ماجہ،
 وعبد اللہ عبد اللہ بیدان ابی عبد الرحمن

صاف ستھری عمدہ سند ہے۔ ابوبکر احمد
 بن علی بن سعید ثقہ اور حافظ ہے۔ قواریری
 عبید اللہ بن عمر بن میسرہ ثقہ، ثبت اور شیخین کے
 رجال میں سے ہے۔ عبدالوارث ابن سعید بن
 ذکوان ثقہ، ثبت اور اصحاب صحاح ستہ
 کے رجال میں سے ہے۔ ابن شبرمة عبد اللہ ابو شبر
 ثقہ، فقیہ اور امام مسلم کے رجال میں سے ہے۔
 عبد اللہ بن شداد ثقہ، فقیہ جلیل اور صحاح ستہ
 کے رجال میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوا، اور
 اس کی مثل یا اس سے زیادہ نظیف اور زیادہ
 جید امام طحاوی کی وہ سند ہے جسے ہم پہلے ذکر
 کر آئے۔ فهد ابن سلیمان بن یحییٰ ثقہ ہے۔ ابو نعیم
 فضل بن دکین ثقہ، ثبت، صحاح ستہ کے
 رجال اور بڑے شیوخ میں سے ہے، "خ"
 اس کو حافظ ابوبکر بن خيثمة نے بیان کیا جب انھوں
 نے اپنی تاریخ میں یہ حدیث بیان کرتے ہوئے
 کہا کہ ہمیں ابو نعیم فضل بن دکین نے حدیث بیان
 کی انھوں نے مسعر سے انھوں نے ابو عوف
 سے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ مسعر وہ ہے
 جو مجہول نہیں ثقہ، ثبت، فاضل، فقیہ اور
 صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ ابو عوف
 محمد بن عبید اللہ ثقفی ثقہ اور صحاح ستہ کے
 رجال میں سے ہے سوائے ابن ماجہ کے،
 اور عبد اللہ بیدان ہے مگر جب ابو عبد الرحمن

نے ارادہ کیا کہ اس پر عیب لگائے تو وہ دو وہیں لایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ابن ابی شبرمہ نے اس کو عبد اللہ بن شداد سے نہیں سنا۔ ہمیں خبر دی ابو بکر بن علی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی سر تاج بن یونس نے اور انہیں بیان کی ہشیم نے ابن شبرمہ سے انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ثقہ نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے فرمایا کہ خمر بعینہ یعنی قلیل و کثیر حرام کر دی گئی اور ہر شراب سے نشہ حرام کیا گیا الخ اقول (میں کہتا ہوں) الحدیث معلوم ہو گیا کہ وہ ثقہ ہے۔ بزار نے اپنی مسند میں تخریج کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی اور انہیں ابوسفیان حمیری نے انہیں ہشیم نے ابن شبرمہ سے حدیث بیان کی اور ابن شبرمہ نے عمار الدہنی سے اس نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی پھر اسی حدیث کو ذکر کیا اور کہا کہ اس کو روایت کیا ہے ابو عون نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس کو روایت کیا ابو عون سے مسعر، ثوری اور شریک نے اور معلوم نہیں کہ اس کو روایت کیا ہے ابن شبرمہ سے انہوں نے عمار دہنی سے انہوں نے ابن شداد سے انہوں نے ابن عباس سے سوائے ہشیم اور نہ ہشیم سے سوائے ابوسفیان کے۔ اور یہ

حاول ان یخدشہ، فاتی بوجہین احدہما ان ابی شبرمہ لم یسمعه عن عبد اللہ بن شداد اخبونا ابو بکر بن علی ثنا سرج بن یونس ثنا ہشیم عن ابن شبرمہ قال حدثنی الثقہ عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت الخمر بعینہا قلیلہا و کثیرہا و السکر من کل شراب الخ اقول الحمد لله قد علم الثقہ اخرج البزار فی مسندہ حدیثا محمد بن حرب ثنا ابوسفیان الحمیری ثنا ہشیم عن ابن شبرمہ عن عمار الدہنی عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فذکرہ قال وقد رواہ عن ابو عون عن عبد اللہ بن شداد و رواہ عن ابی عون مسعر و الثوری و شریک لا نعلم رواہ عن ابن شبرمہ عن عمار الدہنی عن ابن شداد عن ابن عباس الا ہشیم ولا عن ہشیم الا ابوسفیان ولم یکن

۱ سنن النسائی کتاب الاشریہ ذکر اخبار التی اعلیٰ بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۱/۲

ولا عليك من دندنة العقيل
 فقد اخذ يمين ذاك الجبل
 الشامخ على بيت المدينة الذي
 قال فيه البخاري ما استصغرت
 نفسه الا عنده وقد اورد الامام
 موسى الكاظم في الضعفاء فحسبنا
 الله ولا حول ولا قوة الا بالله وبالجملة
 ان كان ابن شبرمة يرسله
 تارة ويهم اخري و يبين
 مرة فتبين العدل فكان
 ما اذا ثم اخذ ابو عبد الرحمن
 يمين هذا بهشيم قال وهشيم
 بن بشير كان يدلس و
 ليس في حديثه ذكر السماع
 من ابن شبرمة اقول هشيم
 ثقة ثبت من رجال الستة
 وقد ثبت سماعه هذا الحديث
 عن ابن ابي شبرمة اخرج ابوبكر
 بن ابي خيثمة قال حدثنا
 ايوب عن يزيد بن هارون عن
 قيس ثنا ابي ثنا هشيم اخبرني
 ابن شبرمة عن عبد الله
 بن شداد عن ابن عباس
 قال حرمت الخمر
 بعينها قليلها وكثيرها و

ہیں اور تومت توجہ دے عقیل کی بھینٹنا ہٹ کی
 طرف، وہ تو علی مدینی جیسے بلند پہاڑ کو نرم اور
 کمزور قرار دیتا ہے جس کے بارے میں امام بخاری
 نے کہا کہ میں اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھتا مگر
 علی بن مدینی کے پاس، اور اس نے امام
 موسیٰ کاظم کو ضعفار میں وارد کیا، پس اللہ تعالیٰ
 ہی ہمیں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے
 بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی
 کرنے کی طاقت۔ خلاصہ یہ کہ ابن شبرمہ کبھی اس میں
 ارسال کرتا ہے کبھی اس کو مبہم بیان کرتا ہے اور
 کبھی اس کو ظاہر کرتا ہے۔ پس عدل ظاہر
 ہو گیا تو یہ کیا ہے، پھر ابو عبد الرحمن اس کو
 ہشیم کے سبب سے نرم قرار دینے لگے، اور کہا
 کہ ہشیم بن بشیر تدلیس کرتا تھا اور اس کی حدیث
 میں ابن شبرمہ سے سماع کا ذکر نہیں۔ اقول
 (میں کہتا ہوں) ہشیم ثقہ، ثبت اور اصحاب
 کے رجال میں سے ہے اور اس کا اس حدیث
 کو سننا ابن شبرمہ سے ثابت ہے۔ ابوبکر بن ابی خثیمہ
 نے تخریج کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ایوب نے
 یزید بن ہارون سے انھوں نے قیس سے حدیث
 بیان کی، قیس نے کہا مجھے میرے باپ نے
 انھوں نے کہا مجھے، ہشیم نے انھوں نے کہا مجھے
 ابن شبرمہ نے عبد اللہ بن شداد سے جو ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کی، ابن عباس
 نے کہا کہ خمر بعینہ یعنی قلیل و کثیر حرام کر دی گئی اور

ہر شراب سے نشہ حرام کیا گیا، اور تحقیق بزار کے کلام سے
 سچے معلوم ہو چکا کہ عام حفاظ نے اس کو روایت کیا۔
 ابن شبرمہ سے اس نے ابن شداد سے ان دونوں کے
 درمیان سوائے ہشیم کے کسی مرد کو داخل نہیں کیا۔
 ہشیم نے جہاں عنعنہ کے طور پر حدیث بیان کی اس
 میں انھوں نے جماعت کی موافقت کی کیونکہ انھوں نے
 اس باپہ نص کی کہ انکا ابن شبرمہ سماع اور ابن شبرمہ کا
 ابن شداد سے صحیح ہے تو اس صورت میں اسکا ترک اولیٰ ہے
 کیونکہ سند ثابت اسکا ثبوت نہیں ہوا، اور دوسری وجہ یہ
 ابو عون نے اسکی مخالفت کی ہمیں خبر دی عبد اللہ بن حکم نے، اس نے کہا
 ہمیں یہ حد بیان کی محمد یعنی غندر نے، اس نے کہا ہمیں خبر دی
 حسین بن منصور نے، اس نے کہا ہمیں امام احمد
 بن حنبل نے، انھوں نے کہا ہمیں محمد بن جعفر نے،
 انھوں نے کہا ہمیں شعبہ نے مسعر سے، اس نے
 ابو عون سے، اس نے عبد اللہ ابن شداد سے،
 اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث
 بیان کی کہ خمر بعینہ یعنی قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور
 ہر شراب سے نشہ اور مقدار حرام ہے۔ ابن حکم
 نے قلیل و کثیر کا ذکر نہیں کیا۔ ہمیں حسین بن منصور
 نے خبر دی اس نے کہا ہمیں امام احمد بن حنبل نے،
 اور انھیں ابراہیم ابن ابوالعباس نے، انھیں
 ابن شریک نے حدیث بیان کی اور شریک نے
 عباس بن ذریع سے، اس نے ابو عون سے،

السكر من كل شراب، وقد علمت
 من كلام البزار ان عامة
 الحفاظ انما مرووه عن ابن شبرمة
 عن ابن شداد ولم يدخل بينهما
 رجلا الا هشيم حيث عنعن ووافق
 الجماعة حيث نص على سماع
 نفسه من ابن شبرمة وسماع ابن شبرمة من
 ابن شداد صحيح فاذن انما كان
 الاولى بالطرح كونه بواسطة انه لم يثبت
 بسند يثبت وثانيتها ان خالفه ابو عون
 اخبرنا محمد بن عبد الله بن الحكم
 ثنا محمد (يعني غندر) ح و اخبرنا
 الحسين بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا
 محمد بن جعفر ثنا شعبه عن مسعر عن
 ابى عون عن عبد الله بن شداد عن ابن
 عباس رضى الله تعالى عنهما
 قالت حرمت الخمر بعينها قليلها و
 كثيرها و المسكر من كل شراب لم يذكر
 ابن الحكم قليلها و كثيرها اخبرنا
 الحسين بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا
 ابراهيم بن ابى العباس ثنا
 شريك عن عباس بن
 ذريع عن ابى عون

لے حواشی مسند امام الاعظم نجوالہ ابی بکر بن ابی خثیمہ فی تاریخ کتاب الطہور والاشربۃ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۰۳
 سنن النسائی ذکر اخبار الی عقل ہما نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱۲

عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر قليلاً وكثيراً وما اسكر من كل مشراب قال ابو عبد الرحمن وهذا اول ما بالصواب من حديث ابى شبرمة اقول مرحم الله هؤلاء المحدثين لو اننا قد منا رواية الامام العابد الفاضل شريك الذى كان يخطى كثيرا وقد تغير ولم يحتج البخارى ولا مسلم فى شئ من الاصول و قال يحيى بن سعيد ضعيف جدا وقال ابن المثنى ما رايت يحيى ولا عبد الرحمن حدثا عن شريك شيئاً و قال عبد الجبار بن محمد قلت ليحيى بن سعيد ترا عمو ان شريكاً انما خلط باخره قال ما نزال مخلطاً و عن ابن المبارك قال ليس حديث شريك بشئ فقال الجوزجاني سئى الحفظ مضطرب الحديث ما مل وقال ابراهيم بن سعيد الجوهري اخطاء شريك فى اس بعماثة حديث وروى معاوية بن صالح عن ابى معين صدوق ثقة الا انه اذا خالف فخير

اس نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حشر کا قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے وہ مقدار حرام کر دی گئی جو نشہ دے۔ ابو عبد الرحمن نے کہا یہ ابن شبرمہ کی حدیث سے درست ہونے میں اولیٰ ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ ان محدثین کرام پر رحم فرمائے۔ اگر ہم امام عابد فاضل شریک کی روایت کا عیب تسلیم کر لیں جو کثرت سے خطا کرتے اور متغیر ہو گئے۔ امام بخاری اور امام مسلم کسی بھی اصول میں اس سے استدلال نہ کرتے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا وہ بہت ضعیف ہے۔ ابن مثنیٰ نے کہا میں نے نہیں دیکھا نہ عبد الرحمن نے شریک سے کوئی حدیث بیان کی۔ عبد الجبار بن محمد نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید کو کہا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ شریک نے آخر میں خلط ملط کیا ہے اس نے کہا کہ وہ ہمیشہ خلط ملط کرتا رہا۔ ابن مبارک نے کہا کہ حدیث شریک کوئی شے نہیں۔ جوزجانی نے کہا کہ وہ کمزور حافظے والا، مضطرب حدیث والا اور کج رو تھا۔ ابراہیم بن سعید جوہری نے کہا کہ شریک نے چار سو حدیثوں میں خطا کی۔ معاویہ بن صالح نے ابو معین سے روایت کی کہ وہ صدوق اور ثقہ ہے مگر جب وہ کسی کی مخالفت کرے تو اس کا

لسنن النسائی کتاب الاثرية ذکر اخبار التی اعتل بہا الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۱/۲
لے میزان الاعتدال ترجمہ شریک بن عبد اللہ، ۳۶۹، دار المعرفۃ بیروت ۲۶۰/۲

احب اليئامنه وقال مرة ثقة الا
انه يغلط ولا تيقن وقال الدارقطني
ليس بالقوى فيما ينفرد به و قال
ابو احمد الحاكم ليس بالمتين
وكذلك قلت انت مرة يا ابا عبد الرحمن
انه ليس بالقوى وقال الا نردى كان
صدوقا الا انه سيئ الحفظ كثير الوهم
مضطرب بالحديث كما في تهذيب
التهذيب ^{عليه} رواية ابن شبرمة
ذاك الامام الشهير الثقة الفقيه
المحتج به في صحيح مسلم وثقه احمد و
ابو حاتم فضلا عن حديث الامام الاجل
الثقة الثابت مسعر لكانوا قاموا باشد
الانكار ثم الرجل ^{عليه} مدلس قال عبد الحق
الاشبيلي كان يدلس وقال ابن القطان
كان مشهورا بالتدليس وقد عنعن
فما لكم تنقمون عنعنة هشيم ذاك الجبل
الشامخ ثم تعودون تحتجون
بعننة شريك واما شعبة فقد تفرد به
من بين الجماعة ونقص

غير مجھے اس کی نسبت زیادہ پسند ہوتا ہے۔ مَرَّة
نے کہا کہ وہ ثقہ ہے مگر وہ غلطی کرتا ہے اور ثابت نہیں
رہتا۔ دارقطنی نے کہا کہ شریک ان حدیثوں میں قوی
نہیں جن میں وہ منفرد ہے۔ ابو احمد حاکم نے کہا کہ وہ
متین نہیں۔ اور یوں ہی اسے عبد الرحمن! ایک بار
تُو نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ازوی نے کہا کہ
وہ صدوق تھا مگر وہ کمزور حافظے والا، کثیر الہم اور
مضطرب الحدیث تھا، جیسا کہ تهذيب التهذيب
میں ابن شبرمہ کی روایت پر ہے کہ وہ مشہور امام،
ثقہ، فقیہ اور مقتدی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ
امام احمد نے اس کو ثقہ قرار دیا۔ ابو حاتم نے اس کو
امام اجل ثقہ ثبت مسعر کی حدیث سے افضل
قرار دیا تو لوگوں نے اس کا شدید انکار کیا۔
پھر وہ مدلس شخص ہے، عبد الحق اشبیلی نے کہا
کہ وہ مدلس کرتا تھا۔ ابن قطن نے کہا کہ وہ
مدیس میں مشہور تھا۔ تحقیق اس نے عنعنے کے
ساتھ روایت کی تمہیں کیا ہے کہ تم ہشیم کے عنعنے کو
برا سمجھتے ہو جو کہ ایک بلند پہاڑ ہے پھر لوٹ کر شریک
کے عنعنے سے استدلال کرتے ہو مگر شعبہ اس کے
ساتھ جماعت میں سے متفرد ہے، اس سلسلہ میں

۲۷۱ و ۲۷۰	دار المعرفۃ بیروت	۳۶۹	لہ میزان الاعتدال ترجمہ شریک بن عبداللہ
۳۳۶ م	دائرة المعارف النظامیہ	۵۷۷	لہ تهذيب التهذيب
۳۳۶ م	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"

عہ متعلق باقول رحمہ اللہ حولہ الامم المتین لو انما قدرنا
عہ ای شریک

عليك الامر في ذلك روى هذا الحديث
 عن ابن عباس سعيد بن المسيب و عوث
 بن ابي جحيفة و عكرمة و عبد الله بن شداد
 اما الاولان فروى عنهما الرفع الى النبي
 صلى الله تعالى عليه وسلم كما تقدم ، و
 اما عكرمة و قال الطبري في تهذيب الآثار
 حدثنا محمد بن موسى ثنا عبد الله
 بن عيسى ثنا داود بن ابي هند عن عكرمة
 عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال حرم
 الله الخمر بعينها و السكر من كل شراب
 و اما ابن شداد فروى عنه ابو عون و عمار الدهني
 و ابو شبرمة على الوجوه التي علمت و عياش
 العامري عن ابي بكر بن ابي خثيمة قال حدثنا
 محمد بن الصباح البزاز اخبرنا شريك
 عن عياش العامري عن عبد الله بن
 شداد عن ابن عباس قال حرمت
 الخمر بعينها و السكر من كل شراب
 و قال و عياش العامري هو
 عياش بن عمر ، قلت ثقة
 من رجال مسلم و سليمان
 الشيباني و عنه شعبة عن
 ابن ابي خثيمة ايضا

تجھ پر معاملہ ناقص ہو گیا۔ اس حدیث کو ابن عباس
 سے سعید بن مسیب، عون بن ابو جحیفہ، عکرمہ اور عبد اللہ
 بن شداد نے روایت کیا۔ پہلے دونوں سے تو
 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع ہونا
 مروی ہے جیسا کہ گزر چکا۔ رہا عکرمہ، تو طبری نے
 تہذیب الآثار میں کہا کہ ہمیں محمد بن موسیٰ نے انھیں
 عبد اللہ بن عیسے نے انھیں داؤد بن ابی ہند نے عکرمہ
 سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث
 بیان کی، ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو
 بعینہ اور ہر شراب سے نشہ کو حرام فرمایا۔ رہا ابن شداد
 تو اس سے ابو عون، عمار دہنی اور ابو شبرمہ نے
 ان وجوہ پر روایت کیا جو توجان چکا۔ عیاش عامری
 نے ابو بکر بن ابو خثیمہ سے روایت کی انھوں نے
 کہا کہ ہمیں محمد بن صباح البزار نے حدیث بیان کی
 انھوں نے کہا ہمیں شریک نے عیاش عامری سے
 خبر دی اور انھوں نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس
 نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
 کی کہ خمر بعینہ حرام کی گئی اور ہر شراب سے نشہ حرام
 ہے۔ اور عیاش عامری وہ عیاش بن عمر ہے۔
 قلت (میں کہتا ہوں) وہ ثقہ ہے اور امام مسلم
 اور سلیمان شیبانی کے رجال میں سے ہے اور اسی
 سے شعبہ نے بھی ابن ابي خثيمہ کے نزدیک روایت کیا

المکتبۃ الاداویۃ مکتبۃ المکرّمۃ ۳۲۸/۴

نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۳

لہ البناۃ بحوالہ الطبرانی فی التہذیب کتاب الاثریہ

لہ حواشی مسند الامام الاعظم بحوالہ ابی بکر بن ابی خثیمہ فی تاریخہ

وبلغه الى ام المؤمنين ميمونة حيث قال
حدثنا علي الجعد اخبرنا شعبة
عن سليمان الشيباني عن
عبد الله بن شداد عن عبد الله
بن عباس عن خالته ميمونة بنت
الحارث رضي الله تعالى عنهم
ورواه عن ابي عوف الامام الاعظم
وسفيان الثوري ومسعر بن كدام و
عبد الله بن عياش وقد وقعت روايتهم
جميعا في مسند الامام وشريك و
ابو سلمه عند البزار ورواه عن مسعر
ابو نعيم الفضل بن دكين عند الطحاوي
وابن ابي خزيمة ومن طريقه القاسم بن
اصبغ فقال حدثنا احمد بن
زهيد (يعني ابا بكر بن ابي خزيمة) ثنا
ابو نعيم الفضل بن دكين عن مسعر
عن ابي عوف عن عبد الله بن
شداد عن ابن عباس رضي الله تعالى
عنهما قال حرمت الخمر بعينها
القليل منها والكثير والسكر من
كل شراب، قال البدر محمود
عيني في البناية قال
ابن حزم صحيح قال

جس کو اس نے ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا تک پہنچایا جہاں اس نے یہ کہا کہ ہمیں حدیث
بیان کی علی الجعد نے اس نے کہا کہ ہمیں خبر دی شعبہ نے
سلیمان شیبانی سے اور اس نے عبد اللہ بن شداد
سے اس نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے اور انھوں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ بنت حارث
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی اور اس کو
ابو عوف سے امام اعظم، سفیان ثوری، مسعر بن کدام
اور عبد اللہ بن عیاش نے روایت کیا ان سب کی
روایت سید امام اعظم میں واقع ہے۔ اور بزار کے
نزدیک اس کو شریک اور ابوسلمہ نے روایت کیا
طحاوی اور ابن ابی خیمہ کے نزدیک اس کو مسعر سے
ابو نعيم فضل بن دكين نے روایت کیا اور اسی کے
طریق سے قاسم بن اصبغ نے روایت کرتے ہوئے
کہا کہ ہمیں احمد بن زہیر یعنی ابوبکر بن ابی خیمہ نے حدیث
بیان کی انھوں نے کہا ہمیں ابو نعيم فضل بن دكين نے
مسعر سے حدیث بیان کی اور مسعر نے ابو عوف سے
اس نے عبد اللہ ابن شداد سے، اور اس نے
عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
کی کہ ابن عباس نے فرمایا خمر بعینہ یعنی اس کا
قلیل وکثیر اور ہر شراب سے شہ عوام کر دیا گیا۔
بدر محمود عینی نے بنایہ میں کہا کہ ابن حزم نے فرمایا کہ
ابن حزم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس نے

و تابعه ابانعم جعفر بن عون فرواه
 عن مسعر كذا لك الخ وكذا تابعه
 قال ابن حزم صحيح خلا بن يحيى
 عند ابى نعيم فى الحلية وسفين الثورى
 وشعبة وسفين و ابراهيم ابنا عيينة
 رفعه عن مسعر فقال عن النبي صلى الله
 تعالى عليه وسلم كما فى الحلية و
 بالجملة هؤلاء اربعة عن ابن عباس
 منهم ابن شداد وعنه خمسة منهم
 ابو عون وعنه ستة منهم ، مسعر
 وعنه سبعة منهم شعبة لم يذكر
 احد منهم والمسك بزياة الميم
 الاشعبة قال ابو نعيم تفرد شعبة
 بلفظه عن مسعر فيه فقال والمسك
 من كل شراب اه فرواية
 الجماعة هي الاحق بالقبول
 ان فرض التنافى واين
 التنافى فان المسكر من
 كل شراب او ما اسكر من
 كل شراب يحتمل القدر
 المسكر من كل شراب احتما لا
 جليا واضحا كيف يقضى بالمحتمل على المتعين

ابو نعيم جعفر بن عون کی متابعت کی چنانچہ اس کو مسعر سے
 اسی طرح روایت کیا الخ ابن حزم نے کہا کہ صحیح ہے۔
 خلا بن یحییٰ نے ابو نعیم کے نزدیک حلیہ میں اور سفیان
 ثوری، شعبہ، سفیان بن عیینہ اور ابراہیم بن عیینہ
 نے مسعر کے حوالے سے اس کو مروغا روایت کیا مسعر
 نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے
 جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ان چاروں نے
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا انھیں
 میں سے ابن شداد ہے جس سے پانچ حدیثیں مروی
 ہیں، انھیں میں سے ابو عون ہے جس سے چھ حدیثیں
 مروی ہیں، انھیں میں سے مسعر ہے جس سے سات
 حدیثیں مروی ہیں، انھیں میں سے شعبہ ہے سوائے
 شعبہ کے ان میں سے کسی نے بھی لفظ مسکر میم کی
 زیادتی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ ابو نعیم نے کہا کہ مسعر
 سے یہ روایت کرنے میں شعبہ متفرد ہے کیونکہ اس نے
 کہا کہ ہر شراب میں مسکر حرام ہے الخ اگر ان میں تنافی
 فرض کی جائے تو شعبہ کی نسبت جماعت کی روایت
 قبولیت کی زیادہ حقدار ہے اور ان میں تنافی
 کہاں ہے اس لئے کہ ہر شراب میں سے مسکر
 یا ہر شراب میں سے وہ جو نشہ دے وہ ہر شراب
 میں سے مقدار مسکر کا واضح احتمال رکھتی تو محتمل کے
 ساتھ متعین پر کیسے فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ

وبالله التوفيق وبه ثبت والله الحمد
ان ابا عوف لم يخالف شعبة عن
مسعر ساثر الجملة من مسعر و عن
ابن عوف و عن ابن شداد
و عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم، والعجب من
الامام ابن الہمام کیف تبع
النسائی علیٰ هذا الکلام
و نزعہ ان لفظ السکر
تصحیف وما التوفیق الا باللہ
الخبیر اللطیف والحمد للہ
رب العالمین۔

ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اس توفیق سے
ہی ثابت قدمی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے
حمد ہے۔ بیشک ابو عوف نے ابو شبرہ کی مخالفت
نہیں کی البتہ شعبہ نے مسعر سے روایت کرتے
ہوئے باقی تمام حضرات کی مخالفت کی جو انہوں
نے مسعر سے کی اور مسعر نے ابو عوف سے، اس
نے ابن شداد سے، اور اس نے ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی اور امام
ابن الہمام پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس کلام
پر نسائی کی پیروی کیسے کر لی! اور یہ گمان کیا کہ
لفظ مسکر غلط ہے اور نہیں ہے توفیق مگر اللہ تعالیٰ
سے جو خبر رکھنے والا باریک بین ہے اور سب
تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں
کا پروردگار ہے۔

چوتھی بحث: طحاوی کی سند علقمہ سے کہ میں نے
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے نشہ سے متعلق قول کے بارے
میں سوال کیا تو انہوں نے کہا وہ آخری گھونٹ ہے
اس کو دارقطنی نے اپنی سنن میں عمار بن مطر سے
روایت کیا، عمار نے کہا ہمیں جریر بن عبد الحمید
نے حجاج سے، اس نے حماد سے اس نے ابراہیم سے اس نے
علقمہ سے، اور اس نے عبد اللہ سے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے
بارے میں حدیث بیان کی کہ ہر نشہ آور حرام ہے
عبد اللہ نے کہا کہ وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے

الرابع حدیث الطحاوی عن
علقمة سالت ابن مسعود عن قول
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
في السكر قال الشربة الاخيرة سوا لا
الدارقطني في سننه عن عمار
بن مطر ثنا جرير بن عبد الحميد
عن الحجاج عن حماد عن ابراهيم عن
علقمة عن عبد الله في قوله
صلى الله تعالى عليه و
سلم كل مسكر حرام قال
عبد الله هي الشربة التي

لے شرع معانی الآثار کتاب الاشریة باب ما یحرم من البئذ اح ایم سعید کلمنی کراچی ۳۶۱/۲

اسکر تک ثم اسند عن عمار بن
مطر ثنا شريك عن ابي حمزة
عن ابراهيم قوله صلى الله تعالى عليه
وسلم كل مسكر حرام قال هي
الشربة التي اسكرتك قال هذا
اصح من الذي قبله ولم يسنده غير
الحجاج واختلف عنه وعمار بن مطر
ضعيف وحجاج ضعيف وانها هو
من قول ابراهيم النخعي ثم اخرج
عن ابن المبارك انه ذكر عنده
حديث ابن مسعود كل مسكر حرام
هي الشربة التي تسكرك فقال هذا حديث
باطل ثم وبعده المحقق في الفتح
اقول سند الطحاوي حدثنا
ابن ابي داود ثنا نعيم وغيره
انا حجاج عن حماد الخ وليس
فيه عمار كما ترى والحجاج
هو ابن ارطاة من رجال
مسلم والاربعة و هو
وان كان من شيوخ
شعبة وشعبة من
قد علم في شدة ورعه واحتياطه
وقد كان يقول اكتبوا

نشد دیا۔ پھر دارقطنی نے اس کا اسناد بیان کیا
عمار بن مطر سے، اس نے شریک سے، اس نے
ابو حمزہ سے، اس نے ابراہیم سے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول کہ ہر شہ آور
حرام ہے، فرمایا وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے
نشد دیا۔ دارقطنی نے کہا یہ پہلی سند سے زیادہ صحیح
ہے سوائے حجاج کے کسی نے اس کا اسناد بیان
نہیں کیا اور اس سے روایت میں اختلاف ہے۔
عمار بن مطر ضعیف ہے یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ پھر
ابن المبارک سے اس کی تخریج کی کہ اس کے پاس
حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ہر مسکر حرام ہے
سے مراد وہ گھونٹ ہے جس نے تجھے نشہ دیا، تو
ابن المبارک نے کہا یہ حدیث باطل ہے ا۔ اور
اس کی پیروی کی محقق نے فتح میں۔ اقول (میں
کہتا ہوں) طحاوی کی سند یہ ہے کہ ہمیں ابن داؤد
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں نعيم وغيره
نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حجاج نے
حماد سے خبر دی الخ اس میں جیسا کہ تو نے دیکھا عمار
نہیں ہے اور حجاج وہ ابن ارطاة ہے جو مسلم اور
اصحاب سنن اربعہ کے رجال میں سے ہے۔ وہ
اگرچہ شعبہ کے شیوخ میں سے ہے اور شعبہ کے تقویٰ
واحیاط میں سختی جانی ہوئی ہے کہا کرتے تھے
حجاج بن ارطاة اور ابن اسحاق سے لکھ لیا کرو

۱ سنن دارقطنی کتاب الاثریہ وغیرہ حدیث ۲۳ و ۲۵ دارالمحسن للطباعة القاہرہ ۲۵۰/۴ و ۲۵۱
۲ شرح معانی الآثار ۲ باب ما یحرم من النبیذ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۳۶۱/۲

کیونکہ وہ دونوں حافظ ہیں۔ نیز متعدد ائمہ نے اسکی تعریف کی جن میں ثوری اور ابو حاتم شامل ہیں سوائے اس کے کہ وہ تدلیس میں کثرت کرتا ہے۔ ذہبی نے کہا اکثر اس پر جس شے میں ملامت کی جاتی ہے وہ تدلیس ہے۔ ابو حاتم نے کہا وہ تدلیس کرتا ہے اور ضعف میں سے ہے۔ تو یہ حدیث اگرچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح نہیں جیسا کہ عبداللہ نے کہا مگر ابراہیم سے صحیح ہے جیسا کہ ہم مسند امام اعظم کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ حماد نے ابراہیم سے روایت کی۔ لہذا ابو عبد الرحمن کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا کہ ابن عون کا کہنا درست نہیں۔ ان کا آخری گھونٹ کو حرام اور اس سے پہلے والے گھونٹ کو حلال قرار دینا ہمیں سمجھ نہیں آتا لیکن ابو عبد الرحمن کا وجہ بیان کرتے ہوئے یہ کہنا کہ مسکر کے آخری گھونٹ پر اثر انداز ہونا اور پہلے اور دوسرے پر نہ ہونا علمی اعتبار سے یہ فرق درست نہیں ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) تیرا کیا خیال ہے کہ کستوری، عنبر، زعفران اور ان جیسی دیگر اشیاء

عن حجاج ابن اسطاة وابن اسحق فانہما حافظان وقد اثن علیہ غیر واحد منہم الثوری وابو حاتم بیدانہ کثیر التالیس قال الذہبی اکثر ما نقم علیہ التالیس وقال ابو حاتم یدلس عن ضعفاء فالحدیث وان لم یصح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما قالہ عبد اللہ لکنہ قد صح عن ابراہیم کما قد مناہ عن مسند الامام الاعظم عن حماد عنہ فما کانت ینبغی لابی عبد الرحمن ان یقول لیس کما یقول ابو عون لانفہم بتجریمہم اخرا شربة و تحلیہم ما تقدما ہا اما ما تعلل بہ قائل لا خلاف بین العلم ان المسکر بکلیتہ لا یحدث علی الشربة الاخر دون الاول والثانیۃ بعدہا اقول اسرایت اذا کان لا یسکر المسک والعنبر والزعفران واشباہہا

۴۶۰/۱

دار المعرفۃ بیروت

میزان الاعتدال ترجمہ حجاج بن اسطاة ۱۷۲۶

" "

"

"

"

"

"

"

"

۱۹۷/۲

دائرة المعارف النظامیہ

تہذیب التہذیب " " " " " " ۳۶۵

مثلاً اگر نشہ نہ دیں جب تک وہ دس رتی کے برابر نہ ہو جائیں۔ جب کسی شخص نے ان میں سے ایک رتی کے برابر کھایا تو کیا اس نے حرام کھایا، اگر تو کہے کہ ہاں تو تو نے بہت بڑی بات کہہ دی اور اگر کہے کہ نہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر دوسری رتی کھائی تو کیا حکم ہے یہاں تک کہ نو تک پہنچ جائے۔ تیرے لیے اس سے چھٹکارا نہیں کہ تو ان سب کے حلال ہونے کا قول کرے۔ پھر کہیں گے کہ بتاؤ اگر وہ دسویں رتی کھائے اور نشہ آجائے تو اب کیا حکم ہے۔ اگر تو کہے کہ اب بھی حلال ہے تو تم نے بہت بڑی بات کہہ دی۔ اور اگر کہے کہ حرام ہے تو خود اپنے خلاف تو نے فیصلہ دے دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں نشہ اس مجموعے سے آیا ہے لیکن حرمت آخری رتی کو کھانے پر ہے نہ کہ پہلی اور اس کے بعد والیوں پر جو کہ نہیں۔ جس نے یہ سمجھا کہ معلول جو کہ وہ حرمت ہے جس کی علت نشہ ہے وہ معلول پوری دس رتیاں ہیں مگر اس کا تحقق علت کی آخری جز کے تحقق کے وقت ہوا تو اس نے مقصد کو پہچان لیا۔ اس کو وہیم نہ بہکائے گا۔ الحمد للہ اس تقریر سے شوکانی کا نیل الاوطار میں حد سے تجاوز کرنا ظاہر ہو گیا در ان حالیکہ وہ طبرسی سے نقل کرنے والا ہے جس کی اس نے تصریح کی کہ ان (ہمارے امہ) کو کہا جائے گا کہ اس گھونٹ کے بارے میں بتاؤ جس کے بعد نشہ آیا ہے کہ کیا اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے بغیر

الا اذا بلغ عشر حبات مثلاً فاذا تناول
مرجل جبة فهل تناول المحرام فان
قلت نعم فقد اعظمت القول وان
قلت لا قلت فان تناول اخرى
حتى بلغ تسعا فلا بد ان
تقول في الكل بالحل قلنا
فاخبرنا اذا تناول العاشرة
فسكر فان قلت الان ايضا
حل فقد اعظمت القول وان
قلت حرم فقد قضيت على نفسك
ولا شك ان السكر انما
اتى للمجوع لكن المحرمة
انما هي للاكلة الاخيرة دون
الاولى والى تليها اى تسع
ومن عرف ان المعلول و
هي المحرمة المعلولة بالكسر المعلول
بالعشر انما يتحقق عند تحقق
الجزء الاخير من اجزاء
العلة عرف المرام ولم تذهب به الاوهام
وبهذا التقرير والله الحمد تبين انزهاق
مالع به الشوكاني في نيل الاوطار ناقلا
عن الطبري مانصه يقال لهم
(اعى لا ئمتنا رضى الله تعالى عنهم)
اخبرونا عن الشربة التى يعقبها
السكر اى التى اسكرت

نشہ دیا یا ماقبل والے گھونٹوں کے ساتھ مجتمع ہو کر
 نشہ دیا اور ہر گھونٹ کا نشہ دینے حصہ ہے ،
 اگر وہ کہیں کہ اس کو نشہ آخری گھونٹ نے دیا ہے
 جس کے بعد اس کی عقل میں خلل واقع ہوا تو ان کو
 کہا جائے گا کہ یہ آخری پہلے والے گھونٹوں کی طرح
 ہی ہے اس بات میں کہ اگر یہ ان سے منفرد ہوتا تو
 اکیلے نشہ نہ دیتا۔ اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے
 ساتھ مجتمع ہو کر نشہ دیا ہے، لہذا ثابت ہو گیا کہ
 نشہ ان تمام گھونٹوں کے مجموعے سے پیدا ہوا ہے اور
 بیشک یہی تقریر تمام شقوں کے ساتھ مستوری اور
 اس جیسی دیگر اشیاء میں جاری ہوتی ہے۔ وہم
 صرف اس لئے پیدا ہوا کہ آخری جز اور اس سے
 پہلے والی باقی ناقص علتوں میں فرق نہیں کیا گیا۔
 یونہی الحمد للہ حدیث ”ہر شراب جو نشہ دے وہ
 حرام ہے“ کے تحت شوکانی کا یہ کلام بھی زنگ آلود
 ہو گیا جس کو اس نے یوں منقش کیا کہ شراب
 اسم جنس ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تحریم
 تمام جنس کی طرف لوٹے جیسا کہ کہا جاتا ہے طعام
 سیر کرنے والا ہے اور پانی سیراب کرنے والا ہے
 یہاں طعام اور پانی سے مراد جنس ہے اور جنس کی
 ہر جز جنس والا عمل کرتی ہے، چنانچہ طعام کا
 ایک لقمہ چڑیا کا پیٹ بھر دیتا ہے اور اس سے
 زیادہ مقدار چڑیا سے بڑے جانور کا پیٹ بھر دیتی

صاحبہا دون ما تقدم من الشراب
 امر اسکرت باجتماعها مع ما تقدم
 واخذت کل شربیت بخطرہا
 من الاسکار فان قالوا انما احدث له السكر
 الشربة الآخرة التي وجد خيل العقل عقبها
 قيل لهم وهل هذه التي احدثت له ذلك الا
 كبعض ما تقدم من الشربات قبلها في انها
 لو انفردت دون ما قبلها كانت غير مسكرة
 وحدها، وانها انما اسکرت باجتماعها واجتماع
 عملها فحدث عن جميعها السكران فان التقرير
 بحد افيرو حاسر في الحبة العاشرة
 من المسك ونظر ائله والوهم انما نشاء من
 عدم الفرق بين الجزء الاخير وبين سائر
 العلل الناقصة المقدمة عليه وكذا استبان
 بحمد الله انخساف ما زوق به الشوكاني تحت
 حدیث ”كل شراب اسكر فهو حرام“ بقوله
 ان الشراب اسم جنس فيقتضى ان يرجع التحريم
 الى الجنس كله كما يقال هذا الطعام مشبع،
 الماء مروي يريده به الجنس و
 كل جزء منه يفعل ذلك
 الفعل فاللقمة تشبع العصفور
 وما هو اكبر منها يشبع
 ما هو اكبر من العصفور

لہ نیل الاوطار کتاب الاشریة باب ما یتمذ منه الخمر الخ مصطفیٰ البانی مصر ۸/ ۲۰۲

ہے اسی طرح پانی کی جنس عمل کرتی ہے اور یہی حال نبیہ کا ہے۔
 اقول (میں کہتا ہوں) ہاں تحریم جنس پر واقع ہے
 درانجا لیکہ وہ نشہ آور ہونے کی صفت سے مقید
 ہے۔ لہذا جب نشہ دے تو حرام ہے ورنہ نہیں۔
 میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر انصاف کا مطالبہ
 کرتا ہوں کہ جب تجھے کہا جائے کہ میں تجھے ہر ایسے
 طعام سے منع کرتا ہوں جو سیر کر دے تو کیا اس سے
 مطلق طعام کی ممانعت سمجھی جائے گی اگرچہ ایک
 لقمہ کی مقدار یا اس سے بھی کمتر ہو؟ یہ تو محض
 انکارِ حق ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نقصان وہ چیز
 کی حرمت پر اجماع جاری ہے جیسے زہر اور کھڑو وغیرہ،
 پھر یہ حکم نہیں جاری ہوتا مگر اتنی مقدار پر جو تجھے نقصان
 پہنچائے نہ مطلق نقصان پہنچانے والی شئی پر اگرچہ
 وہ مکھی یا چوٹی کو نقصان پہنچائے۔ امام احمد
 و ابو داؤد نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے ہر نشہ آور اور عقل میں خلل ڈالنے والی چیز سے
 منع فرمایا۔ یہ بات معلوم ہے کہ بعض دوائیوں کی
 زیادہ مقدار عقل میں خلل ڈالتی ہے جس سے پرہیز
 کرنا لازمی ہے۔ پھر یہ پرہیز اور ممانعت صرف
 اسی مقدار کثیر کی طرف لوٹتی ہے۔ اگر معاملہ ایسے
 ہوتا جیسے تُو نے گمان کیا ہے تو کستوری اور اس جیسی

وَكذلك جنس الماء يروع الحيوان
 على هذا الحد فكذلك النبيذ اقول نعم
 وقع التحريم على الجنس مقيدا بصفة
 الاسكار فاذا اسكر حرم والا لا وانما
 انشذك الله والانصاف اذا قيل لك
 انهاك عن كل طعام اشبع هل يفهم
 منه النهي عن الاكل مطلقا ولولقمة
 اولقمة اصغر ما تكون ما هذه
 الامكابرة الا ترى ان الاجماع
 ماض على تحريم كل ضار
 كالسموم والطين وغير ذلك ثم لم ينطلق
 هذا الحكم الا الى قدر يضر
 اياك لا ما يضر ولو ذبا با او نملة وقد اخرج
 احمد و ابو داؤد وعن ام سلمة
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت
 نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم عن كل مسكر و مفترو و
 معلوم ان من الادوية ما اذا اكثر
 منه اورث التفتير والتحذير
 ثم لم يرجع التحذير الا الى
 ذلك القدر الكثير ولو كان الامر كما زعمت
 لوجب القول بحرمة المسك و

۲۰۱/۸

مصطفیٰ البابی مصر

لہ نیل الاوطار کتاب الاشریۃ باب ما یخذ منہ الخمر الخ

۱۹۳/۲

آفتاب عالم پریس لاہور

لہ بسنن ابی داؤد کتاب الاشریۃ باب ما جاہ فی السکر

امثاله مطلقا وکل ذلك خلاف
الاجماع هذا ثم اتفقت المراجعة
الى البناية فرأيت الامام البدر
محمودا رحمه الله تعالى اتي ههنا
بكلام حسن نقلت الامام
تاج الشريعة تراد فيه من النظائر فاحببت
ايراده قال روح روحه الحرام هو
المسكرو اطلاقه على ما تقدم مجاز
وعلى القدر الاخير حقيقة وهو
مراد فلا يكون المجاز مرادا
وقد قال تاج الشريعة المسكر
ما يتصل به السكر بمنزلة المتخم
من الطعام وهو ما يتصل به من
التخمات تناول الطعام بقدر
ما يغذيه حلال وما يتخم
وهو الاكل فوق الشبع حرام
ثم المحرم منهما وهو المتخم
وان كان لا يكون ذلك متخما
الا باعتبار ما تقدمه من الاكلات
وكذلك في الشراب وقد قال ابو يوسف
رحمه الله ذلك مثل دم في
ثوب مادام قليلا فلا بأس
بالصلوة فيه فاذا اكثر لم يحل
ومثل ما حبل ينفت على
نفسه واهله من كسبه

اشیاء کی مطلقاً حرمت کا قول کرنا واجب ہوتا
حالانکہ یہ سب خلاف اجماع ہے۔ پھر بنایہ کی طرف
مراجعت کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام
بدر محمود رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر امام تاج الشریعہ
سے نہایت عمدہ کلام نقل فرمایا جس میں کسی نظائر
کا اضافہ کیا۔ اس کلام کو یہاں ذکر کرنا مجھے پسند
ہے۔ اس نے کہا اس کی روح کشادہ ہو کہ
حرام وہ ہے جو نشہ آور ہے۔ اس سے پہلے والی
شراب پر حرام کا اطلاق مجازاً ہے جبکہ آخری
پیالہ پر اس کا اطلاق حقیقتاً ہے اور وہی مراد ہے
لہذا مجاز مراد نہیں ہوگا۔ اور تاج الشریعہ نے
فرمایا کہ نشہ آور شراب جس کے ساتھ نشہ متصل ہے
وہ بد مضمی پیدا کرنے والے طعام کی طرح ہے اور
وہی طعام ہے جس کے ساتھ بد مضمی متصل ہے
اس لئے کہ بقدر غذا طعام کھانا حلال ہے۔
اور جو بد مضمی پیدا کرتا ہے وہ ہے جو سیر ہو جانے
کے بعد کھایا جائے وہ حرام ہے۔ پھر اس میں سے
حرام وہی ہے جو بد مضمی پیدا کرنے والا ہے اگرچہ
پہلے والے لغو کا اعتبار کے بغیر وہ بد مضمی پیدا نہیں
کرتا، اور یہی حکم شراب میں ہوگا۔ امام ابو یوسف
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ کپڑے میں لگے ہوئے
خون کی طرح ہے کہ جب تک وہ قلیل ہو اس
کپڑے میں نماز ادا کرنے میں کوئی خرابی نہیں اور جب
وہ زیادہ ہو جائے تو حلال نہیں۔ اور اس شخص کی
کی طرح ہے جو اپنی کمائی میں سے اپنی ذات اور

فلا بأس بذلك فاذا اسرف في
النفقة لم يصلح له ذلك و
لا ينبغي وكذلك النبيذ لا بأس
ان يشربه على طعامه ولا خير
في السكر منه لانه اسراف و اظهر
من ذلك ان الضمان يضاف
الى واضع المن الاخير في السفينة
وان لم يحصل الغرق
بدون ما تقدم من الامناء
وهذا لانه لا يوجد التلف حكما
بما تقدم من الامناء و انما
وجد ذلك بفعل فاعل مختار
فاضيف الغرق لولى المن
الاخير فكذا هنا اضيف السكر الى
القدح الاخير الذي يحصل به
السكر حقيقة لانه ما تقدم من الاقداح ثم ان
البيهقي في المعرفة اراد الرد على حديث
الحجاج بوجه آخر فذكر ما رواه ابن
مبارك عن الحسن بن عمرو والفقهي عن
ثقفيل بن عمرو عن ابراهيم قال كانوا
يؤثون اذا سكر لم يحل له
ان يعود فيه ابداً،

اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے جس میں کوئی خرچ نہیں
مگر جب وہ خرچ میں زیادتی کرے تو اس کے لئے
یہ درست نہیں اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔
اسی طرح کھانے کے اوپر نبیذ پینے میں کوئی خرچ
نہیں مگر اس سے نشہ میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ
یہ اسراف ہے اور اس میں زیادہ ظاہر بات
یہ ہے کہ ضمان اس شخص کی طرف منسوب ہوتا ہے
جس نے کشتی میں آخری من رکھا اگرچہ اس سے پہلے
رکھے جانے والے منوں کے بغیر کشتی کا غرق ہونا
متحقق نہیں ہوا۔ اور یہ اس لئے ہے کہ پہلے والے
منوں سے حکمی طور پر تلف نہیں پایا گیا تو وہ فاعل
مختار کے فعل سے پایا گیا لہذا غرق کی نسبت آخری
من والے کی طرف کی جائے گی۔ یوں ہی یہاں
نشہ کی اضافت آخری پیالے کی طرف کی جائیگی
جس سے حقیقتاً نشہ حاصل ہوا نہ کہ پہلے والے
پیالوں کی طرف الخ۔ پھر بیہقی نے المعروف میں
حدیث حجاج پر ایک اور وجہ سے رد کرنا چاہا تو
ذکر فرمایا جس کو ابن مبارک نے حسن بن عمرو فقہی
سے، اس نے فضیل بن عمرو سے اور اس نے
ابراہیم سے روایت کیا ابراہیم نے کہا وہ کہتے تھے
کہ جب کسی کو نشہ آجائے تو اس کے لئے حلال
نہیں کہ وہ کبھی بھی اس نشہ والی نبیذ کی طرف عود کرے۔

۳۴۳/۴ المکتبۃ الامدادیۃ مکہ المکرّمۃ شرح البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الاشریۃ
۳۰۶/۴ المکتبۃ الاسلامیۃ کتاب الراءۃ بحوالہ البیہقی فی المعرفة کتاب الاشریۃ

قلت واسندہ النسائی من طریق
ابن ابی نراثة عن الحسن بن
عمر بالسند قال کانوا یرون ان
من شرب شراباً فسكر منه لم یصلح
ان یعود فیہ، قال البیهقی فکیف
یکون عند ابراہیم قول ابن مسعود
هكذا (یعنی مارواہ الحجاج) ثم یخالفه
قال فدل علی بطلان ما رواہ
الحجاج بن اسطاة، اقول لانکر
ان حدیث الحجاج لا یصلح الاحتجاج
لکت فی الرد بہذا الوجه خفاء
لا یخفی فان القول وان لم یصح
عن عبد اللہ قد ضح عن ابراہیم
فاذا لم یمنعه هذا عن قول
نفسه فکیف یمنع ان یکون
عندہ عن عبد اللہ مثله اما ابو عبد الرحمن
فجعل هذا خلافاً عن ابراہیم
اذا قال ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی
النبیذ فروی هذا ثم قال
اخبرنا سوید اخبرنا عبد اللہ عن
ابی عوانة عن ابی مسکین قال سألت
ابراہیم قلت انا ناخذ
دردی الخمر اذ اطلت فننظفہ

قلت (میں کہتا ہوں) امام نسائی نے اس کو
بطریق ابن ابی زائدہ حسن بن عمر سے مسنداً بیان کیا
کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس نے شراب پی اور اسکو نشہ
آگیا اس کے لئے ایسی شراب کی طرف عود کرنا
درست نہیں بہیقی نے کہا کہ ابراہیم کے نزدیک
ابن مسعود کا قول اس طرح کیسے ہو گیا یعنی جس کو
حجاج نے روایت کیا پھر اس کی مخالفت کی اس نے
کہا کہ اس کے بطلان پر دلیل وہ ہے جس کو حجاج بن
ارطاط نے روایت کیا۔ اقول (میں کہتا ہوں)
ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ حدیث حجج
قابل استدلال نہیں لیکن اسے اس وجہ کے ساتھ
رد کرنے میں خفاء ہے جو کہ مخفی نہیں اس لئے کہ
یہ قول اگرچہ عبد اللہ سے صحیح نہیں مگر ابراہیم سے صحیح ہے
کہ جب اس نے اپنا قول ہونے سے اس کا انکار
نہیں کیا وہ کیسے انکار کرے گا، اس کے نزدیک
عبد اللہ سے اس کی مثل منقول ہے لیکن ابو عبد الرحمن
نے اس کو ابراہیم کی نقل کے خلاف قرار دیا ہے
انہوں نے اس کو ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیذ
کے باب میں روایت کیا پھر کہا کہ ہمیں خبر دی
سوید نے، اس نے کہا ہمیں خبر دی عبد اللہ نے
ابو عوانہ سے، اس نے ابو مسکین سے کہ میں نے
ابراہیم سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ ہم خمر یا
طلار کا تلچٹ لیتے ہیں پھر اس کو صاف کرتے

۱۰ سنن النسائی کتاب الاشریة ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیذ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۲۵
۲۰ نصب الرایۃ بوالہ البیهقی کتاب الاشریة
المکتبۃ الاسلامیہ ۳۰۶/۴

ثم ننتقم فيه الزبيب ثلاثم نصفيه
ثم ندعه حتى يبلغ فنشربه
قال يكره^۱ اه فزعم ان
في هذين خلاف ما ثبت
عن ابراهيم من تحليل
القليل اقول ولا متمسك له
في شيء منهما فان معنى
الاول على مانوي والله تعالى
اعلم ان من استخفه
الشیطان في شراب فلم يصبر
على قليله حتى اكثرت
فاسكر لا ينبغي له ان
يعود فيه كيلا يستجبره
العدو واخرى فيكون معناه
على وزياد قول النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم لا يلدغ
المؤمن من جحر مرتين^۲ او
يكون المعنى لا يعود الى ما اسكر
فقد علمه بالتجربة و ذلك ان
من ظن في شراب انه
لا يسكر منه ثلث كؤوس مثلا
فشرب فسكرو لم يحصل له

ہیں پھر تین دنوں تک اس میں کشمش بھگو دیتے ہیں پھر
اس کو صاف کر کے رکھ چھوڑتے ہیں یہاں تک کہ
وہ تیزی کی حد تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کو پی لیتے ہیں
تو ابراہیم نے کہا یہ مکروہ ہے الخ ابو عبد الرحمن نے گمان
کیا ان دونوں میں اس کے خلاف ہے جو قلیل
مقدار کے حلال ہونے سے متعلق ابراہیم سے ثابت ہے
اقول (میں کہتا ہوں) ان دونوں روایتوں میں
ابو عبد الرحمن کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش
نہیں اس لئے کہ پہلی کا معنی جیسا کہ ہم سمجھے ہیں اور
اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ ہے کہ بیشک جس کی
نظر میں شیطان نے شراب کو ہلکا کر دیا اس نے
قلیل پر صبر نہیں کیا یہاں تک کہ زیادہ پی کر مست
ہو گیا تو اس کو دوبارہ شراب کی طرف نہیں لوٹنا
چاہئے تاکہ دشمن پھر اس کو نہ کھینچ لے۔ چنانچہ
اس کا معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے اس ارشاد کی طرح ہو گیا کہ مومن ایک سو راخ
سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، یا اس کا معنی یہ ہے
کہ جس شراب کا نشہ آور ہونا اس کو تجربہ سے معلوم
ہو گیا اس کی طرف عود نہ کرے۔ اس کی صورت
یہ ہے کہ کسی شخص کا گمان تھا اس شراب کے تین
گلاس مجھے نشہ نہیں دیں گے اس نے تین گلاس
پی لئے تو اس کو نشہ آ گیا اب ہمیشہ کیلئے اس کو

۱۔ سنن النسائی کتاب الاشریة ذکر الاختلاف علی ابراہیم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۵/۲
۲۔ کنز العمال عن ابی ہریرہ حدیث ۸۳۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶۶/۱

العود الى الثالثة ابداء واما الاثر
الاخر فانما الكراهة فيه لاجل
دُردى الخمر والطلاء بالاشتراك
يطلق على معان بينها العلامة
الشرنبلاوى فى غنية ذوى الاحكام منها
العصير العنبى الذى ذهب اقل من
ثلثيه ، وهو الباذق والذى ذهب نصفه
وهو المنصف والذى ذهب ثلثاه وهو
المثلث والذى ذهب ثلثه وهو الباذق
قال وليستى بالطلاء كل ما طبخ
من عصير العنب مطلقاً والكل غير
المثلث حرام كثيرة وقليله نجس
نجاسة غليظة كالخمر عندنا وعند
الجمهور خلافاً للامام الشافعى و
الاوراعى وبعض الظاهرية والمعتزلة
والله تعالى اعلم۔

الخامس قال النسائى حدثنا
عبيد الله بن سعيد عن ابى اسامة قال
سمعت ابن المبارك يقول ما وجدت
الرخصة فى السكر عن احد صحيحاً
الا عن ابراهيم ^{عليه} اقول رحم
الله الامام الجليل و

تیسرے گلاس کی طرف عود حلال نہیں رہا۔ رہی
دوسری اثر تو اس میں خمر و طلاء کے پچھٹ کی وجہ سے
جو حرمت ہے اور وہ بطور اشتراک کئی معنوں پر
بولی جاتی ہے جنہیں علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام
میں بیان فرمایا ہے ان میں انگور کے جس شیرہ کا
دو تہائی سے کم حل کر خشک ہو جائے اسکو باذق،
جس کا نصف خشک ہو جائے اس کو منصف،
جس کا دو تہائی خشک ہو جائے اس کو مثلث
اور جس کا ایک تہائی خشک ہو جائے اسکو باذق
کہا جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ انگور کے جس شیرہ کو
پکایا جائے اس کو مطلقاً طلاء کہتے ہیں الخ
مثلث کے سوا تمام خمر کی طرح حرام اور انکا قلیل و
کثیر نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے ہمارے
نزدیک اور جمہور کے نزدیک بخلاف امام شافعی
اور اراعی، بعض ظاہریہ اور معتزلہ کے۔ اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے۔

پانچویں بحث: امام نسائی نے کہا ہمیں عبد اللہ
بن سعید نے ابو اسامہ سے حدیث بیان کی
کہ میں نے ابن مبارک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ
میں نے نشہ آور نبیذ کے بارے میں سوائے
ابراہیم کے کسی سے رخصت صحیح نہیں پائی۔
اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ امام جلیل پر

۸۷/۲

لے غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الاحکام کتاب الاشریۃ میر محمد کتب خانہ کراچی

۳۳۵/۲

لے سنن النسائی کتاب الاشریۃ ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیزہ نور محمد کارخانہ کراچی

نفعنا ببرکاته فی الدنیا والآخرۃ
 بل قد صح عن امیر المؤمنین
 عمر وقد مر حدیث مالک عن داؤد
 بن الحصین من رجال الستة
 قال الحافظ ثقة الافی عکرمة
 عن واقد بن عمرو وثقة من رجال نخ
 عن محمود بن لبید صحابی صغیر
 وفیه قول عبادة أحلتها لله و
 فیہ ادعی الزرقانی انکات
 عمر اجتهد فی تلك المرة ثم
 رجع عنه كما تقدم حدیث
 ابی حنیفة عن ابی اسحق
 السبعی ثقة من رجال الستة
 ولم یکن ابوجنیفة لیذهب
 الیه بعد ما اختلط فی اخذ
 عنه كما نص علیه المحقق حیث
 اطلعت و ذکرناه فی المنیر العین
 عن عمرو بن میمون مشهور ثقة
 عابد نزل الکوفة من رجال الستة وبه
 وبما تقدم من روایة ابن ابی شیبة
 عن ابی الاحوص عن ابی اسحق عن
 عمرو بن میمون ابوالاحوص

رحم فرمائے اور ہمیں دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے
 نفع پہنچائے۔ کیوں نہیں تحقیق امیر المؤمنین حضرت عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی صحت ثابت ہے،
 اور حدیث مالک بروایت داؤد بن حصین گزر چکی جو کہ
 صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ حافظ نے کہا
 وہ ثقہ ہے مگر اس روایت میں جو عکرمة نے واقد بن
 عمرو سے کی کہ وہ ثقہ اور "خ" کے رجال میں سے ہیں
 محمود بن لبید صحابی صغیر سے روایت ہے اور اس
 میں حضرت عبادة کا یہ قول مذکور ہے کیا آپ نے
 بخدا اس کو حلال کر دیا، اس میں زرقانی نے
 دعویٰ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر
 اجہتا دیکھا پھر اس سے رجوع کر لیا جیسا کہ پہلے گزرا،
 حدیث ابی حنیفة بروایت ابواسحق سبعی وہ ثقہ
 اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے، اسکے اختلاط
 کے بعد امام ابوحنیفة اس کے پاس جا کر حدیث اخذ
 نہ کرتے جیسا کہ اس پر محقق علی الاطلاق نے نص فرمایا
 اور ہم نے اس کو منیر العین میں عمرو بن میمون مخضرم
 سے ذکر کیا ہے وہ مشہور ثقہ عابد ہے جو کہ کوفہ میں
 ٹھہرے صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ اس
 روایت سے اور ما قبل میں مذکور حدیث ابن ابی شیبہ
 سے جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ابوالاحوص سلام بن
 سلیم ثقہ از رجال صحاح ستہ سے روا کی ان دونوں

۱۔ تقریب التہذیب حرف الدال ترجمہ داؤد بن الحصین ۱۷۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۷۸/۱
 ۲۔ موطا امام مالک کتاب الاشریة باب ماجاء فی تحريم الخمر میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۵
 ۳۔ شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک کتاب الاشریة جامع تحريم الخمر حدیث ۱۶۲۵ دارالمعرفة بیروت ۱۷۲/۲

هو سلام بن سليم ثقة المصطفى من رجال الستة تأيد الحديثان الماران للطحاوي عن عمر واحد هما، حدثنا ابوبكر ثنا ابوداؤد ثنا زهير بن مغوية عن ابى اسحق عن عمرو بن ميمون، والآخر حدثنا روح بن الفرج ثنا عمرو بن خالد ثنا زهير ثنا ابواسحق عن عمرو بن ميمون رجالهما جميعا ثقات اجلاء ابوبكرة هو بكار بن قتيبة و ابوداؤد هو الطيالسي ثقة حافظ من رجال مسلم والاربعة اهل الستة فقد كفى عنه خ في تفسير المدثر حيث قال في سند حديث مرفوع حدثني محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدي وغيره قال حدثنا حرب بن شداد الخ غيره هو ابوداؤد كما بينه ابو نعيم في مستخرجيه و زهير ثقة ثبت من رجال الستة و روح بن الفرج شيخ الطحاوي هو القطان المصري ثقة

گزشتہ حدیثوں کی تائید ہوگئی جو انھوں نے عمرو سے روایت کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیں ابوبکر نے ان کو ابوداؤد ثقتی، ان کو زہیر بن معاویہ نے ابواسحق سے حدیث بیان کی اور ابواسحاق نے عمرو بن ميمون سے روایت کی۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ ہمیں روح بن الفرج نے، ان کو عمرو بن خالد نے، ان کو زہیر نے ابواسحاق سے حدیث بیان کی اور انھوں نے عمرو بن ميمون سے روایت کی۔ ان دونوں حدیثوں کے تمام رجال جلیل القدر ثقہ ہیں۔ ابوبکر وہ بکار بن قتيبة ہے۔ ابوداؤد طيالسي ثقہ، حافظ مسلم و سنن اربعة کے رجال میں سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ میں سے ہیں۔ بخ نے سورۃ المدثر کی میں ان سے بطور کنایہ روایت کی ہے جہاں اس نے سند مرفوع میں کہا کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن بشار نے اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبد الرحمن بن مہدی اور اس نے غیر نے، انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حرب بن شداد نے انہوں نے اس کے غیر سے مراد ابوداؤد ہیں جیسا کہ ابو نعیم نے اپنی مستخرج میں بیان کیا۔ زہیر ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ روح بن الفرج امام طحاوی کے شیخ ہیں وہ قطان مصری ثقہ

۱ شرح معانی الآثار کتاب الاثرية باب ما يجرم من النبذ ايج ايم سعيد مكني كراچي ۳۵۹/۲

۲ شرح معاني الآثار كتاب الاثرية باب ما يجرم من النبذ ايج ايم سعيد مكني كراچي ۳۵۹/۲

۳ صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ المدثر قديم كتبخانه كراچي ۴۳۲/۲

و ثقہ فی تہذیب التہذیب و عمرو بن خالد شیخ روح و تلمیذ نہ ہیر ہو الحرافی الخزاعی ثقة من رجال البخاری فبموافقة الامام و متابعة سلام نزال ما کان یحشی من سماع نہیر عن ابن اسحق اخیرا و حدیث ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم ان عمرانی باعراہی صحیح علی اصولنا فان الجمهور علی قبول المراسیل و لاسیما مراسیل ابراہیم فقد قال الامام احمد مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات و مرسلات ابراہیم النخعی لا بأس بہا ذکرہ فی التدریب و قد اخرج ابن عدی عن یحییٰ بن معین قال مراسیل ابراہیم صحیحۃ الاحدیث تاجر البحرین و حدیث القہقہہ قال فی نصب الراية الاحدیث القہقہہ فقد عرفت و اما حدیث تاجر البحرین فرواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ ثنا وکیع ثنا الاعمش عن ابراہیم

ہیں تہذیب التہذیب میں ان کی توثیق کی گئی ہے۔ عمرو بن خالد روح کے شیخ اور زہیر کے شاگرد ہیں وہ حرانی خزاعی، ثقہ اور بخاری کے رجال میں سے ہیں لہذا امام کی موافقت اور سلام کی متابعت کے سبب سے اس خدشہ کا ازالہ ہو گیا جو ابواسحق سے زہیر کے سماع سے متعلق کیا جا رہا تھا الخ۔

حدیث ابو حنیفہ جو انھوں نے حماد سے اور حماد نے ابراہیم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک اعرابی کو لایا گیا ہمارے اصول کے مطابق صحیح ہے اس لئے کہ جمہور کا موقف یہ ہے کہ مراسیل خصوصاً ابراہیم کی مراسیل مقبول ہیں۔ امام احمد نے فرمایا سعید بن مسیب کی مراسیل صحیح ترین مراسیل ہیں اور ابراہیم نخعی کی مراسیل میں کوئی عوج نہیں۔ یہ تدریب میں مذکور ہے۔ ابن عدی نے یحییٰ بن معین سے تخریج کی کہ ابراہیم کی مراسیل صحیح ہیں جو تاجر البحرین اور قہقہہ کی حدیث کے نصب الراية میں کہا حدیث قہقہہ تو معروف ہے۔ یہی حدیث تاجر البحرین تو اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یوں روایت کیا ہے کہ ہمیں وکیع نے اور ان کو اعمش نے ابراہیم سے حدیث بیان کی۔

- ۱۔ تہذیب التہذیب ترجمہ روح بن الفرغ ۵۵۴ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۲/۲۹۷
 ۲۔ جامع المسانید الباب الثلاثون فی الحدود المكتبة الاسلامیہ ممندی ۱۱۲/۲
 ۳۔ تدریب الراوی النوع التاسع المرسل و بیان اطلاق الخ قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۸
 ۴۔ نصب الراية کتاب الطہارات فضل فی لواقض الوضوء المكتبة الاسلامیہ ۱/۵۲

ابراہیم نے کہا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ! میں ایک تاجر
شخص ہوں بار بار بحرین جاتا رہتا ہوں، تو آپ نے
اس کو حکم دیا کہ وہ دو رکعتیں یعنی نماز قصہ پڑھا کرے
یونہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط والی حدیث
جو کہ مسند میں سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور
امام طحاوی کی حدیث کہ ہمیں فہد نے، اس کو عمر بن
حفص نے، اس کو اس کے باپ نے، اس کو اعمش
نے، اس کو ابراہیم نے ہمام بن عمارت سے حدیث
بیان کی، ہمام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی کہ وہ سفر میں تھے (الحدیث)۔ عمر بن
حفص ثقہ اور شیخین کے رجال میں سے ہیں اور ان کا
باپ حفص بن غیاث ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال
میں سے ہے۔ ابراہیم وہ نخعی ہیں۔ ہمام نخعی ثقہ
اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ اور اسکی
حدیث یہ ہے کہ ہمیں فہد نے اور ان کو عمر بن حفص
نے، ان کو ان کے باپ نے اعمش سے حدیث
بیان کی، کہا مجھے عبید بن ابی ثابت نے نافع سے
اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کی کہ آپ نے اپنے لئے نبی کا حکم دیا
(الحدیث)۔ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

قال جاء رجل فقال يا رسول الله
اني رجل تاجر اختلفت
الى البحرين فامرته ان
يصلى ركعتين يعني القصده
وكذا حديث كتاب عمر
المروعي في المسند بالسند
وحديث الطحاوي حدثنا فهد
ثنا عمر بن حفص ثنا ابي
ثنا الاعمش ثني ابراهيم عن
همام بن الحارث عن عمر
انه كان في سفر الحدیث
عمر بن حفص ثقة من رجال
الشيخين وابوه حفص بن غياث
ثقة من رجال الستة و ابراهيم
هو النخعي وهمام النخعي ثقة
من رجال الستة و حديثه
حدثنا فهد ثنا عمر بن حفص
ثنا ابي عن الاعمش ثني حبيب
بن ابي ثابت عن نافع عن
ابن عمر قال امر نبينا
الحدیث، رجاله كلهم ثقات

- ۱/ ۵۲ لہ نصب الرایۃ کتاب الطہارات فصل فی نواقض الوضوء المكتبة الاسلامیہ
۲/ ۳۵۹ لہ شرح معانی الآثار کتاب الاشریۃ باب ما یکرّم من النبیز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱/ ۷۱۲ لہ تقریب التہذیب ترجمہ عمر بن حفص ۲۸۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲/ ۳۵۹ لہ شرح معانی الآثار کتاب الاشریۃ باب ما یکرّم من النبیز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

حبیب ثقہ، امام جلیل اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث سُنی، یہ امام بخاری نے کہا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) وہ نافع کا ہم عصر ہے ان دونوں کی موت کے درمیان ایک یا دو سال کا فرق ہے اگر وہ تالیس کرتا تو اس کے لئے ممکن تھا کہ وہ یوں کہتا عن ابن عمر، لیکن اس نے تالیس نہیں کی بلکہ وضاحت فرمائی، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ امام طحاوی کی حدیث ہے کہ ہمیں ابو داؤد نے انھیں ابوصالح نے، اس کو لیث نے، اس کو عقیل نے ابن شہاب سے حدیث بیان کی ابن شہاب نے کہا کہ مجھے معاذ بن عبدالرحمن بن عثمان لیثی نے خبر دی کہ اس کے باپ عبدالرحمن بن عثمان نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت پائی (المحدث)۔ ابن ابی داؤد وہ ابراہیم ہے جو کہ ثقہ ہے۔ امام طحاوی نے رفع یدین کے بارے میں اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ عبدالرحمن بن عثمان صحابی ہیں۔ اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں،

حبیب ثقہ امام جلیل من رجال الستة وقد سمع ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالہ البخاری قلت وهو من اقران نافع لیس بین موتہما الا سنة او سنتان فلو دلس لامکنہ ان یقول عن ابن عمر لکن اوضح و بین فرحمہ اللہ تعالیٰ، و حدیثہ حدثنا ابن ابی داؤد ثنا ابوصالح ثقی اللیث ثنا عقیل عن ابن شہاب اخبرنی معاذ بن عبد الرحمن بن عثمان اللیثی عن اباہ عبد الرحمن بن عثمان قال صحبت عمر الحدیث۔ ابن ابی داؤد هو ابراہیم ثقہ صحیح له الطحاوی فی رفع الیدین، و عبد الرحمن بن عثمان صحابی، والبقیة کلہم ثقات۔

عہ مطبوعہ نسخہ میں اللیثی ہے جبکہ یہ تمیمی ہے جیسا کہ اصحابہ اور تقریب میں ہے ۱۲۱۲ (۳)

عہ وقع فی نسخة طبع اللیثی وانما هو التیمی کما فی الاصابة والتقریب ۱۲۱۲ منہ

۱/۲۵۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۹۰ ترجمہ حبیب ابن ابی ثابت
۲/۲۵۹ شرح معانی الآثار کتاب الاشریۃ باب ما یحرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

مشہورون من رجال البخاری فان
الصحيح انه خرج في الصحيح لعبد الله
بن صالح ابي صالح كاتب الليث
قاله المنذري في الترغيب والذهبي
في الميزات - و حديث النسائي
اخبرنا تركيب بن يحيى ثنا
عبد الاعلى ثنا سفيان عن يحيى
بن سعيد سمع سعيد بن المسيب
يقول تلقت ثقيف الخ تركيبا ثقة
حافظ و البقية ثقات مشاهير
من رجال الستة و حديثه
اخبرنا محمد بن عبد الاعلى
ثنا المعتمر سمعت منصورا
عن ابراهيم عن نياته
عن سويد بن غفلة الخ
محمد ثقة، نبأته مقبول
والبقية كلهم ثقات مشهورون
من رجال الستة و بالطريق
رواه عبد الرزاق عن

اور بخاری کے رجال میں سے مشہور ہیں کیونکہ صحیح
یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن
ابوصالح کاتب اللیث کے لئے اس کی تخریج کی، یہ
بات منذری نے تزیب میں اور ذہبی نے میزان
میں کہی۔ اور نسائی کی حدیث ہے کہ ہمیں زکریا
بن یحییٰ نے خبر دی اس نے کہا ہمیں عبد الاعلیٰ نے،
اس نے کہا ہمیں سفیان نے یحییٰ بن سعید سے
حدیث بیان کی اس نے سعید بن مسیب کو کہتے ہوئے
سنا کہ نبی ثقیف کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو ایک شراب پیش کی الخ۔ زکریا ثقہ اور
حافظ ہے، اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں اور صحاح
ستہ کے رجال میں سے مشہور ہیں۔ امام نسائی کی
حدیث ہے کہ ہمیں محمد بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی اس
نے کہا ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی کہ میں نے منصور
کو ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے سنا، اس
نے نبأته سے اور اس نے سوید بن غفلة سے الخ۔
محمد ثقہ ہے، نبأته مقبول ہے اور باقی تمام
راوی ثقہ ہیں اور صحاح ستہ کے رجال سے
مشہور ہیں۔ اور اسی طریق سے اسکو عبد الرزاق

۴۴۰/۲	دار المعرفۃ بیروت	ترجمہ عبد اللہ بن صالح ۳۳۸۳	میزان الاعتدال
۳۳۳/۲	دار الکتب کراچی	ذکر الاخبار التي اعتل بها الخ نور محمد کارخانہ تجارتی کتب کراچی	سنن النسائی کتاب الاثرية
۳۳۳/۲	"	ذکر ما يجوز شربة من الطلار	"
۱۰۲/۲	دار الکتب العلمیہ بیروت	۶۰۸۰	تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عبد الاعلیٰ
۲۴۰/۲	"	"	"

منصور و حدیثہ اخیرنا سوید
 اخبرنا عبد الله عن هشام عن ابن
 سيرين ان عبد الله بن يزيد
 الخطمي قال الخ هم كما ترى
 كلهم ائمة اجلاء ثقاة
 اثبات مشهورون من رجال
 الستة غير سويد بن نصر فمن
 رجال الترمذي والنسائي
 ثقة معروف صادق الامام
 الجليل عبد الله بن مبارك وهو
 المراد بعبد الله وهشام هو
 الدستوائي وعبد الله بن يزيد صحابي
 وقد منا ان الحافظ صححه في الفتح و
 حدیثہ اخیرنا محمد بن المثنی ثنا
 ابن ابی عدی عن داؤد سالت سعید الخ
 ابن ابی عدی محمد بن ابراهیم و
 داؤد هو ابن ابی هند و سعید هو
 ابن المسيب والسند كله ثقاة من
 رجال الستة الا داؤد فمن عدا
 البخارى فهداه اكر من
 عشرة احاديث صحاح
 عن امير المؤمنين رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے منصور سے روایت کیا۔ امام نسائی کی
 حدیث ہے ہمیں سوید نے خبر دی اس نے کہا
 ہمیں عبد اللہ نے ہشام سے اور اس نے ابن سیرین
 سے ہمیں خبر دی کہ عبد اللہ بن یزید خطمی نے کہا الخ
 وہ تمام راوی جیسا کہ تو دیکھتا ہے جلیل القدر ائمہ ،
 ثقہ، مثبت اور صحاح ستہ کے رجال میں سے مشہور
 ہیں سوائے سوید بن نصر کے وہ ترمذی اور نسائی کے
 رجال میں سے ہے ثقہ ہے معروف ہے۔

راوی امام جلیل عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ ہیں اور عبد اللہ سے وہی مراد ہے۔ ہشام
 وہ دستوائی ہے۔ عبد اللہ ابن یزید صحابی ہیں۔
 ہم پچھلے ذکر کر چکے ہیں کہ حافظ نے فتح میں اس کی
 تصحیح کی۔ امام نسائی کی حدیث ہے کہ ہمیں محمد
 بن مثنیٰ اس نے کہا کہ ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث
 بیان کی داؤد سے اس نے کہا میں نے سعید
 سے پوچھا الخ۔ ابن ابی عدی محمد بن ابراہیم ہے۔
 داؤد وہ ابن ابی ہند ہیں۔ سعید وہ ابن مسیب
 ہیں۔ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور صحاح ستہ
 کے رجال میں سے ہیں سوائے داؤد کے کہ وہ
 بخاری کے علاوہ باقیوں کے رجال میں سے ہیں۔
 یہ دس سے زائد صحیح حدیثیں ہیں جو امیر المؤمنین
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں

لسنن النسائی کتاب الاثریة ذکر ما یجوز شرہ من الطلاب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۲
 "

وَكذا اصح عن ابن مسعود وعن
ابنه عامر ابى عبدة وعن علقمة
وعن حماد فان ابى حنيفة عن
حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله
ان لم يفق مالكا عن نافع عن
ابن عمر فلا ينزل عنه ولا عن شئ
مما قيل اصح الا ساعد عندنا و
عند كل من نور الله بصيرته
بنور الانصاف، وعن ابن عباس
كما علمت مرتصححة عن
ابن حزم وكذا عن عتبة
بن فرقد السلمى وكذا لك
صحت الاثار وحسنت في
الطلاء مثلثا او منصف او غيره
عن انس بن مالك حديثه
الاول عن الوليد بن سريع
الكوفي صدوق والثاني
عند النسائي قال اخبرنا
اسحق بن ابراهيم ثنا
وكيع ثنا سعد بن اوس
عن انس بن سيرين
رجالهم ثقات

اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے
بیٹے عامر ابو عبیدہ، علقمہ اور حماد سے صحیح حدیث
منقول ہے۔ بیشک یہ سند ابو حنیفہ نے حماد سے
اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے اور اس نے
عبد اللہ سے روایت کی اگر نہیں فوقیت رکھتی اس
سند پر جو مالک نے نافع سے اور اس نے ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی تو اس سے کتر
بھی نہیں ہے، اور نہ اس شئی سے جس کے بارے
میں کہا گیا کہ یہ تمام سندوں سے صحیح ترین ہے ہمارے
نزدیک اور ہر شخص کے نزدیک جسے اللہ تعالیٰ نے
نور انصاف کے ساتھ نورانی بصیرت عطا فرمائی،
اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے
جیسا کہ توجان چکا ابن حرم سے اس کی تصحیح گزر چکی ہے
اور یونہی علیہ بن فرقد سلمی سے، اسی طرح صحیح اور حسن
آثار اس طلاء کے بارے میں وارد ہیں جو مثلث ہو
(یعنی جس کا دوثلث خشک ہو گیا) یا منصف ہو
(جس کا نصف خشک ہو گیا) یا اس کے علاوہ۔
حضرت انس بن مالک سے ان کی پہلی حدیث ولید
بن سریع کوفی سے مروی ہے جو صدوق ہے۔ اور
دوسری نسائی سے، انھوں نے کہا کہ ہمیں اسحق بن
ابراہیم نے خبر دی اس نے کہا ہمیں وکیع نے
اس نے کہا ہمیں سعد بن اوس نے انس بن سیرین سے

۱۔ تقریب التہذیب ترجمہ الولید بن سریع ۲۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۸۵
۲۔ سنن النسائی کتاب الاثر ذکرایجوز شرعیہ من الطلاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۲

اخبرنا سويد اخبرنا عبد الله عن
 جرير عن مغيرة عن الشعبي قال
 كان علي يترق الخ رجاله كلهم
 ثقات وكلهم ما خلا سويدا من
 رجال الستة خبرير هو
 ابن عبد الحميد صاحب منصور و
 مغيرة هو ابن مقسم كوفيات
 بنيان وشاهده ابن ابى شيبة
 بسند جيد اما حديث
 ضربه الحد من سكر من اداوته
 فطريق الدار قطنى فيه
 حسن شريك من قد علمت
 وفراس من رجال الستة
 وثقته احمد و يحيى
 والنسائى قال القطان
 ما انكرت من حديثه
 الاحديث الاستبراء وبه يعتضد
 طريق ابى بكر فيه مجالد
 تكلم فيه الناس وقال المحافظ
 ليس بالقوى وقد خرج له
 مسلم والاربعة وعن ابى الدرداء
 وعن امه حديثه عند النسائى
 اخبرنا نكريا بن يحيى

خبردى سويد نے اس نے کہا ہیں خبردى عبد اللہ نے
 جلیل سے اس نے مغيرہ سے اس نے شعبی سے
 کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو شراب
 دیتے تھے الخ۔ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔
 سويد کے سوا تمام صحاح ستہ کے رجال میں سے
 ہیں۔ جریر وہ ابن عبد الحمید ہے جو کہ منصور کا صاحب
 ہے۔ مغيرہ وہ ابن مقسم ہیں، جریر و مغيرہ دونوں
 کوئی ہیں، اور اس حدیث کے شاہد
 ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ ذکر کیا،
 لیکن وہ حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس
 شخص کو حد لگائی جس نے آپ کے مشکیزے سے
 نبیذ پی اور اس کو نشہ ہو گیا، وہ بطریق دارقطنی
 حسن ہے، شریک جس کے بارے میں تو
 جان چکا ہے۔ اور فراس صحاح ستہ کے رجال
 میں سے ہے، اس کو امام احمد، یحییٰ اور نسائی نے
 ثقہ قرار دیا۔ قطان نے کہا میں نے اس کی حدیث
 کا انکار نہیں کیا سوائے حدیث استبراء کے۔ اور
 طریق ابوبکر کو اسی سے قوت ملی۔ اس میں مجالد ہے
 جس میں لوگوں نے کلام کیا۔ حافظ نے کہا وہ قوی
 نہیں ہے اس کے لئے امام مسلم نے اور اصحاب
 سنن اربعہ نے تخریج کی۔ ابوالدرداء اور ام درداء
 سے اس کی حدیث مروی ہے امام نسائی کے نزدیک
 حدیث اس طرح ہے کہ ہمیں ذکر یا بن یحییٰ نے خبردی

۳۲۲/۲ ذکر ما يجوز شربه من الطلار نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
 ۳۲۳/۳ دارالمعرفت بیروت ۶۶۹۵

قال اخبرنا احمد بن خالد عن معن ثنا
 معوية بن صالح عن يحيى بن سعيد،
 احمد بغدادى ثقة معن القزاز ويحيى
 المدنى كلاهما ثقة ثبت من رجال الستة،
 ومعوية صدوق من رجال الخمسة، و
 عن الحسن البصرى بالطريق عن بشير بن
 المهاجر مختلف فيه وثقه ابن معين وغيره
 وقال النسائى ليس به بأس واخرج له مسلم
 والاربعة، وقال ابو حاتم لا يحتج به
 قلت وقول احمد منكر الحديث ربما لا يكون
 للحرج كما بيناه فى غير هذا الكتاب فاذا
 حديثه فى عداد الحسن، وعن عمر
 بن عبد العزيز بالطريق عن عبد الملك بن
 طفيل الجزرى مقبول، وعن ابى عبيدة
 وعن معاذ بن جبل وقد علق عنهما البخارى
 جانما وعن ابى طلحة اسند عن ثلثتهم
 رضى الله تعالى عنهم ابوبكر وغيره والسند
 كله من جلة ثقات رجال الستة عن خالد
 بن الوليد.

کہا ہمیں احمد بن خالد نے معن سے خبر دی اس نے کہا
 ہمیں معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن سعید سے حدیث
 بیان کی، احمد بغدادی ثقہ ہے۔ معن القزاز اور
 یحییٰ مدنی دونوں ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے
 رجال میں سے ہیں۔ معاویہ صدوق اور اصحاب خمسہ
 کے رجال میں سے ہے۔ حسن بصری سے اسی طریق
 کے ساتھ بشیر بن مهاجر سے مروی ہے جس میں اختلاف
 کیا گیا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا۔ نسائی
 نے کہا اس میں کوئی غرابی نہیں۔ مسلم اور اصحاب
 سنن اربعہ نے اس کے لئے تخریج کی۔ اور ابو حاتم نے
 کہا کہ وہ قابل استدلال نہیں۔ قلت (میں کہتا ہوں)
 امام احمد کا قول "منکر الحدیث" بسا اوقات حرج
 کے لئے نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے
 غیر میں بیان کیا ہے، چنانچہ اس کی حدیث کا شمار
 حسن میں ہوگا۔ اور عمر بن عبد العزیز سے اسی
 طریق کے ساتھ عبد الملک بن طفیل جزری سے
 روایت ہے جو کہ مقبول ہے۔ ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام بخاری نے بطور حوزم
 تعلق بیان کی اور ابو طلحہ سے۔ ابوبکر وغیرہ نے ان
 تینوں سے مسند حدیث بیان کی۔ تمام سند کے راوی برگزیدہ، ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور خالد
 بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (ت)

(رسالہ الفقہ التبیہی ختم ہوا)

۱ سنن النسائی کتاب الاثرية ذكرها يوز مشرب من الطار نور محمد كارخان تجارت كتب كراچي ۳۳۲/۲
 ۲ ميزان الاعتدال ترجمه بشير بن المهاجر ۱۲۳۳ دار المعرفة بيروت ۳۰۱/۳۲۹
 ۳ تقريب التهذيب ترجمه عبد الملک بن الطفيل ۲۰۳ دار الكتب العلمية بيروت ۶۱۶/۱

- مسئلہ ۲۶ از مسجد جامع مسئلہ حامد حسین خاں بن الطاف علی ۶ جمادی الآخرہ ۵۲۹
 جناب مولوی صاحب معظم و مکرم دام ظلکم! یہ چند امور حضور سے دریافت کئے جاتے ہیں؛
- (۱) اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیشتر اور جو نبی گزرتے ہیں اُن کے وقت میں شراب حلال تھی یا حرام؟
- (۲) دوسرے یہ کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں شراب پی اور حالت نشہ میں نماز میں سورہ غلط پڑھی؟
- (۳) اور تیسرے یہ بیان کیا کہ حضرت امیر حمزہ صاحب نے حالت نشہ میں ایک اونٹنی بلا ذبیحہ کا دل اور جگر کھایا۔

الجواب

- (۱) اگلی شریعتوں میں بلکہ خود شریعت اسلام کی ابتداء میں شراب کی تحریم نہ تھی ہاں نشہ ہمیشہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔
- (۲ و ۳) امیر المؤمنین سیدنا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت امر مذکور کا بیان کرنے والا اگر اُس شان اقدس مرتضوی پر طعن نچا ہوتا ہے تو خارجی ناصبی مردود تہمتی ہے ورنہ بلا ضرورت شرعیہ عوام کو پریشان کرنے والا سفیہ، احمق، بد عقل، بے ادب ہے۔ یہی حال سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا ہے بلکہ اس میں قائل نے جھوٹ ملایا ہے اسے تو بے لازم ہے لاجول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطاعت والدین و برادران واجب ہے یا فرض؟ اور در صورت ارتکاب ان کے یہ گناہ کبیرہ مثلاً زنا کرنا، چوری کرنا، ڈاڑھی منڈانا یا کتر وانا ترک اطاعت واجب ہے یا اب بھی اطاعت کرنا چاہئے؟ اور اگر بعد ارتکاب کے لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہے کہ ڈاڑھی منڈانا یا زنا کرنا یا چوری کرنا چھوڑ دو، اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ یہ ضرور کروں گا۔ اس حالت میں اطاعت کرے یا نہیں؟ اور اگر وہ شخص توبہ سے انکار کرے تو کافر ہو یا نہیں؟

الجواب

اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں اُن کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے مگر اُس کے سبب یہ امور جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات

کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی شخص کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ ت)، ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے بزرمی و ادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ ان کے لئے دعا کرے، اور ان کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک کہ حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت کی جائے گی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بر وجہ کفر ہو تو وہ مرتد ہو جائیں گے، اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں، ہاں اسے بھی حق تعظیم حاصل ہے اور بلا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں۔ سوا اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ بیجا پور گجرات ضلع بڑودہ شمالی کٹری پرانت مرسلہ حافظ فقیر محمد بن حافظ سلیمان میاں
محلہ بھوڑ وارہ ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں جو شراب مہوہ سے بناتے ہیں اور عرق کی طرح کھینچے جاتے ہیں اور اس کا نام شراب ہے اور تمام ملک میں مستعمل ہے پس ایک حکیم صاحب فقہ اور اہل علم سے ان کی رائے ہے کہ تیزاب کی طرح نکالا جاتا ہے اگرچہ بسبب مشکر کے حرام تو ہے لیکن دوا میں استعمال کرنا یا دوا کے واسطے پینا جائز ہے اور آٹھ قسم فقہ میں جو ہے اس میں سے کسی قسم میں یہ شراب نہیں ہاں مشکر کرے جب حرام ہے دوا میں پینا تھوڑا پینا کسی بیماری میں حرام نہیں اور حد اس پر نہیں۔ یہ کہنا حکیم صاحب کا صحیح ہے یا غلط؟ اور اس پر ایک درمختار کا مسئلہ افیون بھی پیش کرتے ہیں۔

الافیون حرام الا لصاحب التداوی
افیون (افیوم) حرام ہے سوائے اس شخص کے جو بطور علاج استعمال کرے۔ (ت) وغیرہ۔

کی طرح اس کو بھی سمجھنا یا خمر کے موافق یہ شراب کیسے ہے اور حکم اس کا کیا ہے؟ بیتوا تو جروا اجرکم اللہ اجر وافیاً۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مائعات مسکرہ یعنی عتقی چیزیں رقیق و سیال ہو کر نشہ لاتی ہیں خواہ وہ مہوہ سے بنائی جائیں یا گڑ یا ناچ یا لکڑی یا کسی بلا سے وہ سب شراب ہیں ان کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نخس و ناپاک بھی اور ان سے نشہ میں شراب کی طرح مد بھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوا میں بھی ان کا استعمال حرام ہی ہے بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں جیسے افیون، مشک و زعفران وغیرہ

لے مسند احمد بن حنبلہ۔ فقہ حنفیہ کا مجموعہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۰۰۔

کہ یہ ناپاک نہیں اور بقدر سکر مطلقاً حرام ہیں یہی بقصد لہو و قساو بھی مطلقاً حرام اگرچہ بقدر سکر نہ ہو، ورنہ مقدار قلیل بغرض صحیح مثل دوا وغیرہ بے تشبیہ فاسقین حلال ہے، تو درمختار کی اس عبارت کو مہو کی شراب سے کوئی تعلق نہیں، درمختار میں ہے :

امام محمد نے اس کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے چاہے قلیل ہو یا کثیر، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور وہ نجس بھی ہے، اگر اس سے نشہ آئے تو ہمارے زمانے میں مختار یہ ہے کہ اس پر حد جاری کی جائیگی

حرمها محمد مطلقاً قلیلها و کثیرها و بہ یفتی و ہونجس ایضاً و لو سکر منها المختار فی زماننا انہ یحد و بہ یفتی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعاً ملتقطاً۔

اور اسی پر فتویٰ ہے اور لہو و لعب کے ارادے سے پینا بالاجماع حرام ہے اھ ملتقطاً (ت) ردالمختار میں ہے :

خلاصہ یہ ہے کہ کثیر نشہ آور کی حرمت سے اس کے قلیل کی حرمت و نجاست لازم نہیں آتی سوائے مائعات کے اس معنی کی وجہ سے جو ان کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن جامد اشیا میں سے صرف زیادہ مقدار جو کہ نشہ آور ہے وہی حرام ہے۔ اور اسکے حرام ہونے سے اسکا نجس ہونا لازم نہیں آتا (ت)

والمحصل انہ لایلزم من حرمة الکثیر المسکر حرمة قلیلہ ولا نجاستہ مطلقاً الا فی المائعات لمعنی خاص بہا و اما الجامدات فلا یحرم منها الا الکثیر المسکر ولا یلزم من حرمتہ نجاستہ الخ۔

درمختار میں ہے :

المحرم شرعاً لایجوز الانتفاع بہ للتداوی الخ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے علاج معالجہ کئے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ (ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۳۰ صفر مظفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، حرمت بنگ مثل حرمت شراب کی ہے

۲۶۰/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الاشریۃ	۱۰	رد مختار
۲۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	رد المختار
۵۰/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب المتفرقات	کتاب البیوع	رد مختار

یا اس سے کم ہے؛ اور پینے والا بنگ کا مرکب کبیرہ ہے یا صغیر؛ اور مستحل اس کا کافر ہے یا مبتدع یا
 زندیق؛ اگر کوئی طیب کسی شرابِ خمر کو بجائے شراب کے استعمال بنگ تجویز کرے اور اس طیب کا
 منشا یہ ہو کہ استعمال بنگ سے پینا شراب کا چھوٹ جائے گا تو یہ حلال ہو گا یا حرام اور اس کا مجوز گنہگار ہو گا یا
 نہیں؛ اور نشہ بنگ کا اس مضمون حدیث میں کہ کل مسکر حرامہ (ہر نشہ آور حرام ہے۔ ت) و ایضاً
 ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرامہ (جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ ت) داخل ہے یا نہیں؛
 اگر کوئی شخص اس کے رنگ سے کپڑا رنگے اور اس کپڑے سے نماز پڑھے تو جائز ہو گا یا ناجائز؛ عبارت
 فتاویٰ بزازیہ سے تو ظہراً حتماً اس کی نجاست معلوم ہوتی ہے جیسا کہ منقول ہے؛

قال محمد رحمۃ اللہ علیہ ما سکر
 کثیرہ فقلیلہ حرام و ہونجس ایضاً
 قالوا و بقول محمد ناخذ انتمی۔
 امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جس کا کثیر نشہ
 دے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ نجس بھی ہے۔
 علماء نے کہا کہ ہم امام محمد کے قول سے اخذ
 کرتے ہیں انتہی (ت)

الجواب

خمر کی حرمت قطعاً بلکہ ضروریات دین سے ہے اس کے ایک قطرہ کی حرمت کا منکر قطعاً کافر ہے
 باقی مسکرات میں یہ حکم نہیں۔ ہاں بنگ وغیرہ کسی چیز سے نشہ کی حرمت کا منکر گمراہ و مخالف اجماع ہے شراب
 کی حرمت بعینہا ہے اور بنگ کی حرمت بعلت اسکا ہے نشہ بازی بنگ یا افیون کسی بلا سے ہو مطلقاً کبیرہ
 ہے، شراب کسی طرح کی ہو صرف حرام ہی نہیں بلکہ اس کی ایک ایک بوند نجس ناپاک ہے ہوالصحیح
 وعلیہ الفتویٰ (وہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) اور بنگ و افیون وغیرہما اشیاء جن کی
 خشکی میں بھی نشہ ہے ان کا مسکر ہونا ان کے مانع و سیال پانی کی مثل بہنے والی ہونے پر موقوف
 نہیں وہ نجس نہیں ان کا نشہ حرام ہے یہیں سے ظاہر ہوا کہ بنگ کے رنگ سے یا بنگ کپڑے میں

۱۔ صحیح البخاری کتاب الاحکام باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۶۳/۲
 صحیح مسلم کتاب الاشریۃ باب النہی عن الاشریۃ فی المذقت الخ " " " " ۱۶۷/۲
 جامع الترمذی ابواب الاشریۃ باب ماجاء فی شراب الخمر امین کمپنی دہلی ۸/۲
 جامع الترمذی " " " " باب ماجاء ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام " " " " ۹/۲
 فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ البندیۃ کتاب الاشریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۷/۶

بندھی ہو تو نماز جائز ہے وہ کل مسکر حرام میں داخل ہے فانہا عرفیۃ عامۃ ای مسادام مسکرا (اس لئے کہ یہ عرفیہ عامہ ہے یعنی جب تک وہ نشہ آور ہے۔ ت) مگر ما اسکر کشیرہ فقلیلہ حرام میں صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں جن کا نشہ لانا ان کے سیال کرنے سے ہوتا ہے ورنہ مشک و عنبر و زعفران بھی مطلقاً حرام و نجس ہو جائیں کہ حد سے زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے یقیناً نشہ جبکہ مطلقاً اجماعاً حرام قطعی ہے شراب سے ہو خواہ بنگ و غیرہ کسی شئی شراب سے، تو شرابی کو بجائے شراب بنگ سے کمی تجویز محض جہالت ہے اور ضرور معصیت ہے، حرام کا کرنا اور رائے دینا دونوں حرام ہیں، دوسرے کو ایک حرام سے بچانے کے لئے خود بھی حرام کا ارتکاب اور اسے بھی دوسرے حرام میں ڈالنا کیا مقتضائے عقل و دیانت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضروکم
من ضل اذا ہتدیتم لہ

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، جب
تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہیں نقصان
نہ پہنچا سکے گا (ت)

ردالمحتار میں ہے :

والمحاصل انہ لا یلزم من حرمة الکثیر
المسکر حرمة قلیلہ ولا نجاستہ مطلقاً
الا فی المائعات لمعنی خاص بہا اما
الجامدات فلا یحرم منها الا الکثیر
المسکر ولا یلزم من حرمتہ نجاستہ
واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ کثیر نشہ آور کی حرمت سے اس کے
قلیل کی حرمت و نجاست مطلقاً لازم نہیں آتی
سوائے مائعات یعنی بہنے والی اشیاء کے،
اس معنی کی وجہ سے جو ان کے ساتھ خاص ہے
رہیں جامدات یعنی ٹھوس اشیاء تو ان میں سے
صرف کثیر نشہ آور مقدار ہی حرام ہے اور اس کی
حرمت سے اسکی نجاست لازم نہیں آتی۔ واللہ
سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

۳۲۲۔ المرسل عبد الحکیم از ملک بنگلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ بعض جاہل بلکہ عالم یہ کہتے ہیں کہ

لہ القرآن الکریم ۱۰۵/۵

۲۹۲/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الاشریۃ

ردالمحتار

حق پینا مکروہ ہے اور اس کا پانی اگر کپڑے پر گر جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

الجواب

حُقِّقْ کے پانی کو ناپاک بتانا محض جہالت اور شریعتِ مطہرہ پر افسوس ہے، اور حقہ جس طرح بعض جاہل افطارِ رمضان کے وقت پیتے ہیں جس سے کہ خواہ اس میں خلل آتا ہے ضرور ناجائز اور گناہ ہے، اور تکیے وغیرہ کا حقہ جو مدتوں تازہ نہ ہوتا ہو اور کریمہ بدبودے مکروہ ہے، اور عام حقہ جیسا کہ اہل تہذیب پیتے ہیں جس میں بدبو نہیں ہوتی وہ محض مباح ہے، وقد فصلناہ فی فتاوانا (اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مارہرہ بنام شیخ امیر احمد ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادویہ انگریزی استعمال ہوں یا نہ ہوں اور اگر ہوں تو وہ کون سی ہے جس کو بلا تکلف استعمال کر لیں، اور عام فتویٰ ان کا مطلوب ہے کل ادویات کی نسبت قابل استعمال اور ناقابل استعمال، آیا کل ادویہ ممنوع ہیں یا وہ صرف جن میں اثرِ شراب ہے خواہ پینے کی ہو خواہ مالش کی ہو، جواب جلد آئے تاکہ استعمال اور عطریات کا بھی معلوم ہو جائے کہ کل عطر منع ہیں یا جس میں آمیزش شراب کی ہو بظاہر آمیزش شراب معلوم ہوتی ہو مگر اس میں خلط ہو اور ایسے عطریات کی مالش کئے جائیں یا سونگھے جائیں؟ اس کی تفصیل بھی ہو جائے۔

الجواب

انگریزی رقیق دوائیں جو پتھر کھلاتی ہیں ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں سے ہے وہ جس سے ان کا کھانا حرام، لگانا حرام، بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموعہ پر ملا کر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شئی لگی ہوتی نماز نہ ہوگی ہاں خشک دوا جس میں کسی نجاست کی خلط کا حال معلوم نہ ہو لگانا جائز ہے اور اگر کسی حرام شئی کا اختلاط معلوم نہ ہو تو کھانے کی بھی اجازت ہے، اور افضل احتیاط ہے۔ انگریزی عطروں کا حال فقیر کو معلوم نہیں سوا اس کے کہ بہت بدبو کریمہ الرائحہ ہوتی ہیں رقیق اشیاء میں ان کی قوت رکھنے کے لئے ہڈا کڑی نسخوں میں اسپرٹ ہی کا مطلقاً استعمال ہے لہذا ان سے احتراز ہی چاہئے، اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان میں اسپرٹ ہے تو ان کا نہ صرف لگانا بلکہ سونگھنا بھی ناجائز ہے کہ شراب کے مول لینے والے اٹھانے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ بتاریخ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز قیامت حقہ پینے والے سے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام رُوئے مبارک پھیر لیں گے اور درود شریف اس کا پڑھنا قبول نہ ہوگا یہ بیان غلط ہے یا صحیح؟ بتیوا توجروا۔

الجواب

یہ سب دروغِ کاذب ہے اور شریعتِ مطہرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء، حقہ تو مباح ہے، اگر بفرصِ غلط حرام بھی ہوتا تو اتنا گناہ نہ ہوتا جس قدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرنا کبیرہ شدیدہ ہے جس کے بعد بس کفر ہی کا درجہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ مستولہ عبدالرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۲۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُنتے ہیں کہ تارڑی کے خمیر سے ڈبل روٹی پکائی جاتی ہے مسلمانوں کے لئے کھانا کیسا ہے؟

(۲) اس ملک میں اکثر کھجوروں کا رس نکالتے ہیں اس رس کا گڑ بناتے ہیں اکثر کھیر بھی پکاتے ہیں اگر تازہ رس جو کہ شیریں ہوتا ہے اور لوگ پیتے بھی ہیں دودھ یا کہ خمیر ملا کر تارڑی بناتے ہیں تارڑی کے پینے سے نشہ ہوتا ہے مسلمانوں کے لئے یہ کیسا ہے، از رُوئے شرع جواب فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا۔

الجواب

(۱) اگر ثابت ہو تو اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) جب تک اس میں نشہ نہیں جلال ہے اور اس کی کھیر اور گڑ بھی جائز ہیں اور نشہ لانے کے بعد حرام بھی ہیں اور پیشاب کی طرح نجس بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۶ مرسلہ عبدالرحیم ضلع ہوگلی دانبھار

اسپرٹ کا استعمال خوردنی اشیاء میں یا رنگ وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے لوگ اس کو شراب کہتے ہیں۔

الجواب

اسپرٹ واقعی شراب بلکہ سب شرابوں سے تیز و تند ہے حتیٰ کہ اپنی تیزی کے سبب سم ہوگی

مذہبِ معتمد مفتی بہ یہ ہے کہ ہر مائع مسکر کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے لہذا اشیائے خوردنی نیز ادویہ میں اس کا استعمال مطلقاً حرام ہے انگریزی ٹیخروں میں عموماً اسپرٹ ہو تو کھانے پینے کے سوارنگنے وغیرہ میں جہاں خود اس کا چھونا لگانا پڑے وہ بھی ممنوع و ناجائز ہے صرف کپڑوں میں فقیر کے نزدیک عموم بلوی حکم طہارت ہے۔ اخذاً باصل المذہب والتفصیل فی فتاویٰنا (اصل مذہب کا اعتبار کرتے ہوئے، اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)۔

مسئلہ ۳۸۰ مرسلہ عبدالرحیم ضلع ہوگلی و انبھار

پاوروٹی جو ہندوستان میں اکثر جگہ تاڑی کے لگاؤ سے پکاتے ہیں اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نہ معلوم ہو کہ یہ روٹی تاڑی سے بنی ہے اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور جو تاڑی شامل ہو اس کو جان کر جو کھائے اس پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص حرام شئی کا حلال سمجھنے والا ہوا یا نہیں؟

الجواب

مسئلہ تحریم حلال کو تو یہاں کوئی تعلق نہیں جب تک نشہ کو حلال نہ جانے،

لانہا فی الحرمة القطعیة و لیست فی تلك المشروبات الا فی الخمر المسکر
اس لئے کہ یہ حرمت قطعیہ میں ہے حالانکہ ان مشروبات میں حرمت قطعیہ نہیں سوائے نشہ اور خمر کے کہ وہ بالاجماع حرام قطعی ہے (ت) حرام قطعاً اجماعاً۔

اور جب یہ معلوم نہ ہو کہ یہاں روٹی میں تاڑی پڑتی ہے یا نہیں تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں لان الاصل الاباحۃ ولا یشیت حکم بالشک (کیونکہ اصل اباحت ہے اور شک کے ساتھ کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ ت) ہاں اہل تقویٰ کو بچنا بہتر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه
جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ (ت)

اور نہ بچیں تو مواخذہ نہیں۔ اشباہ و درمختار میں ہے:

لیس من ماننا زمان اتقاء الشبهات یلہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں (ت)

۱/۱۳ قیدی کتب خانہ کراچی
۲/۱۰۸ ادارۃ القرآن کراچی
۱/صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدينه
۲/الاشباہ والنظائر الفہم الثانی کتاب المحظور والاباحۃ

اور جہاں تاڑی پڑنا معلوم ہو تو اس سے احتراز لازم ہے لان کل مائع مسکون جس و حرام (کیونکہ ہر بہنے والی نشہ آور شے حرام اور نجس ہے۔ ت) مگر جب ثابت ہو کہ اس میں وہ تاڑی ملائی جاتی ہے جو نشہ کی حالت تک نہ پہنچی یا اس طرح ملائی جاتی ہے کہ نمک وغیرہ کی وجہ سے اس کا نشہ قطعاً زائل ہو جاتا ہے اس وقت جواز ہو گا اور نہ احتمال کہ شاید نشہ نہ رہا ہو کافی نہ ہو گا لان الیقین لایزول بالشک (کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) اس صورت میں جو اسے کھائے اس پر توبہ لازم ہے اور ہاتھ اور منہ اور برتن پاک کرنا بھی جبکہ شہیر یا شوربا میں کھائی گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۹ از ڈاک خانہ مہر گنج محلہ چرکھی ضلع ہریسال ملک بنگالہ مرسلہ محمد حسین صاحب

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

ایک جماعت ظاہر شدہ اند تبا کو راحرام گویند
و حقہ نوشید را حرام زادہ گویند قول امام و صاحباز
اتباع نکلند۔
ایک جماعت ظاہر ہوتی جس کے لوگ تبا کو حرام اور
حقہ پینے والے کو حرام زادہ کہتے ہیں۔ وہ لوگ
امام صاحب اور صاحبین کی اتباع نہیں کرتے (ت)

الجواب

تبا کو خوردن و کشیدن و شمیدن ہمہ رواست
کہا حقیقناہ فی حقہ المرجان ، وقد قال
فی غمز العیون منہ یعلم حل شرب
الدخان و آنکہ حرام زادہ گفت تعدی بر شرع
کرد و ظلم بر مسلمانان عجب است کہ بمقتضائے
حدیث حرام زادہ نباشد قال صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لا یبغی علی الناس الا
ولد یغی او من فیہ عرق منہ و ہر کہ اتباع
ائمہ نکلند بری از اتباع نتواں بود تبع شیطان است

تبا کو کھانا، پینا اور سونگھنا سب جائز ہے جیسا کہ
ہم نے رسالہ "حقہ المرجان" میں اس کی تحقیق
کی ہے۔ غمز العیون میں فرمایا کہ اس سے تبا کو نوشی
کا حلال ہونا معلوم ہوا۔ اور جس نے حرام زادہ کہا
اس نے شریعت پر زیادتی اور مسلمانوں پر ظلم کیا۔
عجب نہیں کہ وہ خود حدیث کے تقاضے کے مطابق
حرام زادہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ لوگوں کو زنا کار وہی قرار دیتا ہے جو
ولد زنا ہو یا اس میں زنا کی کوئی رگ اور جو ائمہ کرام

۱۔ غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفتن الاول القاعدة الثالثه ادارة القرآن کراچی ۹۸/۱

۲۸۶/۵

دار الکتب العلمیہ بیروت

حدیث ۶۶۷۵

کتاب شعب الایمان

۱۹/۱۱

مؤسسۃ الرسالہ بیروت

حدیث ۳۰۴۵۰

کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسیٰ حدیث

گو متبع ائمہ مباشش - واللہ تعالیٰ اعلم
 کی اتباع نہیں کرتا وہ اتباع سے بری نہیں ہوتا،
 وہ شیطان کی اتباع کر نیوالا ہوتا ہے اگرچہ ائمہ کی اتباع
 کر نیوالا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت پور ہا ۹ محرم ۱۳۳۹ھ
 (۱) کھجور کا رس جو اس کے درخت کو پھیل کر جھنڈی کے پاس سے نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے؟
 (۲) تار کا پھل جس میں رس ہوتا ہے اس رس کو نکال کر تار پیٹتے ہیں اور نشہ کی وجہ سے بدست
 ہو جاتے ہیں لیکن پھل کھانے سے نہیں بدست ہو جاتا پھل کا کھانا کیسا ہے؟
 (۳) تار پیٹنے کی چیز ہے اس کا سرکہ بنا کر کھانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) جب تک نشہ نہ لائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۲) پھل کھانا جائز ہے اور تار پیٹنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۳) جب حقیقہ سرکہ ہو جائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۳ اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ، افیون، تار پیٹ،
 چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پئے کہ اس سے نشہ نہ آئے وہ شخص حرام کا مرتکب ہو یا نہیں؟
 بتینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

نشہ بذاتہ حرام ہے، نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ نشہ تک نہ پہنچے
 یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علمائے تصریح فرماتی ہے کہ خالص پانی اور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے
 ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے جس کا عقل پر اصلاً اثر
 نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے،
 جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواستہ ہی بڑھانی پڑتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴ شہر کہنہ قاضی ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم تاریخ ۲۱ ماہ شعبان ۱۳۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سائل کوچہ و بازار میں

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت) (ت)

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
 مَنْ سَأَلَكَ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَإِنْ شِئْتُمْ
 فِدْعُوهُ - رواه الامام الحكيم الترمذي
 في النوادر عن معاذ بن جبل رضي الله
 تعالى عنه -
 یعنی جو تم سے خدا کا واسطہ دے کر مانگے اسے
 دو اور اگر نہ دینا چاہو تو اس کا بھی اختیار ہے
 (اس کو امام حکیم ترمذی نے نوادر میں حضرت معاذ
 بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
 لَا يُسْئَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةُ - رواه
 ابو داؤد والضياء عن جابر رضي الله
 تعالى عنه بسند صحيح -
 اللہ کے واسطے سے سوائے جنت کے کچھ مانگا جائے
 (اس کو امام ابو داؤد اور ضیاء نے صحیح سند کے
 ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت کیا۔ ت)

علمائے کرام نے بعد توفیق و تطبیق احادیث یہ حکم منقح فرمایا کہ اللہ عز و جل کا واسطہ دے کر سوا اخروی
 دینی شئی کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شئی کے
 دینے میں کوئی حرج دینی یا دنیوی نہ ہو تو مستحب و موکد دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اُسے کچھ نہ دیا جائے
 یعنی تاکہ یہ عادت چھوڑ دے اس تفصیل سے سب سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔ جو خدا کا واسطہ
 دے کر بیٹی مانگے اور اس سے مناکحت کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہے یا دوسرا اس سے
 بہتر ہے تو ہرگز نہ مانا جائے کہ دختر کے لئے صلاح و اصلاح کا لحاظ اُس بیباک سے اہم و اعظم ہے اور
 روپیہ پیسہ دینے میں اپنی وسعت و حالت اور سائل کے کیفیت و حاجت پر نظر درکار ہے اگر یہ
 سائل قوی تندرست گدائی کا پیشہ ور جو گیوں کی طرح ہے تو ہرگز ایک پیسہ نہ دے کہ اسے سوال
 حرام ہے اور اسے دینا حرام پر اعانت کرنا ہے دینے والا گناہگار ہو گا اور اگر صاحب حاجت ہے اور

۲۰۴/۶ مؤستہ الرسالہ بروت ۱۶۲۹۴ حدیث ۱۶۲۹۴
 ۲۳۵/۱ کتاب الزکوٰۃ باب کراہیۃ المسالۃ بوجہ اللہ تعالیٰ آفتاب عالم پریس لاہور

جس سے مانگا اس کا عزیز و قریب بھی عاجز مند ہے اور اسکے پاس اتنا نہیں کہ دونوں کی مواسسات کرے تو اقربا کی تقدیم لازم ہے ورنہ بقدر طاقت و وسعت ضرور دے اور رُوگردانی نہ کرے۔ یہ سوالات کا جواب تھا اور اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہئے، سوال کیا جائے علمائے کرام سے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اور آخر میں یہ ہدایت کی جائے کہ رُو رعایت کسی کی نہ پائی جائے، یہ کھلی دریدہ دہنی ہے علمائے دین و مفتیان شرع متین کو کسی کی رُو رعایت سے کیا تعلق جو احکام الہیہ ہیں بتاتے ہیں جو کسی کی رُو رعایت سے معاذ اللہ قصداً حکم غلط بتائیں وہ علمائے دین کب ہوئے نابان شیطان ہوئے، عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَحْفُ بِحَقِّهِمْ إِلَّا الْمَنَافِقُ
بَيْنَ النِّفَاقِ ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْإِمَامِ
الْمَقْسُطِ وَمَعْلَمِ الْخَيْرِ۔ رَوَاهُ أَبُو الشَّيْخِ فِي
التَّوْبِيخِ عَنْ جَابِرٍ وَطَبْرَانِي فِي الْكَبِيرِ لِبَسْنَدِ حَسَنِ
عَنْ ابْنِ إِمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

تین شخص ہیں جن کے حق کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق
کھلا منافق از اجماع ایک بوڑھا مسلمان دوسرا
عالم کہ مسلمان کو نیک بات بتائے، تیسرا
بادشاہ مسلمان عادل۔ (اس کو ابوالشیخ نے تو بیخ
میں حضرت جابر سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں
سند حسن کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کیا۔ ت)

پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہ و تو بیخ کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے اس پر چشم پوشی کی گئی اب یہ
دوسری بار ہے لہذا اطلاع دی گئی سائل کو اگر ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہے ہی تو شروع سوال میں کیا
فرماتے ہیں علمائے دین مطلق نہ لکھا کرے جس سے توہین علماء پیدا ہو بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے
الفاظ چاہے لکھے واللہ الہادی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ
جل مجدہ اتم واحکم۔

کتاب الرهن

(رهن کا بیان)

مسئلہ ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شئی مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اس میں سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

کسی طرح جائز نہیں، حدیث میں ہے:

یعنی قرض کے ذریعہ سے جو منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے (اس کی تخریج حارث نے سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے کی اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

۱ کل قرض جر منفعۃ فہو ربوا۔ اخرجہ الحارث عن سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

علامہ طحاوی پھر علامہ شامی خود شرح درمختار میں فرماتے ہیں:

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شئی دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں

العالم من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولو لا

لے کر اعمال بوالہ الحارث عن علی الباب الثانی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

لما اعطاه الدنيا هم وهذا بمنزلة
الشرط لان المعروف كالمشروط وهو
مبايعت المنع انتهى اقول ولا شك
ان هذا بعينه حال اهل الزمان
يعرفه منهم كل من اختبر ومعلوم
ان احكام الفقه فيما تبني على الكثير
الشائع ولا تذكر حال شدت و
ندرت فيه الجوانر كما نص عليه المحقق
حيث اطلق في فتح القدير وغيره من
العلماء الكرام فالحكم في زماننا
هو اطلاق المنع لا يرتاب فيه من
له المام بالعلم والكلام ههنا
وان كان طويلا فجملة القول ما ذكرنا
والله تعالى اعلم.

اور اگر یہ نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کیلئے
درہم ہی نہ دینگے، اور یہ بمنزلہ بشرط کے ہو گیا اس
لئے کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح
ہوتی ہے اور یہ بات ممانعت کو معین کرتی ہے
انتہی، میں کہتا ہوں کہ بیشک بعینہ ہی حال
ہمارے زمانہ والوں کا ہے جس کو ہر باخبر شخص
جاننا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ فقہی احکام
کی بنیاد کثرت سے واقع ہونے والے مروج
حال پر ہوتی ہے اور اس حال کا تذکرہ نہیں
کیا جاتا جس میں جواز شاذ و نادر ہو۔ جیسا کہ
اس پر محقق علی الاطلاق نے فتح القدير میں
اوو دیگر علماء کرام نے نص فرمائی ہے۔ چنانچہ
ہمارے زمانہ میں مرہون سے نفع حاصل کرنے
کی مطلقاً ممانعت کا حکم ہے، اور اس میں علم
یہاں گفتگو اگرچہ طویل ہے مگر اجالی بات

سے کچھ بھی تعلق رکھنے والے شخص کو شک نہیں ہوگا۔
وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ مسئلہ ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان مثلاً سو روپیہ کو زید نے عمرو کے
پاس رہن رکھا عمرو نے اس خیال سے کہ مجھ کو مکان مرہونہ میں سکونت نا جائز ہے بکر ہندو کے
ہاتھ لے کر اسی قدر زر رہن کے رہن کر دیا اور اپنا اتنا ہی روپیہ بلا کسی نفع کے بکر سے لے لیا،
اب اس مکان میں عمرو کو بکر سے کو ایہ پر لے کر سکونت اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں اور معاملہ مذکورہ
شرعاً درست ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

شرع مطہر نے عقد رہن صرف اس لئے مشروع فرمایا ہے کہ قرض دہندہ کو اپنے روپیہ کا اطمینان ہو جائے اور وصول نہ ہونے کا اندیشہ جاتا رہے اس کی مالیت سے ایک حق مرہن کا متعلق ہو جاتا ہے اور عین شئی میں سوا حفظ و حبس کے کوئی استحقاق نہیں ہوتا مرہون کے رہن یا اجارہ کا اُسے اختیار نہیں کہ وہ شے اس کی مملوک نہیں صرف اس کے پاس مجبوس ہے۔

فی الدر المختار له حبس دهنه لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدامه ولا سكنى ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة الخ وفي رد المحتار عن التتارخانية عن شرح الطحاوی ليس للمرتهن ان يرهن الرهن به

در مختار میں ہے مرہن کو مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانے کی اجازت نہیں، نہ اس سے خدمت لینے کی نہ سکونت کی، نہ پہننے کی، نہ اجرت پر دینے کی اور نہ عاریت پر دینے کی الخ، رد المحتار میں ہے تا ما رخانیہ سے بحوالہ شرح الطحاوی منقول ہے کہ مرہن کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مرہون کو رہن پر

دے دے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر بے اذن راہن ان تصرفات کا ارتکاب کرے گا گنہگار ہوگا اور غاصب ٹھہرے گا۔
 کما نص عليه في غايته ولذا لو هلك هلك بالقيمة بالغته ما بلغت لا بالدين في الدر المختار ضمن بايداعه و اعارته و اجارته و استخدامه و تعديده كل قيمته وفي الهندية عين الرهن امانة في يد

جیسا کہ غایۃ البیان میں اس پر نص کی گئی۔
 یہی وجہ ہے کہ اگر مرہون ہلاک ہو جائے تو وہ قیمت کے بدلے میں ہلاک ہو جائے گا چاہے جتنی بھی قیمت ہو جائے نہ کہ قرض کے بدلے میں در مختار میں ہے کہ مرہن مرہون کی کل قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ وہ مرہون کو ودیعت رکھے، عاریت پر دے، اجارہ پر دے، اس سے خدمت لے یا تعدی کرے الخ ہندیہ میں ہے

۲۶۶/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الرهن

لے الدر المختار

۳۲۹/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن

کتاب الرهن

۲۶۴/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الرهن

کتاب الرهن

المرتہن بمنزلة الوديعة ففي كل
موضع لو فعل المودع بالوديعة
لا يغيرم فكذا لك اذا فعل
المرتہن ذلك بالرهن اھ ملقطاً

کہ مرہون شئی بعینہ مرتہن کے ہاتھ میں امانت
ہے جیسا کہ ودیعت۔ چنانچہ جس جگہ ودیعت
میں کچھ تصرف کرنے سے اس شخص پر تاوان لازم
نہیں آتا جس کے پاس ودیعت رکھی گئی اسی طرح

وہاں رہن میں جب مرتہن کوئی تصرف کرے تو اس پر بھی تاوان لازم نہیں آئے گا اھ (التقاط)۔ (ت)
اور اگر باذن راہن واقع ہوں تو یہ تصرفات اگرچہ جائز و نافذ ہوں گے مگر وہ رہن زائل ہو جائیگا
اور مرتہن مذکور مرتہن نہ رہے گا،

في الدر المختار الاجارة والرهن من
اجنبی اذا باشرها احدہما باذن الآخر
يخرج عن الرهن ثم لا يعود الا بعقد
مبتدأ لانها عقود لانتممة بخلاف
العارية اھ ملخصاً۔

در مختار میں ہے اجنبی شخص سے مرہون کا اجارہ
یا عقد رہن جبکہ راہن اور مرہون میں سے
کوئی ایک دوسرے کی اجازت سے اس کا
مباشراً ہو تو وہ رہن سے خارج ہو جاتا ہے
پھر سوائے نئے عقد کے رہن کی طرف عود
نہیں کرتا اس لئے کہ مذکورہ بالا عقود لازم
ہیں بخلاف عاریت کے الخ ملخصاً (ت)

بہر حال یہ جیلہ عمر کو کچھ مفید نہیں کہ اگر زید کا اذن نہ تھا تو یہ عقود مال غیر میں تصرف بجا و
گناہ ہے نہ اس مکان میں رہنا جائز اور اگر باذن زید واقع ہوئے یا بعد وقوع اس نے جائز
کر دیئے تو اجارہ صحیح اور مکان میں سکونت حلال بعد اجازت اور جو کرایہ ہو اس کا مالک زید مگر مکان
رہن سے نکل گیا۔

شرح طحاوی پھر تاتارخانیہ پھر شامیہ میں ہے
اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے مرہون شئی
کو کسی کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن
صحیح اور پہلا باطل ہو گیا الخ ہندیہ میں ہے کہ

في شرح الطحاوی ثم التتارخانية
ثم الشامية ان س رهن باذن الراهن
صح الثاني و بطل الاول اھ،
وفي الهندية ان اجر المرتہن

لہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الرهن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۵/۵
لہ الدر المختار باب التصرف فی الرهن مطبع مجتبائی دہلی ۲۴۴/۲
لہ رد المحتار بحوالہ التاتارخانیہ عن شرح الطحاوی دار اجیاء التراث العربی ۳۲۹/۵

اگر مرتہن نے راہن کے حکم پر مرہون شئی کسی کو اجارہ داری پر دی تو وہ رہن سے نکل جائیگی اور اجرت راہن کے لئے ہوگی الخ (د)

من اجنبی باصرالراہن یخرج من الرهن وتكون الاجرة للراہن الخ

شقوق اس سئلہ میں بکثرت ہیں،

لان مرهن المرتهن امان یكون باذن الراهن او لا وعلى الثاني امان یجیز او یرد اولاً ولا فہذا اسرعة وعلى كل منہا مثلها فی الاجارة فتكون ستة عشر وان جعل الاول من التثقیقین واحدا لاتحاد الحكم فان الاجارة اللاحقة كالوكالة السابقة كما فی الخیرة فتبقى تسعة۔

کیونکہ مرتہن کا مرہون کو رہن رکھنا یا تو راہن کی اجازت سے ہو گا یا ایسا نہیں ہوگا، بصورت ثانی راہن اجازت دے دے گا یا رد کر دے گا یا نہ اجازت دے گا اور نہ ہی رد کرے گا تو اس طرح چار صورتیں ہو جائیں گی پھر ان میں سے ہر ایک میں یوں ہی چار صورتیں اجارہ کی بنیں گی، چنانچہ مجموعی احتمالات سولہ ہو جائیں گے۔ اور اگر دونوں تشریحوں کی پہلی صورت کو اتحاد حکم کی وجہ سے ایک بنا دیا جائے

کیونکہ اجازت لاحقہ، وکالت سابقہ کی طرح ہوتی ہے جیسا کہ خیرہ میں ہے، تو باقی نو صورتیں بچیں گی۔ (د)

لیکن حاصل حکم اسی قدر ہے کہ یا تو رہن معدوم یا یہ اجارہ بیجا اور سکونت ناجائز۔

واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ

۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرتہن سے مکان مرہون کرایہ پر لینا مالک مرہون یا غیر مالک کو مباح ہے یا نہیں؟ بینوا و تو جروا۔

الجواب

مرتہن سے راہن کا شئی مرہون کو کرایہ پر لینا اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ مالک کا اپنی ملک کو

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الرهن الباب الثامن نوری کتب خانہ پشاور ۵/۲۶۴
لہ الفتاویٰ الخیریۃ کتاب الدعوی دار المعرفۃ بیروت ۲/۵۶

دوسرے سے کرایہ پر لینا محض بے معنی ہے،

فی الہندیۃ آجرھا من الراہن لا تصح
الاجارۃ لہ
ہندیہ میں ہے مرتہن نے مرہون شہی راہن کو اجرت پر دی
تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔ (ت)

اور اجنبی کو بھی مرتہن سے اجارہ پر لینا مباح نہیں کہ وہ غیر مالک ہے اور کرایہ پر دینے کا اصلاً
اختیار نہیں رکھتا تو جس طرح مرتہن اس فعل سے گناہ گار ہوگا کہ اس نے ملک غیر میں تصرف بیجا
کیا اس لئے کرایہ اسے حلال نہ ہوگا بلکہ شرع حکم دے گی کہ خیرات کر دے یا راہن کو دے دے
اور یہی اولیٰ ہے کما حققناہ فی تحریر مستقل (جیسا کہ ہم نے مستقل تحریر میں اسکی
تحقیق کر دی ہے۔ ت) اسی طرح یہ مستاجر بھی جبکہ جانتا ہو کہ مکان اس کی ملک نہیں بلکہ
اس کے پاس بطور رہن ہے اس سے کرایہ پر لے کر مبتلائے گناہ ہوگا کہ یہ غیر کے مکان میں لے سکے
اجازت کے رہا اور مرتہن کو گناہ پر معاون ہوا،

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونا علی الاثم
والعدوان، ومن القواعد المقررة ان
ما حرم اخذہ حرم اعطاہ۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور گناہ اور زیادتی پر باہم
مدونہ کرو" اور مسلمہ قواعد میں سے ہے کہ جس
پھیر کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام
ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر یہ اجارہ باذن راہن واقع ہو یا راہن بعد وقوع اجازت دے دے تو بے شک
عقد جائز و نافذ اور دہنا حلال و مباح ہو جائے گا مگر اس تقدیر پر درحقیقت راہن سے
اجارہ لینا ہوا نہ مرتہن سے ولہذا بعد اجازت جو کرایہ آئے گا اس کا مالک راہن ہوگا اور اس
صورت میں مکان مرہون رہن سے نکل جائے گا کما فی الہندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ
وغیر میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جالندھر محلہ راستہ بھگواڑہ دروازہ مرسلہ میان شمس الدین شعبان ۱۳۱۰ھ
گروی زمین و مکانات سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

۱۔ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الرهن الباب الثامن نوراتی کتب خانہ پشاور ۲۶۲/۵

۲۔ القرآن الکریم ۲/۵

۳۔ الاشباہ والنظائر الفہم الاول القاعدة الرابعة عشر ادارة القرآن کراچی ۱۸۹/۱

الجواب

اس قسم کے مسائل میں قول منقح و محرر و اصل محقق و مقرر یہ ہے کہ بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود و حرام ہے، حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کل قرض جو منفعۃ فہو سبباً - رواہ المحارث فی مسندہ عن امیر المومنین المرآضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔ اس کو حارث نے اپنی مسند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اگر اس بنا سے جدا ویسی ہی باہمی سلوک کے طور پر کوئی نفع و انتفاع ہو تو وہ دیون کی مرضی پر ہے اس کے خالص رضا و اذن سے ہو تو روا اور نہ حرام، اب یہ بات کہ یہ انتفاع بر بنائے قرض ہے یا بطور سلوک اس کے لئے معیار شرط و قرار داد ہے یعنی اگر قرض اس شرط پر دیا کہ نفع لیں گے تو وہ نفع بر بنائے قرض حرام ہوا، اور اگر قرض میں اس کا کچھ لحاظ نہ تھا پھر آپس کی رضامندی سے کوئی منفعت بطور احسان و مروت حاصل ہوتی تو وہ بر بنائے حسن سلوک ہے نہ بر بنائے قرض تو مدارک شرط پر ٹھہرا یعنی نفع مشروط سود اور نفع غیر مشروط سود نہیں بلکہ باذن مالک مباح، پھر شرط کی دو صورتیں ہیں، نصاً یعنی بالتصریح قرار داد انتفاع ہو جائے، اور عرفاً کہ زبان سے کچھ نہ کہیں مگر حکم رسم و رواج قرار داد معلوم اور داد و ستد خود ہی ماخوذ و مفہوم ہو ان دونوں صورتوں میں وہ نفع حرام و سود ہے،

فان المعہود كالمشروط لفظاً
اس لئے کہ بے شک جو عرف کے اعتبار سے معہود ہو مجبواً ایسا ہی ہوتا ہے جیسے لفظوں میں مشروط ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے:

قالوا اذا لم تكن المنفعة مشروطة ولا متعارفة
مشائخ نے کہا جو منفعت مشروط نہ ہو اور نہ ہی متعارف ہو تو اس میں کوئی

لے کنز العمال بحوالہ المحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسمۃ الرسالۃ بیروت ۲۳۸/۶
مرد المختار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً لہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹/۴

فلا باس لے۔

حرج نہیں۔ (ت)

فتح القدير میں ہے :

فی الفتاوی الصغری وغیرہا ات کان
النفع مشروطا فی القرض فهو
حرام والقرض بهذا الشرط
فاسد والاجابنا الاتری انه لو
قضاء احسن مما علیہ لایکرة اذا
لم یکت مشروطا وقالوا وانما
یحل ذلك عند عدم الشرط اذا
لم یکن فیہ عرف ظاہر فان کان
یعرف ان ذلك یفعل
لذلك فلا اھ ملخصاً۔

فتاویٰ صغریٰ وغیرہ میں ہے کہ اگر قرض میں نفع
کی شرط لگائی گئی تو نفع حرام، اور قرض اس
شرط کے ساتھ فاسد ہوگا، اور اگر شرط
نہیں لگائی گئی تو جائز ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا
کہ جس پر قرض ہے اگر وہ قرض سے زیادہ
بہتر واپس کرے تو یہ مکروہ نہ ہوگا بشرطیکہ
اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ مشائخ نے کہا
عدم شرط کی صورت میں یہ حلال تب ہوگا جب
زیادہ واپس کرنے کا عرف ظاہر نہ ہو اور
اگر یہ معروف ہے تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں اھ
اختصار (ت)

منح الغفار میں جواہر الفتاویٰ سے ہے :

اذا کان مشروطا صام قرضا فیہ
منفعة فهو ربا والا فلا باس به۔

جب شرط لگادی گئی تو یہ ایسا قرض ہو گیا
جس میں نفع ہے لہذا وہ سود ہوا اور
اگر مشروط نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ما فی الجواہر یصلح للتوفیق وهو
وجیہ و ذکر وانظیرہ فیما لو
اھدی المستقرض للمقرض

جو کچھ جواہر میں ہے وہ موافقت کی صلاحیت
رکھتا ہے اور وہ وجیہ ہے۔ اس کی نظیر
مشائخ نے ذکر کی کہ جب مقروض قرض دہندہ کو

۷۰/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب الحوالہ

لہ الدر المختار

۳۵۶/۶

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

"

لہ فتح القدير

۳۱۰/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

لہ ردالمحتار بحوالہ جواہر الفتاویٰ کتاب الرحمن

فلا يكفي عدم الشرط بل شرط العدم کے لہذا شرط نہ لگانا کافی نہیں بلکہ عدم نفع کی شرط ضروری
یفوق الصریح الدلالة۔

پھر راہن اپنی خوشی سے مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے اور مرتہن صرف بر بنائے اجازت
نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے اور حال یہ ہو کہ اگر راہن اس وقت روک دے تو فوراً
رک جائے یعنی بعد اس شرط عدم انتفاع کے مالک نے برضا سے خود مکان رہن میں رہنے کا اذن یا
یہ اگر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے منع کیا تو معاً باز رہے اور اصلاً چون و چرا نہ کرے تو ایسا انتفاع
جب تک رضائے راہن رہے حلال ہوگا، مگر حاشا ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں
اللہ عزوجل مسلمانوں کی اصلاح فرماتے، آمین! واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴ رجب ۱۳۱۲ھ

زید نے عمرو سے مبلغ دو ہزار روپیہ بلا سود قرض لئے ایک موضع اپنا بطور رہن کے عمرو کے قبضہ
میں دے دیا تو فیہ اس موضع کی تقریباً تین سو روپیہ ہے اس صورت میں بعض حق المحدث تحصیل وصول
وادائے سامان حاکم وقت و دیگر کاروبار متعلقہ موضع مذکور کے مبلغ دس روپیہ ماہوار کے حساب سے
ایک سو بیس روپیہ سالانہ عمرو کو دینا چاہتا ہے، پس لینا اجرت مذکور کا عمرو کو زید سے بحالت مسطورہ
شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کے کاموں کا انجام دینا اور توفیر وصول کر کے پہنچانا باخذ اجرت
و حق المحدث درست ہے یا نہیں؟

الجواب

رہن و اجارہ باہم دو عقد متنافی ہیں کہ شرعاً جمع نہیں ہوتے جو ان میں بوصفت نفاذ دوسرے
پر وارد ہوگا اسے باطل کر دے گا کے مائن علیہ الکبار فی معتمدات الاسفار (جیسا کہ
اس پر معتمد کتابوں میں علماء کبار نے نص فرمائی ہے۔ ت) تو رہن دیہات کا یہ طریقہ کہ زمین مزارعین
پر کے اجارہ پر رہے اور گاؤں مرتہن کے پاس رہن ہو محض باطل و بے معنی ہے بلکہ یہ رہن
اجازت مستاجر ان زمین پر موقوف رہے گا اگر وہ باطل کر دینگے رہن باطل ہو جائے گا اجازت
دیں گے تو ان کا اجارہ باطل ہو کر ان کی طرف سے استعفا بہ قرار پائے گا پھر بعد استعفا جب
رہن صحیح ہوا تو اب زمین اجارہ زراعت پر نہیں اٹھ سکتی اگر راہن بے اجازت مرتہن زمین

اٹھائے گا اجازت مرتہن پر موقوف رہے گی، اگر باطل کر دے گا اجارہ زمین باطل ہو جائے گا رہن قائم رہے گا اجازت دے گا تو رہن باطل اجارہ زمین صحیح ہو جائے گا، بہر حال رہن واجب بارہ دونوں جمع ہوں یہ ہرگز نہ ہوگا کل ذلك مصرح به في الكتب الفقهية (اس تمام کی تصریح فقہ کی کتابوں میں کر دی گئی ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اپنا گاؤں عمرو کے پاس رہن رکھا ظاہر ہے کہ مزارعین وہ سے استعفاء نہ لیا ہوگا کما هو المعروف والمعہود فی هذا العہود (جیسا کہ اس زمانے میں مشہور و معروف ہے۔ ت) تو شرعاً وہ رہن صحیح ہی نہ ہو اور اگر بالفرض استعفاء لے بھی تو اب کہ مزارعوں کے پاس اجارہ پر ہے ضرور ہے کہ یہ اجارہ بعد رہن یا راہن نے کیا اور مرتہن نے اسے جائز رکھا کہ تحصیل زر اجارہ پر نوکر رکھنا چاہتا ہے یا مرتہن نے کیا اور راہن نے اسے جائز کر دیا کہ تحصیل زر اجارہ پر اسے نوکر رکھنا چاہتا ہے بہر حال گاؤں رہن سے نکل گیا اب نہ زید راہن نہ عمرو مرتہن، نوکری کا اختیار چہ قرضہ عمرو ذمہ زید جدار رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مشکلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس بارے میں کہ ایک مکان پختہ زید کا اور بعد فوت زید کے وہ مکان بیع قبض و دخل دونوں لڑکوں زید کے رہا ایک طفل کلاں کا نام عمرو اور طفل خورد کا نام بکر بیاعت تنگدستی کے بکر حصہ اپنا غیر شخص کے ہاتھ مبلغ چہار صد روپیہ کو فروخت کرتا تھا عمرو نے ظلم تعدی کر کے مبلغ تین سو روپیہ کو خرید کر لیا اس میں سے مبلغ ایک سو روپیہ نقد بکر کو دیئے اور بالعوض مبلغ صد روپیہ کے مکان سکونت اپنے کا عمرو نے پاس بکر کے رہن دخلی کر دیا بعد وہ مکان بکر ایہ سہ روپیہ ماہواری کرایہ پر بکر نے دے دیا وہ کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بر تقدیر صحت بیع اگر بکر نے مکان مرہون با اجازت عمرو کرایہ پر دیا تو رہن باطل ہو گیا اور زر کرایہ عمرو کو ملے گا بکر کا اس میں کچھ حق نہیں اور جو عمرو کی اجازت نہ تھی تو زر کرایہ بکر کا ہے مگر اس کے لئے وہ مال طیب نہیں زرخیش کو اپنے صرف میں نہ لائے مانع اجابت دعا ہوتا ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) بلکہ تصدق کر دے یا مالک کو دے دے کما فی غنم العیون للحموی عن البرازیة و نحوه فی الہندیة عن فتاویٰ قاضی خان (جیسا کہ حموی کی غنم العیون میں بحوالہ بزازہ منقول

ہے اور اسی کی مثل ہندو میں فتاویٰ قاضی خان سے منقول ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور

ماقولکم سے حکم اللہ تعالیٰ اندرین مسئلہ کہ ہندو از زید نابالغ کہ در اں زمان ہشت سالہ بود قرضے گرفت و مکان خود بمیعاد دو ماہ نزد او گرو داشت و ہندو بدستور در اں مکان ساکن بود پس ازاں زید آن مکان را بذریعہ مرتہنی بعمر و لیسر ہندو بحساب یا زدہ روپیہ چہار آند ماہوار بکرایہ داد در کرایہ گرفتن لفظ عمر و ہم چنین بودہ کہ مکان فلانی از زید بچندین اجرت ماہانہ بکرایہ گرفتہ و استرار میکنم کہ تا انفکاک رہن اجرت ماہ بہ ماہ دہم و یک اقرار نامہ نوشت کہ میان دو ماہ میعاد مندرجہ رہن نامہ موضع ملنی عوض مکان نزد مرتہن رہن خواہم کرد و روپیہ کرایہ یکسایاں بمرتہن دہم لیکن عمر و در اں مکان یکروز ہم سکونت نور زید بمکان مملوک خود کہ ہمدراں محلہ واقع است ساکن ماند نہ آن مکان فارغ بود کہ ہندو خود در سکونت میداشت کہ از بیسازدہ ماہ تک رہن و تبدیلیش بموضع ملنی رونمود زید تا چار و نیم سال از مطالبہ اجرت

کیا ارشاد ہے آپ کا اے علماء کرام، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ میں کہ ہندو نے آٹھ سالہ نابالغ زید سے قرض لیا اور اپنا مکان دو ماہ کی مدت کے لئے اس کے پاس رہن رکھ دیا، اس کے باوجود ہندو حسب سابق اس مکان میں مقیم رہی، پھر زید نے وہ مکان بحیثیت مرتہن لے کر ہندو کے بیٹے عمرو کو گیارہ روپے چار آنے کے ماہانہ کرائے پر دے دیا، کرائے پر مکان لیتے ہوئے عمرو نے یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلاں مکان زید سے اتنے ماہانہ کرائے پر لیا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ رہن کے چھڑانے تک ہر ماہ کرایہ ادا کرتا رہوں گا، اور ایک اقرار نامہ لکھا کہ رہن نامہ میں مندرج دو ماہ کی مدت میں موضع ملنی مرتہن (زید) کے پاس مکان کے بدلے رہن رکھ دوں گا، اور کرائے کے روپے باقاعدگی سے ادا کرتا رہوں گا، لیکن عمرو نے ایک دن بھی اس مکان میں رہائش اختیار نہیں کی بلکہ اپنے مکان ہی میں رہا جو اسی محلے میں ہے۔ وہ مکان فارغ نہیں تھا کیونکہ خود ہندو اس مکان میں رہائش پذیر تھی، گیارہ ماہ میں رہن کی واگزاری اور موضع ملنی کے ساتھ اس کی تبدیلی رونما ہوئی، زید ساڑھے چار

سال تک کرائے کے مطالبے سے خاموش رہا ، اس طویل مدت کے بعد اس نے کرایہ وصول کرنے کے لئے دعویٰ کر دیا ، اس کے گواہوں نے گواہی دی کہ عقد رہن بھی پایا گیا اور عقد اجارہ بھی پایا گیا ، گواہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ مدعا علیہ نے کرایہ نامہ کی تصدیق اور اسے مدعی کے سپرد کرنے کے بعد مکان پر قبضہ کیا اور اپنے متعلقین سمیت اس میں رہائش اختیار کر لی ، بلکہ اب بھی مدعا علیہ کا قبضہ اس مکان پر ظاہر و باہر ہے۔ اب علماء دین متین سے دریافت کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے انھیں تقویت عطا فرمائے کہ صورت مذکورہ میں شرعی حکم کیا ہے کیا رہن اور اجارہ مذکورہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ گواہی قابل اعتماد

مہر سکوت بربلب نہاد بعد ایں قدر مدت مدید برائے اجرت یافتن استغاثہ کرد گواہائش بوقوع رہن و اجارہ شہادت دادہ بیاں می کنند کہ مدعا علیہ پس از تصدیق اجارہ نامہ و سپردنش بمدعی قبضہ بر مکان کرد بہ متعلقان خویش در وسکونت و رزید بلکه ہنوز قبضہ مدعا علیہ براں مکان آشکارست حالا از علمائے دین متین ایہم اللہ بتوفیقہ استفسا میرود کہ در صورت مذکورہ حکم شرعی چیست و رہن و اجارہ مسطورہ صحیح است یا نہ و زر کرایہ کل یا بعض بر ذمہ عمر و واجب الادا ست یا چہ و گواہی مذکور صالح استناد و شایان اعتماد است یا خیر۔ بینوا تو جروا۔ اور کرایہ پورا یا اس کا کچھ حصہ عمر کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ گواہی قابل اعتماد ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

رہن مذکور ہرگز صحیح نہیں ہے ، اگر اس میں مدت کے معین کرنے کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو یہ بھی رہن کے فاسد کرنے کے لئے کافی تھا ، الاشباہ میں ہے ، رہن میں مدت کا مقرر کرنا اسے فاسد کر دیتا ہے ، اسی طرح اس اجارہ (کرائے پر دینے) کے صحیح ہونے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے ، سوال کی عبارت سے

رہن مذکورہ ہرگز صحیح نیست و اگر نباشد در وجہ تقرر اجل تا ایں قدر ہم افساد را بسند است فی الاشباہ الاجل فی الرهن یفسدہ ہم چنین آن اجارہ نیز وجہ صحت ندارد کہ تفسیر سوال سپید می گوید کہ مدت در پردہ جہالت ماند نفس ایجاب و قبول از ذکر اجل

واضح ہے کہ مدتِ اجارہ مجہول رہی، محض ایجابِ قبولِ کادمت کے ذکر سے کوئی نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ ہر ماہ کرایہ دیتا رہوں گا صرف ایک وعدہ ہے جس کا قبول کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر اس پہلو کو نہ لیا جائے تو ”رہن کی واگزاری تک“ یہ خود غیر معین (اور مجہول ہے) کیا پتا آج ہوتا ہے یا دس سال میں اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اجارہ میں مدت کا مجہول ہونا اسے فاسد کر دیتا ہے، درمختار میں ہے: جو چیز بیع کو فاسد کر دیتی ہے اجارہ کو بھی فاسد کر دے گی جیسے مدت کی جہالت اھ تلخیص۔ لہذا جس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے اس میں بیان کردہ کرائے یعنی گیارہ روپے اور چار آنے کے حساب سے تمام کرایہ یا اس کا کچھ حصہ لازم نہیں آتا، ہاں اس جگہ اگر بات کی جاسکتی ہے تو ”اجر مثل“ کی بات کرنی چاہئے، یعنی ایسی جگہ اور ایسے وقت میں ایسے گھر کا جو کرایہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ بیان کردہ کرائے سے زیادہ نہ ہو، جیسے کہ اجارہ فاسد کا حکم ہے جبکہ وہ فاسد ہو لیکن بیان کردہ کرائے کی جہالت کی وجہ سے نہ ہو لیکن فاسد اجارے میں اجر مثل بھی تب لازم آتا ہے جب دو شرطیں پائی جائیں: (۱) کرائے

راسا معزول و آن لفظ کہ تا فکاک رہن کرایہ ماہ ب ماہ وہم وعدہ ایست جدا گانہ از سخن قبول بیگانہ او اگر نہ آنچنان گریم تا فکاک رہن خود امر لیت تا معین چہ دانی امروزے شود یا در وہ سال و معلوم ہست کہ جہالت مدت در اجارہ فساد آرد فی الدر المختار كل ما افسد البیع یفسدھا كجھالة مدة اھ ملخصا پس در صورت متفسرہ بحساب اجر مثل حدیث باید کرد یعنی یا زودہ روپیہ چار آنہ کلاً یا بعضاً چیزے لازم نیاید بلے اگر انجب سخن مے تو اں گفت اجر مثل حدیث باید کرد یعنی آنچہ اُجرت ہنجو حنانہ در ہنجو جائے در ہنجو زمانے باشد بشرطیکہ بر زر مستی نیفزاید کما ہو حکم الاحیاء الفاسدة اذا فسدت لالجھالة المسٹی لیکن در اجارہ فاسدہ اجر مثل ہم لازم نیاید الا بدو شرط یکے حقیقت انتفاع متاجر ہاں چیز متاجر کہ قوہ تمکن

پر لینے والا کرائے کی چیز سے حقیقتاً نفع اٹھائے، کیونکہ نفع حاصل کرنے کی قوت کا اس جگہ کوئی اعتبار نہیں ہے۔ الاشباہ میں ہے؛ حقیقتاً نفع حاصل کرنے پر قادر ہونا کرائے کو واجب کرتا ہے مگر چند مسائل میں (۱) جب اجارہ فاسد ہو تو اجر صرف اس وقت واجب ہو گا جب حقیقتاً نفع حاصل کیا جائے گا جیسے فول عمادی میں ہے۔ (۲) اجرت پر دینے والا بطور کرایہ کرایہ دار کے سپرد کر دے، جیسے کہ غمز العیون والبصائر میں بزازیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اجارہ فاسد میں کرایہ صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب حقیقتاً بھر پور نفع حاصل کیا جائے اور نہ کرایہ، کرایہ دار کو چیز سپرد کی جلتے فناوی ہندیہ (عالمگیری) میں ہے کہ جب حقیقتاً بھر پور نفع حاصل کرنا پایا جائے تو کرایہ صرف اس صورت میں واجب ہوگا جب کرایہ پر دینے والا کرائے کی چیز کو کرایہ دار کے سپرد کر دے گا۔ پس جس صورت میں کرائے دار عمر و نے اس مکان میں ایک دن بھی قیام نہیں کیا، نہ ہی وہ مکان خالی تھا، کیونکہ ہندہ جو اس مکان کی مالک تھی اس مکان میں رہائش پذیر تھی، یہ مت پوچھئے کہ رہن کو بطور کرایہ دینے والوں نے کتنے سال عقد کو فسخ

انتفاع را اینجا برگ و بار نیست فی الاشباہ التمكن من الانتفاع یوجب الاجر الا فی مسائل الاولى اذا كانت الاجارة فاسدة فلا یجب الا بحقیقة الانتفاع كما فی فصول العمادى دوم وقوع تسلیم از جانب مواجر بر وجه اجاره كما فی غمز العیون والبصائر عن البزازیة انما یجب الاجر فی الفاسد بحقیقة الاستیفاء اذا وجد التسليم من جهة الاجارة وفي الهندیة بعد ما وجب الاستیفاء حقیقة انما یجب الاجر اذا وجد التسليم الى المستاجر من جهة المواجه لیس در صورتیکہ عمر و مستاجر در آن مکان یکروز هم سکونت نورزید نہ آن مکان فارغ بود کہ خود ہندہ مالکہ در سکونت میداشت و گریح میرس کہ مواجرین رہن عقد تا چند سال تناسخ فکر کردند یا فکاک رہن و تبدیل

لے الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الاجارات ادارة القرآن کراچی ۵۰/۲
لے غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر
لے فناوی ہندیہ کتاب الاجاره الباب الثانی نورانی کتب خانہ کراچی ۴/۴/۴

مرہون درحیہ قدر مدت پدید آمد کا اتنا
 ماکان وانگے از اجرت بر ذمہ اول لازم
 نیست زیرا کہ چون حقیقت انتفاع
 پر ہوئے عدم شاید لزوم اجر نیز
 عنان معاش در گوتمکن ہزار باشد
 و خود از نخب چہ می پرسی کہ جائے تمکن
 ہم مفقود دست زید را گو کہ از گریبان عمرو
 دست کوتاہ وارد از شہادت شہدائے
 زید ہم اینجہ کارے نکشاید و آبی
 بر روی کار نیاید کہ از بیان
 شان بر تقدیر استجماع شرائط
 قبول ہمیں قدر بثبوت می پیوند کہ
 مدعا علیہ بر ان مکان قبضہ آورد
 باو استگان خویش در سکونت کرد
 از کجا کہ مدعی نیز آن مکان را از سامان
 خود تلف نہ رخ نموده بدست مدعا علیہ
 سپرد و خود با تو گفتہ ایم کہ مجرد سکونت
 بے تسلیم مواجب بر وجہ اجارہ
 اینجہ ثمرے ندارد می تواند کہ سکونت
 عمرو بر سبیل ہماں انبساط معهود
 کہ در میان اصول و فروع بودہ باشد
 کہ اولاد را چنانکہ دانی اگر چہ مساکیں
 جداگانہ باشد گاہے از سکونت
 نزد والدین ہم مانع نیست نہ ازین
 بیان گواہان مدت انتفاع رنگ

کرنے کی فکر کی ہوگی؟ یا رہن کو چھڑانے اور رہن
 رکھی ہوئی چیز کو تبدیل کرنے پر کتنی مدت
 صرف ہوئی ہوگی؟ بہر صورت عمرو کے ذمہ پر
 کرایہ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ جب
 حقیقت انتفاع ہوئے عدم میں پر کھولتی
 ہے تو کرائے کا لازم ہونا بھی اپنی لگام پھیر
 لے گا (یعنی جب حقیقت نفع حاصل نہیں
 کیا گیا تو کرایہ بھی لازم نہیں ہے ۱۲ مترجم)
 اگرچہ نفع حاصل کرنے کی قوت ہزار مرتبہ ہو،
 آپ اس جگہ کیا پوچھتے ہیں کہ یہاں تو نفع
 حاصل کرنے کی قدرت بھی نہیں ہے، زید
 کو کہیں کہ عمرو کا گریبان چھوڑ دے، زید
 کے گواہوں کی گواہی سے بھی اس جگہ کوئی
 کام نہیں بنا اور پانی کار آمد ثابت نہیں
 ہوتا، کیونکہ قبولیت کی شرطیں جمع ہونے
 کی صورت میں بھی ان کے بیان سے صرف
 یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ
 نے اس مکان پر قبضہ کر لیا اور اپنے
 متعلقین سمیت اس میں رہائش اختیار
 کر لی، یہ بات کہاں سے ثابت ہوتی کہ مدعی
 نے بھی وہ مکان اپنے سامان سے خالی کر کے
 مدعا علیہ کے سپرد کر دیا۔ ہم اس سے پہلے
 بیان کر چکے ہیں کہ محض رہائش کا اس جگہ
 کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ مالک
 بطور کرایہ کرائے دار کے سپرد نہ کرے

ظہور یافت و قول ایشاں کہ بلکہ ہنوز قبضہ مدعا علیہ براں مکان آشکار ست با حید کار آید کہ قبضہ انتفاع و تمکن انتفاع را شامل و اینجہ محض تمکن از ثمر عاقل کما قد القینا علیک سخن گفتنی ماند از افترا نامہ کہ مدعا علیہ بتحریش پرداخت اگر نیک بنگری ہمانا سراسر لغو و مہمل ست و بر بیانش حکمی نمی رسد اینکہ محبرد وعدہ و آلہم بچیزے کہ شرعا وجہ صحت ندارد از چہ رو مواخذہ و مدعی را مطالبہ روا باشد بالجملہ ہر چند در احبارہ ملک غیر بے رخصت شرع مطہرہ اگر پیش از استیفائے منافع اجازتے از مالک رونماید استحقاق اجرت مرعاته مواجب رامی باشد شرع فرمائش دہد کہ بصدقہ دہ یا بدامن مالک نہ کما فی منیۃ المفتی والخانیۃ والغنم والہندیۃ وغیرہ اما در صورت مستفسرہ بر بنائے وجہ مذکورہ گردن عمرو از بار اجرت آل فرو می بینم فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ این مباحث را

ہو سکتا ہے کہ عمر و کی رہائش اسی معلوم ہے تکلفی پر مبنی ہو جو ماں باپ اور اولاد کے درمیان ہوتی ہے، جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ مسکین اولاد اگرچہ الگ رہتی ہو ان کے لئے گاہے بگاہے والدین کے پاس رہنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، گواہوں کے اس بیان سے نفع حاصل کرنے کی مدت بھی واضح نہیں ہوتی اور ان کا یہ کہنا کہ "تا حال مدعا علیہ کا اس مکان پر قبضہ ظاہر و باہر ہے" کس کام آئے گا؟ کیونکہ قبضہ دونوں صورتوں کو شامل ہے (۱) نفع حاصل کرنے اور (۲) نفع حاصل کرنے کی قوت کو (یعنی بالفعل اور بالقوة نفع حاصل کرنے کو شامل ہے) اور اس جگہ صرف نفع حاصل کرنے کی قوت بے فائدہ ہے، جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہنے والی ایک بات رہ گئی اور وہ یہ کہ مدعا علیہ نے جو اقرار نامہ تحریر کیا وہ بالکل لغو اور مہمل ہے، اس کے بیان پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، اس نے صرف ایک وعدہ کیا ہے اور وہ بھی ایسی چیز کا جو شرعاً صحیح نہیں ہے، لہذا نہ تو مواخذہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی مدعی کا مطالبہ جائز ہے۔ مختصر یہ کہ غیر کی ملکیت کو شریعت مطہرہ کی اجازت کے بغیر کرائے پر دینے میں اگر منافع کے حاصل کرنے سے پہلے مالک اجازت دے بھی

در فتویٰ مفصلہ ہرچہ تمام تر رنگ ایضاح و ادا است
از انجامی باید گرفت کہ دریں رہ پا لغز رفتار
نهایت ضرر رساں و سخت و دشوار گزار یاراں
پیشیں را کارچہ بلا دشوار افتادہ است
کل حزب بہالدیہم فرحون والعلم
بالحق عندواہب العلوم عالم کل سر
مکتوم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا
محمد البدر و آلہ و صحبہ الاقمار
والنجوم۔

کرائے کا مستحق وہ ہے جو کرائے کا عقد کرنے والا
ہے، شریعت مبارکہ کا حکم ہے کہ یا تو صدقہ
کردے یا پھر مالک کو واپس کر دے جیسے کہ
فیئہ المفقی، خانہ، غمز العیون، عالمگیری
وغیرہ میں ہے، جس صورت کے بارے میں
سوال کیا گیا ہے اس میں وجوہ مذکورہ بالا کی
بنیاد پر مجھے عمر کی گردن کرائے کے بوجھ سے
آزاد نظر آتی ہے۔ فقیر، اللہ تعالیٰ اس کی
معفرت فرمائے، نے ان مباحث کو ایک

تفصیلی فتویٰ میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ اس راستے
میں لغزش کھانے والا پاؤں بہت نقصان دہ ہے اور یہ راستہ بہت مشکل اور دشوار ہے پہلے
حضرات کو اس معاملے میں بڑی دشواری پیش آئی ہے، ہرگز وہ اپنی رائے پر خوش ہے، حق کا
علم اس کے پاس ہے جو علوم کا دینے والا اور ہر راز کا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا
و مولا چودھویں کے چاند محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل اور صحابہ کرام ہدایت کے چاندوں اور ستاروں
پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین! (ت)

مسئلہ ۵۲ از قصبہ پانچم ضلع مین پوری پر گنہ مصطفیٰ آباد مسئلہ محمد صادق علی خاں صاحب
۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب نے پانچ بسوہ زمینداری ایک موضع کی بعت ار داد
مبلغ سالک مالیانہ حق مالکانہ کے مستحق خالد سے واسطے معاش اپنے کے تادمت گیارہ سال
رہن دخلی کی اور مرتہن یعنی خالد مذکور قابض شئی مرہون ہوا بعد چہند سال مسماۃ زینب راہنہ فوت
ہوئی تو بعد ازیں بخت مقدمہ اثبات وراثت مسماۃ مریم مدعیہ وارثہ راہنہ جس میں صوت راہنہ
اور دوسرا مرتہن جب آد مرہونہ مدعا علیہا مجیب تھے از رفتے شرع محمد علیہ الصلوٰت و التسلیم

شے مرہون جزاً یعنی ۱۶ لیسوا نسہ ۱۳ کچوا نسہ اور ایک ثلث کچوا نسہ ملکیت حقیقت راہنہ کی اور مدعیہ وارثہ کی ٹھہری اور جزاً شے مرہون یعنی ہم لیسوہ ۳ سوانسہ ۶ کچوا نسہ اور دو ثلث کچوا نسہ شے مرہون مال غصب اور حقیقت ملکیت شخص ثالث جو فریق مقدمہ مذکور نہ تھا قرار پائی، چنانچہ ۱۶ لیسوا نسہ ۳ کچوا نسہ اور ایک ثلث کچوا نسہ مدعیہ وارثہ راہنہ کو ملے اور بعد ازیں فک الرہن بھی ہو گئی اور ہم لیسوہ ۳ لیسوا نسہ ۶ کچوا نسہ اور دو ثلث کچوا نسہ یعنی بمقدار مال غصب معلق رہے چنانچہ آج تک وہ مال غصب بہ قبضہ رہن قائم مقام مرتہن ہے اور اب وارثہ راہنہ بھی مرہون ہے مگر اس کی اولاد باقی ہے یعنی وارثہ راہنہ کی تو مسئلہ فرماؤ بقید نام و باب کتاب کے جس سے مسئلہ اخذ کرو کہ حق انفکاک رہن مذکورہ بالا کا وارثان وارثہ راہنہ کو ہے یا نہیں؟ اجر دے تم کو اللہ صاحب نیک اجر۔

الجواب

بلاشبہہ ہے۔ تقریر سوال و بیان سائل سے واضح کہ یہاں شخص ثالث نہ فریق مقدمہ تھا نہ راہنہ یا اس کے وارث اپنے غصب کے مقر، تو بالائی طور پر غاصب سمجھ لینا ان کے حق فک کو کیا زائل کر سکے جبکہ علماء تصریح فرماتے ہوں کہ راہنہ اگر اقرار بھی کر دے کہ شے مرہون دوسرے کی ملک ہے تاہم اسے یہی حکم دیں گے کہ فک رہن کر اکر مالک کو واپس دے، درمختار باب التصرف فی الرہن میں ہے:

لو رهن شيئاً ثم اقر بالرهن لغيره
لا يصدق في حق المرتهن ويؤمر بقضاء
الدين وردة الحق المقر له به

اگر کوئی شے رہن رکھی پھر راہنہ نے اقرار کیا کہ مرہون شے کسی اور کی ملک ہے تو مرتہن کے حق میں راہنہ کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور راہنہ کو حکم دیا جائے گا قرض کی ادائیگی کا اور مرہون شے مقر لہ کی طرف لوٹانے کا۔ (ت) معہذا جب ملک غریبے اذن غیر کوئی شخص راہنہ کو دے تو راہنہ غاصب اور مرتہن مثل غاصب الغاصب ہوتا ہے۔ ہدایہ باب الرهن الذی یوضع علی ید العدل میں ہے:

ان مات العبد الموهون في
يد المرتهن ثم استحقه رجل
اگر مرہون غلام مرتہن کے قبضے میں مر گیا پھر کوئی اور شخص اس کا مستحق نکل آیا تو اس کو

لے الدر المختار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۴

حصہ ہے تو درتہ راہنہ پر فرض ہوگا کہ مستحق کو اس کا حق پہنچائیں۔ یہ دوسری بحث ہے جس سے مرہن کو تعلق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳۔ مسئلہ حاجی غلام حضرت ۵ رجب المرجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کچھ زیور سونے کا عمرو کے پاس لے کر گیا کہ مجھے روپے کی ضرورت ہے زیور رکھ لو اور روپیہ دے دو میں روپیہ دے کر زیور اپنا لے لوں گا عمرو نے کہا اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں زید نے کہا تم کسی اور سے یہ کام کر دو عمرو وہ زیور بکر کے پاس لے گیا اور زید کا مقولہ بکر سے کہا بکر نے جواب دیا بیس روپے تولہ کے حساب سے اس زیور کے دام دیتا ہوں اور ایک ماہ تک وعدہ پرواپسی کرتا ہوں یک ماہ تک اگر روپیہ نہ دیا تو میں واپس نہ کروں گا عمرو نے یہ شرط منظور کر کے روپیہ لے لیا۔ زید کا روپیہ عمرو کے پاس قبل وعدہ کے جمع تھا زید نے اپنے زیور کا تقاضا عمرو سے کیا اور کرتا رہا، عمرو اپنے کاروبار میں مصروف تھا بکر سے تقاضا مابین وعدہ نہ کر سکا یہاں تک کہ وعدہ سے عرصہ زیادہ ہو گیا اب عمرو نے بکر سے زید کا وہ زیور طلب کیا اور روپیہ دینا چاہا تو بکر نے زیور واپس کرنے سے انکار کیا اور کہا میں نے بعد گزرنے وعدے کے زیور فروخت کر دیا لیکن بدون اطلاع اور بلا اجازت زید و عمرو کے فروخت کیا اور وہ زیور اس قدر روپیہ سے جو زید کو دیا گیا تھا سوائی قیمت سے بھی زائد کا تھا پس صورت مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے آیا وہ بکر کو وہ زیور واپس کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور اس کے نفع کا مالک اور نقصان کا متحمل زید یا عمرو یا بکر؟ بتیو توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ صورت بیع الوفا کی ہے اور بیع الوفا مذہب معتمدین محض رہن ہے اور مرہن جب بلا اذن راہن شئی مرہون کو بیع کر دے تو وہ بیع اجازت راہن پر موقوف رہتی ہے بشرطیکہ شئی بیع ہنوز موجود ہو اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے تو راہن کو اختیار ہوتا ہے کہ مرہن یا مشتری جس سے چاہے اپنی چیز کا تاوان لے لے۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے،

مسئلہ ۵۴۔ ساجل باع ساجلا
 اخود اسرا بشمن معلوم الح
 احبل معلوم بیعا معادا

ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے دوسرے شخص کے ہاتھ معین ثمنوں کے عوض مدت معلومہ تک کے لئے گھر بھا ایسی بیع کے

على انه في شهر كذا يحضر الثمن
وليسترجع الدار ثم مضى الزمن
المعيت بينهما ولم يقدر البائع
على الثمن الا بعد مدة والتمن دون
قيمة الدار فهل للبائع دفع الثمن
واسترجاع الدار اجاب يجبر المشتري
على قبول الثمن من البائع ورسد
الدار عليه والذى عليه الاكثر
انه رهن لا يفترق
عن الرهن في حكم من الاحكام
ملخصا.

ساتھ جو لوٹائی جائے گی اس شرط پر کہ
فلاں مہینے بائع ثمن حاضر کر دے گا اور گھر
واپس لے لے گا۔ پھر ان دونوں کے درمیان
طے شدہ مدت گزر گئی درآنحالیکہ بائع
ثمن حاضر کرنے پر قادر نہ ہوا مگر اس کے کچھ
عرصہ بعد وہ دینے پر قادر ہوا جبکہ ثمن قیمت
سے کم ہیں۔ تو کیا بائع کو یہ حق حاصل ہے
کہ وہ ثمن دے کر گھر واپس لے لے۔ اس کا یہ
جواب دیا گیا کہ مشتری کو بائع سے ثمن وصول کرنے
اور گھر واپس لوٹانے پر مجبور کیا جائے گا۔
اگر مشایخ اس موقف پر ہیں کہ یہ بیع رهن ہے

کیونکہ اس میں اور رهن میں کسی بھی حکم میں فرق نہیں اور تلخیص (ت)

جواہر الفتاویٰ پھر حاشیہ جامع الفصولین پھر ردالمحتار میں ہے:

حکمہ حکم الرهن وهو الصحيح۔ اس کا حکم وہی ہے جو رهن کا حکم ہے اور

وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح جواہر الاخلاص میں ہے کما س ایتہ فیہا (جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے۔)

شرح الطحاوی پھر جامع الرموز پھر حاشیہ شامی میں ہے:

مرتهن اگر مرہون کو بیچ دے تو یہ بیع رهن کی
اجازت پر موقوف ہوگی۔ اگر رهن نے اجازت
دے دی تو جائز ورتہ نہیں۔ رهن کو اختیار ہے
کہ بیع کو باطل کر کے اسے رهن کی طرف لوٹا دے۔

توقف على اجازة الراهن بيع المرتهن
فان اجازة جاز والاقلا وله ان يبطله
ويعيده رهنًا ولو هلك في يد المشتري
قبل الاجازة لم تجز الاجازة بعدا و

لہ الفتاویٰ الخیریۃ کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۱

ردالمحتار بجواہر الفتاویٰ باب الصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۶/۲

کل قرض جرم نفعہ فہوس یا۔ جو قرض منفعت کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت) بہ اجازت راہن نفع اٹھانے کے یہ معنی تھے کہ قرض کے دباؤ سے نہ ہو اور اس کی اجازت ہی کا پابند رہے جب وہ خوشی سے کہہ دے انتفاع کرے اور جس وقت منع کر دے فوراً باز رہے مثلاً اُس نے اپنی خوشی سے کہہ دیا کہ مکان میں رہو یہ آکر رہا اسی وقت اُس نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں تو فوراً نکل جائے کچھ عذر حیلہ درمیان میں نہ لائے ایسا یہاں ہرگز نہیں ہوتا بلکہ قطعاً دباؤ پر رہتے ہیں اور راہن دباؤ ہی کے باعث اجازت دیتا ہے اور وہ جسٹرن کے کاغذوں میں لکھی جاتی ہے کہ اس کے سبب انتفاع بالجبر کر سکیں اور اگر لاکھ کئے کہ نکل جاؤ ہرگز نہ نکلیں گے اور یہی جواب دیں گے کہ پہلے ہمارا قرض دے دو تو جائیں تو یہ صورت اجازت سے اصلاً متعلق نہیں بالاجماع حرام و ربا ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

مسئلہ ۵۵ از جالس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب
۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرہون شتی سے فائدہ اٹھانا مثلاً زمین رہن رکھا اس کو جو توتا ہے اور اس میں زراعت ہوتا ہے اور اس کے مینڈھ وغیرہ بندھواتا ہے اس کے نیچے اس کا منافع کھاتا ہے اور اس کو قیاس کرتا ہے بکری اور گھوڑے کے اوپر جاتا ہے اس کے منافع کھانا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

مرہن کو مرہون سے نفع اٹھانا حرام اور زنا سود ہے،
كما افاده العلامة الطحاوی و
العلامة الشامي في حاشيتي الدر و
حقناہ في فتاویٰنا، واللہ تعالیٰ اعلم۔
جیسا کہ علامہ طحاوی اور علامہ شامی نے
در مختار کے حاشیوں میں افادہ فرمایا ہے
ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کی ہے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶ از ریاست رامپور متصل کوٹوالی مکان مرحوم مجددی مرسلہ مولوی احمد حسین صاحب

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

چند شخص نے ایک بلک مشترک اپنے چند شخصوں کے پاس بلا اشتراک رہن کی ذمہ دہن

لے کر العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

لے لیا اور ملک پر مرہن نامہ دے دیا رہن نامہ میں یہ لکھ دیا کہ ہم نے منافع ملک مرہون مرہن نامہ کو ہبہ معاف کر دیا اور بخش دیا۔ اکثر رہن نامہ مرگے اور بعض زندہ ہیں۔ مرہن نامہ نے بعد موت رہن نامہ متوفی منافع ملک مرہون نامہ از مقدار زر رہن حاصل کریں یہ ارشاد فرمایا جائے کہ منافع مذکورہ حق جائز و شرعی مرہن نامہ کا ہے یا نہیں اور باوجود اس کے کہ مرہن نامہ نے منافع ملک مرہون نامہ بقدر مقدار زر رہن یا زائد از زر رہن خود کا وصول کر لیا پھر بھی وہ مستحق پانے زر رہن کے ہیں یا وارثان رہن زر رہن یا فتنی مرہن کو منافع وصول شدہ میں مجرا و محسوب کر سکتے ہیں اور بلا ادائے زر دیگر ملک کو چھڑا سکتے ہیں، ہبہ و بخشش زر منافع مذکورہ رہن نامہ عموماً اور بعد موت رہن نامہ خصوصاً کیا اثر رکھتے ہیں۔ بینوا تو جبروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زر منافع مرہون مرہن نامہ کے حق میں ضرور حرام اور سود ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
كل قرض جو منفعہ فرہوسا، اخرجہ الحارث فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے۔ حارث نے اپنی مسند میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی تخریج کی (ت)
عقود الہریہ میں محیط سے ہے :
لیس للمرہن ولا لہن ان یسزاع الارض ولا یؤاجروھا لانہ لیس لہما الانتفاع بالرہن ۱۰
اشباہ میں ہے :

رہن اور مرہن کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مرہون زمین میں کاشت کریں کیونکہ انہیں رہن سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ (ت)
یکرہ للمرہن الانتفاع بالرہن باذن الراہن ۱۰
رہن کی اجازت سے مرہن کو رہن سے انتفاع مکروہ ہے۔ (ت)

- ۱۰ کز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶
۱۱ العقود الدریتہ کتاب الرہن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۸/۲
۱۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث کتاب الرہن ادارة القرآن کراچی ۱۱۳/۲

راہتوں کو اس پر مجبور کرتے و لہذا دستاویز میں لکھا لیتے ہیں اور اگر بعد تحریر راہن انھیں انتفاع سے منع کریں کبھی باز نہ رہیں گے بلکہ تا ادا تے زبردہن اپنا حق جانیں گے یہ نہ ہرگز راہتوں کی طرف سے بطور خود محض احساناً بے دباؤ اپنے ملک کی منفعت جب تک اپنا جی چاہے مباح کرنا ہے نہ مرہتوں کی طرف سے نہ اجنبی طور پر بے کسی دعویٰ بے کسی داب کے صرف اجازت دہندہ کی خوشی پر جب تک وہ چاہے اس کی ملک سے نفع پاتا ہے بلکہ قطعاً وہی شرط و قرارداد لزومی اور وہ بالاجماع حرام و ربا ہے، طحاوی علی الدر المختار و رد المحتار میں ہے:

الغالب من احوال الناس انهم
انما يريدون عند الدفع الانتفاع
ولولا ان لهما اعطاء الدس اہم وهذا
بمنزلة الشرط لان المعروف
كالمشروط وهو مما يعين المنع،
والله تعالى اعلم۔

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہتوں کی
دیتے وقت نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے
ہیں ورنہ قرض پر درہم نہ دیں گے اور یہ شرط
کی طرح ہو گیا کیونکہ معروف مشروط کی
مثل ہوتا ہے اور وہ مانعت کو متعین
کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا

ہے۔ (ت)

راہتوں کا منافع مرہتوں کو ہبہ کر دینا محض لغوی معنی ہے منافع کہ ہبہ کئے گئے
اس وقت موجود نہ تھے اور معدوم کا ہبہ باطل ہے اور باطل کے لئے کوئی اثر نہیں۔
فتاویٰ خیرہ میں ہے:

وبهذا علم عدم صحة هبة ما
سيتحصل من محصول القریتين
بالاولى لان الواهب نفسه لم يقبضه
يعد فكيف يملكه وهذا ظاهر به

اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ دونوں قریوں سے
اب جو آمدنی حاصل ہوگی اس کا ہبہ
بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں کیونکہ ہبہ کر نیوالے
نے ابھی خود اس پر قبضہ نہیں کیا تو کسی کو
اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور یہ
ظاہر ہے۔ (ت)

رد المحتار کتاب الرهن دار احياء التراث العربی بیروت ۳۱۱/۵
کے الفتاویٰ الخیرۃ کتاب الہبۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۱۱/۲

مسئلہ از شہر متصل کی سرائے مرسلہ ابو تراب بوساطت محمد عبد الرشید صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تین سال کا ہوا کہ ایک دکان زید نے ماہ ۱۲۵ روپیہ پر رہن دخل بمبیعا دپانچ سال حسب فتویٰ ایک مولوی صاحب کے لیا تھا (یعنی اس عرصہ میں جو کچھ اس کی مرمت میں صرف ہوا وہ میرا اور کچھ آمدنی اس مدت میں ہوگی وہ میری ہوگی جب روپیہ واپس کرو گے دکان چھوڑ دوں گا) اور تین سال تک اسی طرح کرتا رہا یعنی اس کی مرمت وغیرہ اپنے پاس سے کر کے منافع کو لیتا رہا اب وہی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہے اب آپ حضرات سے التجا ہے کہ مولوی صاحب کے ان قولوں میں کون صحیح ہے اگر وہ واقعی حرام ہے تو اس مدت تین سال میں جو کچھ روپیہ مولوی صاحب نے کھلایا اس کا گناہ کن پر ہوگا اور وہ روپیہ کس طرح پاک ہو سکتا ہے؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ مولوی صاحب ماخوذ و گنہگار ہیں کہ انہوں نے حرام غذا کو حلال بتایا اور ایک مسلمان کو حرام کھانے میں مبتلا کیا اور یہ مسئلہ کوئی ایسا خفی نہ تھا کہ عالم پر مخفی رہتا، رہا زید اس کی دو حالتیں ہیں، وہ مولوی صاحب جس کے فتویٰ پر اس نے عمل کیا کوئی ایسا ہی نام کا مولوی تھا جب تو زید بھی ماخوذ گنہگار ہے، عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتمدین مفتیان مستندین کے فتویٰ پر عمل کریں نہ یہ کہ ہر کس و ناکس سے پوچھ کر، اور اگر وہ عالم معتمد تھا تو جب تک اس فعل کے حرام ہونے پر زید کو اطلاع نہ ہوئی اس کے لئے امید آسانی ہے کہ اس نے ایک عالم معتمد کے فتویٰ پر عمل کیا وہ اسی قدر کر سکتا تھا۔

لا یكلف الله نفساً الا وسعها۔
والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسکی طاقت بھر۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۸ از شہر ربلی محلہ گندہ نالہ مرسلہ جناب سید حاجی ابوالحسن صاحب پارچہ فروش

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

زید و عمرو نے ایک جائداد باہمی خریدی اور نفع نقصان اس کا برابر بٹھرایا اسی جائداد کا ایک جسز ایک اور شخص کے پاس رہن تھا مبلغ ۱۰ روپے پر، تو اس کو کہا گیا کہ تو ہماری

جاہداد واگزااشت کر دے اُس نے جواب دیا کہ میں مع سو روپیہ لوں گا زید نے ایک دستاویز اسی شخص کے نام ایک دوسرے شخص سے جس کا وہ مقروض تھا خریدی پھر چند مدت تک وہ دستاویز زید کے پاس رہی بعد کو اس سے کہا گیا کہ تو ہماری جاہداد کا جز چھوڑ دے اس نے بخوف دستاویز خرید کر وہ کے ہاں روپے پر چھوڑ دیا اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ مجھے ماضیاً ۱۲۵ روپے میرے حصے کے دے اب عمرو پر از روئے شریعت ماضیاً ۱۲۵ سے دینا لازم ہے یا للعلانیہ کہ نصف سے ہے بیعتا تو جبروا۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ زید نے سو روپے دے کر فاک رہن کرایا اور کاغذ میں مرقم سے ڈھائی سو روپے پانا لکھ لیا اس صورت میں اُس کا سو سو روپے مانگنا محض ناجائز ہے صرف پچاس روپے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ از ریاست رامپور محلہ گج مرسلہ شیخ محمد نور ۳ صفر مظفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیع اس مسئلہ کے کہ زید نے ۲۴ اگست ۱۸۹۸ء کو ایک دستاویز مضمون بیع نامہ بعض مبلغ پانصد روپیہ بابت یکمزل دکان ملوکہ خود بنام عمرو تحریر کی ہے جس میں شرط مندرجہ ذیل تحریر ہے :

مضمون شرط

اگر میں بائع اندر مدت دس سال کے کل زر ثمن یکمشت مشتری کو ادا کروں تو بیعہ مذکورہ واپس لے لوں ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور کے اسی زر ثمن میں یہی بیع قطعی تصور ہوگی لہذا بیع نامہ بالوفا لکھ دیا گیا کہ سند ہو۔

عمروفوت ہو گیا زید نے دکان مذکور پر اپنا قبضہ کر کے دکاندار سے کرایہ دکان کا خود وصول کیا ورثائے عمرو نے اول زید پر عدالت میں دعویٰ دلا پانے وحلی کا باستحقاق رہن کیا عدالت سے ڈگری باستحقاق رہن دلا پانے وحلی کی ہو گئی مگر تاہنوز ورثائے عمرو نے وحلی حاصل نہیں کیا ہے اب ورثائے عمرو بنام زید دعویٰ کرتے ہیں کہ جس قدر کرایہ زید نے ایام قبضہ رہنے میں کرایہ دار سے وصول کیا ہے وہ ہم کو زید سے دلا یا جائے، زید یہ عذر کرتا ہے کہ ورثائے عمرو شرعاً مجھ سے رقم زر کرایہ جو میں نے اپنی ملوکہ دکان سے وصول کیا ہے مجھ سے دلا پانے مستحق نہیں ہیں شرعاً کیا ہونا چاہیے؟ جواب بحوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیے۔

بیوا تو جرو فقط سائل زید۔

الجواب

بیع بالوفاء خالص رہن ہے رہن سے زیادہ کچھ اثر نہیں رکھتی۔

در مختار میں حاشیہ جامع الفصولین سے
بجوالہ جو اہر الفتاویٰ منقول ہے کہ یہ بیع
باطل ہے اور وہ رہن ہے اس کا حکم رہن
کے حکم کی طرح ہے اور وہی صحیح ہے۔ (ت)

فی رد المحتار عن حاشیة جامع
الفصولین عن جواهر الفتاویٰ
هذا البیع باطل وهو رہن حکمہ
حکم الرهن وهو الصحیح
خیر یہ میں ہے :

اور اکثر مشائخ اس موقف پر ہیں کہ بے شک
وہ رہن ہے اور کسی حکم میں رہن سے مختلف
نہیں ہے۔ سید امام نے کہا کہ میں نے امام
الحسن مائیدی سے کہا یہ بیع لوگوں میں پھیل
چکی ہے اور اس میں فساد عظیم ہے۔ آپ کا
فتویٰ یہ ہے جس کے ساتھ میں بھی متفق ہوں کہ
یہ رہن ہے، درست بات یہ ہے کہ ہم ائمہ
کرام اجماع کر لیں اور اس پر متفق ہو جائیں،
اس فتویٰ کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انھوں نے
فرمایا کہ آج کل ہمارا فتویٰ معتبر ہے اور وہ لوگوں
میں ظاہر ہے۔ لہذا جو ہماری مخالفت کرے
اس کو چاہئے کہ وہ خود کو ظاہر کرے اور اپنی
دلیل قائم کرے۔ (ت)

والذی علیہ الاکثر انه رہن
لا یفترق عن الرهن فی حکم من الاحکام
قال السید الامام قلت للامام
الحسن المائیدی قد شاہذا
البیع بین الناس وفیہ مفسدة
عظیمة وفتواک انه رہن وانا
ایضا علی ذلک فالصواب ان
نجمع الائمہ ونتفق علی ہذا
ونظہرہ بین الناس فقال المعتبر
الیوم فتوانا وقد ظہر ذلک
بین الناس فمن خالفنا فیہ
فلیبرئ نفسه ولیقم دلیلہ

اور شرع مطہرہ میں رہن واجارہ دو عقد متنافی ہیں کہ کسی حال جمع نہیں ہو سکتے جو چیز

۱۔ رد المحتار کتاب البیوع باب الصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۶/۴
۲۔ الفتاویٰ الخیریۃ کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۲۳۶/۱

کسی کے اجارہ میں ہے اگر مالک اُسے رہن کرے گا یہ رہن اجازت مستاجر پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کر دے اور اپنا قبضہ چھوڑ کر مرہن کا قبضہ کر دے تو اجارہ جاتا رہے گا رہن پورا ہو جائے گا ورنہ رہن تمام نہ ہو گا اور اجارہ باقی رہے گا اور جو چیز کسی کے رہن ہے اگر مالک اسے اجارہ پر دے یہ اجارہ اجازت مرہن پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کر دے اور اپنا قبضہ مرہن چھوڑ کر قبضہ مستاجر کر دے تو رہن جاتا رہے گا اجارہ نافذ ہو جائے گا اور رد کر دے تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور رہن بدستور رہے گا، یہ جو عوام زمانہ میں رائج ہے کہ مکان یا دکان کرایہ پر ہے وہ اجارہ قائم رکھ کر مالک اُسے رہن رکھ دیتا ہے اور روز رہن سے اس کرایہ کا مستحق مرہن سمجھا جاتا ہے محض یہود و بے معنی و حرام ہے اور اصلاً کوئی عقد شرعی نہیں کہ اجارہ میں بھی قبضہ کی حاجت ہے، اذلا یمکن الانتفاع الایہ (اس لئے کہ اس کے بغیر نفع اٹھانا ممکن نہیں۔ ت) اور رہن تو بے قبضہ تمام ہی نہیں ہوتا۔ فقال اللہ تعالیٰ فرهن مقبوضۃ (تو رہن ہو قبضہ میں لیا ہوا۔ ت) اور شئی واحد وقت واحد میں دو مختلف جہت سے دو قبضوں میں نہیں ہو سکتی۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:

اگر مکان پر بطور رہن قبضہ ہو نہ کہ بطور اجارہ تو رہن معتبر ہو گا اور مرہن اس کی مالیت کا نسبت مستاجر کے زیادہ حقدار ہو گا اور اگر قبضہ بطور اجارہ ہے نہ کہ بطور رہن تو مستاجر اس کا زیادہ حقدار ہو گا نسبت مرہن کے، اور اگر اس کے ساتھ دونوں کا قبضہ متصل ہو گیا تو دونوں میں سے اس کا اعتبار ہو گا جو تاریخ میں مقدم ہے جب تک سابق قبضے والا بعد والے عقد کی اجازت نہ دے کیونکہ اس کی طرف سے بعد والے عقد کی اجازت سے پہلے والا عقد فسخ ہو جائے گا۔ (ت)

اذا كانت البیت مقبوضا فی المرهن دون الاجارۃ اعتبر وکان المرتهن احق بمالیتہ من المستاجر وان كان مقبوضا فی الاجارۃ دون المرهن كان المتناجر احق به من المرتهن، وان اتصل بكل منهما قبض فالعبرة للاسبق نامریخا منهما ما لم یجز صاحب القبض السابق العقد المتأخر لا یفساخ السابق بالاجارۃ منه للعقد اللاحق یہ

۲۸۳/۲ لہ القرآن الکریم

دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۳ - ۱۹۲

لہ الفتاویٰ الخیرۃ کتاب الرهن

بیان مسائل سے معلوم ہوا کہ یہ دکان پہلے سے بنیے کے پاس کرایہ پر تھی، اور اب تک کرایہ پر ہے کرایہ دار نے کسی وقت مرہن کے لئے خالی نہ کی نہ اپنا قبضہ چھوڑ کر عمر و کا قبضہ کرایا اس صورت میں یہ مرہن محض نا تمام و بے اثر و بے معنی ہے وارثانِ عمر و کو کوئی دعویٰ و خلیا بی کا نہ پہنچتا تھا حاکم کو ایسا بے اصل دعویٰ سننا بھی نہ تھا نہ کہ ڈگری دیتا کہ قبضہ جو مرہن میں شرط ہے کہ باذنِ راہن ہو نہ یہ کہ قاضی جبراً قبضہ دلا دے عقد کہ نا تمام رہا قاضی کو اس کے تمام کرنے پر جبر کا کیا اختیار، عالمگیر یہ میں ہے :

مرہن جائز نہیں جب تک اس پر قبضہ نہ کیا جائے اور اس کے قبضہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ راہن اجازت دے۔ اگر راہن کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہوا اور اختصاراً۔ (ت)

لا يجوز الرهن الا مقبوضا و شرط صحة القبض ان يأذن الراهن فان قبض بغير اذن الراهن لم يجز قبضه الا مختصرا۔

عقود الدرر یہ میں ہے :

اگر مرہن نے مرہن کا قبضہ سمیت دعویٰ کیا تو اس کے گواہ رہن اور قبضے پر قبول کر لئے جائیں گے۔ اور اگر فقط مرہن کا دعویٰ کیا تو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ محض عقد سے مرہن لازم نہیں ہوتا۔ (ت)

ان ادعى المرتهن الرهن مع القبض يقبل برهانه عليه ما وان ادعى الرهن فقط لا يقبل لان مجرد العقد ليس بلائرا مره

اور جب خود عمر و کا کوئی حق اس دکان میں ثابت نہیں تو وارثانِ عمر و کا کیا حق ثابت ہو سکتا ہے؟ سوال کا کہنا کہ زمین دکان مذکور پر اپنا قبضہ کر کے دکاندار سے کرایہ خود وصول کیا اسی غلط فہمی پر مبنی ہے جو عوام میں پھیلی ہوئی ہے کہ کسی مواجر کے مرہن کو بھی باوصف بقائے اجارہ اپنے زعم میں مرہن صحیح و تمام سمجھتے ہیں ورنہ حقیقہً قبضہ مستاجر کا ہے اور ملک زید کی ہے اور عمر و کی ہمنوز نہ مرہن پوری ہوتی نہ اس کا کوئی قبضہ، بالجلہ شک نہیں کہ زر کرایہ کا مالک خاص زید ہے عمر و یا وارثانِ عمر و

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الرهن الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۳۳
۲۔ العقود الدرر " ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۹

کا اس میں کچھ حق نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی رہن صحیح و تمام ہو اور مرہن بلا اجازت راہن اسے کرایہ پر دے یا بے اجازت دے اور راہن جائز کر دے تو اس صورت میں بھی کرایہ کا مالک خاص راہن ہونا ہے اور کرایہ پر اٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔ عقود الدریہ میں ہے :

امراة باعت دارها من رجل بیع
وفاء منزل منزل الرهن ثم ان
الرجل اجرها باذنها من بعلها باجرة
معلومة قبضها الرجل ويزعم ان
الاجرة له تكون الاجرة للراهن
ويطل الرهن

کسی عورت نے اپنا گھر کسی مرد کے ہاتھ بیع و فاء کے طور پر فروخت کیا درانحالیکہ اس کو بمنزلہ رہن کے کیا، پھر مشتری مرد نے وہی مکان اس عورت کے شوہر کو ایک معین اجرت کے عوض اجارہ پر دے دیا اور اجرت پر یہ گمان کرتے ہوئے قبضہ کیا کہ یہ اجرت

اس کے لئے ہے تو یہ اجرت راہنہ کے لئے ہوگی اور رہن باطل ہو جائے گا۔ (ت)
عالمگیری میں ہے :

وأجرة احدهما بغير اذنه ثم اجاز
صاحبه صحت الاجارة ويطل الرهن
وتكون الاجرة للراهن

راہن اور مرہون میں سے کسی ایک نے دوسرے کی اجازت کے بغیر مرہون شئی اجارہ پر دے دی پھر دوسرے نے اسکو

جائز قرار دے دیا تو اجارہ صحیح ہو گیا جبکہ رہن باطل ہو گیا اور اجرت راہن کے لئے ہوگی۔ (ت)
یہاں کہ رہن سرے سے خود ہی بے قبضہ و نا تمام ہے اور کرایہ دینے والا خود زید مالک دکان ہے تو عمر و یا وارثانِ عمر و کا زر کرایہ میں کوئی حق ہونا محض بے معنی ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کانپور محلہ ٹسکا پور مطبع نظامی مرسلہ مولوی ابوسعید صاحب
سوم صفر ۱۳۲۶ھ

زید نے اپنی جائداد رہن کر کے کچھ روپیہ عمر و سے قرض لیا، شرائط رہن یہ تھے:
میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ ہے اگر بعد میعاد فوراً نفاک نہ کرالوں تو یہی دستاویز

لے العقود الدریة کتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۴/۲
لے الفتاوی الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۵/۵

رہن نامہ بجائے بیعنامہ اور یہی زر رہن بجائے زر ثمن مقرر ہوگا اور جائداد مرہونہ بیع شدہ سمجھی جائے گی اور اسی وقت سے قبضہ جائداد مرہونہ پر مرہن کا مالکانہ ہو جائے گا اور مرہن مثل میرے ان تمام حقوق کے مالک کامل مشترک یا نہ ہو جائیں گے جو مجھ کو جائداد مرہونہ میں اس وقت حاصل ہیں لہذا یہ چند کلمہ بطور دستاویز بیع بالوفاء کے لکھ دیجئے۔ اس رہن کے پہلے سے ایک مکان میں خود راہن رہتا تھا باقی مکانات و دکانات میں کرایہ دار راہن کی طرف سے تھے بعد اس رہن کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ عمر و مرہن کو دیا کریں اور جس مکان میں خود راہن رہتا تھا اس کا کرایہ بھی ایک مدت تک راہن ادا کرتا رہا۔ اب حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی سے یکمال ادب یہ سوال ہے :

(۱) صورت مذکورہ میں شرعاً جائداد مرہونہ بعد گزرنے ایک ماہ کے رہن رہی یا بیع ہوگئی ؟

(۲) جو کرایہ جائداد مرہونہ کا کرایہ داروں اور نیز زید راہن سے عمر و مرہن کو وصول ہوتا رہا وہ ملک راہن تھا یا ملک مرہن شرعاً اصل زر رہن میں محسوب ہوتا گیا یا نہیں ؟

(۳) عمر و مرہن کو اب اسی قدر اصل روپیہ رہن کا لینا حلال ہے جو بعد مجرائے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زر رہن بدون وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے۔

(۴) جس وقت زید راہن اس قدر روپیہ جو بعد وضع کرایہ وصول شدہ کے عمر و مرہن کا اصل زر رہن باقی ہو ادا کرے تو عمر و مرہن پر جائداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب

وہ بیع بھی باطل محض اور وہ رہن بھی محض بے معنی، اور مرہن کے لئے وہ زر کرایہ کہ خود راہن یا اور کرایہ داروں سے لینا ہا حرام محض اور جبکہ دین بھی روپے تھے اور کرایہ کہ لیا گیا وہ بھی روپے ہیں بسبب اتحاد جس مقاصد ہو گیا یعنی جس قدر زر کرایہ عمر و مرہن کو وصول ہوا دین میں مجرا ہوگا اصل زر رہن میں اس مجرائے کے بعد جو باقی ہے اسی قدر کا مطالبہ عمر و مرہن کو حلال ہے زیادہ حرام ہے اور جائداد ہنوز کامل مرہون ہوتی ہی نہیں چھوڑنا نہ چھوڑنا کچھ معنی نہیں رکھتا، زید کو اختیار ہے کہ بے ادائے بقیہ زر دین اپنا قبضہ جائداد پر رکھے عمر و مرہن اپنے بقیہ دین کا مطالبہ کر سکے گا جائداد کے قبضہ پر جبر کا اسے کوئی اختیار نہیں، بیع تو یوں باطل محض ہے کہ ایک شرط پر معلق کی گئی اور بیع قابل تعلیق نہیں۔ اسبابہ میں ہے :

تعليق التمليكات بالشرط باطل كالبيع والشراء
 تملیک والے معاملات کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے جیسے بیع اور شراہ۔ (ت)

اور رہن یوں بے معنی ہے کہ وہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔
 قال الله تعالى فرهن مقبوضة۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو رہن ہو قبضہ میں لیا ہوا۔ (ت)

قدوری میں ہے:

الرهن يتم بالقبض۔
 رہن کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے۔ (ت)
 اور جب رہن ہنوز تام نہیں ہوا تو مرہن کو تحصیل قبضہ پر جبر نہیں پہنچتا، نہ بے اذن راہن قبضہ کر سکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالى في كتاب الرهن لا يجوز الرهن الا مقبوضا كذا في المحيط و شرط صحة القرض ان ياذن الراهن فان قبض بغير اذن الراهن لم يجز قبضه۔ (مختصراً)
 امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الرهن میں فرمایا قبضہ کے بغیر رہن جائز نہیں، محیط میں یوں ہے، اور قبضہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ راہن اجازت دے اگر راہن کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو اس کا قبضہ جائز نہ ہوا، مختصراً۔ (ت)

راہن کو اختیار ہے کہ بے ادائے دین اپنا قبضہ رکھے۔ عنایہ میں ہے:

ان قبضه المرتهن على هذا الوجه تم العقد ولزم وان لم يقبضه فان الراهن بالخيار بين التسليم
 اگر مرہن نے مرہون پر رہن کی بنا پر قبضہ کر لیا تو عتد تمام اور لازم ہوگا ورنہ راہن کو سوچنے اور نہ سوچنے کا اختیار

۱۰ الاشباه والنظائر الفن الثالث القول في الشرط ادارة القرآن كراچی ۲۲۵/۲

۱۱ العتد آن الكرم ۲۸۳/۲

۱۲ العتدوری كتاب الرهن مطبع مجیدی کا پور ۱۰۰ ص
 ۱۳ الفتاویٰ الہندیہ كتاب الرهن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳۳/۵

وعدمہ۔

ہوگا۔ (ت)

یہاں کہ تمام اشیائے مرہونہ یا قبضہ مستاجران میں تھیں یا قبضہ خود مالک مکان میں اور بعد رہن بھی مالک و مستاجران ہی کا قبضہ رہا تو مرہن کا قبضہ مستحق نہ ہوا اور رہن بے اثر و بے معنی رہا جو کچھ زر کر ایہ عمر و نے وصول کیا محض ناحق تھا اور اصل دین میں مجرا ہو کر صرف باقی زر اصل کا اس کو مطالبہ جائز رہا۔ عقود الدررہ میں ہے:

رهن نريد داسه عند عمر و بدین
ثم اجر عمر و الدار من زید
مدة معلومة باجرة معلومة قبضها من نريد
فلاجرة باطله فليرجع نريد بما دفع
ان لم يكن من جنس الدين وان
كان من جنسه تقع المقاصة۔

زید نے اپنا گھر قرض کے عوض عمر و کے پاس رہن لکھا پھر عمر و نے وہی گھر معین مدت کے لئے معین اجرت کے بدلے میں زید کو بطور اجارہ دے دیا اور زید سے اجرت وصول کر لی تو وہ اجرت باطل ہے۔ زید کو چاہئے کہ جو کچھ اس نے دیا وہ اس سے واپس لے اگر وہ رہن کی جنس سے نہیں ہے۔ اور اگر وہ دین کی جنس سے ہے تو وہ قرض میں مجرا ہوگا۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ خیال قابل تقسیم ہو سکے کہ زید کا کرایہ داروں اور عمر و کا سامنا کر دینا اور ان سب کی اس پر تراضی گویا اس کی مفید ہوتی کہ آج سے عقد اجارہ کہ زید و مستاجران میں تھا تراضی فریقین ملتی ہو کر عمر و و مستاجرین میں باذن زید عقد اجارہ منعقد ہوا اور اسی قدر کو قبضہ مرہن فرض کر لیا جائے تو اب بھی ہماں آتش درکاسہ (وہ سب کچھ کاسہ میں رہا۔ ت) کا مضمون ہوگا مرہن جب باذن راہن شئی مرہون کسی شخص ثالث کو بطور اجارہ دے رہن فوراً باطل ہو جاتا ہے اور اجرت کا مالک خاص راہن قرار پاتا ہے تو مرہن نے جو کچھ لیا غصب تھا دین سے مجرا ہو کر صرف باقی زر اصل کا اسے مطالبہ پہنچے گا اور جائداد اس کی رہن سے نکل گئی باقی لے کر چھوڑنا کیا معنی۔ ہندیہ میں ہے:

لو اجر واحد منهما (اع) من
الراهن والمرتهن باذن

اگر ان دونوں (راہن و مرہن) میں سے کسی
ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون شئی

للعناية على الهداية على ما شق فتح القدير
للعقود الدررية كتاب الرهن

كتاب الرهن مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۹/۷۰
ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۲

صاحبہ اور بغیر اذنیہ ثم اجاز صاحبہ
صحت الاجارة وبطل الرهن فتكون
الاجرة للرهن وكذلك لو استاجره
الرهن صحت الاجارة وبطل الرهن
اذا جدد القبض للاجارة هكذا في
شرح الطحاوی: والله سبحانه و
تعالی اعلم۔

اجرت پر دے دی یا دوسرے کی اجازت کے
بغیر دی پھر دوسرے نے اس کی اجازت
دے دی تو اجارہ صحیح ہو گیا جبکہ رہن باطل
ہو گیا اور اجرت راہن کے لئے ہو گی۔ اور
یونہی اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ پر لے لیا
اجارہ صحیح اور رہن باطل ہو گیا جبکہ اجارہ
کیلئے نیا قبضہ پایا گیا یونہی شرح الطحاوی
میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

مسئلہ از مقام قصبہ بلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سید محمد مجمل حسین صاحب ڈاکٹر
مخدوم و مکرم بندہ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے التماس ہے
کہ میں نے ایک مکان رہن یا قبضہ لیا تین سو روپے پر اور یہ مکان اور مکان ایک ہندو کا ہے
اور اسی شخص نے پھر مجھ سے یہ مکان دکان تین روپے مہینے پر کرائے پر لے لیا ہے معاً
دو سال کی ہے مگر شرط یہ بھی دستاویز مذکور میں ہے کہ اگر اندر دو سال کے مکان دکان نہ چھڑائے
تو رہن نامہ بجائے بیعنامہ کے سمجھا جائے مجھ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ فعل ناجائز ہے براہ بندہ نوازی اس
مسئلہ سے مطلع فرمایا ہے کہ جو کرایہ نامہ میں نے لکھا ہے وہ روپے لوں یا نہ لوں؛ جائز ہے لینا
یا نہیں اور وہ روپیہ کسی غریب یا کسی حاجتمند کو دیا جاسکتا ہے یعنی کسی کام میں یہ روپیہ کرایہ کا صرف ہو سکتا ہے
یا نہیں؛ اگر یہ روپیہ کسی کام میں آسکتا ہے تو خیر، اور اگر کسی کام میں نہیں آسکتا تو اتنے روپیہ کو
کیا کیا جائے یا جس کے یہ روپیہ ملے اسی کو واپس کیا جائے؛ جو اب صاف مرحمت ہو۔ ایک
شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اگر یہ روپیہ ناجائز ہے اور آپ اپنے صرف میں نہیں لاسکتے ہیں تو میں
قرضدار ہوں جس کی ادا میرے امکان سے باہر ہے مجھ کو دے دیجئے کہ میں قرضہ ادا کروں۔

الجواب

سید صاحب سلمہ فی الواقع رہن دخلی بھی سود ہے اور شئی مرہون کا راہن کو کرایہ پر
دینا اور اس سے کرایہ لینا بھی سود ہے اور سود لینا حرام مگر جب کہ وہ شخص ہندو ہے اگر اس
نے کسی مسلمان سے سود لیا ہو تو اس سے یہ رقم نہ بہ نیت سود بلکہ اس نیت سے کہ اس نے

جو ناجائز رقم لی تھی وہ اس مسلمان کی اس پر شرع کی رو سے آتی ہوئی وصول کر کے مستحق کو پہنچاتا ہوں
 لینا جائز ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں میں سود خواری سے نام مشہور ہوگا اور جس طرح
 بُرا کام بُرا ہے بُرا نام بھی پسندیدہ نہیں تو یہ جواز خالص بلا کراہت ہوتا یونہی یہ بھی کہ سود کی
 نیت نہ کی جاتی بلکہ ایک نامسلم غیر ذمی کا مال طریق جائز قانونی سے لے کر اس محتاج مدیون مسلمان
 کی مدد کرتے جو آپ سے استمداد کر رہا ہے اور مساکین مسلمین کے صرف میں لاتے کوئی حرج
 نہ رکھنا غرض ان نیتوں کے ساتھ حرام نہیں بڑے نام کے سبب بچنا چاہتے فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۶۲ از دھاروپور مرحلہ جناب فوجدار خاں صاحب ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

علمائے دین و اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں کہ:

(۱) کسی اہل ہندو کی حقیقت اگرچہ رہن دخلی رکھی جائے اور اس کی مالگزاری سرکاری سال سال
 بموجب بند و بست سرکاری سرکار کو ادا کی جاتے تو اس کا منافع جو کچھ اراضی میں ہوگا
 وہ سود میں شمار کیا جائے گا یا نہیں یا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی اسامی دخلی کار کی اراضی موروثی چند سال معین کے لئے رہن رکھی جائے اور
 اس اراضی مرہونہ کالگان زمین دار کو رہن دار سال بسال ادا کرے تو اس اراضی کے
 کاشت کرنے سے جو کچھ منافع ہوگا اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو

الجواب

(۱) ہندو کی حقیقت رہن دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا کوئی حرج نہیں مگر شرط
 یہ ہے کہ اپنے قرض پر نفع لینے یا سود کی نیت کرے بلکہ یہ کہ ہندو کی رضا مندی سے اس کے مال
 پر قبضہ جائز ہے اور اس مباح سے نفع حاصل کیا جاتا ہے،

فانما الاعمال بالنیات وانما لكل
 امرء ما نوى۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بے شک عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے
 اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے
 نیت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) دخلی کار زمین موروثی کا شرعاً مالک نہیں ہوتا اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی
 زمین دار سے اس کے کاشت کی اجازت لے کر کالگان زمین دار کو تادمت رہن ادا کرتا رہے

صحیح البخاری باب کیف کان بد الوحي الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

اُس کا منافع حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ ذخیل کار کو ہم نے قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصد گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمین دار کی ہے ذخیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے اس میں حکم یکساں ہے خواہ وہ ذخیل کار مسلمان ہو یا ہندو،

اس لئے کہ یہ ملک غیر کار رہن ہے، چنانچہ مالک نے اگر رہن کی اجازت نہ دی اور مرہون زمین میں معین اجرت کے بدلے کاشت کی اجازت دے دی تو یہ اجارہ نافذ ہوگا۔ اور تحقیق رہن اس کی اجازت پر موقوف تھا اور ہر موقوف جب اس پر قطعیت طاری ہو تو وہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس نے رہن کی اجازت دی اگرچہ بطور دلالت ہو تو یہ ایک مدت تک رہن ہوا جو کہ فاسد ہے اور فاسد کا فسخ واجب ہوتا ہے۔ عاقدین میں سے ہر ایک اس کو فسخ کرنے میں مستقل ہوتا ہے کہ جب مالک نے اس کو اجارہ پر دے دیا تو رہن باطل ہو گیا کیونکہ رہن اور اجارہ آپس میں متنافی ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے جیسا کہ مشائخ نے اس کی تصریح فرمائی۔

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت) ردالمحتار میں اس شخص کے بارے میں کہا جس نے کوئی شئی بطور عاریت دی تاکہ آ رہن رکھے۔ حامد یہ میں فتویٰ دیا ہے کہ اگر عاریت کو معین مدت کے ساتھ مقید کیا ہے

لانہ رہن ملک غیرہ فالملک ان لم يقع منه اجازة الرهن واذن لهذا في الزرع بالاجر المعهود فهذه اجازة نافذة وقد كان الرهن موقوفا على اجازته وكل موقوف طرأ عليه بات بطل وان فرض انه اجازة الرهن ولو دلالة فالرهن الحابل فاسد والفسد واجب الفسخ وليستد به كل منهما فلما آجر من هذا بطل الرهن لان الرهن والاجازة متنافيان لا يجتمعان كما صرحوا به، والله تعالى اعلم۔

قال في رد المحتار في مسألة من اعار لي رهن افتى في الحامدية فيما لو قيد العارية بمدة معلومة

ومضت المدة بان للمعير اخذها
 من المستعير قال وبه افتى في الخيرية
 والاسمعية ومثله في فتوى ابن نجيم
 قائلًا ، وليس له مطالبة بالرهن
 قبل مضي المدة فاذا مضت وامتنع
 من خلاصه من المرتهن اجبر عليه اه
 اقول ولا يخالفه ما في الذخيرة
 استعاره ليرهنه بدينه فرهنه
 بمائة الى سنة فلمعير طلبه منه
 وان اعلمه انه يرهنه الى سنة اه
 لان الرهن هنا فاسد لتأجيله كما
 مر وكلامنا في تأجيل العارية تأمل اه
 والله تعالى اعلم۔

اور وہ مدت گزر چکی ہے تو معیر اس کو مستعیر
 سے لے سکتا ہے۔ فرمایا اسی کے ساتھ
 خیر یہ اور اسمعیلیہ میں فتویٰ دیا ہے اور اسی کی
 مثل فتاویٰ ابن نجیم میں ہے کہ معیر کو مدت گزرنے
 سے پہلے رہن کے مطالبہ کا اختیار نہیں اور
 جب مدت گزر جائے اور وہ مرتہن سے عاریت
 والی شئی چھڑانے سے انکاری ہو تو اس پر
 جبر کیا جائے۔ میں کہتا ہوں یہ اس کے مخالف
 نہیں جو کچھ ذخیرہ میں ہے۔ مستعیر نے اس لئے
 عاریت پر لیا کہ وہ اس شئی کو اپنے قرض کے
 بدلے رہن رکھے گا چنانچہ اس نے اس شئی
 کو سو روپے کے بدلے میں ایک سال تک
 کے لئے رہن رکھا تو معیر اس کا مطالبہ کر سکتا

ہے اگرچہ مستعیر نے اسے بتا دیا ہو کہ وہ سال تک رہن رکھے گا کیونکہ رہن یہاں مدت مقرر کرنے
 کی وجہ سے فاسد ہے جیسا کہ گزر گیا۔ اور ہمارا کلام عاریت کی مدد مقرر کرنے میں ہے غور کر ۱۵
 اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۴ از ملک کاٹھیاوارڈ مستولہ حاجی عیسیٰ خان محمد ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ
 (نوٹ) ادھار خرید اور اطمینان کے لئے پاس زیور رہن رکھا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ پھر اگر زیور مرتہن کے پاس تلف ہو جائے تو اگر جنس کے بدلے رہن تھا مثلاً
 نوٹ روپوں کو خرید اور چاندی کا زیور رہن رکھا یا اشرفیوں کو مول لیا اور سونے کا زیور گروی کیا
 جب تو اس کا وزن معتبر ہوگا، اور اگر خلاف جنس کے بدلے رہن تھا مگر نوٹ روپوں کو خرید
 اور سونے کا زیور رہن رکھا یا اشرفیوں کو مول لیا اور چاندی کا زیور گروی کیا تو زیور کی قیمت معتبر ہوگی

لے ردالمحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن دار احياء التراث العربی بیروت ۳۱/۵-۳۳۰

مثلاً نوٹ سو روپے کو مول لیا اور چاندی کا زیور کہ وزن میں سو روپے بھر اور قیمت میں دو سو روپے کا تھا رہن رکھا اور وہ جاتا رہا تو برابر ہو گئے کہ وزن یکساں تھا اور اگر پچاس روپے بھر کا زیور رہن کیا جو قیمت میں سو روپے کا تھا اور تلف ہو گیا تو دین میں سے صرف پچاس ساقط ہونے کے یہاں قیمت میں سو روپے کا تھا رہن رکھا اور وہ ہلاک ہو گیا تو برابر ہو گئے دین ساقط ہو گیا کہ یہاں قیمت کا اعتبار ہے، درمختار میں ہے:

صح رہن الحجرین والمکیل والموزون
فات رہن بخلاف جنسہ هلك
بقیمتہ وهو ظاہر وان بحنسہ
هلك هلك بمثلہ وزنا وکیلا لاقیمتہ
ولا عبیرة بالجودة عند المقابلة
بالجنس ثم ان تساویا فظا هر
وان الدین انرید فالنراشد فی
ذمة الراهن وان الرهن انرید
فالنراشد امانة دسر وصدرا الشریعة
والله سبحانه وتعالی اعلم۔

اور صحیح ہے رہن رکھنا سونے، چاندی اور
کیلی و وزنی چیزوں کا۔ اگر اس نے مذکورہ
چیزوں کو ان کی جنس کے خلاف کے عوض رہن
رکھا اور مرہون ہلاک ہو گیا وہ قیمت کے ساتھ
ہلاک ہوا اور یہ ظاہر ہے۔ اور اگر مذکورہ چیزیں
ان کی جنس کے مقابل رہن رکھیں اور مرہون
ہلاک ہو گیا تو وہ اپنی مثل قرض کے مقابل
ہلاک ہوگا باعتبار وزن یا کیلی کے نہ کہ باعتبار
قیمت کے۔ اور جنس کے ساتھ مقابلہ کے وقت
مرہون کے کھرے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔

پھر اگر قرض اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے، اور اگر قرض زائد ہے تو وہ زائد راہن کے ذمے ہوگا۔ اور
اگر مرہون زائد ہے تو وہ زائد امانت ہوگا، درر وصدرا الشریعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵ حیدرآباد دکن محلہ قاضی پورہ دفتر قادری تفسیر مرسلہ جناب مولوی سید عبد الجبار صاحب
۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر سے زید نے مکان
رہن لیا اور اب زید اس مکان کے کرایہ سے یا خود رہ کر نفع ہونا چاہتا ہے آیا درست و
جائز ہے یا نہیں؟ زید کا بیان ہے کہ کچھ خفیف ترمیم یا آہک پاشی میں اپنی ذات سے
کر لیتا ہوں اس صورت میں کیا انتفاع جائز ہو سکتا ہے؟ بیوا تو جروا۔

الجواب

مذہب کو رہن سے کسی طرح کا انتفاع جائز نہیں نہ رہ کر نہ کرایہ پر، سب حرام اور سود ہے۔
حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كل قرض جر منفعة فهو ربا، رواه
الحارث فی مسنده عن امیر المؤمنین
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت
کیا۔ (ت)

یہاں جو انتفاع ہوتا ہے معروف و معروف و معروف اور مشروط اور مشروط بالاجماع حرام اور وہ یقیناً روپے کے دباؤ سے ہوتا ہے تو یہاں اذن راہن کی صورت متحقق نہیں اگرچہ حیلہ باطلہ کے طور پر اس کا نام کر لیا ہے کہ انتفاع بالاذن کے یہ معنی ہیں کہ نہ اس کی شرط ہونہ اس پر اصرار بلا شرط اگر راہن بطور خود مثلاً کسی وقت سکونت کی اجازت دے تو صرف اس کے اذن کی بنا پر رہنا چاہئے اور اس میں اپنے کو ہر وقت اس کے اذن کا محتاج جانے یہاں تک کہ وہ اس وقت کہہ دے کہ باہر نکل جاؤ تو وہ فوراً بلا عذر چلا جائے یا اس نے اجازت دی اور نہ اسباب لایا ایک قدم دروازے کے اندر اور ایک باہر ہے کہ راہن نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں تو فوراً قدم باہر نکال لے یہ صورت اذن راہن کی ہے مگر حاشا اس کا وجود کہاں بلکہ بالیقین بزور رہتے ہیں اور تا ادا سے دین راہن ہرگز نہیں منع کر سکتا ہے اور منع کرے تو ہرگز نہیں مانتے۔ لاجرم حکم مطلقاً تحریم ہے۔ طحاوی علی الدر المختار پھر رد المحتار میں ہے:

الغالب من احوال الناس انهم انما يريدون
عند الدافع الانتفاع ولولا لما اعطاه
الدم اہم وهذا بمنزلة الشرط لان
المعروف كالمشروط وهو مما يعين
المنع انتهى۔

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ رہن دیتے
وقت نفع حاصل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں گرنہ
وہ قرض کے لئے درہم ہی نہ دیں گے۔ اور
یہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کی
مثل ہوتا ہے اور وہ ممانعت کو متعین کرتا ہے نہ ہی

لے کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶
لے رد المحتار کتاب الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱۱/۵

آہک پاشی وغیرہ کا حیلہ مفید نہیں کہ اگر اسے اجرت ٹھہرائیں تو اول تو رہن و احبارہ دو عقد متنافی ہیں جمع نہیں ہو سکتے اور رہن چھوڑ کر اجارہ مانیں تو اجرت مجہول ہے اور ایسا اجارہ حرام اور عاقدین گنہگار اور دونوں پر اس کا فسخ واجب، اور وہ نہ کریں تو حاکم پر لازم کہ جبراً فسخ کر دے دفعاً للمعصیۃ کما فی الدر المختار وغیرہ (معصیت سے بچتے ہوئے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶ از بھڑوچ مستولہ محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس عمرو نے باغ و زمین گرو رکھا چند عرصہ میں عمرو مع آل اولاد مر گیا اب اس کے باغ و زمین کا واپس لینے والا کوئی نہ رہا وہ باغ و زمین زید ہی کے پاس ہے، اب اگر زید اس باغ و زمین کی آمدنی کے روپے سے خیرات و حج کرے تو از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ باغ و زمین اس کے روپے سے جو اس نے راہن کو دیا تھا زیادہ قیمت کی ہوں جیسا کہ اکثر اشیاء مرہونہ میں یہی ہوتا ہے تو یہ اس سب کا مالک نہیں ہو سکتا بقدر اپنے روپے کے لے سکتا ہے باقی فقراء مسکین کا حصہ ہے جبکہ فی الواقع مالک کا کوئی وارث نہ رہا ہو جس قدر اس کا حصہ ہے اس سے حج کر سکتا ہے اور تصدق سب کا ممکن ہے اپنے حصہ کا باختیار خود اور حصہ فقراء اس طرح کہ وہ انھیں کا مال ہے اور اگر اس کی مالیت اس کے روپے سے کم یا برابر ہو تو اس سب کو اپنے دین میں سے لے سکتا ہے،

علیٰ ما نقل الفتویٰ علیہ فی رد المحتار
ان فی زماننا اخذ حقہ من
خلاف جنسہ لہ
جیسا کہ اس پر فتویٰ منقول ہے۔ رد المحتار
میں ہے کہ ہمارے زمانے میں اس کو
خلاف جنس سے اپنا حق وصول کرنے کا اختیار
ہے۔ (ت)

اُس وقت اُس سے حج و تصدق کا جواز خود ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

رد المحتار کتاب السرقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰/۳
کتاب الحج ۹۵/۴ و کتاب المحظور والاباحۃ فصل فی البیع ۲۵۱/۴

مسئلہ از قصیدہ دوکانہ خاص پارٹ ہم ضلع مین پوری مرسلہ حکیم ظہور الدین صاحب
۱۷ ربیع الآخر - ۱۳۱۵ھ

جناب فضیلت مآب فیض اکتساب دام اقبالکم، بعد سلام علیکم آنکہ مشرودہ صحیحہ صحتوری مزاج کا
دام دعاگو اور جواب باصواب کا آپ کے اسلامی معاملات شہرہ و یکتائے آفاق ہے غمخیز مثل
ماہی بے آب ہوں۔

یہ مسئلہ بذریعہ سوال مندرجہ صدر کے بجواب مندرجہ تحت کہ جس کے نقل منسلک ہذا ہے
آنجناب نے عرصہ گزرا کہ حل فرمایا تھا تو ۴ بسوہ ۳ بسوہ ۱۳ سو ۱۶ سو ۱۳ سو اور دوثلث کچھ مال غصب
اس وقت معاق تھا کہ بعدہ جس کا دعویٰ ورثائے شخص کو ثالث نے باستحقاق مستحقہ مجوزہ عدالت
بابت دخیلیابی یا نفکاک الرہن وزیر عدالت کہ جو ۱۳ مئی ۱۸۹۱ء کو بعارض تہادی قانون انگریزی
ڈسمس ہوا تو اب جو وراثہ راہنہ کو جو ۱۶ سو ۱۳ سو اور ایک ثلث کچھ مال اور منجملہ پانچ بسوہ
رہن کردہ مذکورہ کی پانچے ہیں اس ۴ بسوہ ۱۶ سو اور دوثلث کچھ مال ملکیت مال معاق کو نفک الرہن
کرادیں تو اب بھی ہو سکتا ہے یا کہ بوجہ اس کے ورثائے شخص ثالث مستحقہ کا دعویٰ ڈسمس ہونے سے
قائم مقام مرہن شرعاً مالک اصل ہو گیا اور ورثہ راہنہ غاصبہ کو نفکاک الرہن کا کوئی حق باقی نہ رہا
اور اگر شرعاً استحقاق ہے تو اب بصورت استحقاق ورثہ راہنہ نفک الرہن کرادیں تو اصل مالک
یہ بھی رہے گی یا کہ ورثائے شخص ثالث کو استحقاق پھر بھی ورثہ راہنہ پر پہنچانے کا رہے گا یا
کہ کوئی حق ورثائے ثالث کا اب بوجہ اس کے اس کا دعویٰ ڈسمس ہو چکا ہے نہیں رہا امید
کہ جیسی صورت شرعاً ہو بجواب مفصل صاف صاف بوالہ کتب بواسطے خدا اور رسول جو اباً ارقام
فرما کر معزز ممتاز فرمائیں، والسلام

الجواب

اٹھارہواں سال ہے کہ ذی القعدہ ۱۳۱۳ھ میں یہ مسئلہ یہاں سے لکھا گیا وہی جواب
اس کا اب بھی ہے جو جب تھا حق انفکاک و ارثان راہنہ کو ہے ادا دین مرہن راہنہ ہی کے
تذکرہ سے ہو گا جزو معاق کی نسبت اگر ثابت یا وارثان راہنہ کو معلوم ہے کہ وہ شخص ثالث کا ہے
تو ان پر فرض ہے کہ بعد انفکاک و ارثان ثالث کو پہنچادیں شرع مطہر میں تہادی سے حق نہیں
جاتا، جوہرہ نیرہ کتاب الطلاق باب اللعان، پھر اشباہ والنظائر فن ثانی کتاب القضا
والشہادت والدعاوی میں ہے:

الحق لا يسقط بتقادم الزمان
 قذفا او قصاصا او لعانا او
 حقا لعبدية
 حق زیادہ زمانہ گزر جانے کے سبب سے ساقط
 نہیں ہوتا چاہے قذف ہو یا قصاص ہو یا
 لعان ہو یا حق عبد ہو۔ (ت)

اور اگر نہ ان کو معلوم نہ کوئی ثبوت تو وہ جُز بھی ملک راہنہ سمجھا جائے گا جو اس پر قبضہ تھی
 اور جس نے بدعوی مالکانہ اس کو رہن کیا لان القبض دليل الملك (کیونکہ قبضہ ملکیت کی
 دلیل ہے۔ ت) اس صورت میں وہ خود وارثان راہنہ کا ہے بہر حال وارثان مرہن کا کسی طرح
 نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از لکھنؤ نئی سڑک جو بازار نچاس مرسلہ حاجی قدرت اللہ خاں تاجر حفت پاپوش
 ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

استفتاء مزید (یعنی نسبت مسئلہ آمدہ از کانپور ۳ صفر ۱۳۲۶ھ)
 واقعات مندرجہ استفتاء سابق میں لکھا ہے (بعد اس زمین کے راہن نے کرایہ داروں
 سے کہہ دیا کہ کرایہ عسرو مرہن کو دیا کریں) اس کی نسبت عمر و مرہن نے ظاہر کیا ہے کہ صحیح
 واقعہ اس طرح ہے کہ بر بنائے شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد راہن نے کرایہ داروں سے
 کہا کہ کرایہ عسرو مرہن کو دیا کریں، اگر یہ صحیح واقعہ استفتاء میں تحریر ہوتا تو فتویٰ یہ ہوتا کہ
 شرعاً بیع صحیح ہو گئی اور کرایہ وصول شدہ ملک مرہن ہے۔ لہذا حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی
 کی خدمت والا میں بکمال ادب گزارش ہے کہ عبارت استفتاء منسلکہ (بعد اس رہن کے
 راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ مرہن کو دیا کریں) عبارت صحیح یہ ہے کہ (بر بنائے
 شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد کرایہ داروں سے راہن نے کہہ دیا کہ کرایہ مرہن کو دیا کریں)
 پس اس تصحیح واقعہ و تبدیل عبارت کے بعد احکام مندرجہ فتویٰ میں کیا تبدیلی ہوگی، اور کیا
 اس صورت میں جائداد بیع ہو جائے گی اور کرایہ وصول شدہ ملک مرہن ہوگا، بلا حنظہ حالات
 مندرجہ استفتاء سابق و تصحیح واقعہ مندرجہ استفتاء مزید لہذا و فتویٰ منسلکہ جواب
 بحوالہ کتب عطا ہو۔

لہ الاشبہاء والنظائر بحوالہ الجوزہ الزیہ، الفن الثانی، کتاب القصار والشہادۃ، ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۵۲

دینہ کاملاً فبقیٰ له المنفعة فیکون
ربا و هذا امر عظیم

اجازت دینا سود کی اجازت ہے کیونکہ وہ اپنا
قرض مکمل وصول کرتا ہے تو اس کے لئے رافع

باقی رہا جو کہ سود ہو گیا اور یہ امر عظیم ہے۔ (ت)

اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ فضل ربا نہیں بلکہ فضل مستحق بالعقد اور یہ جبکہ پیش از میعاد و وقت
قرارداد ہے مستحق بالعقد نہیں اور پھر اسی تبنیہ کی ضرورت ہوتی کہ:

المعہود عنہ فانا كالمشروط لفظاً

جو عرف میں معہود ہو وہ لفظوں میں مشروط کی
مثل ہے۔ (ت)

غرض اس عبارت سابقہ میں متعدد اوہام اور اس کے دفع کی مونت تھی اب کہ سوال میں
آپ کی تصریح ہو گئی کہ حسبِ قرارداد و بعد مرور میعاد اسی شرط کی بنا پر راہن نے یہ اجازت دی
سب مونتیں اٹھ گئیں اور خود ہی ظاہر ہو گیا کہ یہ اجازت اسی شرط باطل پر مبنی تھی اور باطل پر جو کچھ
مبنی ہو باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما بال رجال یشرطون شروطاً لیست

فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی

کتاب اللہ فهو باطل ان کان مائة

شرطاً فقضاء اللہ احق و شرط اللہ

اوثق۔ رواہ الشیخان عن ام المومنین

رضی اللہ عنہا۔

تو اس تبدیل سے احکام فتوائے سابقہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ اور ان کی تائید و توكید ہو گئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں

جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ

میں نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں پس

اللہ کا فیصلہ زیادہ حق والا ہے اور اللہ کی شرط

زیادہ مضبوط ہے۔ اس کو شیخین نے ام المومنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

۱۔ ردالمحتار بحوالہ عبد اللہ ابن محمد بن اسلم السمرقندی کتاب الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۰

۲۔ الاشباہ والنظائر الفتن الاول القاعدة السادسة ادارة القرآن کراچی ۱/۱۳۱

۳۔ صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاہ۔ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۴

صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان الولاہ لمن عتق " " " " ۱/۴۹۴

مسئلہ ۶۹ از مقام مذکور ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بعد تعظیم گزارش ہے کہ قبل اس کے دو عریضے خدمت اقدس میں روانہ کئے ہیں مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی افسر مدرس مدرسہ ندوہ کی رائے یہ معلوم ہوتی کہ وہ منافع جائیداد مرہونہ ملک مرتن بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالمگیری میں ایک جرتیہ موجود ہے، الا ان یا ذن الہن (مگر یہ کہ راہن اجازت دے دے۔ ت) براہ دستگیری عاجزان اس کے متعلق جو تحقیق صحیح حضور والا کی رائے میں ہو اس سے آگاہ فرما کے سرفرازی بخشی جاتے بعید بندہ نوازی سے نہ ہوگا، زیادہ عداوب۔ عریضہ قدرت اللہ خاں از لکھنؤ نئی سڑک جوتا بازار۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ! آج چوتھا روز ہے جواب فتویٰ حاضر کر چکا ہوں، غالباً اس کے وصول سے پہلے آپ نے یہ کارڈ لکھا۔ اس فتویٰ میں اس وہم کے تین رد موجود ہیں:

(۱) یہاں رہن ہی نہیں محض قرض ہے اور قرض پر نفع سود اور سود کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہو سکتا۔

(۲) اگر رہن بھی مانئے تو اجازت راہن جسے شرع اجازت مانتی ہے یہاں عنقا ہے ہرگز محض اسکی اجازت بوجہ احسان و تبرع کے طور پر نفع نہیں لیتے بلکہ دین کے دباؤ سے جس پر اس مرتن کار راہن کو دوبارہ کرایہ نوٹس دینا شاہد ہے احسان وغیرہ پر نوٹس نہیں ہوتا لاجرم اسے اپنا حق سمجھا اور بالجبر حاصل کرنا چاہا پھر اجازت سے ہونا کیسا۔

(۳) ان سب سے قطع نظر ہو تو جب سائل نے تصریح کر دی کہ یہ اجازت بعد انقضائے میعاد بر بنائے قرار داد تھی تو قطعاً نفع کی شرط ہوگئی اور دین پر جو نفع شرط کر لیا جائے بالاجماع ربا و حرام قطعی ہے اسے بر اجازت راہن لینا نہیں کہہ سکتے بلکہ معاہدہ فاسدہ محرمہ۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی

بلندی و عظمت والے رب کی توفیق کے بغیر

نہ تو بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی

قوت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا

ہے۔ (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور محلکہ زینہ عنایت خاں مرسلہ حامد علی خاں صاحب

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین از روئے شرع مبین اندر میں مسئلہ کہ زید بیک کا مقروض ہے بکرنے زید پر عدالت میں دعویٰ دائر کر کے عدالت سے اپنے وصول کر لینے قرضہ کی ڈگری حاصل کی ہے زید کو ایک جائداد متروکہ عمر و اپنے مورث اعلیٰ سے منجملہ ۱۶ سهام کے ۶ سهام شرعاً پہنچی جائداد متروکہ عمر و اس کی حیات سے منجانب عمر و ایک شخص کے پاس رہن دہلی ہے اور کوئی جائداد زید کی سوائے سهام مذکورہ نہیں ہے جس سے وصول ڈگری ہو سکے اندر میں صورت بکرتی حصہ مرہونہ زید بہ تحفظ حق مرہنی بکر عدالت سے نیلام کر اگر زر ڈگری اپنا وصول کرنے کا مختار ہے یا نہیں اگر شے مرہونہ مذکورہ شرعاً بغیر انفکاک نیلام نہیں ہو سکتی اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ بکر اپنا زر ڈگری زید سے وصول کر سکے بکر مجبوراً اکل زر رہن یا فتنی مرہن قابض عدالت میں داخل کر کے اور انفکاک کر کے حق و حصہ زید جائداد مذکورہ سے نیلام کرادے اور بصورت مذکورہ بکر زر رہن ادا کر وہ خود کو دے کر بکر حصہ داران شرکاء زید سے شرعاً وصول کرنے کا مختار ہو گا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائداد گاؤں ہے اور اس کی زمین زمانہ عمر و سے مزارعوں کو اٹھی ہوتی ہے وہ اس پر بدستور قابض رہے ان سے زمین نکالی نہ گئی اور اسی حالت پر وہ گاؤں ایک شخص کے پاس دہلی رکھ دیا اور واقعی یہاں پر یہی معمول ہے یوں ہی کرتے ہیں اجارہ مقدم ہوتا ہے رہن مؤخر بلا تخلیہ مزارعین ہرگز نہ زمین سے دست بردار ہوتے ہیں نہ اپنا عقد فسخ کرتے ہیں بلکہ اسی مقبوض فی اجارہ کو محض زبانی و کاغذی باتوں سے معاً مقبوض فی رہن تصور کر لیا جاتا ہے حالانکہ شے واحد پر وقت واحد میں دو قبضہ مختلف وارد نہیں ہو سکتے تو حقیقتہً رہن بے قبضہ و بے اثر رہتا ہے اگرچہ براہ نادانی اسے زمین پر قبضہ ہونا سمجھیں اور رہن حسی کہیں اعتبار حقائق کا ہے نہ مزعومات عوام کا، لہذا اس صورت میں اصل حکم شرعی یہ ہے رہن سرے سے جائز ہی نہیں، نہ مرہن کو جائداد میں کوئی حق ہے اور قرض خواہوں پر مقدم ہو حاکم زید کو حکم دے کہ اپنے سهام بیع کر ڈگری ادا کرے اگر وہ مانے حاکم نیلام کرے اور حق مرہنی کوئی نہیں جس کا تحفظ کیا جائے۔ فتاویٰ خیر میں ہے:

الواجب فی ذلک شرعاً النظر فی اس میں شرعی طور پر واجب یہ ہے کہ دونوں

كلا العقدين (الرهن والاجارة)
 فان كانت البیت مقبوضا
 فی الرهن دون الاجارة
 اعتبروكا المرتهن احق
 بمالیتته من المستاجر ومن
 سائر غرماء المیت وان كانت
 مقبوضا فی الاجارة دون
 الرهن كانت المستاجر (ای الذی
 عجل الاجرة) احق من المرتهن
 ومن سائر الغرماء (حتى لیستوفی الاجرة
 المعجلة اھ در) وان خلا العقدان
 عن القبض كان جمیع الغرماء اسوة
 فیہ یتقاسمونه بقدر حقوقهم وان
 اتصل بكل منهما قبض فالعبرة
 للاسبق تاریخا منهما ما لم یجز صاحب
 القبض العقد المتأخر لانفساخ
 السابق بالاجارة منه للعقد اللاحق
 وكل هذه الاحكام صرح بها
 علمائنا الاعلام اھ مختصرا
 موضعا بزیادة ما بین
 الاهلة۔

عقدوں یعنی رہن و اجارہ میں نظر کی جائے۔
 اگر اس گھر پر قبضہ بطور رہن ہے نہ کہ بطور اجارہ
 تو وہ معتبر ہوگا اور مرتهن مرہون کی مالیت کا
 مستاجر اور میت کے دیگر قرضخواہوں سے
 بڑھ کر حقدار ہوگا، اور اگر قبضہ بطور اجارہ ہے
 نہ کہ بطور رہن تو کرایہ دار (جس نے پیشگی کرایہ
 ادا کر دیا ہے) مرتهن اور دیگر قرضخواہوں سے
 بڑھ کر مرہون کی مالیت کا حقدار ہوگا (یہاں
 تک کہ وہ پیشگی ادا کیا ہوا کرایہ پورا وصول
 کر لے اھ در) اور اگر دونوں عقد قبضہ سے
 خالی ہوں تو تمام قرضخواہ اس میں برابر ہونگے
 جو اپنے اپنے حقوق کے مطابق اس کو تقسیم
 کریں گے۔ اور اگر دونوں عقدوں میں سے
 ہر ایک کے ساتھ قبضہ متصل ہے تو جو قبضہ
 تاریخ میں مقدم ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا
 جب تک سابق قبضہ والا بعد والے عقد
 کی اجازت نہ دے دے کیونکہ اس کی طرف
 بعد والے عقد کی اجازت کے باعث پہلا
 عقد فسخ ہو جائے گا۔ ان تمام احکام کی ہمارے
 علماء کبار نے ایسی تصریح فرمائی جو مختصر مگر چاند
 سے بڑھ کر واضح ہے۔ (ت)

اور اس کے سوا یہاں ایک اور نکتہ ہے رہن تو شرع میں نہیں ہوتا مگر حنفی،
 قال تعالیٰ فرهن مقبوضۃ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو رہن قبضہ میں کیا ہوا۔ ت)

لہ الفتاویٰ الخیریۃ کتاب الرهن دارالمعرفۃ بیروت ۱۹۲/۲ و ۱۹۳
 لہ القرآن الکریم ۲۸۳/۲

مگر عوام جسے رہنِ دخلی کہتے ہیں جس میں مرہون سے مرہن کا انتفاع شرط ہوتا ہے جیسے مکان رہن میں اس کا رہنا یا دیہہ رہن کی توفیر لینا یہ قطعاً سود اور محض حرام اور مردود ہے کماحقہ نقاشہ فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کر دی۔ ت) حدیث میں ہے :
 كل قرض جر منفعة فهو ربا
 جو ترض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)

جواہر الفتاویٰ میں ہے :

اذا كانت مشروطاً صار قرضاً فیہ منفعة فهو ربا
 جب شرط لگا دی گئی تو یہ ایسا قرض ہو گیا جس میں منفعت ہے اور وہ سود ہے (ت)

اور از آنجا کہ مزارعوں سے عقد کرنے والا راہن ہی ہوا،

لانه العاقد والمنافع انما تتقوم بالعقد۔
 کیونکہ عقد کرنے والا راہن ہے اور منافع عقد کے ساتھ قائم ہوتے ہیں (ت)

تنویر میں ہے :

ما هو بدل عن المنفعة كالکسب و الاجرة يكون للراهن
 جو منفعت کا بدل ہے جیسے کسب و اجرت وہ راہن کا ہے۔ (ت)

تو راہن نے مرہن نے اتنی توفیر پائی کہ اُس کے تمام و کمال دین کے برابر یا زائد تھی اور دین و توفیر ایک جنس ہوں مثلاً روپے قرض دئے تھے اور مزارعوں پر کبھی لگان میں روپیہ ہی دیا ہے نہ بٹائی تو مرہن نے اپنا دین وصول پا لیا اور وہ چاہے یا نہ چاہے مقاصد ہو گیا یعنی یہ توفیر کہ اس نے لی غصباً لی تو اس قدر راہن کا دین مرہن پر لازم ہوا اور جبکہ یہ اس مقدار کو پہنچ گیا تھا جتنا اس کا دین راہن پر تھا دونوں کا معاوضہ ہوا اتنی توفیر کا تاوان مرہن پر سے جاتا رہا اور مرہن کا دین راہن پر سے اتر گیا اور جائداد مرہن سے نکل گئی اب اسے اس پر کوئی حق و مطالبہ باقی نہیں ہے ڈگری دار بلا مزاحمت اپنا حصہ زید سے وصول کرے اشباہ والنظائر

۱۔ کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

۲۔ رد المحتار بحوالہ الجواہر الفتاویٰ کتاب الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱۰/۵

۳۔ الدر المختار شرح تنویر الابصار فصل فی مسائل متفرقة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۴/۲

خود مرہن ہے تو بعد کی توفیر کا یہ خود ہی مالک ہوگا ،
 لما قد منان المنافع في الاجارة وتتقوم
 الا بالعقد فلا يملكها الا العاقد
 كائنا من كان .
 ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ منافع کا قیام عقد کے
 ساتھ ہی ہوتا ہے لہذا سوائے عاقد کے
 چاہے وہ کوئی ہو مکان کا مالک نہیں
 ہوتا۔ (ت)

اگرچہ بوجہ ربا ملک خبیث و حرام ہے اور اس پر فرض ہے کہ یہ توفیر مالکان جائداد کو دے اور
 یہی بہتر ہے یا تصدق کر دے کہا حقیقناہ فی فتاویٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں
 اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر از انجا کہ ملک حرام ہے اور اولیٰ یہی ہے کہ مالکوں کو دے
 تو مرہن کے لئے خیر ہی ہے کہ بعد موت راہن بھی اگر توفیر بقدر دین وصول ہوگئی جائداد سے
 دست بردار ہو۔ یونہی توفیر اگر روپیہ نہ تھی بلکہ بٹائی ہے تو اس کا غلہ بھی اگر موت راہن تک
 یا اس کے بعد آج تک اتنا وصول ہو گیا کہ بازار کے بھاؤ سے اس کی قیمت دین کے برابر ہو جب بھی
 اس کے لئے بہتر ہی ہے کہ اپنا دین وصول سمجھے اور جائداد چھوڑ دے بلکہ جتنا روپیہ یا غلہ دین سے
 زائد آیا ہو مالکان جائداد کو واپس دے۔ عقود الدریہ میں ہے :

مرہن نے جو کچھ قبضہ میں لیا ہے وہ مالک کو
 لوٹا دے وہی اولیٰ ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ
 مقرر شدہ بدل مالک کے لئے لازم ہوگا یا
 عاقد کیلئے فرمایا عاقد کیلئے مگر وہ اس کیلئے اچھا نہیں بلکہ
 وہ مالک کو لوٹا دے۔ (ت)

یود ما قبض علی المالی و هو الاولی
 ثم سئل ایلزم المستی للمالی
 ام للعاقد فقال للعاقد ولا یطیب
 له بل یردہ علی المالی

مرہن نے راہن کی اجازت کے بغیر مرہن کو
 اجارہ پر دے دیا تو آمدن مرہن کے لئے ہوگی
 تو وہ غاصب کی طرح اس کو صدقہ کرے یا
 مالک کو لوٹا دے۔ (ت)

وجیز کردری وغز العیون میں ہے :

أجر المرہن الرهن من اجنبی بلا اجازة
 الراهن فالغلة للمرہن ویصدق
 بہا كالغاصب او یردہا علی المالی

لے العقود الدریہ کتاب الاجارة ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۱۰/۲
 لے غز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الرهن ادارة القرآن کراچی ۱۱۲-۱۳/۲

خیر یہ میں ہے،

والثانی افضل لخروجہ من الخلافۃ
اختلاف سے نکلنے کے لئے دوسری صورت
افضل ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہاں رہن تسلیم کر لیں ورنہ ہم ثابت کر چکے کہ سرے سے رہن جائز ہی نہیں بہر حال ان صورتوں میں مرہن کو کوئی مزاحمت پہنچتی ہی نہیں اور اگر ابنائے زمانہ اسے نہ مانیں نہ مجوزین سے اس تجویز کی امید ہو کہ مدت سے نہ صرف کفار بلکہ دنیا بھر کے عامہ حکام نے اپنے تراشیدہ قوانین باطلہ کے آگے شرع مطہر کے احکام حقہ عادلہ کو منسوخ سمجھ رکھا ہے تو بیکر فقط اتنا دین کہ حصہ زید پر ہے ادا کر کے اتنا استخلاص کرالے اور اگر یہ ناممکن ہو جب تک کل دین ادا نہ کیا جائے تو مرہن کا سارا مطالبہ ادا کر کے جمیع جائیداد رہن سے چھڑا کر اپنا دین حصہ زید سے وصول کرے اور جو کچھ اس میں سے مرہن کو دینا پڑے وہ تمام و کمال ورنہ بارے و سے وصول کرے کہ جو شخص دوسرے کا دین بے اُس کے کہ بطور خود ادا کرے وہ اُس وقت متبرع ٹھہرتا ہے کہ اس کی ادا میں مضطر نہ ہو اور جسے بے اس کے چارہ کار نہ ہو وہ متبرع نہیں اور اُسے اصل دیون سے وصول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور اپنے حق تک بے اس کے نہ پہنچ سکتے کی بھی صورت اضطرار ہے جیسا کہ یہاں ہے۔ درمختار میں ہے،

اشتری اثنان شینذ وغاب واحد منہما
فلحاضر دفع کل ثمنہ و یجبر
البائع علی قبول الكل و دفع الكل للحاضر
ولہ قبضہ و جسہ عن شریکہ
اذا حضر حق ینقد شریکہ الثمن
دو شخصوں نے مل کر کوئی چیز خریدی پھر ان میں سے
ایک غائب ہو گیا، تو جو حاضر ہے اس کیلئے
جائز ہے کہ وہ کل ثمن ادا کرے اور بائع کو
کل ثمن وصول کرنے اور کل بیع حاضر مشتری
کے حوالے کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور

حاضر مشتری کو حق حاصل ہے کہ وہ بیع کو اپنے قبضہ میں لے کر دوسرے شریک سے روک
رکھے یہاں تک کہ وہ شریک سے اس کے ثمن وصول کرے۔ (ت)
ردالمختار میں ہے:

لے الفتاویٰ الخیریۃ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲ ۱۲۵
لے الدر المختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتہبی دہلی ۲/۵۱

ماتن کا قول کہ دونوں میں سے ایک غائب ہو جائے
یہ قید اس لئے لگائی کہ اگر وہ حاضر ہو تو کل ثمن
ادا کرنے والا بالاتفاق متبرع ہوگا کیونکہ وہ
کل ثمنوں کی ادائیگی پر مجبور نہیں۔ اس لئے کہ
قاضی کے پاس مخصوص کر کے وہ اپنے حصے کے
ثمن دے کر اپنے حصے کا طبع حاصل کر سکتا
ہے، فتح۔ (ت)

قوله غاب واحد منهما قيد به لانه
لو كان حاضرا يكون متبرعا بالاجتماع
لانه لا يكون مضطرا في ايفاء الكل اذ يمكنه
ان يخاصمه الى القاضي في ان ينقده
حصته وليقبض نصيبه فتح به

در مختار میں ہے :

رهن الاب من مال طفله شيئا بدين
على نفسه جاز ولو ادرك الابن و
مات الاب ليس للابن اخذاه قبل
قضاء الدين ويرجع الابن في مال
الاب ان كان مرهنا لنفسه لانه
مضطر كمعير الرهن به

باپ نے اپنے ذاتی قرض کے عوض اپنے بیٹے
کی کوئی چیز رهن رکھ دی تو جائز ہے اگر
بیٹا بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا ہے تو قرض کی
ادائیگی سے پہلے بیٹا مر ہون کو لینے کا حقدار
نہیں۔ وہ بیٹا باپ کے مال میں رجوع کرے گا
اگر باپ نے وہ چیز اپنی ذات کے لئے رهن رکھی
ہو کیونکہ بیٹا اس میں مجبور ہے جیسے رهن کو
عاریت پر دینے والا۔ (ت)

ردالمحتار سلم معیر میں ہے :

لانه يريد بذلك تخلص ملكه فهو
مضطر اليه به

کیونکہ اس عمل سے اس کا مقصد اپنی
ملکیت کی خلاصی کرانا ہے چنانچہ وہ اس
میں مجبور ہے۔ (ت)

اور شرعاً اگرچہ یہ مرہن مرہن نہ ہو یا اس کا دین بتمامہ توفیر سے ادا ہو گیا جس کے سبب

- ۱۔ ردالمختار کتاب البيوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱۷
۲۔ الدر المختار کتاب الرهن مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۶۳
۳۔ ردالمختار کتاب الرهن باب التصرف في الرهن الز دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۳۱

اُس کا مطالبہ شرعاً باطل ہو مگر قانونِ زمانہ کے اعتبار سے اسے بے اس کے دیئے اپنے حق تک وصول ناممکن ہے تو ادا میں مضطر ہوا اور رجوع کا اختیار ملا۔ غرض مدارِ کار اضطرار پر ہے نہ اس مطالبہ کے حق ہونے پر، درمختار میں ہے؛

یونہی شاہی ٹیکسوں کی کفالت صحیح ہے اگرچہ وہ ناحق ہوں جیسے ہمارے زمانے میں مظالم سلطانیہ کیونکہ وہ مطالبہ میں قرضوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی برتر ہیں یہاں تک کہ اگر مزارع سے وہ مظالم وصول کئے گئے تو وہ زمین کے مالک کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)

وَكذالتواثب ولو بغير حق كجبايات
نرماننا فانها في المطالبة كالديون
بل فوقها حتى لو اخذت من الاكاس
فله الرجوع على مالك الارض وعليه
الفتوى.

ردالمحتار میں ہے :

قنیہ کی کتاب الاجارات کے احسن میں ہے
ظہیر الدین مرغینانی وغیرہ نے ظاہر کیا ہے کہ
اگر کرایہ دار سے مروج ٹیکس جو کہ گھر اور دکانوں
پر عائد ہے وصول کیا گیا تو وہ آجر کی طرف
رجوع کرے گا۔ اور فتویٰ اسی پر ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

في اخراجات القنية برمز ظهير الدين
المرغيناني وغيره المستأجر اذا اخذ
منه الجباية الراتبه على الدور
والمحوانيت يوجع على الأجر وكذا الاكاس
في الارض وعليه الفتوى. والله تعالى
اعلم.

۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

مسئولہ ظہور الدین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) اگر ایک مسلمان کچھ زیور دوسرے مسلمان کے پاس لے کر گیا اور اس سے کچھ روپیہ قرض
لیا اور زیور اپنا اس کے پاس روپیہ کی ضمانت میں رکھ دیا جس مسلمان کے پاس زیور رکھا گیا ہے
وہ زیور کا حق حفاظت یا کرایہ حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

۶۶/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الکفالة

لہ الدر المختار

۲۸۲/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

۶

ردالمحتار

زیور جس کے پاس رکھا گیا وہ بندۂ خدا سُود سے بچنا چاہتا ہے اور اس طرح سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس کچھ روپیہ لینے گیا اور اس روپیہ کی ضمانت میں ایک دستاویز لکھا جس میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اس روپیہ کی ضمانت میں تحریر کی اب جس مسلمان نے کہ روپیہ دوسرے مسلمان کو دیا اور اس جائداد کی حفاظت کرنے کا روپیہ مانگتا ہے لہذا اس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

مکڑیہ ہے کہ یہ سنا ہے کہ حضور نے رہنِ دخلی کی کوئی ایسی صورت نکالی ہے جو جائز ہے امید کہ اس سے بھی مطلع فرمایا جاوے گا۔

(۳) مکڑیہ کہ شرعی طور پر ایسی کون کون سی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ جن سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے یا غیر قوم سے روپیہ کالین دین کر سکیں اور فائدہ بھی اٹھا سکیں، امید کہ ایک یا دو صورتیں تحریر فرمادی جائیں جو حسب تصریح فقہائے کرام ثابت یا حدیثِ نبوی میں واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا، فقط۔

الجواب

(۱) زیور کہ روپیہ کی ضمانت میں دیا گیا اس کے معنی بعینہ رہن رکھنے کے ہیں اور رہن کی حفاظت ذمہ مرہن ہے کہ وہ اسی کے حق میں مجبوس ہے اس پر اجرت لینے کے کوئی معنی نہیں اگر لے گا خالص سُود ہوگا، یہ نفع جائز نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائداد ضمانت میں دینا یہاں دو طریقے پر رائج ہے، ایک یہ کہ جائداد مالک ہی کے پاس رہتی ہے اور وہ دائن کو لکھ دیتا ہے کہ یہ میں نے تیرے دین میں منقول کی اسے کفالت یا استغراق کہتے ہیں یہ شرعاً محض باطل و مہمل ہے، نہ اس میں کسی حق حفاظت کا وہم ہو سکتا ہے کہ جائداد مرہن کے قبضے میں دی نہیں جاتی۔ دوسری صورت رہنِ دخلی کی ہے وہ خود ہی حرام و سُود ہے۔ تیسری صورت جو شرعی ہے اور یہاں جاری نہیں وہ یہ کہ جائداد مرہن کے قبضے میں دی جائے اور مرہن صرف اُس پر قبضہ رکھے کسی طرح کا نفع اس سے حاصل نہ کرے، یہ صورت جائز اور یہی رہنِ شرعی ہے اور اس کی حفاظت کا وہی حکم ہے جو جوابِ اول میں گزرا کہ اُس پر کچھ لینا محض سُود اور حرام قطعی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) رہنِ دخلی کے جواز کی یہاں کوئی شکل نہیں، نہ میں نے نکالی ہے نہ کوئی نکال سکتا ہے اُس کے

جواز کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اپنا مکان رہن رکھا اور کوئی شرط اُس کی سکونت کی قرار نہ پائی، پھر زید نے محض اپنی خوشی سے صرف بطور احسان اُسے سکونت کی اجازت دی اور وہ اُس کی اجازت ہی کی بنا پر اس میں رہنا چاہتا ہے، نہ اُس پر اصرار کرے گا نہ قرض کا بار ڈالے گا یہاں تک کہ اگر اس نے اجازت دی اور یہ مکان میں رہنے کو آیا ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر ہے کہ اس نے کہا اب میں اجازت نہیں دیتا تو فوراً پاؤں باہر نکال لے ایسا رہنا ہو تو ممکن ہے مگر کیا یہاں ایسی صورت کا احتمال ہے، حاشا ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۴۵۔ مسئلہ محمد سبحان از موضع پورا کوٹھی ڈاکخانہ شمشیر نگر ضلع گیا

۱۶ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں مسلمانوں کی رائے ہے کہ شاہراہ بیچ بستی کے جو عام لوگ کو فائدہ پہنچ سکے ایک کنواں بچتہ تیار کریں اور قیمت چسرم قربانی کا اُس میں خرچ کریں کیونکہ اس بستی میں ایک شخص کو کسی کو لیاقت نہیں جو ایک آدمی کنواں بندھوا سکے پانی پینے کی از حد تکلیف ہے ایسی حالت میں قیمت چسرم قربانی کنویں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

(۲) ہم نے ایک بیگمہ کھیت گرویں مبلغ پچاس روپے اس شرط پر دے کر لیا کہ تا ادا رائے روپیہ ہم نے اُس کھیت کو آباد کیا اور اس کی مالگزاری لگان وغیرہ ہر سال ادا کرتے گئے اور پیداوار اُس کی اپنے مصرف میں لائے اس طور کا کھیت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) قربانی کی کھال ہر نیک ثواب کے کام میں صرف ہو سکتی ہے حدیث میں ہے،

كلوا وادخروا واتجروا
کھاؤ، ذخیرہ کرو اور کارِ ثواب میں حشرچ کرو۔ (د)

ہاں جس نے دام حاصل کرنے کے لئے بیچی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ دام فقیروں ہی کو دے۔ حدیث میں ہے،

من باع حبلہ اضحیۃ
جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی

۱۔ مسند احمد بن حنبل حدیث نبیۃ الہذلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۶-۵،

لا اضحية له - والله تعالى اعلم - اس کی قربانی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
 (۲) کاشت کار کھیت کا مالک نہیں ہوتا، نہ اُسے بے اجازت زمین دار رہن کرنے کا اختیار
 اور یہاں اگر زمیندار بھی اجازت دے گا تو نہ اس طرح کہ کھیت معطل ہے اور اس کی
 لگان نہ ملے بلکہ یونہی کہ کھیت تم جو تو اور لگان ادا کرو، یہ اجارہ ہو گا نہ کہ رہن، اس صورت
 میں اُس نے جو روپیہ اس کاشتکار کو دیا وہ اس کے ذمہ رہا اور کھیت کا مستاجر اس کی جگہ یہ
 ہو گیا اُسے کھیت سے کوئی تعلق نہ رہا، زمیندار کو اختیار ہے اس کے پاس رکھے خواہ اسے
 واپس دے، یہ جو کچھ جوتے بوئے اس کا ہے لگان زمین دار کا ہے اور اس کا قرض کاشتکار
 پر ہے، صورت شرعی تو اس میں یہ ہے، اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کھیت اسی کاشتکار سابق کے
 اجارہ میں ہے ہمارے پاس رہن ہے اور زمیندار نے بھی اسے مستاجر بنایا بلکہ اس کو
 رکھا اور اُس نے اس کا قائم مقام ٹھہرا لگان لیا تو یہ صورت باطل ہے مرتہن کو رہن سے نفع
 لینا جائز نہیں تو امرنا جائز کا قصد کیا اور ناجائز کا قصد بھی گناہ ہے اگرچہ واقع کے خلاف ہو کہ یہ نہ
 رہن شرعی ہے نہ رہن و اجارہ جمع ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۷۔ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ
 ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ایک کاشتکار کی زمین ملکیت سرکاری اُس کا کھاتا بند ہے اور وہ لگان اُس کا کافی بیگہ
 دو روپیہ یا ہوا بابت کاشتکار دیتا رہتا ہے یہی زمین اس نے رفع ہونے کی عرض سے
 مبلغ ایک صد روپے یا اس سے زیادہ کم میں کسی مسلمان کے رہن بالقبض کر دی اب مرتہن نے
 اس کو کاشت کیا اور وہی سرکاری زمین کا جو سابق کاشتکار دیا کرتا تھا سرکار نے اس سے
 وصول کر لیا یا اُس نے کسی قدر منافع پر دے کر شخص کو کاشت کرادی تو جو منافع زمین سرکاری
 سے مرتہن نے بحالت ادائیگی کھاتا معہودہ سرکاری حاصل کیا وہ زر رہن میں مجبوس کر گیا یا کیا؟

الجواب

رہن و اجارہ جمع نہیں ہو سکتے یہ زمین کہ اجارہ میں ہے رہن نہ ہوئی اور ظاہراً
 یہاں یہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اس کی جگہ اس کو مستاجر زمین سمجھے بلکہ مستاجر وہی رہتا ہے

لے کنز العمال بحوالہ ک۔ حق عن ابی ہریرہ حدیث ۱۲۲۰۵ موسستہ الرسالہ بیروت ۹۴/۵

اور یہ مثل ذیلی اور اُس کا اُس زمین سے انتفاع نہیں مگر بر بنائے قرض اور قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل کیا جائے جائز نہیں۔ حدیث میں ہے :

كل قرض جر منفعة فهو جوفت رض نفع لائے وہ سود
ہے۔ (ت)

لگان جو مرہن نے گورنمنٹ کو ادا کی خود کاشت کی اور اس کے بدلے دی نہ کہ راہن کی طرف سے، تو اس کا جس طرح راہن سے مطالبہ کوئی وجہ نہیں رکھتا، ہاں اگر راہن کہے کہ میرے ذمہ جو لگان ہے وہ ادا کیا کر اب وہ اس بنا پر ادا کرتا ہے تو اس کا مطالبہ راہن سے کر سکتا تھا اسی طرح جب کہ اس نے زمین میں کاشت کی تو جو پیداوار ہے اس کا یہی مالک ہے اگرچہ یہ انتفاع اس کو ناجائز تھا اس کے سبب زر رہن سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از موہن پور مسئلہ سالار بخش خیاط
۱۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

- (۱) کھیت رہن ۶ بیگہ مبلغ ایک سو روپیہ میں رکھا گیا اور لگان اس کا ۶ روپیہ ہے اور کاشت خود کرتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں ؟
- (۲) زمین داری ۱۲ بسبالیسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لگان سرکاری ۳۵ روپیہ ہیں وہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) صورت مسئلہ میں اگر موروثی کھیت دخیلکار آسامی سے بالعوض ایک سو روپے کے رہن رکھا ہے تو اس میں خود کاشت کرنا اُس وقت تک جائز نہیں کہ اصل مالک یعنی زمین دار سے اجازت حاصل کریں دخیلکار آسامی موروثی ہونے سے شرعاً مالک نہیں ہوتا، صورت جواز یہ ہے کہ اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی زمین دار سے اُس کے کاشت کی اجازت لے کر لگان زمین دار کو تادمت رہن ادا کرتا رہے اُس کا منافع حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے دخیل کار کو قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے

لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصد گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمیندار کی ہے و خیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مواضعات کا دخل رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے۔
مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ اودے پور میواڑ مرسلہ احمد خاں وکیل دربار مارواڑ متعینہ
مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب عالی! عرض ہے کہ زمین داری ۱۲ لیسوانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لگان سرکاری ۳۵ روپیہ میں، وہ جائز ہے یا نہیں؟

مواضعات کا دخل رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے۔
مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور مرسلہ مناجاتی ۲۰ صفر ۱۳۳۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مبلغ ایک ہزار روپیہ
 پر چند قطعہ دکانات و مکانات اپنے جو قبضہ کرایہ داران زید کی طرف سے تھیں بذریعہ رہن نامہ
 مصدقہ بکر کے پاس رہن کیں بعد ازاں اس زریعہ رہن پر مبلغ پانچ سو روپے اور اضافہ کر کے
 دوسری دستاویز بحوالہ دستاویز سابقہ تصدیق کرا دی دستاویز مذکور میں اقرار تسلیم قبضہ بکر
 نے تحریر کیا اور یہ بھی دستاویز میں تحریر کیا گیا کہ جو منافع بذریعہ سکونت وغیرہ کرایہ داروں
 سے مرتہن وصول کرے وہ حق مرتہن ہے چنانچہ مبلغ چار ہزار نو سو پینتالیس روپے بکر نے
 بذریعہ زید کرایہ داران سے وصول پائے اور حسب مضمون دستاویز و دکانات کو کرایہ پر قائم
 رکھ کر اس کرایہ کی منفعت بکر نے حاصل کی اس کے بعد پھر بکر نے عدالت میں نالش زریعہ رہن
 بغرض نیلام جائداد مرہونہ دائر کی۔

زید مدعا علیہ کو یہ عذرات ہیں :

(۱) قبضہ مرتہن مرہونہ پر نہیں ہوا اس وجہ سے کہ مرہونہ پہلے سے قبضہ کرایہ داران تھی جس کا مرتہن کو
 خود اقرار ہے اور رہن میں قبضہ واقعہ و تسلیم خاص کی ضرورت ہے تصریحات فقہیہ سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ تسلیم و قبضہ کی تحریر کافی نہیں ہے۔ در مختار میں فاذا سلمہ و قبضہ المرہون
 (جب راہن مرہون سونپ دے اور مرتہن اس پر قبضہ کر لے۔ ت) یوں نہیں ہے کہ
 فاذا کتب تسلیمہ و قبض المرہون (جب اس کی سپردگی کی تحریر ہوگئی اور مرتہن نے قبضہ
 کر لیا۔ ت)

(۲) دستاویز میں یہ الفاظ ہیں کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرایہ مرتہن حاصل کرے وہ حق
 مرتہن ہے یہ اذن راہن برائے اجارہ ہے چنانچہ منافع کرایہ مرتہن نے بذریعہ اجازت
 راہن کے حاصل کئے اور یہ صورت ہے اجارہ دینے کی مرتہن کا باذن راہن کے اور یہ امر

لے کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶
 لے الدر المختار کتاب الرهن مطبع مجتہبائی دہلی ۲۶۵/۲

مبطل رہن رہے یہ مانا کہ نئے دکانداروں کو بکرنے دکان نہ دی لیکن پرانے دکانداروں کو قلم رکھ کر منفعت با اجازت راہن حاصل کی۔

(۳) رہن میں زیادتی فی الدین حضرت امام الائمہ سیدی ابو حنیفہ الکوئی و حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں حالانکہ پہلے ایک ہزار روپے میں رہن ہونا اس کے بعد پانسو روپے اور لے کر ایک ہزار پانسو میں رہن ہونا خود بکر کو تسلیم ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اس زیادتی فی الدین کو جائز کہنا حجت نہیں ہے کہ فتویٰ اختلاف کی صورت میں امام صاحب کے قول پر ہوتا ہے چہ جائیکہ ان کے ساتھ امام محمد بھی ہیں۔ درمختار میں ہے:

والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق
اصح یہ ہے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے کہ فتویٰ مطلقاً امام اعظم کے قول پر ہے۔ (ت)

(۴) بکر مرتہن نے جو زر کرایہ تعدادی چار ہزار نو سو پینتالیس روپے اٹھ آنے کرایہ داروں سے بذریعہ زید وصول کیا ہے وہ حق راہن یعنی زید ہے چنانچہ

وان باذنه فلما لك كما فی درمختار
وتكون الاجرة للراهن كما فی
قاضی خاں یہ
اگر اس کی اجازت سے ہے تو اجرت مالک کے لئے ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اجرت راہن کے لئے ہوگی جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

اس پر بین دلیلیں ہیں (بکر مدعی یہ کہتا ہے)

(۱) اقرار قبضہ جبکہ دستاویز میں تحریر ہے تو ضرورت کسی دیگر ثبوت کی نہیں کیونکہ مکانات مرہونہ کو راہن نے جب اپنے حقوق سے خالی کر کے مرتہن کے حوالے کر دیا جس پر دستاویز شاہد ہے تو مرتہن کا قبضہ پورا ہو گیا۔

(۲) دستاویز کے یہ الفاظ کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرا مرتہن حاصل کرے وہ حق مرتہن ہے اور اس پر بذریعہ راہن مرتہن کا عملدرآمد بہ صورت اجارہ باذن رہن اور اجارہ باذن رہن مبطل ہی نہیں ہو بلکہ

۱۴/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	رسم المفتی	۱۴/۱
۲۷۸/۲	" " "	فصل فی مسائل متفرقة	۲۷۸/۲
۸۹۵/۳	" " "	فصل فیما یجوز رہنہ وما لا یجوز الخ نو لکثور لکھنؤ	۸۹۵/۳

دینا مرہن کا باذن راہن مبطل ہوتا ہے یہاں اجارہ دینا مرہن کا ثابت نہیں کیونکہ اس نے دکانات پر نئے دکانداروں کو نہیں بٹھایا۔

(۳) زیادتی فی الدین امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور معاملات میں اکثر فتویٰ انھیں کے قول پر ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عذرات مندرجہ بالا بکر کے صحیح ہیں یا اقوال زید کے صحیح ہیں ہر سوال کا جواب بالتفصیل نمبر وار بحوالہ کتب فقہ عنایت ہو، یتنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان کرو اور روز حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

عذرات زید صحیح و مسموع اور شبہات بکر باطل و مدفوع ہیں۔

(۱) رہن اور یہ اجارہ تو دو عقد ہیں جن کا حکم قبضہ کا دست نگر رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ نفاذ سے عاقل۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے؛

القبض شرط جو ان الرهن لقوله سبحانه وتعالى فرهن مقبوضة وصف سبحانه تعالى الرهن بكونه مقبوضا فيقتضى ان يكون القبض فيه شرطاً ولانه عقد تبرع للحال فلا يفيد الحكم بنفسه كسائر التبرعات

جواز رہن کے لئے قبضہ شرط ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ "تورہن ہو قبضہ میں دیا ہوا" اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رہن کو اس وصت کے ساتھ موصوف فرمایا کہ وہ مقبوض ہو۔ یہ اس بات کا تعاضل کرتا ہے کہ رہن پر قبضہ شرط ہو اور اس لئے بھی رہن حال کے لئے

عقد تبرع ہے تو باقی تبرعات کی طرح باعتبار اپنی ذات کے حکم کا فائدہ نہیں دیتا۔ (ت)

اسی میں شرائط نفاذ اجارہ میں ہے؛

الحکم فی الاجارة المطلقة لا یثبت بنفس العقد عندنا لان العقد فی حق الحكم ینعقد علی حسب حدوث المنفعة فكان العقد فی حق الحكم مضافاً

اجارہ مطلقہ میں ہمارے نزدیک نفس عقد سے حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حکم کے حق میں عند اجارہ منفعت کے پیدا ہونے کے مطابق منفعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حکم کے حق میں عقد منفعت کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے

الی حین حدوث المنفعة فیثبت حکمہ عند ذلک حتی لو انقضت المدة من غیر تسلیم المستأجر لا یتحق شیئاً من الاجر ولو مضی بعد العقد مدة ثم سلم فلا اجر له فیما مضی لعدم التسلیم فیہ ۱۰

لہذا منفعۃ کے پیدا ہونے کے وقت حکم ثابت ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر مدت اجارہ گزر گئی اور آجرنے شئی مستاجر کے حوالے نہ کی تو اجرت میں سے کسی شئی کا حقدار نہ ہوگا۔ اور اگر عقد کے بعد کچھ مدت گزر گئی پھر آجرنے وہ شئی مستاجر کے حوالے کی گزری ہوئی مدت

کی اجرت کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ اس میں سپردگی نہیں پائی گئی۔ (ت)

رہن قبضہ مرتہن چاہتا ہے کہ اس کا مقصدی حبس ہے اور حبس بے قبضہ ناممکن اور اجارہ قبضہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس سے مقصود انتفاع ہے اور انتفاع بے قبضہ نامتصور اور شئی واحد کا وقت واحد میں دو مختلف قبضوں میں ہونا محال، ولہذا اگر راہن بہ اجازت مرتہن یا مرتہن باجارتہ راہن شے مرہون شخص ثالث کے اجارہ میں دے یا راہن خود مرتہن کو اجارہ دے، تینوں صورتوں میں رہن باطل ہو جاتا ہے۔ بدائع میں ہے:

راہن کے لئے جائز نہیں کہ مرتہن کی اجازت کے بغیر مرہون شئی کسی اجنبی کو اجارہ پر دے لے کیونکہ مرتہن کا ملک حبس اجارہ سے مانع ہے اور اس لئے بھی کہ اجارہ کی بنیاد انتفاع پر ہے جبکہ راہن خود مرہون سے انتفاع کا مالک نہیں تو کسی غیر کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور اگر راہن نے ایسا کر دیا تو یہ مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر مرتہن نے اسے رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے اجازت دے دی تو اجارہ جائز جبکہ عقد رہن باطل ہو جائے گا کیونکہ اجارہ جب جائز ہو گیا اور وہ عقد لازم ہے

لیس لہ ان یؤاجرہ من اجنبی بغیر اذن المرتہن لان قیام ملک الحبس لہ یمنع الاجارۃ ولان الاجارۃ بعقد الانتفاع وهو لا یمک الا انتفاع بہ بنفسہ فکیف یمکہ غیرہ ولو فعل وقف علی اجارۃ فان ردہ بطل وان اجارۃ اجازت الاجارۃ وبطل عقد الرهن لان الاجارۃ اذا اجازت وانہا عقد لانہ لا ینقی الرهن

لہ بدائع الصنائع کتاب الاجارہ فصل واما شرائط الرکن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی نمبر ۱۷۹

ضرورة واجرة للرهن لانها بدل
منفعة مملوكة له وولاية قبض
اجرة له ايضا لانه هو اعدا
وكذا ليس للمرتهن ان يؤجره من
غير امرهن بغير ذنه لان اجرة
تمليك المنفعة و ثابت له ملك الحبس
لانك المنفعة فكيف يملكها من غيره
فان فعل وقف عن اجرة امرهن
فان اجازة جاز وبطل رهن ما ذكرنا
وكانت اجرة للرهن وولاية قبض
لمرتهن لان ما قد هو امرتهن ولا يعود
رهنه فانقضت مدة اجرة فان العقد
قد بطل فلا يعود لاجل استيناف

تو رہن ضرورتاً باقی نہیں رہے گا اور اجرت راہن
کی ہوگی اس لئے کہ وہ راہن کے عملوں کی منفعت
کا بدل ہے۔ اور اجرت پر قبضہ کی ولایت بھی
اسی کو حاصل ہے کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے
اور اسی طرح مرتهن کے لئے جائز نہیں کہ وہ
مربون شئی راہن کے غیر کو اس کی اجازت کے
بغیر اجازت پر دے کیونکہ اجارہ و منفعت کی تمایز ہے
جبکہ مرتهن کے لئے ملک ہمیشہ ثابت ہے نہ کہ
ملک منفعت تو وہ کسی غیر کو اس کا مالک کیسے
بنا سکتا ہے۔ اگر مرتهن نے ایسا کر دیا تو
وہ راہن کی اجازت پر موقوف ہوا اگر اس نے
اجازت دے دی تو اجارہ و اجازت اور رہن باطل
ہو جائے گا اس دلیل کی وجہ سے جس کو بر

ذکر کر چکے ہیں اور اجرت راہن کے لئے ہوگی جبکہ اجرت پر قبضہ کی ولایت مرتهن کو حاصل ہونے
کیونکہ عقد کرنے والا وہی مرتهن ہے۔ اور وہ شئی رہن کی طرف عود نہیں کرے گی جبکہ اجارہ کی مدت
ختم ہو چکی ہو کیونکہ عقد رہن باطل ہو چکا تو وہ عود نہیں کرے گا مگر یہ کہ نئے نئے سے عقد
کیا جائے۔

اسی میں ہے:

مربون شئی مرهون ہونے سے بطل جائیگی
اور عقد رہن اجارہ کے ساتھ باطل ہو جائیگا
اس صورت میں کہ راہن نے وہ شئی مرتهن
کی اجازت سے یا مرتهن نے راہن کی اجازت

یخرج المرهون عن كونه مرهون
ويبطل عقد الرهن با اجرة
بان اجرة رهن من جنبی
باذن المرتهن او امرتهن

لہ بدائع الصنائع کتاب الراہن فصل واما على الرهن الا ايجاد سوية كمنی زچی ۹ ۱۴۶
۱۴۰ ۹

باذن الراهن او استاجرة المرتهن۔ سے کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دی یا مرہن خود اس کو اس اجرت پر لے لے۔ (ت)

یہاں کہ فریقین کو اقرار ہے کہ دکان و مکان رہن سے پہلے سے منجانب زید کراتے پر ہیں اور جب سے اب تک برابر قبضہ کرایہ اراں میں ہیں کبھی ان سے خالی نہ کرائی گئیں، تو تخلیہ کہ شرط رہن تھا کبھی نہ ہو اور رہن سرے سے ناجائز و نامتام رہا۔ عوام عموماً اور آج کل کے قانون دان خصوصاً نرے زبانی یا کاغذ کے تلفظ کو قبضہ کہتے، اور سمجھتے ہیں نہ وہ تخلیہ کے معنی سے آگاہ ہیں نہ اس کی

ہدایہ، ملحقہ اور تنویر وغیرہ میں یہ روش اختیار کی ہے کہ رہن میں مرہون پر قبضہ کرنا عقد کے لازم ہونے کے لئے شرط ہے۔ چنانچہ اسکے بغیر عقد تام نہیں ہوتا۔ عنایہ میں کہا اور وہی شیخ الاسلام کا مختار ہے اور وہ عام مشائخ کی روایت کے مخالف ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ مرہون پر قبضہ ہوئے بغیر رہن جائز نہیں ہوتا اور اسی کی مثل حاکم شہید کی کافی اور امام طحاوی کی مختصر اور امام کرخی کی مختصر میں ہے الخ کرخی نے کہا کہ یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور حسن بن زیاد کا قول ہے، اس کو ذخیرہ میں صحیح قرار دیا (قہستانی) اور مجتبے میں اس کو صحیح قرار دیا (در مختار) اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا (ہندیہ) (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ مشی فی الہدایۃ والملحق و التنویر وغیرہا علی ان القبض شرط اللزوم فلا یتتم الرهن الا بہ قال فی العنایۃ و هو اختیار شیخ الاسلام و هو مخالف لروایۃ العامۃ قال محمد لا یجوز الرهن الا مقبوضا و مثله فی کافی الحاکم الشہید و مختصر الطحاوی و الکرخی قال الکرخی انه قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد و الحسن بن زیاد و صححہ فی الذخیرۃ قہستانی، و المجتبى در مختار، و المحيط ہندیۃ و بہ جزم

لہ بدائع الصنائع کتاب الرهن فصل اما بیان ما یخرج بہ المرہون الخ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۱/۶
۱۰۱۳/۴ مطبع یوسفی لکھنؤ
۶۶/۹ کتاب الرهن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۰۱۳/۴ کتاب الرهن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

حاجت جانتے ہیں زید اگر اپنا مکان جس میں اس کا مال اسباب رکھا ہوا ہے عمر کو ہبہ کرے اور کنجی اُسے دے دے وہ کہیں گے قبضہ دے دیا حالانکہ ہرگز شرعاً قبضہ نہ ہوا کہ تخلیہ نہ ہوا۔ بدائع میں ہے :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور اسی پر بدائع میں جزم کیا جیسا کہ تو دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی عقود الدریہ کی کتاب الرهن میں ذکر کیا کہ بے شک وہ صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں ہدیہ کی اس روش کے باوجود کہ قبضہ شرط لازمہ رہے رهن مشاع وغیرہ کے عہد جواز پر دلائل کے ضمن میں تعاتب ہدیہ کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبضہ شرط انعقاد ہے پس اس میں غور کر، اور عنایہ اور نتائج الافعال کی طرف رجوع کر۔ یہ بھی تنویر میں ہدیہ کی اہتمام کرتے ہوئے کہا کہ مشاع کا رهن صحیح نہیں۔ درمیں کہا صحیح یہ ہے کہ وہ فاسد ہے الخ غور کر، اور رد المحتار پر ہماری تعلیق کی طرف رجوع کر۔ عنایہ سے مستفاد ہے کہ شرط جواز کا معنی اس کے قائلین کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ ہبہ پر قبضہ نہیں ہوا تو رهن باطل ہے۔ چنانچہ ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ تو اسکی قوت کو جان چکا ہے ۱۲ منہ غفرلہ ۱۲

فی البدائع كما ترى وكذا ذكره في الرهن من العقود الدرية انه صحيح اقول وهداية مع مشيه على نه شره اللزوم كما في الدلائل في مسئلة ريجون رهن المشاع وغيره يدل على انه شره لان عقد التدبير ورجوع العناية ونتائج ريجون وكذا التنوير مع اتباعه للمدعية قال لا يصح رهن المشاع قال في الدر الصحيح انه فاسد تامم وراجع ما علقنا على رد المحتار ويستفاد من العناية ان معنى شرط الجواز عند قائله ان الرهن باطل ان يقبض فاخرنا لما علمت له من القوة ۱۲ منه غفرله

رد المحتار شرح تنویر الابصار کتاب الرهن باب ما يجوز ارتدائه في مجتبیٰ دہلی ۲ ۲۶۸

اور اسی سے اس صورت کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب کسی نے ایسا گھر بہہ کیا جس میں واہب کا کچھ مسلمان موجود ہے اور اس نے وہ گھر محبوب لہ کے حوالے کر دیا یا اس نے وہ گھر اس میں پڑے ہوئے اپنے سامان سمیت محبوب لہ کے حوالے کر دیا تو یہ بہہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ محبوب کو خالی کرنا سپردگی اور قبضہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ (ت)

وعلى هذا يخرج ما إذا وهب دارا فيها متاع الواهب و سلم الدار اليه او سلم الدار مع ما فيها من المتاع فانه لا يجوز لاث الفراغ شرط صحة التسليم والقبض ولنم يوجد

دستاویز میں کہ بجز کو قابض کر دینا مسطور، یقیناً اس سے یہی محاورہ جہاں منظور، تو بجز اس سے استدلال ہمارا منشور، اور اگر فرض کیجئے کہ اسے شرط قبضہ ہی پر محمول رکھیں تو اب دو وجہ سے مردود ہے :

اولاً جب یقیناً معلوم کہ کرایہ داروں سے تخلیہ کر کے قبضہ کسی وقت نہ دلایا پہلے سے اب تک کرایہ داروں کا قبضہ مستمر ہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ شے واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے محال تو یہ اقرار بالمال ہوا اور اقرار بالمال باطل و نامسموع ہے مثلاً بھائی اقرار کرے اور جہڑی کرادے کہ متروکہ پدری اس میں اور اس کی بہن میں بذریعہ میراث پدرا نصف نصف ہے یہ اقرار مردود ہے بہن اس سے استدلال نہیں کر سکتی کہ وہ شرعاً محال ہے لہذا ثلث سے زیادہ نہ پائے گی۔ یوں ہی یہاں باوصف استمرار قبضہ مستاجر ان قبضہ مرتہن شرعاً محال ہے لہذا اقرار واجب الابطال ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے :

محال شئی کا اقرار باطل ہے جیسے کسی کے لئے پانچ سو روپے دیت کا اقرار کیا اس کے ہاتھ کے بدلے میں جو مقرر نے کاٹا ہے حالانکہ اسکے دونوں ہاتھ سلامت ہیں تو مقرر پر کچھ بھی لازم

الاقرار بشئی محال باطل کما لو اقر له بامرئ یداه التي قطعها خمسمائة درهم و یداه صحیححتان لم یلزمه شئی کما فی

نہیں جیسا کہ تہا رخانیہ میں ہے۔ اسی بنیاد پر میں نے فتویٰ دیا ہے کہ کسی انسان کا کسی وارث کے لئے اس قدر سهام کا اقرار کرنا باطل ہے جو اس کے شرعی مقرر حصے سے زیادہ ہو کیونکہ یہ شرع کی رو سے محال ہے مثلاً کوئی شخص ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا بیٹے نے اقرار کیا کہ ترکہ ان دونوں کے درمیان برابری کے طور پر نصف نصف ہے تو یہ اقرار اس دلیل کی وجہ سے باطل ہو گا جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں الخ سید علامہ زیرک زادہ نے اشباہ پر اپنے حاشیہ میں اس کو مقید کیا جیسا کہ میں نے اس حاشیہ میں دیکھا اور سید علامہ حموی نے غمز میں لفظ "قیل" کے ساتھ نقل کر کے اس کو برقرار رکھا مقید باین صورت کیا کہ مقرا نے اقرار میں میراث کا ذکر بڑھائے کیونکہ یہ بات متصور ہے کہ ترکہ ان دونوں بہن بھائیوں کے درمیان وصیت کے سبب سے نصف نصف ہو جائیگا وصیت کی اجازت کے ساتھ یا اس کے علاوہ دیگر وجوہ تملیک کے ساتھ جیسا کہ ظاہر ہے الخ میں کہتا ہوں ان دونوں کے درمیان میراث کے اعتبار سے بھی ترکہ کا نصف نصف ہونا ممکن ہے جیسے کوئی خاتون فوت ہوگی

التا تاريخانية وعلى هذا افتيت
ببطلان اقرار انسان بقدر
من السهام لو ارث وهو انريد
من الفريضة الشرعية لكونه
محالاً شرعاً مثلاً لو مات
عن ابن وبنت فاقرا الابن
أن التركة بينهما نصفان
بالسوية فالأقرار باطل
لما ذكرنا الله وقيدة السيد
العلامة نزيك زاده، في
حاشيته على الاشباة كما
رأيت فيها ونقله السيد العلامة
الحموي في الغمز بلفظه
قيل واقرة بان يزيد في اقراره
بالارث قال اذ يتصور ان
يكون التركة بينهما نصفين
بالوصية مع الاجازة
او غيرها من وجوه
التملك كما هو ظاهر
اقول يمكن التنصيف
بينهما بالارث ايضاً كما
اذا ماتت عن زوج و

لـ الاشباة والنظار الفن الثاني كتاب الاقرار ادارة القرآن كراچی ۲۵/۲
عـ غمز البصائر مع الاشباة والنظار ۲۵/۲

بنت منه وابت من مزوجها الاول
ثم مات هذا الزوج ولم يرثه
الابنته فلا بد ان يزيد في الاقرار
باسمها عن هذا المورث۔

جس کے ورثہ میں اس کا خاوند اور اسی
خاوند سے ایک بیٹی اور اپنے پہلے خاوند
سے ایک بیٹا ہے پھر یہ خاوند فوت ہو گیا
جس کا وارث سوائے اس کی بیٹی کے اور

کوئی نہیں لہذا مقرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اقرار میں اسی مورث سے ان دونوں کے
وارث بننے کی قید کا اضافہ کرے۔ (ت)

ثانیاً بالفرض زید قبضہ بکر کا مقرر ہے مگر بکر خود اپنے قبضہ سے منکر ہے کہ تسلیم کرتا ہے
کہ اب تک قبضہ مستاجر ان مستمر ہے اور مقر لہ جب اقرار کی تکذیب کرے اقرار باطل ہو جاتا
ہے۔ اشباہ میں ہے:

المقر له اذا كذب المقر بطل
اقراره الخ واستثنى سبعة اشياء ليس
هذا منها۔

مقر لہ جب مقر کو جھٹلا دے تو اس کا اقرار
باطل ہو جائے گا الخ صاحب اشباہ نے
سات چیزوں کا استثناء کیا ہے اور یہ ان
میں سے نہیں ہے۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ بکر کا کہنا کہ حقوق سے خالی کر کے مرہن کے حوالے کر دیا صریح غلط ہے۔
(۲) بلاشبہ جب باتفاق فریقین یقیناً ثابت کہ دکان و مکان پہلے سے کرایہ پر ہیں اور
یہ کہ راہن و مرہن دونوں اس اجارے اور اس کی بقا پر راضی مرہن اب تک اس کرایہ سے
متمتع ہوتا رہا تو بعد رہن اگر یہ اجارہ از جانب راہن ہے تو مرہن کا اذن ہے اور از جانب
مرہن فرض کیجئے تو راہن کا اذن ہے، اور ہم بدائع ملک العلماء سے لکھ آئے کہ دونوں صورتوں میں
رہن باطل ہے، نیز فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

ان آجر المرہن من اجنبی بامر
الراہن ینخرج من المرہن
وتکون الاجرة للراہن، وان
آجر الراہن من اجنبی

مرہن نے راہن کے حکم پر مرہن شی کسی اجنبی
کو اجارہ پر دے دی وہ رہن سے نکل
جائے گی اور اجرت راہن کے لئے ہوگی
اور اگر راہن مرہن کے حکم سے اجنبی کو اجرت

معقودا علیہ مبتدأ

ہدایہ میں ہے :

الاجارة تنعقد ساعة ف ساعة حسب
حدوث المنفعة

تبيين الحقائق میں ہے :

رجوانا العقد ليس باعتبار ان
المعدوم جعل موجودا
كما وكيف يقال ذلك والموجود
من المنفعة لا يقبل العقد لانه
عرض لا يبقى زمانين فلا يتصور
فيه التسليم بحكم العقد و
القدرة على التسليم شرط
لجوانا العقد وما لا يتصور
فيه التسليم لا يكون محلا
للعقد بل باعتبار ان العين
التي هي سبب وجود المنفعة
اقبمت مقام المنفعة في حق
صحة الايجاب والقبول وفي
حق وجوب التسليم اذا العين
هي التي يمكن تسليمها
دون العرض فانهقد في حقها
في الحال فوجب عليه تسليمها

نئے سرے سے معقود علیہ بنتی ہے (ت)

اجارہ وقتاً فوقتاً منفعت کے پیدا ہونے کے
مطابق منعقد ہوتا ہے۔ (ت)

اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے نہیں کہ
معدوم کو حکمی طور پر موجود بنا دیا گیا ہے اور
یہ کیسے کہا جاسکتا ہے حالانکہ جو منفعت
موجود ہو وہ عقد کو قبول نہیں کرتی اس لئے
کہ وہ عرض ہے جو دو زمانوں میں باقی نہیں
رہتی، لہذا اس میں عقد کے حکم سے سپردگی
متصور نہیں جبکہ سپردگی پر قادر ہونا عقد
کے لئے شرط جواز ہے، اور جس میں سپردگی
متصور نہیں وہ عقد کا محل نہیں ہو سکتا بلکہ
اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے ہے
کہ عین شئی جو کہ وجود منفعت کا سبب ہے
اس کو ایجاب و قبول کی صحت اور سپردگی کے
وجوب کے حق میں منفعت کے قائم مقام
کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اس عین ہی کی
سپردگی ممکن ہے نہ کہ عرض کی، لہذا اس
عین کے حق میں فی الحال عقد منعقد ہو جائیگا
اور اجر پر اس کی سپردگی واجب ہوگی اور

لہ بدائع الصنائع کتاب الاجارة واما شرائط الركن ايچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۶/۴
لے الهدایة مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۹۱/۴

منفعت کے حق میں کہ عقد مضاف ہو گا فی الحال منعقد نہیں ہوگا کیونکہ منفعت پر عقد میں انتہائی تصوریہ ہے کہ عقد منفعت کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہو۔ چنانچہ عقد منفعت کی ہر جہز میں اس کے تدریجاً موجود ہونے کے مطابق منعقد ہوگا۔ اور یہی معنی ہے ہمارے اس قول کا کہ "احبارہ کا عقد متفرق عقود کے حکم میں ہے جن کا انعقاد منافع کے پیدا ہونے کے مطابق متعبد ہوتا رہتا ہے۔ انعقاد اور سپردگی کے حق میں ان دونوں کا تصور معدوم ہے اور بدل کے اندر ملک کے حق میں کوئی مجبوری نہیں اس لئے کہ جس شے کا ثبوت ضرورت کی وجہ سے ہو اس کا ثبوت بقدر ضرورت ہوتا ہے، چنانچہ وہ ملک بدل کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا جیسا کہ ملک منفعت کے حق میں ظاہر نہیں ہوتا، وہ عقد منفعت کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہوگا اور ان دونوں کے حق میں فی الحال منعقد نہیں ہوگا۔ بے شک ہم نے اس عبارت کو ان فوائد کی وجہ سے ذکر کیا ہے جو اس میں موجود ہے ورنہ ہمیں اس میں سے بعض عبارت کافی ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

وصار العقد مضافاً غیر منعقد للحال فی حق المنفعة لأن أقصى ما يتصور العقد على المنفعة ان يكون العقد مضافاً الى وقت حدوثها فينقصد العقد في كل جزء من المنفعة على حسب وجودها شيئاً فشيئاً وهو معنى قولنا ان عقد الاجارة في حكم عقود متفرقة يتجدد انعقادها على حسب حدوث المنافع وانما قامت العين مقام المنفعة تصحيحاً للعقد في حق الانعقاد والتسليم ضرورة عدم تصورهما في المنفعة ولا ضرورة في حق الملك في البدل اذا ما ثبت للضرورة يثبت بقدرها فلا يظهر في حق ملك البدل كما لا يظهر في حق ملك المنفعة فيكون العقد مضافاً الى وقت حدوثها غير منعقد للحال في حقها لله وانما سقناه لما فيه من الفوائد ولا يكفيها بعضه كما لا يخفى۔

تو بعد میں جو ساعت آئی اس میں نیا عقد اجارہ ہو یا یہ اگر مرہن کی طرف سے باذن راہن ہے تو بلاشبہ مرہن نے جدید اجارہ کیا اور اس کے لئے وکانداروں کو جدید ہونا کیا ضرور عقد نیا ہونا چاہئے وہ بے شک حاصل کیا اگر مرہن باذن راہن اسی مستاجر کو دے جسے پہلے راہن نے چکا تھا تو رہن باقی رہے گا دوسرے کو دے تو جاتا رہے گا اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل، مرہن کے عقد اجارہ باذن راہن کو تمام کتابوں نے مبطل رہن رکھا ہے نہ کہ صرف بحال تبدیل مستاجر۔ رہن پر اجارہ نافذہ کا ورود ہی اسے باطل کرتا ہے کہ دوام حق حبس جو شرط رہن ہے زائل ہوتا ہے تعیین مستاجر کو اس میں کیا دخل۔ بدائع میں ہے :

الاجارۃ تبطل الرهن

اجارہ رہن کو باطل کر دیتا ہے (ت)

اسی میں ہے :

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مرہون مقبوض ہو۔ یہ خبر اس کے مقبوض ہونے کا تقاضا کرتی ہے جب تک وہ مرہون ہے (ت)

اخبار اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان المرہون مقبوض فیقتضی کونہ مقبوضا مادام مرہونا

اسی میں ہے :

رہن لغت میں حبس کا نام ہے ، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا : ہر شخص اپنے کئے میں مرہون یعنی مجبوس ہے ، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مرہون جب تک مرہون ہے مجبوس ہو اور اگر ملک حبس دائمی طور پر ثابت نہ ہوئی تو وہ دائمی طور پر مجبوس نہ ہو ، چنانچہ وہ مرہون نہ ہو۔ (ت)

الرهن فی اللغة عبارة عن الحبس قال اللہ تعالیٰ عزوجل کل امرئ بما کسب رہین ای حبس فیقتضی ان یكون المرہون مجبوسا مادام مرہونا ولولم یثبت ملک الحبس علی الدوام لم یکن مجبوسا علی الدوام فلم یکن مرہونا

اسی سے گزرا :

۱۴۶/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الرهن	لہ بدائع الصنائع
۱۴۲/۶	" " "	فصل داما الشرائط الخ	" " "
۱۴۵/۶	" " "	واما حکم الرهن	" " "

الاجسام اذا جازت لایبقی الرهن اجارہ جب جائز ہو جائے تو ضروری ہے کہ
ضروری ہے
وہ رہن باقی نہ رہے۔ (ت)

(۳۷) بے شک زیادت فی الدین ناجائز ہے، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہے اور اسی پر متون و شروح، اور یہی من حیث الذیل اقوی، کہا نظر بس اجعة البدائع
والتبیین وغیرہما (جیسا کہ بدائع اور تبیین وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت)
اور بیشک فتویٰ ہمیشہ قول امام پر ہے مگر بضرورت اس بارے میں ہمارا مبسوط رسالہ
اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام طبع ہو چکا ہے بجز کا قول کہ معاملات
میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے یہ صرف مسائل متعلقہ وقف و قضا
میں کہا جاتا ہے اور وہ بھی کوئی ضابطہ نہیں کہ بے تصحیح صریح اس سے خلاف قول امام و خلاف
متون و شروح تصحیح کر لیں مگر یہ بحث یہاں کوئی نتیجہ خیز نہیں، نہ اس کی اصلاً حاجت، جبکہ
ہم دلائل قاہرہ سے ثابت کر آئے کہ یہ رہن خود ہی باطل محض ہے، پھر بحث زیادت کی
کیا گنجائش!

(۳۸) چار ہزار نو سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کے بکر کے کرایہ داروں سے وصول کئے وہ
ضروری زید ہیں بجز ان میں کوئی جتہ نہیں کہ یہ اجارہ راہن باذن مرہن ہے یا علی التذلل اجارہ
مرہن باذن راہن مگر ہم کتب معتدہ بدائع امام ملک العلماء و فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ علمگیریہ
سے ثابت کر آئے کہ دونوں صورتوں میں اجر ملک راہن ہے فقط فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں
کرایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے کا حق بھی راہن ہی کو ہے، اور دوسری صورت میں مرہن کو
کہ وہی عاقد ہے وہی وصول کرے اور راہن کو دے دے خود اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا
لہذا بکر پر لازم ہے کہ اپنا قرض پندرہ سو مبرا کر کے تین ہزار چار سو پینتالیس روپے آٹھ آنے
زید کو ادا کرے، دستاویز میں زید کا لکھنا کہ جو منافع مرہن وصول کرے حق مرہن ہے باطل و
بے اثر ہے کہ تغیر حکم شرع ہے، اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ اگر چہ واقع میں عند الشرع
وہ حق زید ہے مگر زید کا یہ لکھنا اپنی طرف سے بکر کو ان منافع کا ہبہ ہے جب بھی باطل ہے کہ
منافع بوقت تحریر معدوم تھے اور معدوم کا ہبہ باطل۔ بدائع میں ہے:

بداائع الصنائع کتاب الرهن فصل واما حکم الرهن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۶/۶

جوشی عقد کے وقت موجود نہ ہو اس کا ہبہ جائز نہیں اس کی صورت یہ کہ کوئی شخص ان پھلوں کا ہبہ کرے جو اس سال اس کے درختوں پر لگیں گے یا اپنی بکریوں کے ان بچوں کا ہبہ کرے جو اس سال وہ جنیں گی۔ اور اسی کی مثل دوسری اشیاء بخلاف وصیت کے دونوں میں فرق یہ ہے کہ ہبہ کے لئے تملیک ہے اور معدوم کی تملیک محال ہے اور وصیت ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے اور منسوب ہونا وصیت کے جواز کو منع نہیں کرتا زمانہ حدوث کے مابعد کی طرف نسبت کر کے ہبہ کو صحیح قرار دینے کا راستہ نہیں کیونکہ ہبہ میں تملیک وقت کی طرف نسبت کا احتمال نہیں رکھتی لہذا وہ باطل ہے اور واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لا تجوز هبة ما ليس بموجود وقت العقد بان وهب ما يثمر نخله العام وماتلدا غنما له السنة ونحو ذلك بخلاف الوصية والفرق ان الهبة تملك للحال وتمليك المعدوم محال والوصية تملك مضاف الى ما بعد الموت والاضافة لا تمنع جوازها ولا سبيل لتصحيحه بالاضافة الى ما بعد زمانات الحدوث لان التملك بالهبة متبلا يحتمل الاضافة الى الوقت فبطل الله، والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از ریاست رامپور مرسلہ جناب مفتی عبدالقادر صاحب مفتی کچہری دیوانی ریاست
۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

مرہونہ پر بعد عقد رہن مرہن کا قبضہ شرعی ہو گیا، اس کے بعد بطور عاریت یا اجارہ یا غصب مرہونہ راہن کے قبضہ میں پہنچ گیا تو علمائے محققین سے سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں میں عقد رہن باطل ہو جائے گا یا وہ علیٰ حالہ باقی رہے گا اور کیا مرہن کو بر بنائے رہن مذکور استرداد مرہونہ کا استحقاق شرعاً حاصل ہے۔ بتینوا تو جروا۔

الجواب

فی الواقع صورت مذکورہ میں عقد رہن باطل نہ ہوگا اور مرہن کو استرداد مرہون کا حق رہے گا عاریت و غصب میں تو ظاہر کہ منافی رہن نہیں عقد اجارہ البتہ منافی رہن رہے لہذا اگر

لہ بدائع الصنائع کتاب الہبہ فصل واما الشرائط الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۹/۶

مرتب باذن راہن یا راہن باذن مرتب شخص ثالث کو یا راہن مرتب کو اجارہ دے تو رہن باطل ہو جائے گا مگر یہاں کہ مرتب نے راہن کو اجارہ دیا خود اجارہ ہی باطل ہوگا کہ مالک کو اس کی ملک اجارہ دینا کیا معنی، اور جب اجارہ باطل ہو امانی رہن نہ پایا گیا اور عقد بحالہ باقی رہا والمسائل مصرح بہا فی البدائع وغیرہا (اور ان مسائل کی بدائع وغیرہ میں تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از ہورہ محلہ کو کر بھوکا مکان مدار بخش گنیر مرسلہ جان محمد صاحب

۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کھیت کہ زمین دار کی ملک ہو وہ بے اس کی اجازت کے رہن نہیں ہو سکتا اور اگر اس کی اجازت سے ہو یا یہ رہن رکھنے والا خود اس زمین کا مالک ہے تو رہن صحیح ہو جائے گا مگر اس میں کھیتی کرنی ناجائز ہوگی۔ حدیث میں ہے،

كل قرض جر منفعة فهو ربا۔ جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۶ از قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ مرسلہ خضر محمد ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں عملداری غیر مسلم کی ہو اور ہر طرح سے انہیں استیلا ہو اور مسلمان باشندے مغلوب ہوں وہاں اگر کوئی غیر مسلم جائداد کسی مسلمان کے یہاں رکھے اور بخوشی خاطر جائداد کے منافع کو اس مسلمان کے لئے حلال کر دے تو بقول حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ منافع مسلمان کے لئے سود تو نہ ہوں گے، بیتوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں سود نہیں، ہاں یہ سود کی نیت سے لے تو اپنی نیت پر گنہ گار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لے کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤستہ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

مسئلہ از شہر ربلی مدرسہ منظر اسلام مستولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی

۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زمین کو عمر کے پاس رہن رکھا مدت پانچ سال کی عمر اس زمین کو خرچ دے کر تصرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

کاشتکار بے اجازت زمیندار زمین کو رہن نہیں رکھ سکتا اور با اجازت زمیندار ہو تو وہ اجارے پر نہ رہے گی اجارہ رکھیں گے کہ خرچ دے اور کاشت کرے تو رہن نہ رہے گا نہ زید کو زمین سے تعلق رہے گا عمر کاشتکار مستقل ہو جائے گا روپیہ زید پر قرض رہا وہ ادا کرے اور اس کے بعد زمین واپس لینے کا اسے اختیار نہ ہوگا ہاں اگر عمر خود چھوڑ دے چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

مسئلہ ۸۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز رہن رکھے اور وہ مرتہن اس چیز پر برابر سود لیتا رہے، اور فرض کرے کہ اس نے دو سو روپیہ کا سود لیا اب وہ شخص جس کی وہ چیز ہے رہن چھٹانا چاہتا ہے تو وہ مرتہن یہ کہتا ہے کہ دو سو روپیہ میں تم کو پانچ روپیہ واپس دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم شریعت کی رو سے جو سود کہ تم نے دیا ہے معاف کرو لیکن مالک چیز اس خوف سے کہ یہ پانچ روپیہ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں معاف کرنے پر راضی ہو جائے تو یہ معافی جائز ہوگی یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ اور ایسی صورت میں مرتہن کو اپنے سود کا کتنا حصہ دینا چاہئے؟

الجواب

مرتہن پر فرض ہے کہ جتنا سود لیا ہے سب راہن کو واپس دے اور یہ اولیٰ ہے یا فقراء مسکین پر تصدق کرے اس میں سے اپنے صرف میں ایک جہ لانا اسے حرام ہے اور اگر صرف کر چکا ہے اس کا معاوضہ راہن یا فقیروں کو دینا فرض ہے راہن کے معاف کئے سے معاف نہ ہوگا کہ یہ اس کا آتا ہوا نہیں جو اس کے چھوڑے سے چھوٹ جائے،

الاتری انہ لایجب علی الآخذ
مادۃ الیہ انما حکموا علیہ
کیا تو نہیں دیکھتا کہ لینے والے پر واجب نہیں
کہ وہ راہن کو واپس کرے۔ مشائخ نے

بالاولویہ۔ اس کے اونے ہونے کا فیصلہ دیا ہے (ت)
بلکہ وہ اللہ واحد قہار کے غضب کا خبیث مال ہے کسی حال میں مرتہن کے لئے حلال نہیں
ہو سکتا اگر توبہ بھی کرے گا تو مقبول نہیں جب تک وہ سارا لیا ہوا راہن یا فقرا کو نہ دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۸۹ مسئلہ مرسلہ نیاز الدین احمد ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان صورتوں میں کہ:

(۱) شئی مرہون میں تصرف جائز ہے یا نہیں؟
(۲) ہمارے اطراف میں ایک قطعہ زمین اس طور پر لیتے ہیں کہ مثلاً صاحب زمین کو سو روپے
اس عہد و پیمانہ و قول پر دیتے ہیں کہ صاحب زمین روپیہ ادا کر سکے تو زمین مرتہن کے
قبضہ سے چھوٹ کر راہن کے قبضہ میں آجاتی ہے اس میں بات اتنی ہے کہ مرتہن زمین
کا خراج ادا کرتے ہیں اور سپید اواری زمین کو خود لیتے ہیں اور جس وقت وہ دیئے ہوئے
روپے لے گا وہ سو روپے پورا پورا لے گا۔

(۳) یہ صورت بعینہ دوسری ہے مگر ذرا بیش و کم یہ ہے کہ دلیل اس طور پر لکھتے ہیں کہ اگر
راہن مدت معہودہ میں روپیہ ادا نہ کرے تو زمین فروخت ہو کر کے مرتہن کے قبضہ
میں ہمیشہ کے لئے آجاتی ہے۔

الجواب

مرتہن کو مرہون سے انتفاع حرام ہے۔ حدیث میں ہے:
کل قرض جرم منفعۃ فہو مباح۔ جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)
زمین رہن رکھنے والا اگر خود مالک زمین ہے جیسے زمین دار معافی دار اگرچہ خراج کو زمین
بطور مالگزاری یا ابواب اس پر سبب تویہ وہی صورت مرہون سے انتفاع کی ہے اور
حرام ہے، اور اگر رہن رکھنے والا کاشتکار ہے اور خراج وہ لگان ہے کہ زمین دار کو دیا جاتا
ہے تو اسے بے اجازت زمیندار نہ رہن رکھنے کا اختیار نہ اُسے رہن لینے کا۔ اب کہ
رہن رکھ دی اور مرتہن نے زمیندار کو لگان دیا اور اُس نے قبول کیا یہ عقد اجارہ زمیندار و

مترہن میں ہوا رہن باطل ہو گیا اور پہلا کاشتکار زمین سے بے تعلق ہو گیا یہ مترہن ہی کاشتکار ہو گیا زراعت اسے جائز ہے اور اس کا روپیہ پہلے کاشتکار پر فرض ہے جب وہ روپیہ دے اس پر زمین چھوڑنا لازم نہیں جب تک سال تمام پر زمین دار اس سے نہ چھڑائے اور دوسری صورت جس میں میعاد گزر رہا ہے زمین کا فروخت ہو جانا ہے اگر مالک زمین نے زمین رکھی تو رہی ہے اور یہ شرط مردود اور اگر کاشتکار نے رہن رکھی تو زمین فروخت ہو جانے کا بطلان اور بھی ظاہر اسے پرانی زمین بیع کر دینے کا کیا اختیار؟ غرض یہ سب جاہلانہ طریقے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۲ مسئلہ

۱۶ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین علی وجہ الرہن خریدنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

علی وجہ الرہن خریدنا بعینہ رہن لینا ہے اس پر تمام احکام رہن کے ہوں گے، خریدار کو اس سے نفع اٹھانا حرام، دین اگرچہ بعد میعاد ملے زمین واپس نہ دینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۳ مسئلہ از شہر محلہ روہیلی ٹولہ متصل مسجد جہان خاں مستولہ طالب علم بنگالی

۱۳ شوال ۱۳۳۸ھ

نزدیک بکر سے ایک بیگہ زمین مبلغ ایک صد روپیہ دے کر لے لی اس شرط پر کہ جب تک روپیہ ادا نہیں کریں گے زمین ان کے قبضہ میں رہے گی اور نفع بھی اٹھائیں گے اور اصل روپے میں سے مبلغ عا ہر سال میں کم ہوتا جائے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت رہن و اجارہ جمع کرنے کی ہے اور وہ جمع نہیں ہو سکتے رہن یوں باطل ہوا کہ دو روپے سال اجرت منافع زمین رہن ٹھہرے، اجارہ یوں فاسد ہوا کہ مدت بھول رہی کہ جب تک روپیہ ادا ہو، لہذا یہ شرعاً جائز نہیں گناہ ہے، اس کا فوراً فسخ کرنا و نول پر واجب ہے زمین فوراً واپس کر دے یا اس اجارہ فاسد کو فسخ کر کے از سر نو صحیح اجارہ متعین مدت کر لے جس میں یہ شرط نہ ہو کہ تا ادا سے قرض زمین پر قبضہ رہے گا، رہا، اس کا قرض ہے اسے اختیار ہے کہ اب وصول کرے یا جب چاہے، قرض کے لئے

کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۹۴ اظہار الحق ساکن چندوسی محلہ کاغذی مکان شیخ عبدالحق صاحب

۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مکان کا مرتہن ہے اگر وہ اس مکان کو راہن سے عاریتہ لے کر اس میں سکونت اختیار کرے یا اسکو کرائے پر اٹھائے تو یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر فرمائیے۔

الجواب

بہ اجازت راہن عاریتہ رہے کہ جس وقت راہن منع کرے فوراً سکونت چھوڑے مفضل کو کے صرف قبضہ رہن رکھے جائز ہے اور کرایہ پر چلانا بے اجازت راہن ہو تو حرام ہے اور با اجازت ہو تو رہن جاتا رہا کرایہ کا مالک راہن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵ از میران پور کٹرہ ضلع شاہ جہان پور مسؤلہ محمد صدیق بیگ صاحب

۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہنود سے زمین دخلی رکھ کر پانچ برس کے واسطے اس میں زراعت خود کرے یا ان کو بونے پر کسی دوسرے کو دے دے کیسا ہے؟
یقیناً توجروا۔

الجواب

ہنود سے اس عقد کے کرنے میں کوئی حرج نہیں لہذا العقود الفاسدة مع من لیس ذمیا ولا مستامنا (کیونکہ فاسد عقود ایسے کافروں کے ساتھ جائز ہیں جو ذمی اور مستامن نہ ہوں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶ از مالہ آباد مسؤلہ سید سبحان الحسن صاحب ، ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فٹن گاڑی مبلغ ۲۰۰ روپیہ میں دخلی رہن رکھی راہن نے ہر قسم کی مالکانہ اجازت بخوشی دی راہن نے اس کو کرایہ مبلغ ۷ روپیہ ماہوار پر دے دیا یہ کرایہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری یہ کہ زید نے ایک گھوڑا اپنا اس میں لے کر ڈالا اور کرایہ پر اس شخص کو جس سے دخلی رہن رکھی ہے مبلغ سنو روپیہ ماہوار دے دی۔ یقیناً توجروا

الجواب

- (۱) یہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے؛
 کل قرض جر منفعۃ فهو ربا یلے جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سو ہے (ت)
 (۲) یہ بھی حرام ہے مالک کو اس کی شے کرایہ پر دینا اور بھی بے معنی ہے، ہاں اگر رہن سے
 باز آئے اور اس کی گاڑی اسے واپس دے اور اپنا گھوڑا اسات روپے مہینے کرایہ پر دے
 تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ از ضلع رنگپور ڈاک خانہ مہی پور
 موضع کلقتہ مدرسہ ملک بنگال
 مستولہ فضل علی صاحب

۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین و مفتیان
 دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے
 اپنی چند بیگہ زمین کسی شخص کے پاس رہن
 رکھی اور اس کے بدلے ایک سو روپیہ قرض
 لیا مہینے نے اس شرط پر قرض دیا کہ مقروض
 سے قرض کی وصولی تک مرہون زمین کا خراج
 زمینداروں کو دینے کے عوض اس زمین میں
 کاشتکاری کرے گا تو کیا ایسا قرض دینا
 جائز ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ گے (ت)

چہ می فرمایند علمائے شرع متین و مفتیان دین
 متین اندر اس مسئلہ کہ شخصی چند بیگہ اراضی
 خود نزد کسی رہن داشتہ بعوضش یک صد
 روپیہ قرض گرفت و مرہون بایں شرط کہ
 تا مدت ایفائے زر مقروض از زمین مرہونہ
 بادائے خراج زمینداران بکاشتکاری
 خود خواهد داشت قرض داد پس این چنین
 قرض دادن جائز است یا نہ؟ بیٹنوا
 توجروا۔

الجواب

قرض دینا جائز ہے اور وہ شرط فاسد و
 بے جا ہے اور رہن باطل و بے معنی ہے،
 در مختار میں ہے: جس عقد میں مال کا مبادلہ
 مال سے ہو وہ شرط فاسد کے ساتھ فاسد
 ہو جاتا ہے جیسا کہ بیع، اور جو عقد ایسا نہ ہو

قرض دادن رواست و آن شرط فاسد
 و بیجاست و آن رہن باطل و بے معنی
 است در در مختارست کل ما کان
 مبادلة مال بمال یفسد بالشرط
 الفاسد کالبیع و ما لافلا

لہ کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۳۸

وہ فاسد نہیں ہوتا جیسا کہ قرض۔ راہن زمین کا مالک نہیں تھا اور نہ اس نے مالک سے رہن کے لئے زمین عاریت پر لی، اس نے مرہن کے لئے کاشتکاری چھوڑی اور زمیندار کا خراج بھی مرہن کے سر پر رکھ دیا جب زمیندار نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی اور زمین کا خراج قرض دہندہ سے لے لیا تو یہ عقد اجارہ زمیندار اور قرض دہندہ کے درمیان ہوا اور راہن ایک طرف رہ گیا۔ اور یہ اس لئے کہ رہن اجارہ دو ملکانی عقد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

کالقرضی راہن مالک زمین نبود و نہ از مالک برائے رہن استعارہ نمود کاشتکاری برائے او گذاشت و خراج زمیندار ہم بسرش داشت چون زمیندار این معنی رضا داد و خراج ازین مقرر شد گرفت این عقد اجارہ میان زمین دار و مقرر شد و راہن برکراں ماند و ذلك ان الراہن والاحبسامة عقدان متنافیان لا یجتمعان، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹ از رنگون سکی منٹولی تمبر برٹ مکان ۲۱ کمرہ ۱۳ مسئلہ محمد ابراہیم خطیب

۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی جائیداد عمرو کے پاس رہن رکھی عمرو نے زید کی موجودگی میں مدت رہن ختم ہونے سے پیشتر ہی کوٹ سے اجازت لے کر بے اطلاع اُس کی جائیداد مرہونہ کو بیع کر دیا، اب زید اس بیع کو فسخ کرے گا یا نہیں؟ اور ثمن بیع ادا کر کے اپنی جائیداد واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

زید بے شک اُس بیع کو فسخ کر سکتا ہے اور زر ثمن ادا کرنا اس کے ذمہ نہیں، زر ثمن کا مطالبہ مشتری اس مرہن سے کرے گا زید کے ذمہ صرف زر رہن ہے۔ رد المحتار میں ہے:

توقف علی اجازت الراہن
بیع المرہن فان اجازت
حاضر والا فلا

مرہن کی بیع راہن کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر اس نے اجازت دی تو جائز ورنہ جائز نہیں ہوگی راہن کو اختیار ہے کہ وہ بیع کو

لہ الدر المختار کتاب البیوع باب المتفرقات ما یبطل بالشرط مطبع مجتہبی دہلی ۵۳/۲

یبطالہ و یعیده ماہتاہ واللہ تعالیٰ باطل کر دے اور اُسے رہن کی طرف لوٹا دے۔
اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

سائلہ از اول ضلع ریتک مستولہ محمد جمال مہتمم مدرسہ رونی الاسلام سوال ۱۳۴۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع رہن جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا
ہے کہ جائز ہے اور اس کے لئے کتاب الرهن در مختار مطبع غشی نو لکشور ص ۵۵۴ کی عبارت
پیش کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مرہون شئی کا نفع باجارت رہن جائز ہے۔ کیا زید کی
دلیل صحیح ہے؟ مگر قول ثانی در مختار کہ متقی کے لئے جائز نہیں یہ بھی سود ہے۔ زید کہتا ہے
کہ اتفاقاً نہایت مشکل ہے اور یہ متقی کے لئے ہے مگر عمر و کا جواب ہے کہ ہر مسلمان متقی ہے
تو کیا عمر و کا جواب صحیح ہے اور کیا ہر مسلمان متقی ہے؟ اور تقویٰ اور فتویٰ میں کچھ فرق ہے یا
نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب

تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مرہن کو رہن سے انتفاع جس طرح راجح ہے قطعاً
مطلقاً اجماعاً حرام ہے اول تو وہ شرط سے ہوتا ہے رہن نامہ میں لکھا جاتا ہے اور پھر اذن
بھی حقیقتاً اذن نہیں ہے۔

سائلہ مدرسہ منظر اسلام مدرسہ محمد احمد طالب علم بنگالی مورخہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ہزار روپیہ
لیا اور اپنا مکان بکر کے پاس دخی رہن چھوڑا یعنی جب تک زید وہ روپیہ نہ دے سکے اتنے روز
بکر کو اختیار خاص ہے چاہے وہ خود اس مکان میں رہے بسے یا دوسرے شخص کے پاس
کرایہ پر دے کر روپیہ لے آیا اس صورت میں بکر کے لئے ملکیت ثابت ہے اور بکر کا مکان
سے کرایہ وصول کرنا مطابق شرع شریف سود ہے یا نہیں؟

الجواب

خود رہنا بھی حرام اور کرایہ لینا بھی سود، اگر کرایہ پر دیا تو از آنجا کہ اجازت زید سے تھا
کرایہ کا مالک زید ہوا اور اب مکان رہن سے نکل گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عہ یہ فتویٰ ناتمام ہے۔ عبدالمبین نعمانی

لے ردالمحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن دار اچیار التراث العربی بیروت ۳۲۷

باب القسم

(قسم کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲ از محلہ بہاری پور بریلی مرسلہ ریاض الدین احمد ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ
کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اٹھالینا گناہ ہے یا نہیں؟
آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے
تو قرآن شریف کو اٹھالے۔ اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں سچائی میں ہوں لیکن میں قرآن شریف
نہیں اٹھا سکتا کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا
قرآن شریف اٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اٹھانا گناہ ہے، مہربانی فرما کر مطلع
فرمائیے کہ ان دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے؟

الجواب

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر
قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم بہت
سخت کرنا ہے بلا ضرورت خاصہ نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الوصایا

(وصیتوں کا بیان)

مسئلہ ۱۰۳ از ماہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سیدنا سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ

۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ ازرہم العزیزہ سے ایک بزرگ نے اپنے ابا کرام کے سجادہ نشین اور جائداد و قضیہ درگاہ و خانقاہ وقف کردہ امراء اسلام کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور اپنے نبیرہ احمد بن محمد کے لئے وصیت فرمائی یہ دونوں بعد میرے متولی تمام جائداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی و خانقاہی میں شریک مساوی رہیں اور میری جائداد مملوکہ سے احمد بن محمد نبیرہ میراث لٹ حصہ بموجب وصیت شرمیہ پانے اور اس وصیت کو ایک کاغذ پر تحریر فرمایا اور جناب ممدوح نے اپنی صاحبزادی کو اس قدر حصہ کہ بعد وفات انھیں پہنچنا تصور کیا جاتا خواہ اس سے کم اپنی حیات میں اس شرط پر دے کر قبض و دخل کرا دیا کہ اب ان کے لئے میراث میں حق نہ ہو اور یہ تجارت برضا مندی ان کی واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کی طرف سے حکام کے یہاں تصدیق اس مضمون کی گزر گئی کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اب مجھے بعد انتقال حضرت مورث کچھ دعویٰ ترکہ میں نہ رہا جناب ممدوح نے یہ مضمون بھی اسی وصیت نامہ میں ذکر فرمایا آیا اس صورت میں وہ وصیت کہ حضرت موصوف نے دربارہ تولیت فرمائی اور وصیت ثلث مال مملوک نسبت احمد بن محمد شرعاً جائز اور نافذ ہے یا نہیں اور یہ تجارت کہ حضرت ممدوح اور صاحبزادی صاحبہ میں واقع ہوا شرعاً معتبر ہے یا نہیں

اگر نامعتبر ہو تو وصیت نامہ مذکورہ میں اس کا ذکر آجانا کل وصیت نامہ کو باطل کر دے گا یا صرف اسی قدر نامعتبر اور باقی وصایائے مذکورہ صحیح اور مقبول رہیں گے اسی طرح اُس کاغذ میں یہ بھی ذکر فرمایا تھا کہ بعد میں اگر اہل خانہ میری زندہ رہیں تو خبر گیری اُن کی جائداد اور احمد بن محمد بقدر معتد بہ کرتے رہیں یہ امر اُن دونوں کے ذمہ ہے مگر بی بی صاحبہ مورث کے سامنے ہی گزر گئیں آیا یہ کلمات بھی کچھ منافی صحت و صایائے مذکورہ ہیں یا نہیں اور بی بی صاحبہ اگر بعد کو زندہ رہتیں تو عام اس سے کہ یہ فقرہ اُن کی رضا سے تحریر ہے یا بے رضا بہر تقدیر وہ اس تحریر کی بنا پر ترکہ سے محروم رہتیں یا نہیں اگر نہ رہتیں تو دعویٰ اُن کا حامد پر تھا کہ بعد اخراج ثلث وصیت کل جائداد متروکہ پر وہی قابض ہو آیا احمد موصیٰ لہ پر بھی کہ ثلث بحکم وصیت اس نے پایا بعد مصالح حضرت ممدوح کے حامد اور احمد دونوں نے اس وصیت نامہ کو معتبر اور مقبول رکھا اور باہم بطریق مصالحت یہ امر قرار پایا کہ جس طرح جائداد مملو کہ میں احمد بن محمد کے لئے ثلث ہے یونہی تولیت اوقاف بھی اٹلا شام ہے کہ دو ثلث میں حامد اور ایک میں احمد متولی اور متصرف ہوں آیا بر تقدیر و فرض بطلان کلی وصیت نامہ مذکورہ یہ مصالح کہ باہم حامد اور احمد میں واقع ہوا معتبر ہے یا نہیں اور در صورت صحت وصیت نامہ اس صلح نامہ کا کیا حکم ہے اور اگر متولی دربارہ اوقاف دو امر کی وصیت کرے کہ ایک اُن میں سے مطابق تعامل قدیم ہے اور دوسرا مخالف تو اس مخالف کے بطلان سے کل وصیت باطل قرار پائے گی یا صرف یہی امر مخالف اور اگر متولی وقف کسی شخص کے نام تولیت کرے تو یہ وصیت اس کی مطلقاً معتبر رہے گی یا متولیان سابق کا تعامل یہاں بھی دیکھا جائے گا اور اگر اُن میں آج تک وصیت تولیت کا رواج نہ تھا تو متولی حال کی وصیت بسبب مخالفت تعامل باطل ہو جائے گی۔ بیٹو! تو جو روا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

دربارہ تولیت اوقاف مذکورہ حامد اور احمد کے نام بزرگ ممدوح کی وصیت کہ دونوں شریک مساوی ہوں صحیح و نافذ ہے اور تولیت محل جریان ارث نہیں جس میں حق وارث کا لحاظ ہو کہ ثلث سے زائد میں وصیت بے اذن و رشاء نافذ نہ پائے۔

فی الوجیزات مات القسیم و
 قد اوصی الی احد فوصی القیم بمنزلة
 القیم۔ و فی وقف العلمگیریة عن الحاوی
 وجیز میں ہے اگر متولی مر جائے اور وہ کسی کے لئے
 وصیت کرے تو اس متولی کا وصی متولی کے حکم میں
 ہوتا ہے۔ عالمگیریہ کے باب الوقف میں حاوی

لہ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوقف النوع الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۵۲-۵۱

ان مات احد الوصیین و اوصی الی
جماعة لم یتفرد واحد بالتصرف
و یجعل نصف الغلة فی ید الجماعة
الذین قاموا مقام الوصی
المهالك لیه

سے منقول ہے اگر دو وصیوں میں سے ایک مر گیا
اور وہ ایک جماعت کے بارے میں وصیت کر گیا
تو اکیلے تصرف میں مستقل نہ ہوگا، اور وقف غلہ
میں سے نصف اس جماعت کے ہاتھ میں دیا جائیگا
جو مرنے والے کے قائم مقام ہوئی۔ (ت)

پس دونوں صاحب شرعاً متولی اوقاف مذکورہ ہوئے اور ایسے ہوئے کہ ایک بے دوسرے کے
تصرفات قوامت میں مستقل نہیں ہو سکتا۔
فقد صرحوا فی الوقف و الوصایا ان القوامۃ
و الوصایۃ اذا كانت الی اثین لم یجز
ان ینفرد احدہما عن الآخر۔
تحقیق مشائخ نے وقف و وصایا کے بارے میں تصریح
کی کہ تولیت اور وصیت جب دو شخصوں کے لئے ہو
تو ان میں سے کسی ایک کا دوسرے سے منفرد ہونا
جائز نہیں۔ (ت)

اور احمد بن محمد کے نام جائداد ملوک میں ثلث کی وصیت تو بدیہی الصحت و النفاذ ہے۔
فلقد قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اللہ تعالیٰ تصدق علیکم
بثلث اموالکم فی اٰخر اعمارکم او کما قال
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
نہ احمد بن محمد باوجود حامد وارث نہ وصیت قدر ثلث سے متجاوز کہ کل یا مقدار زائد میں اجازت
ورثہ کی احتیاج ہوتی۔

فی تنویر الابصار و یجوز بالثلث للاجنبی
وان لم یجز الوارث ذلک الخ۔
تنویر الابصار میں ہے کہ اجنبی کے لئے ایک تہائی کی
وصیت جائز ہے اگرچہ وارث اس کو جائز نہ رکھیں الخ۔ (ت)

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۱۰
لہ مجمع الزوائد باب الوصیۃ بالثلث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۱۲
لہ الدر المنثور شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتہبی دہلی ۲/۳۱۷

رہا مسئلہ تخریج بحالت مورث کہ بزرگ موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وہ بھی راضی ہو گئیں کہ میں نے اپنا حصہ پا لیا اور بعد انتقال مورث کے تزکہ میں میراثی نہیں، اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابوالعباس ناطقی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابو جعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابو عمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا۔

جیسا کہ علامہ زین نے کہا شیخ عبدالقادر نے طبقات کے باب الہمزہ میں احمد کے ذکر میں کہا، جرجانی نے خزانہ میں کہا، ابوالعباس ناطقی نے کہا کہ میں نے بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے خط سے اس شخص کے بارے میں دیکھا جس نے اپنا کوئی مکان اپنے ایک بیٹے کو حصہ کے طور پر دے دیا اس شرط پر کہ وہ باپ کی موت کے بعد وارث نہیں بنے گا تو یہ جائز ہے، اسی کے ساتھ فتویٰ دیا فقیہ ابو جعفر محمد بن یمانی نے جو محمد بن شجاع بلخی کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور اسی کی حکایت کی احمد بن ابوالحارث اور ابو عمرو طبری کے اصحاب نے، انتہی۔ فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ اس کو بعض مشائخ کے خط کی طرف منسوب کرنے پر اگرچہ یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ خط بعض استثنائی صورتوں کے سوا قابل عمل نہیں ہوتا جیسا کہ عام کتابوں میں ہے کیونکہ مفتی کا خط انہی استثنائی صورتوں میں سے ہے۔ تحقیق علامہ حموی

کما قال العلامة زین قال الشيخ عبدالقادر فی الطبقات فی باب الہمزۃ فی احمد، قال الجرجانی فی الخزانۃ، قال ابوالعباس الناطقی رأیت بخط بعض مشائخنا رحمہم اللہ فی رجل جعل لاحد بنیہ دارا بنصیبہ علی ان لا یكون لہ بعد موت الاب میراث جائز وافتی بہ الفقیہ ابو جعفر محمد بن الیمانف احد اصحاب محمد بن شجاع البلخی وحکی ذلک اصحاب احمد بن ابی الحارث و ابو عمرو الطبری انتہی لہ قال الفقیر المجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ مستند ذلک الی خط بعض المشائخ و هذا وان لم یرد علیہ ان الخط لا یعمل بہ الا فی بعض صور مستثناة کما فی عامۃ الکتب و ذلک لان خط المفتی من الصور المستثناة فقد قال العلامة الحموی فی شرح احکام

الكتابة من غمز العيون والبصائر، يجوز الاعتماد
 على خط المفتي اخذ امن قولهم
 يجوز الاعتماد على اشارته فالكتابة
 اولى له انتهى، لكن فيه جهالة
 الا ان يقال ان المشائخ كلهم ممن
 يستند بقوله فلا تضر جهالته كما
 يقال في كثير من المسائل
 قال بعضهم يجوز وبعضهم لا وان
 سلم فمعتدنا تقرير تلك
 الفحول التحارير اما قول
 العلامة الحموي في شرح
 مانحن فيه قوله على ان لا يكون
 له بعد موت الاب ميراث جائز
 اع صحح اقول يتأمل في وجه
 صحة ذلك فانه خفي انتهى فاقول
 هذا كما ترى صريح في القبول اذا
 ذعن رحمه الله ان له
 وجهًا صحيحًا ولكنه خفي
 حرمًا بالتأمل ولو لا ذلك لقال
 هذا مما لا وجه له فلا يعول
 عليه وهذا مما
 لا يخفى على العارف باساليب

نے شرح احکام الکتابۃ میں بحوالہ غمز العیون والبصائر
 کہا مفتی کے خط پر اعتماد جائز ہے مشائخ کے اس قول
 کا اعتبار کرتے ہوئے کہ مفتی کے اشارہ پر اعتماد جائز
 ہے کیونکہ کتابت اشارہ سے اولی ہوتی ہے انتہی،
 لیکن اس میں جہالت ہے مگر یہ کہ یوں کہا جائے
 کہ تمام مشائخ وہ ہیں جن کے قول سے استناد
 کیا جاتا ہے تو اب جہالت مضر نہ ہوگی جیسا کہ بہت
 سے مسائل میں کہا جاتا ہے ان میں سے بعض نے
 کہا کہ جائز ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں جائز ہے،
 اگر اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہمارا معتد ان
 جید قلمبر علمائے کی تقریر ہے۔ رہا ہمارے زیر بحث
 مسئلہ کی شرح میں علامہ حموی کا فرمان کہ مرئیو الے
 کا یہ کہنا کہ یہ اس شرط پر ہے کہ باپ کی موت کے
 بعد اس بیٹے کے لئے کوئی میراث نہ ہوگی یہ جائز
 اور صحیح ہے، تو میں کہتا ہوں اس کی وجہ صحت
 میں تامل کرنا چاہئے کیونکہ یہ خفی ہے انتہی میں
 کہتا ہوں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے یہ قبول میں صریح
 ہے کیونکہ علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے اذعان فرمایا
 کہ اس کے لئے وجہ صحیح ہے لیکن وہ خفی ہے
 جو تامل کے لائق ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت علامہ
 یوں فرماتے کہ اس کے لئے کوئی وجہ نہیں لہذا اس پر
 اعتماد نہ کیا جائے اور یہ بات کلام کے اسلوبوں کو

۱۹۸/۲

لے الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ

۱۳۲/۲

لے غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثاني کتاب الفرائض

جاننے والے پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس اس روایت اور ائمہ کی تقریر و افتاء و حکایت کی بنا پر یہ تخارج بھی صحیح اور جائز واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کو بعد انتقال مورث کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اگر یہ روایت بوجہ قلت شہرت یا عدم ظہور علت پایہ اعتبار سے ساقط مانی جائے تو ضرور یہ تخارج باطل قرار پائے گا مگر اس کے کاغذ وصیت میں مذکور ہونے سے وصایائے مذکور کیوں باطل ہونے لگیں ہذا باطل صریح (یہ واضح طور پر باطل ہے۔ ت) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شئی کی وارث اور اجنبی کے لئے بالمناصفہ وصیت کی وہ وصیت وارث کے حق میں باطل اور اجنبی کے نصف میں صحیح اور نافذ رہے گی۔

ففی تنویر الابصار ولا جنبی و واسثہ او قاتلہ لہ نصف الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل انتھی و مثلہ فی عامۃ الکتب۔

تنویر الابصار میں ہے کہ اجنبی اور وارث یا اجنبی اور قاتل کے لئے وصیت کی تو اجنبی کو وصیت کا نصف ملے گا جبکہ وارث اور قاتل کے بائے ہیں اس کی وصیت باطل ہوگی انتھی، اور اسی کی مثل عام کتابوں میں ہے۔ (ت)

سبحان اللہ! جب عقد واحد و لفظ واحد میں شئی واحد کے دو شخصوں کے نام وصیت کی اور ایک کے لئے شرع نے اجازت نہ دی صرف اسی کے حق میں باطل ہوئی اور اس بطلان نے نصف باقی تک سرایت نہ کی تو جہاں عقد متعدد و لفظ متعدد معقود علیہ متعدد اور ایک عقد اُن میں سے باطل ہو اُن دونوں کے ایک کاغذ میں ذکر کر دینے سے کیونکر اس کا بطلان اُس تک ساری و نافذ ہو جائے گا ایسی بے اصل وجہ سے وصایائے مذکور کا ابطال کوئی عاقل تجویز نہیں کر سکتا اور یہیں سے ظاہر ہو گیا سوال اخیر کا جواب کہ اوقاف صحیحہ شرعیہ میں جب بوجہ جہالت شرط و اقف معمول قدیم پر مستقر اعتبار رہے تو جو وصیت اس کے مطابق ہوگی جائز اور جو مخالفت ہوگی باطل اور باطل کا بطلان جائز تک سرایت نہ کرے گا کما وضحنا مع انہ کان واضحا (جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت کر دی باوجودیکہ یہ واضح تھا۔ ت) اور انہیں وجہ سے وہ فقرہ کہ وصیت نامہ میں جناب بی بی صاحبہ کی نسبت تحریر ہو ا صحت و وصایائے سابقہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کی تحریر بی بی صاحبہ کو بر تقدیر حیات بعد مورث ترکہ سے عاجب نہ تھی گو یہ تحریر اُن کی رضا سے واقع ہوئی،

فان الامراث سبب ضروری للملك حتى ان
الوارث يرث ويملك سهمه و لو قال
الف مرة انى تركت حتى و المسئلة في
الاشباه وغيرها۔

اس لئے کہ وارث ہونا ملک کے لئے سبب ضروری
ہے یہاں تک کہ وارث اپنے حقے کا وارث و
مالک بن جاتا ہے اگرچہ ہزار بار کہے کہ میں نے اپنا
حق چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ اشباہ وغیرہ میں
مذکور ہے۔ (ت)

ہاں اگر وہ زندہ رہیں تو ان کا دعویٰ حامد پر تھا جس نے بعد اخراج وصیت کل متروکہ پر قبضہ کیا کہ
حق وراثت صرف انہیں دوثلث میں تھا ثلث وصیت ان کے حق سے جدا ہے تو احمد بن محمد جس نے حکم وصیت
ثلث پایا بر تقدیر حیات بی بی صاحبہ اور پر تقدیر بطلان تخارج صاحبہ زادی صاحبہ دونوں کے دعوے سے
بایں معنی بری ہے کہ ان کے ظہور حصص سے اس کے ثلث میں کمی نہیں آسکتی بلکہ حکم وصیت کل جائداد
سے ثلث کامل اُسے دینگے اور دوثلث باقی ماندہ وراثت بخصص شرعیہ تقسیم کر لیں گے،

اور یہ اس لئے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے اور
یہ بات معلوم ہے کہ کوئی شئی دوسری شئی کی مزاحمت
نہیں کر سکتی جب تک وہ دونوں ایک ہی مرتبہ
میں نہ ہوں۔ اگر متاخر کی مقدم کے لئے مزاحمت
تسلیم کر لی جائے تو مقدم مقدم نہ رہے گا اور متاخر
متاخر نہ رہے گا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔ لہذا
ثابت ہو گیا کہ جس کے حق میں وصیت کی گئی وہ
بغیر کسی مزاحم کے تہائی مال کا مالک ہو گیا۔ کیا تم
نہیں دیکھتے کہ وصیت قرضوں کی مزاحمت نہیں کرتی
کیونکہ قرضے اس پر مقدم ہیں۔ یوں ہی بعینہ اسی

وذلك لان الوصية مقدمة على الامراث
ومعلوم انه لا يزاحم شئ شيئا الا
اذا كانا في مرتبة واحدة و لو سلمت
مزاحمة المتاخر للمقدم لم يبق
المتقدم مقدما و المتاخر متاخرا هذا
خلف فثبت ان الموصى له ملك الثلث
من دون المزاحم الا ترى ان
الوصية لا تزاحم الديون للمقدم الديون
عليها فكذا الميراث لا يزاحم الوصية
بعين ذلك الوجه وهذا ظاهر جدا۔

وجہ سے میراث وصیت کی مزاحمت نہیں کرتی اور یہ خوب ظاہر ہے۔ (ت)

اب باقی رہا مسئلہ صلحنامہ پر کلام جب وصیت بزرگ موصوف دربارہ تولیت بھی صحیح و شرار پائی
اور حامد اور احمد دونوں نصف نصف جائداد کے قسیم ٹھہرے تو نظر فقہی اسے مقتضی ہے اگر احمد کے لئے
تفویض عام اور نقل تولیت کا مطلقاً اختیار شرط واقع خواہ تعامل قدیم سے ثابت نہ ہو تو یہ صلحنامہ
وجہ صحت نہیں رکھتا اور احمد اگرچہ لاکھ بار ثلث خواہ ربع خواہ سدس پر مصالحو کرے شرعاً ہرگز قبول

لہ اشباہ والنظائر الفن الثالث احکام النقد ادارة القرآن کراچی ۱۶۰/۲

نہ فرمائے گی، اور اسے نصف کامل کا متولی رکھے گی کہ احمد کی طرف سے یہ صلح اور نصف چھوڑ کر ٹکٹ پر راضی ہونا اور حقیقت تولیت سدس سے اپنے نفس کو عزل کرنا ہے اور متولی کو بے علم و اطلاع قاضی عزل نفس کا اختیار نہیں اور اگر ہزار بار عزل کرے گا معزول نہ ہو سکے گا و این القاضی و این العلم (اور کہاں ہے قاضی اور کہاں ہے علم - ت) بحر الرائق میں ہے :

اذا عزل نفسه عند القاضی فانه ینصب غیره ولا یتعزل بعزل نفسه . الم یبطله القاضی وبمثلہ فی اسفار اخر۔

جب متولی قاضی کے پاس خود کو معزول کر لے تو قاضی اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دے گا۔ اور جب تک متولی قاضی تک اطلاع نہ پہنچائے وہ خود کو معزول کر لینے سے معزول نہیں ہوگا، اور اسی کی مثل دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ (ت)

اگر بفرض باطل و تقدیر غلط وصیت نامہ کو مہمل و کان لم یکن ٹھہرایا جائے تاہم یہ اجازت شرع حامد اور احمد بن محمد سے جو متولی قرار پائے گا اسے ترک تولیت بعض برصالحہ صرف بشرط اللہ مذکورہ جائز ٹھہرے گا و الا لا با جملہ وصیت نامہ صحیح ہو کما هو الحق یا باطل کما فرض بہر طوہ صحت صلح نامہ و ترک تولیت بعض اسی تفویض عام اور اختیار تام کے ثبوت پر متوقف،

لما تقر من ان النظر اذا لم یکنوا مرضی بمرض الموت فہم کمثل الوكلاء لیس لہم ان یعزلوا انفسہم الا بخیرة من الواقف او القاضی او ثبوت التفویض العام الیہم کما صرح بہ فی الدر المختار و رد المحتار وغیرہما من الاسفار و هذا کله واضح عند من له اجالة نظرف کلمات القوم۔

بسبب اس کے جو ثابت ہو چکا ہے کہ متولی جب تک مرض الموت میں مبتلا نہ ہوں وہ وکیلوں کی طرح ہیں انھیں یہ اختیار نہیں کہ وہ خود کو معزول کر لیں جب تک واقف یا قاضی کی طرف سے انھیں ایسا کرنے کا اختیار نہ ہو یا جب تک انھیں تولیت کی تفویض عام نہ ہو۔ جیسا کہ در مختار اور رد المحتار وغیرہ ضخیم کتب میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ اور یہ تمام ہر اس شخص پر روشن و واضح ہے جس کی نظر قوم کے کلام کے نتائج پر ہے۔ (ت)

۲۳۲/۵

۴۱۲/۵

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الوقف

رد المحتار بحوالہ بحر الرائق

لہ بحر الرائق

اور متولی وقف کو وصیت تولیت کا مطلقاً اختیار ہے خواہ نظار پیش میں ایسی وصیت کا رواج ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ یکے بعد دیگرے ہزار متولی گزرے اور ان میں کسی نے تولیت کی وصیت نہ کی تاہم متولی حال کو اختیار وصیت حاصل ہے۔ فتح القدیر و بزازیہ و والوالجیہ و محبتی و سراجیہ و خانہ و تاتار خانہ و ذخیرہ برہانیہ و اشباہ

النظار و شروح حموی و بیری و درمختار و حواشی طحاوی و شامی و عقود دیریہ و فتاویٰ خیریہ و مہندیہ و غیر ذلک عامہ کتب میں اس مسئلہ کی تصریح اور اس سے بحث کرتے ہیں کوئی تحقیق تعامل کی قید نہیں لگاتا۔

فتاویٰ خیریہ اس مسئلہ میں زیادہ فصیح بیان اور واضح تفصیل والا ہے، جہاں اس نے تاتار خانہ

اور بزازیہ سے مسئلہ نقل کرنے کے بعد کہا اور اس کو علمائے بہت سی کتابوں کی طرف منسوب

کیا ہے یہاں تک کہ خانہ اور ظہیریہ وغیرہ میں جبکہ عبارت خانہ کی ہے کہ اگر واقف نے کسی شخص کو

متولی بناتے ہوئے شرط لگائی کہ یہ متولی مرتے وقت

غیر کے لئے ولایت کی وصیت نہیں کر سکتا تو یہ شرط جائز ہے، انتہی۔ اور فقیہ اس عبارت سے

متولی مذکور کے وصی کے لئے اثبات ولایت میں

مبالغہ سمجھتا ہے اس لئے کہ جواز شرط پر نص کرنا

اس وہم کے ازالہ کے لئے ہے جو اسکے عدم جواز پر طاری ہوتا ہے جیسا کہ عمدہ و نفیس عبارات علماء

سے زیادہ مہارت رکھنے والا شخص اس کو جانتا ہے اور یونہی کہا جاتا ہے اس قسم کے مسائل میں جو علماء

کے درمیان بکثرت منقول اور دائر ہیں، یہاں تک کہ ہر فقیہ کے علم میں وہ اس طرح پختہ ہو گئے ہیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی جبکہ ان اصول کو ذکر کر دیا جائے جن سے مسائل متفرع

و مستنبط ہوتے ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے

والفتاویٰ الخیریة افصح بیانا و اوضح تبیاناً لذلك حیث قال بعد نقل المسئلة

عن التتارخانیة و البزازیة و عزوة الی کثیر من الکتب حتی قال فی الخانیة

و الظہیریة و غیرہما و العبارة للخانیة و لو ان الواقف جعل رجلاً متولياً و

شرط انہ ان مات هذا المتولی لیس له ان یوصی الی غیرہ حیث انہ هذا

الشرط انتہی، و الفقیہ یفہم من هذه العبارة الابلیغیة فی اثبات

الولاية لوصی الناظر السمذکور اذا التنصیص علی جواز الشرط لدفع

توہم یطرا علیہ بعدم الجواز کما یدریہ من اکثر من معاشرۃ نفائس ابکار

عباس اتہم اذ مثل ذلك یقال فی مثل هذه المسائل التي کثر نقلها و دوس انہا

بینہم حتی کانہا مقررة فی علم کل فقیہ فیستغنی عن ذکرہا بذكر

ما یفرع علیہا و یتشعب منہا و هذه المسئلة كذلك

فان كتب المذهب طائفة بها الخ۔ کیونکہ ان سے کتابیں بھری پڑی ہیں الخ۔ (ت) تقریر علماء سے واضح کہ اگر شرط واقف اس کے ذکر سے عاری ہوں تاہم یہ اختیار قیم کو حاصل پھر عدم تعامل کیا مضر ہو سکتا ہے،

لان التعامل لا يعتمد عليه الا لكونه مظن شرط الواقف كما صرح به في الذخيرة والخيرية وورد المختار وغيرهما من الاسفاس۔ اس لئے کہ تعامل پر اعتماد نہیں کیا جاتا مگر اس لئے کہ وہاں شرط واقف پائے جانے کا گمان ہوتا ہے جیسا کہ ذخیرہ، خیر یہ اور ردالمختار وغیرہ کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (ت)

بلکہ کلمات علماء موضع کہ یہ اختیار دلالت مشروط ہے گو صراحتاً مذکور نہ ہو پھر تعامل و عدم تعامل کی کیا حاجت ہے؟ قال العلامة السيد الطحطاوى في حاشية على الدر المختار وجه الاستحسان ان الاول لما وصى اليه فقد علم ان الوصى لا يعيش ابدًا ولم يجب ان تكون امورة ضائعة فصار كانه اذن له بان يوصى الى غيره بطريق الدلالة وان لم ياذن له بالافصاح ولو كان اذن له بالافصاح جازا له ان يوصى الى غيره فكذلك اذا اذن له بالدلالة انقلت ومعلوم ان المتولى كالوصى كما في جامع الفصولين والاشباة وكذا بالعكس كما في العقود الدرية والوقف والوصية اخوان يستقيان من مورد واحد وينزع مسائل احدهما

علامہ سید طحطاوی نے در مختار کے حاشیہ میں فرمایا استحسان کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے وصی نے دوسرے کو وصیت کی تو اسے یقین ہو گیا کہ وصی ہمیشہ زندہ نہیں رہے گا۔ اور اس نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ وقف کے معاملات ضائع ہو جائیں تو گویا اس کی طرف سے بطور دلالت غیر کو وصی بنانے کی اجازت ہو گئی اگرچہ اس نے صراحتاً اس کی اجازت نہیں دی۔ اگر وہ صراحتاً اجازت دیتا تو اس کے لئے غیر کو وصی بنانا جائز ہوتا، پس یہی حکم بطور دلالت اجازت کی صورت میں بھی ہو گا الخ میں کتا ہوں یہ بات معلوم ہے کہ متولی وصی کی مثل ہے جیسا کہ جامع الفصولین اور اشباہ میں ہے۔ اسی طرح اس کا عکس ہے جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے۔ اور اسی طرح وقف اور وصیت ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہوتے ہیں اور ایک کے مسائل

لہ الفتاویٰ الخیریتہ کتاب الوقف دار المعرفہ بیروت ۲۰۲/۱

لہ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصی الملکبۃ العربیہ کانسہ رود کوئٹہ ۳۴۰/۲

دوسرے سے اخذ کئے جاتے ہیں جیسا کہ تحریر اور
عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کے متعدد
مقامات پر مذکور ہے۔ (ت)

من الاخر کما فی عدة مواضع من الخیریۃ
والعقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ
الحامدیۃ۔

اور نظر دقیق حاکم کہ اس نفس وصیت کو مخالف تعامل سمجھنا ہی محض باطل کہ منافات فعل اور کف
میں ہے نہ فعل و ترک بمعنی عدم وقوع فعل میں، کما هو المقرر فی اصولنا معشر اهل السنة و
الجماعة (جیسا کہ ہمارے یعنی اہل سنت و جماعت کے اصول میں مقرر ہے۔ ت) یہاں تک کہ ہمارے امہ
کالعلامة المحقق علی الاطلاق کمال الملة والدين محمد بن الهمام والفاضل الشيخ نزين
بن نجيم المصري وغيرهما (جیسا کہ علامہ محقق علی الاطلاق کمال الملة والدين محمد بن همام اور عظیم فاضل
شیخ زین بن نجیم مصری اور ان دونوں کے علاوہ دیگر علماء۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ ترک بمعنی مذکور
زیر قدرت عید داخل نہیں۔

یہ نص ہے اشباہ کی جو بحث اول میں نیت کی
تعریف کے بارے میں ہے، قاعدہ ثانیہ میں
نیت کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد مذکور ہے،
اور اصطلاح شرع میں جیسا کہ تلویح میں ہے
نیت کہتے ہیں ایجاد فعل میں طاعت اور اللہ تعالیٰ
کا تقرب حاصل کرنے کا قصد کرنا، اور اس
تعریف پر ترک فعل کی نیت کے ساتھ اعتراض وارد
نہیں ہوتا کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے کہ اس کے
ساتھ تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا مگر اس وقت
جب ترک بمعنی کف یعنی رکنا ہو اور وہ فعل ہے
نہ کہ ترک بمعنی عدم اس لئے کہ وہ بندے کی

وهذا نص الاشباہ فی البحث الاول فی حد
النية من القاعدة الثانية بعد ذكر
معناها اللغوي وفي الشرع كما في
التلويح قصد الطاعة والتقرب الى
الله تعالى في ايجاد الفعل انتهى ولا يرد
عليه النية في التروك لانه كما قد منا لا يتقرب
بها الا اذا صار التروك كفا وهو فعل وهو
المكلف به في النهي لا التروك بمعنى العدم
لانه ليس داخل تحت القدرة للعبد
كما في التحريم انتهى۔

اور نہی میں بندے کو اسی کے ساتھ مکلف بنایا جاتا ہے
قدرت میں داخل نہیں جیسا کہ تحریر میں ہے انتہی۔ (ت)

اور جب ایسا ہو تو اس میں اتباع غیر مقدور اور جہاں اتباع ناممکن مخالفت کا کیا محل۔

قلت وبهذا الم يحرم علينا فعل كل ما لم يفعله
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا الاصحاح
ولا التابعون اذ ليس كل ترك كفا و
انما الناسى في انكث فالمعيار هو الغرض
على قواعد الشرع فما حسنه فهو حسن
وما قبحه فهو قبيح هكذا ينبغي
التحقيق والله ولي التوفيق۔

میں کہتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ ہم پر ہر وہ فعل
حرام نہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے
صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو کیونکہ ہر ترک کف نہیں
اور بیشک اقدار تو کف یعنی منع کرنے میں ہے۔
چنانچہ معیار قواعد شرع پر انحصار ہے جس چیز کو شرع
نے حسن قرار دے دیا وہ حسن اور جس کو قبیح قرار دے دیا
وہ قبیح ہے۔ ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ توفیق
کا مالک ہے (ت)

ہاں اگر شرط واقف میں تصریح منع ہے کہ متولیوں کو اختیار وصیت نہیں تو بیشک اب وصیت روا نہ رہے گی

لان الصريح يفوق الدلالة كما مر عن
الحنفية والظاهرية وغيرهما قلت يعني اذا
كان الوقف صحيحا شرعيا بحسب مراعاة
شروطه ، والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه
جل مجده اتم وحكمه عز شانہ احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولینا محمد
وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اس لئے کہ صریح دلالت سے برتر ہے جیسا کہ غانیہ،
ظہیریہ وغیرہ سے گزر چکا۔ میں کہتا ہوں مراد اس سے
یہ ہے کہ جب وقف شرعی طور پر صحیح ہو اس کی شرطوں
کی رعایت کرنے کے اعتبار سے، اللہ پاک اور بلند و
برتر خوب جانتا ہے اس کا علم اتم اور اس کا حکم
مستحکم ہے۔ اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے ہمارے
سردار اور آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ
کی آل اور اصحاب پر اور برکت و سلام نازل فرمائے (ت)

سوال ۱۰۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فالج ایک سال کے بعد مرض الموت رہتا ہے یا نہیں
اور بعض کتب میں جو عدم خوف موت کی قید ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ یلینوا تو جروا۔

الجواب

جمہور ائمہ کے نزدیک فالج و دق و سبل وغیرہا امراض مزمنہ جب ایک سال تک تطاول کریں مرض الموت
نہیں رہتے اور ایسے مریض کے تمام تصرفات شرعاً مثل صحیح کے ہیں مختصراً امام مجتہد علامہ ابو جعفر طحاوی اور قناتوی
امام قاضی خاں اور فتویٰ امام ابوالعباس شماس اور امام عبد اللہ جرجانی اور امام شمس اللامہ حلوانی اور

فتاویٰ الترمذی اور جامع الفتاویٰ اور فصول عمادیہ اور درر علامہ خسرو اور مفتاح اور غرر العیون علامہ احمد جموی اور مجتبیٰ زہدی اور فتاویٰ خیریہ اور در مختار اور حاشیہ علامہ علی اور رد المحتار علامہ شامی اور فتاویٰ حامدیہ اور عقود الدریہ اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ متون و شروح و فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تصریح ہے یہاں تک کہ علامہ محمد بن عابدین افندی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متون و شروح کے اطلاق و عموم پر نظر فرما کر حاشیہ در مختار میں تصریح کر دی کہ اگر فالج وغیرہ امراض مذکورہ ایک سال کے بعد صاحب فراسش بھی کر دیں اور مرض چلنے پھرنے سے معذور مطلق ہو جائے جب بھی اسے مرض موت نہ کہا جائے گا کیونکہ ایک سال تک تطاول ہو گیا،

جہاں فرمایا کہ معراج میں کہا ہے صاحب منظومہ سے مرض الموت کی حد کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا ہمارا اعتماد اس مسئلہ میں اس بات پر ہے کہ مرض اپنی حاجات کے لئے گھر سے باہر نہ جاسکے اور میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم دیر تک رہنے والی بیماریوں کے غیر کے ساتھ مقید ہے جو لمبی ہو جاتی ہیں اور ان میں موت کا خوف نہیں ہوتا جیسے فالج وغیرہ، اگرچہ وہ مرض کو صاحب فراسش بنا دیں اور اسے حاجات کے لئے نکلنے سے روک دیں۔ یہ بات اس کے مخالف نہیں جس پر اصحاب متون اور شارحین چلے۔ غور کرو انتہی، تلخیص (ت)

حیث قال قال فی المعراج و سئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال اعتمادنا فی ذلك علی ان یقصد ان ینذهب فی حوائج نفسه خارج الدار اھ اقول والظاهر انه مقید بغیر الامراض المنمنة التي طالت ولم یخف منه الموت كالفالج ونحوه وان صیرته ذافر اش ومنعته عن الذهاب فی حوائجه فلا یخالف ما جری علیہ اصحاب المتون والشرح هنا تامل انتھی ملخصا۔

اور وہ جو بعض کتب میں عدم خوف موت کی قید ہے بہت علماء مثل صاحب مفتاح و علامہ احمد جموی شارح الشبہ و علامہ ابراہیم علی و علامہ امین الملک والدی بن شامی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ کوئی قید احترازی نہیں بلکہ بعد تطاول ان امراض کے حال کی شرح ہے یعنی جب سال گزر جاتا ہے تو ان امراض سے وہ خوف نہیں رہتا جسے شرع مرض الموت میں اعتبار کرتی ہے۔

قال فی الفتاح ان تطاول ذلك فلم یخف منه الموت هذه الجملة مفتاح میں کہا کہ اگر وہ بیماری لمبی ہو جائے تو اس سے موت کا خوف نہیں رہتا۔ یہ آخری جملہ شرطیہ کیلئے

بہ الموت لے
 اور اس خوف کی دو تمثیلیں درمیان میں یہ لکھیں کہ جہاز پر سوار تھا جہاز ٹوٹ گیا ایک تختہ پر بہتا رہ گیا یا
 شیر نے حملہ کیا اور اُسے اپنے منہ میں لے لیا تو جب تک اس کے منہ میں ہے وہ وقت اس خوف کا ہے۔
 حیث قال اوبقی علی لوح من السفینۃ
 اوافتسد سبع وبقی فی فیہ لے
 کہا جاتا اگرچہ اس کے ساتھ موت مقرر ہو جائے
 جہاں فرمایا کہ وہ کشتی کے ایک تختہ پر پڑا رہ گیا یا
 کسی درندے نے اس کو اپنے منہ میں لے لیا
 اور ابھی تک اسی حال میں باقی ہے۔ (ت)

بالجملہ مجرد خوف بالاجماع کافی نہیں بلکہ اس قسم کا خوف ہونا چاہئے جیسے گھڑی ساعت کا نقشہ
 کہتے ہیں وہ مرض مرض الموت گنا جائے گا اور یہ بات اسی وقت ہے جب صاحبِ فرانس ہو جائے یا گھر
 سے باہر نکلنے کی طاقت نہ رہی مثلاً عالم ہو تو مسجد تک نہ جاسکے، اسی طرح ردالمحتار میں اسنعلیہ سے نقل
 کرتے ہیں۔

من بہ بعض مرض یشتکی منہ و فی کثیر
 من الاوقات یخرج الی السوق و
 یقضى مصالحہ لایکون بہ مریضا مرض
 الموت و تعیر تبرعاتہ من کل مالہ
 و اذا باع لو امرثہ او وہبہ لایتوقف علی
 اجازة باقی الورثۃ۔
 جس شخص کو کچھ بیماری ہے جس کی شکایت وہ کرتا ہے
 اور بسا اوقات وہ بازار کی طرف نکلتا ہے اور اپنے
 امور سرانجام دیتا ہے، اس سے وہ مرض الموت
 کا مرض نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے تمام مال میں
 اس کے تبرعات معتبر ہوں گے۔ جب وہ کسی
 وارث سے بیع کرے یا اس کو کچھ ہبہ کرے تو یہ
 باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا (ت)

اور فتاویٰ خیرہ میں ہے :

حیث کان بالوصف المذكور وهو انه
 ای المرض لا یمنع الخروج لقضاء
 حوائجہ فہبتہ لاحد اولادہ و بیعہ
 لبقیتہم بالغین مطلقاً صحیحہ نافذ باجماع علمائنا
 جب وہ وصف مذکور سے متصف ہے اور اس کا
 مرض اسے اپنی ضرورت کی ادائیگی سے نہیں روکتا
 تو اس کا اپنی اولاد میں سے کسی ایک لئے ہبہ
 کرنا اور باقیوں کیلئے بیع کرنا مطلقاً بالاجماع صحیح اور

۱۔ ردالمختار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲۰ و ۵۲۱

۲۔ الدر المختار کتاب الطلاق باب طلاق المریض مطبع مجتہدانی دہلی ۲۳۶/۱

۳۔ ردالمختار کتاب الاقار باب اقار المریض دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۱/۲

صرحاً به فی کل مرض یطول کالصدق
والسل والغالج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نافذ ہے۔ علمائے بہر طویل مرض کے بارے میں اس
حکم کی تصریح فرمائی جیسے دق، سل اور فالج
وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو عارضہ فالج ہو اور وہ عروض عارضہ کے
سارے تین برس بعد بیح یا ہبہ یا کوئی تصرف وارث یا غیر وارث کسی کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً
جائز رہے گا یا نہیں اور مرض شرعاً مرض الموت قرار پائے گا یا غیر؟ بیٹھا تو جروا۔

الجواب

ہمارے ائمہ کرام نے فالج و دق و سل وغیرہا امراض مزمنہ کے مرض الموت ہونے کے لئے سال بھر
کی حد مقرر فرمائی ہے اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے
تجاوز ہو جائے تو اس مرض کا حکم شرعاً بعینہ مثل صحیح و تندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات بیح خواہ ہبہ
خواہ کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کسی کے نام کرے مثل تصرفات صحیح کے صحیح و نافذ قرار پاتا ہے۔

امام قاضی خان کے فتاویٰ میں ہے جب مرض نے
ایک سال بعد تصرف کیا تو وہ صحیح کی مثل ہے اور
اس کے تصرفات جائز ہیں انتہی۔ فتاویٰ عالمگیریہ
میں بحوالہ فتاویٰ تہرتاشی مذکور ہے ہمارے علماء
نے طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ
کی ہے، اگر وہ اس بیماری پر ایک سال قائم رہا
تو سال کے بعد اس کے تصرفات ایسے ہی ہونگے
جیسے تصرفات وہ حالت صحت میں کرتا تھا۔ طحاوی
اس کی مختصر اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی تصنیف
العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحمادیہ میں ہے کہ

فی الفتاویٰ للامام قاضی خان، اذا
تصرف بعد سنة فهو كالصحيح يجوز
تصرفاته انتهى، وفي الفتاویٰ العالمگیریة
عن فتاویٰ التہرتاشی، فتراصحابنا
التطاول بالسنة فاذا بقى على
هذه العلة سنة فتصرفه
بعد سنة كتصرفه حال
صحته وفي الطحاوی
فی مختصره وفي العقود
الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحمادیة للعلامة

۱/۲۲۸ دار المعرفۃ بیروت کتاب البیوع
۴/۸۴۰ نوکشور لکھنؤ فصل فی مسائل مختلفہ رجل الخ کتاب الوصایا
۱/۴۶۳ نورانی کتب خانہ پشاور الباب الخامس کتاب الطلاق

الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ فسر التلطاول
بسنة فلو تصرف بعد سنة من
مرضه فهو كتصرفاته حال الصحة هكذا
كان شيخنا ابو عبد الله الحبر جاني
يقول هذا لفظ الوقعات وبهذا اللفظ
اورده في جامع الفتاوى عمادية الخ -
وفي الفتاوى الخيرية لنفع السيرية
المصرح به في غير ما كتاب من
كتب ابى حنيفة ان المقعد والمفلوج
والمسلول اذا تصف كل داء منهم
بالطول فحكم تصرف كل واحد منهم
حكم تصرف الصحيح كما صرح به في
الجامع الصغير فكان هو الصحيح فاذا
علمت ذلك علمت ان المدة المذكورة
فوق ما قد مره اضعافا فان اصحابنا
قد مروا المرض يطول بعام والمدة
سبعة اعوام والاشهر الزوائد وقع
نراؤها اليها مضافا لاسيما مع
كونه يخرج ويحجى في حوائجه
ويقضى من ذلك بعض مصالحه
فاذا ثبت ذلك لدى الحاكم
الشروعى صح جميع ما صدر منه مع
نروجه واذا تعارضت بتينة

طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی گئی ہے
اگر اس نے سال کے بعد حالت مرض میں تصرف کیا
تو وہ اس کے حالتِ صحت میں کئے ہوئے تصرفات
کی مثل ہے۔ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ حبر جانی یونہی
فرماتے تھے یہ لفظ واقعات کے ہیں اور انہی لفظوں
کے ساتھ جامع الفتاویٰ عمادیہ میں وارد ہے الخ
فتاویٰ خیریہ میں ہے کہ مخلوق کے نفع کے لئے امام
ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی متعدد کتب میں اس کی تصریح
کی گئی ہے کہ اپاہج، مفلوج اور سہل کا مریض
جب لمبی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے
ہر ایک کا تصرف صحتمند شخص کے تصرف کی مثل ہوتا ہے
جیسا کہ اس کی تصریح جامع صغیر میں ہے گویا کہ
وہ صحت مند ہے۔ جب تونے یہ جان لیا تو سمجھ لیا
ہوگا کہ مدت مذکورہ ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ
مدت سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ ہمارے علمائے
طوالت مرض کی مدت ایک سال مقرر کی ہے
جبکہ مدت مذکورہ سات سال اور کچھ ماہ مزید
ہے، یہ زیادتی مدت مذکورہ سے کئی گنا ہے خصوصاً
جبکہ مریض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کے لئے
آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے،
جب حاکم شرعی کے پاس یہ ثابت ہو گیا تو کچھ
معاطلہ اس مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا
وہ صحیح ہو گیا۔ اگر صحت و مرض کے گواہوں میں

لہ العقود المدنیۃ کتاب الاقرار باب اقرار المریض ارگ بازار قندھار افغانستان ۶۶/۲

تعارض ہو تو بیوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے گواہوں کو ترجیح ہوگی کیونکہ بیوی مدعیہ اور ورثا منکر ہیں جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ کہ منکر کے۔ ہمارے متعدد علمائے اس کی تصریح کی ہے۔ جب اس کی بیماری طوالت اختیار کرگئی اور وہ سال سے بڑھ گئی تو بیوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات نافذ ہو گئے۔ اس پر تمام اہل مذہب اور ائمہ مذہب کا اتفاق ہے۔ مکلف کی عبارت قابل عمل بنانا اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو حیوانات اور اسکے کلام کو جانوروں کی آواز کے ساتھ ملحق کرنے سے اولیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ علامہ خسرو کی درر میں ہے یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں اگر کسی کو کوئی لاشق ہو جائے اور وہ حالت مرض میں تبرعات میں کچھ تصرف کرے پھر بیماری کو چار مہینوں پر مشتمل سال پورا ہونے سے پہلے وہ مرجائے تو اس کی بیماری مرض الموت قرار پائے گی اور ایک تہائی مال میں اسکے تصرفات معتبر ہوں گے۔ اور اگر وہ بیماری کو سال پورا ہونے کے بعد مرا تو اس کی یہ بیماری مرض الموت نہ ہوگی اس لئے کہ جب وہ چاروں مہینوں میں سلامت رہا حالانکہ ان میں سے ہر ایک میں ہلاکت کا گمان تھا تو گویا یہ بیماری اس کے طبائع میں سے ہو گئی۔ چنانچہ اس بیماری والا مرض کے احکام سے

الصحة والمرض فالبينة الصادقة من الزوجة بانه كان في صحته مرجحة لانها المدعية والورثة ينكرون و البينة للمدعي لا للمنكر صرح به غير ما واحد من علمائنا وحيث طال ما به واتصفت بما فهنا به نفذ جميع تصرفه مع الزوجة باتفاق اهل المذهب وائتمته والنظر الى العمل بعباراة المكلف اولى من اهدارها والحاقه بالحيوانات وكلامه بجوارها والله اعلم۔ وفي الدرر للعلامة خسرو هذه امراض مزمنة فمن عرض له واحد منها وتصرف بشئ من التبرعات ثم مات قبل تمام سنة مشتملة على الفصول الاربعة كان المرض مرض الموت فتعتبر تصرفاته من الثلث وان مات بعد تمامها لم يكن مرض الموت لانه اذا سلم في الفصول التي كل منها مظنة الهلاك صار المرض بمنزلة طبع من طبائعه وخرج صاحبه من احكام المرض حتى

لا یشغل بالتداوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
خارج ہو گیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرانا بھی
چھوڑ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص کو فالج ہو کہ ہاتھ پاؤں بالکل رہ جائیں اور زبان تکلم پر قادر نہ ہو پھر علاج سے دست و پا مطلقاً صحیح ہو جائیں اور زبان بھی تعبیر مطلب سے عاجز نہ ہو اپنی حوائج کے لئے اندر باہر آئے جائے چلے پھرے سفر کرے صرف زبان پر بقیہ مرض کے سبب گو نہ ثقل تکلم باقی ہو اور حدوث مرض کو ساڑھے تین برس گزر چکے ہوں ایسی حالت میں وہ کوئی تصرف بیع یا ہبہ یا کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً صحیح و نافذ قرار پائے گا یا نہیں اور ایک سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت رہتا ہے یا نہیں؟ اور بعض نے جو قید عدم خوف موت کی لگائی ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص بالاجماع شرعاً صحیح و تندرست ہے اور اس کے تمام تصرفات کیسے ہی ہوں اور کسی کے ساتھ ہوں مثل تصرفات صحیح مطلق صحیح نافذ کہ اول عامہ کتب میں سال گزرنے کے بعد فالج و دق و سبل وغیرہ کو مرض موت قرار ہی نہ دیا اور سائل کہتا ہے کہ یہاں ساڑھے تین برس گزر چکے تھے فی الفتاویٰ الامام قاضیخان اذا تصرف بعد سنة فهو كالصحيح يجبوتر تصرفاته انتهى، وفي الفتاویٰ العالمگیریۃ عن فتاویٰ التمرتاشی فسر اصحابنا التطاول بالسنة فاذا بقى على هذه العلة سنة فتصرفه بعد سنة كتصرفه حال

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے کہ مریض جب سال بعد تصرف کرے تو وہ صحت مند کی طرح ہے اور اس کے تصرفات جائز ہیں، انتہی۔ فتاویٰ عالمگیری میں بحوالہ فتاویٰ تمرتاشی ہے ہمارے علماء نے طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی ہے۔ جب مریض ایک سال تک بیماری پر قائم رہا تو سال کے بعد اسکے تصرفات اس کی حالت صحت میں کئے ہوئے تصرفات

۴۳۱

۴۳۴/۲

۸۴۰/۴

میر محمد کتب خانہ کراچی

نوٹکشور لکھنؤ

کتاب الوصایا

فصل فی مسائل مختلفہ الخ

لے الدرر الحکام شرح عزرا الاحکام

لے فتاویٰ قاضیخان کتاب الوصایا

صحته ، وفي العقود الدرية في تنقيح
 الفتاوى الحامدية معنى قوله طال
 ذلك اسراده سنة وكذا صاحب السل
 اذا اتى عليه سنة فهو بمنزلة الصحيح
 هكذا ذكر عن ابى العباس الشماس
 وكذا ذكر الطحاوى في مختصره
 وفي العقود الدرية في تنقيح الفتاوى
 الحامدية للعلامة الشامى رحمة الله
 عليه فر التناول بسنة فلو تصرف
 بعد سنة من مرضه فهو كتصرفاته
 حال الصحة هكذا كان شيخنا
 ابو عبد الله الجرجاني يقول هذا
 لفظ الوقعات بهذا اللفظ اوردته في
 جامع الفتاوى عمادية الخ ، وفي
 الفتاوى الخيرية لنفع البرية المصرح
 به في غير ما كتاب من كتب الحنفية ان
 المقعد والمفلوج والمسلول اذا اقصفت
 كل داء منهم با طول فحكم تصرف
 كل واحد منهم حكم تصرف الصحيح
 كما صرح به في جامع الصغير فكان هو
 الصحيح فاذا علمت ذلك علمت ان

کی مثل ہیں۔ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ
 میں ہے۔ اس کے قول ”اس کی بیماری لمبی ہوگئی“
 کا معنی یہ ہے کہ اس کو سال ہو گیا۔ یونہی سہل کی
 بیماری والے کو جب حالت مرض میں سال گزر جائے
 تو بمنزلہ صحتمند کے ہے، یوں ہی مذکور ہے ابو العباس
 الشماس سے اور اسی طرح امام طحاوی نے اپنی مختصر
 میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ علامہ شامی کی تصنیف
 العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے کہ
 طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی گئی ہے
 لہذا اگر کوئی اپنی بیماری کے سال بعد تصرف کرے تو
 حالت صحت میں تصرفات کی مثل ہوگا۔ یونہی ہے
 شیخ ابو عبد اللہ جرجانی کہا کرتے تھے۔ یہ لفظ واقعات
 کے ہیں اور ان ہی لفظوں کے ساتھ جامع الفتاوی
 عمادیہ میں وارد ہے الخ۔ فتاوی خیریہ میں ہے کہ
 مخلوق کے نفع کے لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ کی متعدد کتب میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ
 اپنا حج ، مفلوج اور سہل کا مرض جب لمبی بیماری میں
 مبتلا ہو جائے تو ان میں سے ہر ایک کا تصرف صحتمند
 شخص کے تصرف کی مثل ہوتا ہے جیسا کہ اس کی
 تصریح جامع صغیر میں ہے گویا کہ وہ صحتمند ہے۔ جب
 تو نے یہ جان لیا تو سمجھ لیا ہوگا کہ دست مذکورہ

۱۰۶۳ لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الطلاق الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور
 ۶۶ کے العقود الدریۃ کتاب الاقرار باب اقرار المریض ارگ بازار قندھار افغانستان
 کے

ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ مدت سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ ہمارے علمائے طوالتِ مرض کی مدت ایک سال مقرر کی ہے جبکہ مدتِ مذکورہ سات سال اور کچھ ماہ مزید ہے، یہ زیادتی مدتِ مذکورہ سے کئی گنا ہے خصوصاً جبکہ مریض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کیلئے آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے۔ جب حاکم شرعی کے پاس یہ ثابت ہو گیا تو کچھ معاملہ اس مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا وہ صحیح ہو گیا۔ اگر صحت و مرض کے گواہوں میں تعارض ہو تو بیوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے گواہوں کو ترجیح ہوگی کیونکہ بیوی مدعیہ اور ورثاء منکر ہیں جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ کہ منکر کے۔ ہمارے متعدد علماء نے اس کی تصریح کی ہے، جب اسکی بیماری طوالت اختیار کر گئی اور وہ سال سے بڑھ گئی تو بیوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات نافذ ہو گئے۔ اس پر تمام اہل مذہب اور ائمہ مذہب کا اتفاق ہے۔ مکلف کی عبارت قابل عمل بنانا اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو حیوانات اور اس کے کلام کو جانوروں کی آواز کے ساتھ ملحق کرنے سے اولیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور علامہ خسرو کی درر میں ہے یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں سے اگر کوئی کسی کو لاحق ہو جائے اور وہ حالتِ مرض میں تبرعات میں

المدة المذكورة فوق ما قد روه اضعافا فان اصحابنا قد روه والمرض الذي يطول بعام والمدة سبعة اعوام والاشهر الزوائد وقع تراثها اليها مضافا لاسيما مع كونه يخرج ويحيى في حوائجه ويقضى من ذلك بعض مصالحه فاذا ثبت ذلك لدى الحاكم الشرعي صح جميع ما صدر منه مع نروجه واذا تعارضت بينة الصحة والمرض فالبينة الصادقة من النروجة بانه كان في صحة مرجحة لانها المدعية والورثة ينكرون والبينة للمدعي لا للمنكر صرح به غير ما واحد من علمائنا وحيث طال ما به واتصف بها فهنا به نفذ جميع تصرفه مع نروجه باتفاق اهل المذهب واثمته والنظر الى العمل بعبارة المكلف اولى من اهدارها والحاكمة بالحيوانات وكلامه بحوارها والله اعلم۔ وفي الدرر للعلامة خسرو هذه امراض مزمنة فمن عرض له واحد منها وتصرف بشئ من التبرعات ثم

کچھ تصرف کرے پھر بیماری کو چار موسموں پر مشتمل سال پورا ہونے سے پہلے وہ مرجائے تو اس کی بیماری مرض الموت قرار پائے گی اور ایک تہائی سال میں اس کے تصرفات معتبر ہوں گے۔ اور اگر وہ بیماری کو سال پورا ہونے کے بعد مرے تو اس کی یہ بیماری مرض الموت نہ ہوگی، اس لئے کہ جب وہ چاروں موسموں میں سلامت رہا حالانکہ ان میں سے ہر ایک میں ہلاکت کا گمان تھا تو گویا یہ بیماری اس کے احکام سے خارج ہو گیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرانا

مات قبل تمام سنة مشتملة على الفصول الاربعة كان المرض مرض الموت فتعتبر تصرفاته من الثلث وان مات بعد تمامها لم يكن مرض الموت لانه اذا سلم في الفصول وفي كل منها مظنة الهلاك صار المرض بمنزلة طبع من طبائعه وخرج صاحبه من احكام المرض حتى لا يشتغل بالتداوى.

بھی چھوڑ دیا۔ (ت)

یہاں تک کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اطلاق متون و شروح پر نظر کر کے تصریح فرمادی کہ فالج وغیرہ کو بعد تطاول و ازمان مرض موت نہ کہنا چاہئے اگرچہ صاحب فرانس ہو اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیں، جہاں معراج میں کہا کہ صاحب منظومہ سے سوال کیا گیا کہ مرض الموت کی حد کیا ہے، تو انہوں نے فرمایا اس مسئلہ میں ہمارا اعتماد اس پر ہے کہ مرض اپنے حوائج کے لئے گھر سے باہر جانے پر قادر نہ ہو الخ، میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم امراض طویلہ کے غیر کے ساتھ مقید ہے جن کی طوالت اس حد تک ہو جاتی ہے کہ موت کا خوف جاتا رہتا ہے جیسے فالج وغیرہ اگرچہ یہ مرض کو صاحب فرانس بنا دیں اور اسکو اپنے حوائج کے لئے گھر سے باہر جانے سے روک

حيث قال في المعراج وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال اعتمادنا في ذلك على ان لا يقدر ان يذهب في حوائج نفسه خارج الدار اه اقول والظاهر انه مقيد بغير الامراض المزمنة التي طالت ولم يخف منها كالفالج ونحوه وان صيرته ذاقراش ومنعته عن الذهاب في حوائجه فلا يخالف ما جرى عليه اصحاب المتون والشرح هنا تأمل انتم ملخصا.

دیں لہذا یہ اس کے خلاف نہ ہو جس پر اصحاب متون و شروح قائم ہیں، یہاں غور کرو، انتہی (تلخیص)۔ (ت)

لہ الدرر الحکام شرح غرر الحکام کتاب الوصایا میر محمد کتب خانہ کراچی ۴/۲۳۱، ۲۳۲
لہ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۳

اور بعض کتب میں کہ عدم خوف موت کی قید کر کے اکابر علماء ارشاد فرماتے ہیں یہ کوئی قید جدا گانہ نہیں بلکہ مجرد ایضاح و بیان واقع ہے یعنی طول سنتہ کے بعد مرض کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ مرض طبعی ہو جاتا ہے اور خوف موت کا غلبہ نہیں رہتا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

والظاہر ان قوله كالفالج الخ تصوير للمرض اذ الحال ولم يخف منه الموت و ليس قوله ولم يخف منه الموت تقييدا بل بيانا لحال ذلك المرض عند طول شمرأيت الحموي في شرحه قال ان تناول ذلك فلم يخف منه الموت هذه الجملة اي الاخيرة وقعت موضحة للجملة الشرطية ونقله عن المفتاح انتهى له

ظاہر یہ ہے کہ اس کا قول کالفالج (مثل فالج کے) مرض کی صورت کا بیان ہے اس لئے کہ طوالت مرض کے سبب مرض کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اس پر موت کا خوف نہیں رہتا۔ اور اس کا قول کہ ”اس کو موت کا خوف نہیں رہتا“ تفسیر نہیں بلکہ اس مرض کے لبا ہو جانے کے وقت اس کے حال کا بیان ہے۔ پھر میں نے حموی کو دیکھا انہوں نے اس کی شرح میں یوں کہا کہ اگر بیماری لمبی ہو جائے تو موت کا خوف نہیں رہتا۔ یہ آخری جملہ جملہ شرطیہ کی وضاحت کے لئے واقع ہوا ہے۔ یہ مفتاح سے منقول ہے، انتہی۔ (ت)

جملہ شرطیہ کی وضاحت کے لئے واقع ہوا ہے۔ یہ مفتاح سے منقول ہے، انتہی۔ (ت)

حاشیہ طحاوی میں ہے:

اس کا قول کہ ”اس سے موت کا خوف نہیں رہتا“ یہ جملہ جملہ شرطیہ کی وضاحت کے لئے واقع ہوا ہے، اس کو حموی نے مفتاح سے نقل کیا ہے (ت)

قوله و لم يخف منه الموت هذه الجملة وقعت موضحة للجملة الشرطية حموي عن المفتاح

آخر نے دیکھا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سال گزرنے کے بعد فالج وغیرہ کو لم يخف منه الموت (اس کو موت کا خوف نہیں رہتا۔ ت) کی مثال میں داخل فرمایا اگرچہ اس حد کو پہنچ گئے ہوں کہ چلنے پھرنے سے معذور اور صاحب فراش کر دیں کہا سبق نقلہ انفا فافهم وتدبر (جیسا کہ اس کا منقول ہونا ابھی گزرا ہے۔ غور و تدبر کرو۔ ت) اور اس کی وجہ وہی ہے جو ہم ابھی در علامہ شامی سے نقل کر آئے۔ عالمگیر یہیں تصریح ہے کہ شروع مرض فالج میں خوف ہلاک ہوتا ہے اور بعد تناول

لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الوصایا المكتبة العربیہ، کوٹہ ۳۲۰/۴
لے ” ” ” ” ” ” ” ”

وہ مریض مثل صحیح کے گنا جاتا ہے۔

جہاں فرمایا اقعاد، فالج اور سہل کے مریضوں کا مرض جب لمبا ہو جائے اور وہ اس حال میں پہنچ جائے اس سے موت کا خوف نہ رہے تو وہ صحتمند کی طرح ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کل مال میں اس کا ہبہ صحیح ہوتا ہے لیکن شروع میں جب امراض ہوتے ہیں اگر انہی ایام میں مریض مر گیا در انحالیکہ وہ صاحب فراش تھا تو وہ ایسا مریض ہوتا ہے جس کو موت کا خوف عارض ہوتا ہے انتہی تلخیص (ت) ثانیاً، اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسا کہ فاضل قہستانی کا گمان ہے تاہم مجرد خوف اندیشہ سے مرض الموت نہ ہو جائے گا کیونکہ اس قدر سے تو کوئی مفلوج و مدقوق و مسلول خالی کبھی نہیں ہوتے اگرچہ دس برس گزر جائیں بلکہ خوف غالب و اندیشہ شدید درکار ہے۔

حيث قال والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تناول ذلك فصار بحال لا يخاف منه فهو كالصحيح حتى تصح هبته من جميع المال واما في اول ما اصابه اذامات عن ذلك في تلك الايام وقد صار صاحب القراش فهو مريض يخاف به المهلاك انتهى ملخصاً.

ردالمحتار میں جو الہ کفایہ ہے۔ پھر خوف سے مراد اس کا غلبہ ہے نہ کہ نفس خوف۔ (ت)

في رد المحتار عن الكفاية ثم المراد من الخوف الغالب منه لا نفس الخوف

اور اس خوف کو فاضل قہستانی نے یوں تفسیر کیا کہ اگر روز بروز حال اُس کا بدتر اور مرض ترقی پذیر ہوتا جائے تو اسے مرض کہیں گے۔

جہاں فرمایا اگر ان مریضوں میں سے کوئی اس حال میں نہ ہو کہ اس کی موت مؤخر ہوگئی ہو بایں طور کہ وہ سال گزرنے سے پہلے مر گیا ہو یا اس کو موت کا خوف لاحق ہو بایں طور دن بدن بیماری بڑھ رہی ہو۔ انتہی (ت)

ا حيث قال وان لم يكن واحدا من هاتين لم يطل مدته بان مات قبل سنة او خيف موته بان يزداد يوماً فيوماً انتهى.

بالجملہ اگر اطلاق و توجیہ جاہیر علماء کی طرف لحاظ کریں جب تو سارے تین برس گزرنا ہی صحت و نفاذ تصرفات کے لئے بس ہے اور اگر رائے فاضل قہستانی پر عمل کیا جائے تو صورت مستفسرہ

لہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا الباب الرابع فصل فی اعتبار حالہ الوصیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۹/۵
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۳/۵
مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۶۸۲/۴
جامع الرموز

میں جو معنی خوف موت کے علمائے قرار دے ہیں ہرگز موجود نہ تھے کہ مرض پہلے سے بہت کم تھا اور اپنے حوائج کیلئے آنا جانا چلنا پھرنا سفر کرنا علاوہ۔

فی رد المحتار عن الاستیعلیۃ من بہ بعض مرض یشتکی منه و فی نشیر من الاوقات یخرج الی السوق ویقضى صالحه لایکون بہ مریضا مرض الموت و تعتبر تبرعاته من مالہ و اذا باع لوارثہ او و ہبہ لایتوقف علی اجازة باقی الورثة و فی العقود الدریۃ سئل فی مفلوج تطاول بہ فلجہ قدر ثلث سنین فوہب فی ہذہ الحالۃ جمیع مالہ من خرید و ارثہ وسلمہ ذلک ثم مات بعد عدۃ اشہر عنہ لا غیر فهل الہیۃ صحیحۃ الجواب نعم و المفلوج الذی لایزداد مرضہ کل یوم فهو کالصحیح کما فی الخانیۃ و فی الفتاوی الخیریۃ حیث کان بالوصف المذكور و هو انہ ای المرض لا یمنعہ الخروج لقضاء حوائجہ فہبستہ لاحد اولادہ و بیعہ لبقیتہم بالغین مطلقا صحیح نافذ صرحوا بہ فی کل مرض یطول کالدق و السل و النالج الخ۔

کرنا مطلقاً صحیح اور نافذ ہے۔ علمائے ہر طویل مرض کے بارے میں اس حکم کی تصریح کی ہے جیسے تپ دق، سل اور فالج الخ۔ (ت)

رد المحتار میں اسمعیلیہ سے منقول ہے جو شخص کسی بیماری میں مبتلا ہو اور بازار کی طرف جاتا ہے اور اپنی حوائج کو پورا کرتا ہے تو وہ مرض الموت کا مریض نہیں ہے۔ اس کے مال میں تبرعات معتبر ہیں۔ جب وہ اپنے کسی وارث سے بیع کرے یا ہبہ کرے وہ باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا۔ عقود درہم میں ہے ایسے مفلوج کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا مرض فالج تین سال تک لمبا ہو گیا۔ اس نے اسی حالت میں اپنا تمام مال اپنے ایک وارث زید کو ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ پھر اس کے چند ماہ بعد وہ مر گیا تو کیا اس کا یہ ہبہ صحیح ہو گیا۔ جواب یہ ہے کہ ہاں، اور وہ مفلوج جس کا مرض ہر روز بڑھ نہ رہا ہو وہ صحتمند کی مثل ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے جب وہ وصف مذکور پر ہے اور اس کا مرض ضروریات پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلنے سے مانع نہیں تو اس کا اپنی اولاد میں سے ایک کے لئے ہبہ کرنا اور باقیوں کے لئے عنین کے ساتھ بیع کرنا اور فالج الخ۔ (ت)

۴۶۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاقرار باب اقرار المریض	رد المحتار
۳۰۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الوصایا	کے العقود الدریۃ
۲۲۸/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب البیوع	کے الفتاوی الخیریۃ

پس باتفاق روایات و باجماع ائمہ صورت مستولہ میں وہ مرض مرض موت نہ تھا اور وہ تصرفات بیع ہوں
خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث کے ساتھ ہوں خواہ غیر وارث کے ساتھ ہوں قطعاً مطلقاً صحیح و نافذ ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں ایک مکان اور ایک دکان
کہ قریب سولہ سو روپیہ کی قیمت کی تھی چھ سو روپیہ کو اپنے شوہر و دختر کے ہاتھ بیع کی بعد پندرہ روز کے
مرگئی، اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ بتیوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیع صحیح نہیں کہ مرض موت میں کم قیمت کو باتفاق امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ ناجائز
ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی بے اجازت دیگر ورثہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک
جائز نہیں۔

تلویح میں ہے اگر کسی وارث کے ہاتھ ترکہ کی کوئی
معین شئی اس کی برابر قیمت کے ساتھ بیچی
تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں
انتہی، تلخیص۔ (ت)

فی التلویح لو باع من احد الورثة عینا من
اعیان التركة بمثل القیمة فلا یجوز
عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی
املخصاً۔

مسئلہ ۱۰۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں کل مہر اپنا شوہر کو بخش دیا
صرف اس میں سے پانسو روپیہ پانچ دینار کی نسبت کہا کہ اس قدر میں معاف نہیں کرتی اس کے مانگ
بعد میرے میرے والدین ہیں پس ازاں ہندہ نے زوج و والدین و چارہ خواہر چھوڑ کر انتقال کیا اب مادر و
پرہ ہندہ معافی مہر اور شوہر ان پانسو روپیہ پانچ دینار کے والدین کو دینے میں کلام کرتا ہے اس صورت
میں ترکہ ہندہ کس حساب سے تقسیم ہوگا اور اس قدر مہر معاف اور ما بقی کی وصیت کہ والدین کو کی تھی
صحیح ہوتی یا نہیں؟ بتیوا تو جروا۔

۶۶۳

الجواب

صورتِ مسئلہ میں مہر شوہر کو کہ ہنہ سے اس کی مرض موت میں واقع ہوا تھا اور ورثہ باقیں اس کی اجازت نہیں دیتے باطل ہو گیا اسی طرح ان پانسو روپیہ پانچ دینار کی وصیت کہ والدین کے لئے کی تھی اسی وجہ سے صحیح نہ رہی کہا ہو مصروح فی کتب الفقہ (جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے) پس کل مہر ہنہ ذمہ شوہر لازم اور اس کے ترکہ میں سب وارث مشترک بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم مقدم کالدین والوصیۃ الصحیحۃ (جیسے قرض اور صحیح وصیت) کل مہر ہنہ اور جو کچھ اس کا ترکہ ہو چھ سہام بر منقسم ہو کر تین سہم زوج اور ایک مادر اور دو پدر کو ملیں گے اور خواہروں کو کچھ نہ پہنچے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قریب موت کے ایک وارث کو منجملہ اور ورثہ کے زبانی وصیت کر جائے کہ فلاں وارث کو مال میرا ملے اور فلاں وارث کو نہ ملے، یہ وصیت درست ہے یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔

الجواب

اگر وصیت مذکورہ کو ورثہ میت سے کوئی عاقل بالغ روا نہیں رکھتا تو وہ وصیت اس وارث موصی لہ کے حصہ میں باطل محض ہو گئی اور ان وارثوں میں کوئی مجنون یا نابالغ اجازت کو روا رکھتا ہے تو نامعتبر ہے اور جو سب وارث جائز رکھتے ہیں اور وہ سب عاقل بالغ ہیں تو وصیت مذکورہ حتیٰ موصی لہ میں تمام و کمال و جائز و نافذ ہو جائے گی پس بعد ادا تے دیوں مقدمہ علی الوصایا اگر ذمہ میت ہوں، کل یا بعض جس قدر کی نسبت وصیت کی ہے اس وارث موصی لہ کو دیا جائے گا اور جو ان میں بعض جائز رکھتے اور بعض ناجائز تو جو جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں بقدر ان کے حصص کے وصیت نافذ ہو جائے گی اور بقدر حصوں اجازت نہ دینے والوں اور اطفال و مجانین کے اگرچہ وہ جائز بھی رکھیں باطل و کان لہ یکن (گویا کہ ہوئی ہی نہیں۔ ت) تصور کی جائے گی اور میت کا یہ کہنا کہ فلاں وارث کو میرا مال نہ ملے محض لغو و عبث ہے تو ریث و ورثہ بحکم شرع ہے کہ کسی کے ابطال سے اس کا بطلان ممکن نہیں۔ حتیٰ کہ خود وارث کو اختیار نہیں کہ حق ارث سے دستبردار ہو کما مصروح بہ العلماء قاطبہ، واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم (جیسا کہ تمام علماء اس کی تصریح فرما چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کسی قدر روپیہ اپنے برادر حقیقی عمرو کے پاس کسی مقام سے حالت صحت خود مرض الموت میں بطور امانت بھجا اور بذریعہ خطوط واسطے نگہداشت امانت کے اکثر تاکید کو دم واپس تک کام فرمایا اور دو ایک خط میں عمرو اور بکر برادر زادے اپنے کو یہ بھی لکھا کہ تم دونوں اس روپیہ کو آپس میں تقسیم کر لینا اور اسی طرح حفظ امانت کی تاکید کی۔ اب زید نے انتقال کیا اور سوا عمرو کے کوئی وارث اس کا نہیں پس عندالشرع زرا امانت کس طرح تقسیم کیا جائے۔
بتیوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں یہ وصیت بکر و عمرو دونوں موصی لہما کے حق میں صحیح ہوگی۔

فی الدر عن ابن کمال والولوالجیة
لو اوصی لزوجتہ اوہی لہ ولہ یکن ثمة
وارث اخر تصح الوصیة الخ۔
در میں کمال اور ولوالجیہ کے حوالہ سے منقول ہے
اگر کسی نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی یا بیوی نے
اپنے شوہر کیلئے اور کوئی دوسرا وارث موجود نہیں تو
وصیت صحیح ہے الخ (ت)

پس اگر نصف اس زرا امانت کا کل متروکہ زید کے بعد ادا باقی رہا ہو ثلث سے زائد نہیں یا زائد ہے مگر عمرو اس زیادت کو حق بکر میں جائز رکھتا ہے تو وہ زرا امانت عمرو بکر میں بالمنصفہ تقسیم ہو جائے گا ورنہ اس روپیہ سے بقدر ثلث متروکہ مذکورہ کے بکر کو دیا جائے باقی ماندہ سب عمرو کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جائداد اور چند اولاد نابالغ اور ایک پسر جوان لائق نیک اطوار چھوڑا جس نے بعد پید اپنے چھوٹے چھوٹے بہن بھائیوں کو مثل اپنے بچوں کے پرورش کیا اور ان کے مال کی نگہداشت اور ان کی غور و پرداخت میں بجان و دل مصروف رہا مگر زید نے اپنے بچوں یا ان کے مال کی نسبت کسی کو وصیت نہ کی تھی اس صورت میں ہمارے بلاد میں ابن کبیر ان نابالغوں کے اموال میں دیانت و امانت کے ساتھ تصرفات جائزہ و شرعیہ کا اختیار

رکھے گا اور مثل وصی ماذون و مختار سمجھا جائے گا یا نہیں، اگر نہیں تو ان اولاد و جائداد کا اختیار کسے دیا جائیگا،
 بیٹنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

میں علیم و خبیر اور سب سے بڑھ کر رحم فرمایا اے
 پر توکل کرتے ہوئے اور آنکھ کی کچی اور قدم کی
 لغزش سے اس کے دامنِ کرم کی پناہ مانگتے
 ہوتے کہتا ہوں۔ (ت)

اقول متوكلا على العليم الخبير الكريم
 الاكرم مستجيرا بذيل كرمه عن
 نرايغ البصر و نرلة القدم۔

ہمارے بلاد میں جبکہ تمہیں پر نہ باپ کا وصی ہونہ حقیقی دادا نہ دادا کا وصی تو ان کا حقیقی جوان بھائی
 اگر لائق و امین ہو مثل وصی سمجھا جائے گا، اور امانت و دیانت اور بچوں پر رحمت و شفقت کے ساتھ
 جن تصرفات کا شرعاً وصی کو اختیار ہوتا ہے اسے بھی ہوگا اگرچہ صراحتاً باپ نے اس کو وصی نہ بنایا ہو
 کہ یہاں عرفاً و دلالتاً و صایت ثابت ہے ہمارے بلاد میں عادت فاشیہ جاری ہے کہ باپ کے
 بعد جوان بیٹے اموال و جائداد میں تصرف کرتے اور اپنے نابالغ بہن بھائیوں کی پرورش و خیر گیری میں
 رہتے ہیں لوگ اگر نابالغ بچوں کے ساتھ کوئی جوان بیٹا بھی رکھتے ہوں تو بے غم ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد
 ان کا خیر گیریاں موجود ہے اور صرف نابالغ ہی بچے ہوں تو محزون و پریشان ہوتے ہیں کہ سر پرستی کون کریگا
 یہ عادت دائرہ سائرہ دلالتاً اذن تعہد و تصرف ہے و الثابت عرفاً کالتابیت شرطاً (جو عرف
 کے اعتبار سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے شرع کے اعتبار سے ثابت ہو۔ ت) فتاویٰ

امام قاضیوں میں ہے،

گلی والوں میں سے کوئی شخص میت کے مال میں
 تصرف کرتا ہے جبکہ اس میت کا کوئی وارث
 اور وصی نہیں، مگر یہ شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ
 قاضی کے پاس لیجا یا جائے تو قاضی اس شخص
 کو میت کا وصی مقرر کر دے گا، چنانچہ اس
 شخص نے میت کا مال لے لیا اور معاملہ
 قاضی کے پاس نہ لے گیا اور مال کو خراب کر دیا
 ابو نصر دیوسی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے۔

لو ان رجلا من اهل السكة تصرف
 في مال الميت من البيع و
 الشراء ولم يكن له وارث ولا وصي الا
 ان هذا الرجل يعلم انه لو رفع الامر الى
 القاضى فان القاضى ينصبه وصيا فاخذ
 هذا الرجل المال ولم يرفع الامر
 الى القاضى و افسده حكم عن
 ابي نصر الديوسي رحمه الله تعالى

شخص کا تصرف جائز ہے اہ میں کتا ہوں وصی ہے
 کے بغیر اس کے تصرف کا جواز اس بنیاد پر
 ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس
 لیجایا جاتا تو وہ اسکو متولی مقرر کر دیگا محض قاضی کے
 پاس صلاحیت اذن پر بھروسہ کرتے ہوئے ہے
 باوجودیکہ وہاں بالکل متحقق نہیں، تو پھر خود مورث
 کے اذن پر بھروسہ کرنا جو کہ دلالت واقع و متحقق ہے،
 اس عادت کے حکم سے جو لوگوں میں جاری و ساری
 ہے اور ان مقاصد کے حکم سے جو لوگوں میں مشہور و
 معروف میں اولیٰ اور زیادہ لائق ہے (ت)

اور بلاشبہ قطعاً معلوم کہ جو لوگ مال و اولاد صغار و کبار رکھتے ہیں عام حالت دیکھ کر خوب سمجھتے ہیں کہ
 یوں ہی ہمارے بعد بھی ولد کبیر تعہد جائداد و پرورش اولاد میں ہمارا قائم مقام ہوگا بلکہ اس امر کی آرزو تمنا
 رکھتے ہیں اور یقیناً اس پر راضی ہوتے ہیں اگر ان سے کہا جائے تمہارے بعد تمہاری جائداد اور چھوٹے پھوٹے
 بچے ان کے شقیق و شقیق یعنی تمہارے بیٹے سے چھین کر ایک اجنبی کو سپرد کر دئے جائیں جسے نہ مال کا
 درد ہو نہ بچوں پر ترس تو ہرگز ہرگز اس امر کو قبول نہ کریں گے تو عرفاً و دلالت اذن و تفویض متحقق اور
 بیشک اگر نظر فقہی سے کام لیجئے تو اس وصایت معروفہ کو معتبر رکھنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر
 کوئی چارہ نہیں اور اس کے ابطال میں مقاصد شرع کا بالکل خلاف بلکہ عکس مراد و قلب مقصود۔

اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے شہروں میں لوگ
 صراحتاً وصیت کئے بغیر فوت ہو جاتے ہیں جو
 اپنے پیچھے مال، جائداد اور چھوٹی نا سمجھ اولاد
 چھوڑ جاتے ہیں انکا دادا نہ ہو جن میں بسا اوقات تو ان
 بچیاں بھی ہوتی ہیں۔ اگر یہ معروف وصیت معتبر
 نہ ہو جس کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے جب

انہ کان يجوز تصرف هذا الرجل اھ
 اقول جواز تصرفه من دون وصايته بناء
 على علمه ان لو رفع الى القاضي لنصبه
 ليس الا اعتماداً على صلاحية الاذن عند
 القاضي مع عدم تحقق الاذن اصلاً فالاعتماد
 على اذن نفس المورث الواقع المتحقق
 دلالة بحكم العادة الفاشية المطردة و
 مقاصد الناس المعروفة المعهودة اولی
 واجدار۔

وذلك لان عامة الناس في بلادنا
 يموتون من دون تصريح باي صاء
 ويخلفون اموالاً وعقاراً و اولاداً
 صغاراً لاجد لهم و ربما تكون
 فيهم بنات قاصرات فلولم تعتبر الوصايا
 المعهودة التي يعلم كل احد

اذا رجع الى وجد انه الصحيح ان المورث
كان راضيا عليها وان لو سئل عنها لافصح
بها لزم تلف الاموال والضياع وضياع
الاولاد اذ لم يبق من يقوم بامرهم
بحكم الشرع فاما ان يترك المال سائبة
والاولاد هملا فهذا الضياع السردود
واما ان ينزع الامر من يد الشقيق الشقيق
ويفوض الى اجنبي سحيق فهذا هو
قلب المراد وعكس المقصود فوجب
المصير الى ما قلنا والتعويل على دلالة
الاذن كما عولنا والله الموفق -

وہ اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے کہ مرتے والا
اس پر راضی تھا اور اگر اس سے سوال کیا جاتا تو
وہ اس کی تصریح کر دیتا تو اموال و اسباب کا برباد
ہونا اور اولاد کا ضائع ہونا لازم آئے گا کیونکہ
کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو بحکم شرع ان کے
معاملات کا نگران ہو۔ اب یا تو اموال و اولاد کو
بغیر نگران و متولی کے چھوڑ دیا جائے تو یہ اس کا
ضائع کرنا ہے جو کہ مردود ہے پھر شفیق بھائی سے
نگرانی واپس لے کر شکستہ دل اجنبی کو سونپ
دی جائے تو مقصود و مراد کے برعکس ہو گیا، لہذا
ہمارے قول کی طرف رجوع کرنا اور دلالتِ اذن

پر اعتماد کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمائے والا

ہے۔ (ت)

بلکہ غم العیون والبصائر میں ہے :

سروی ان جماعة من اصحاب محمد بن
الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجوا فمات
واحد فاخذوا ما كان معه فباعوه
فلما وصلوا الى محمد سألهم فذكروا
له ذلك فقال لو لم تفعلوا
ذلك لم تكونوا فقهاء وقرأ
والله يعلم المفسد من
المصلح ام اقول فاذا ساع
تصرف احد من الرفقة

مروی ہے کہ امام محمد بن حسن علیہ الرحمہ کے اصحاب
نے حج کیا اور ان میں سے ایک ساتھی مر گیا
تو انہوں نے اس کا مال و متاع جو اس کے
پاس تھا فروخت کر دیا۔ جب وہ امام محمد علیہ الرحمہ
کے پاس پہنچے تو امام صاحب نے ان سے پوچھا
انہوں نے یہ واقعہ آپ کو بتایا جس پر امام محمد نے
فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم فقہار نہ ہوتے اور
امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ
فساد کرنے والے کو سنوارنے والے سے "ا۔

۹۹/۲ لے غم عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الغن الثانی کتاب الغصب ادارة القرآن کراچی

لعدم تيسر الرجوع الى القاضى فى
الطريق فالاخ الماذون له دلالة مع
انعدام القاضى الشرعى اصلا اولى^{اع}
اور قاضى شرع بھی بالکل معدوم ہے تو اس کو بطریق اولیٰ تصرف کی اجازت ہوگی۔ (ت)

فتاویٰ کبریٰ پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے،
اذا تصرف واحد من اهل السكة فى
مال اليتيم من البيع والشراء
ولا وصى للميت وهو يعلم ان الامر
لورفع الى القاضى حتى ينصب
وصيا وانما ياخذ المال

میں کہتا ہوں جب راستے میں قاضی کی طرف رجوع
میسر نہ ہونے کی صورت میں ایک ہمسفر کو تصرف
کی اجازت ہے تو بھائی جو کہ دلالتاً ماذون ہے

گلی والوں میں سے کسی نے یتیم کے مال میں بیع و
شرار وغیرہ تصرف کیا جبکہ میت کا کوئی وصی
نہیں اور وہ محلہ دار شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ
قاضی کے پاس لیجا یا جائے تو وہ متولی
مقرر کر دے گا، تو وہ اس کا مال لے اور خرچ

عہ لیکن القروی کے وصایا ص ۱۸۴ میں ہے
جس کی عبارت یہ ہے: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
سے مروی ہے کہ ایک شخص دو بیٹے ایک بڑا اور
ایک چھوٹا چھوڑ کر فوت ہوا اور ہزار ترکہ چھوڑا
تو بڑے نے چھوٹے پر پانچ سو خرچ کر دیا حالانکہ
وہ وصی نہ تھا، تو امام محمد نے فرمایا یہ پانسو بڑے
کی طرف سے تطوع شمار ہوگا اور اگر مرنبوالے
نے غلہ اور کپڑے ترکہ چھوڑا اور بڑے نے چھوٹے
کو وہ غلہ طعام میں اور کپڑے لباس میں دیے
تو بڑا ضامن نہ ہوگا یہ حکم استحسان ہے بحوالہ
مریض کے تصرف کی نوع سے تھوڑا پہلے (بزازیہ
کے بحث و صایا) الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ اصل حکم ہے جبکہ ہمارا کلام ضرورت میں جیسا کہ دیکھ رہے ہو، سمجھو ۱۲ منہ
(ت)

عہ لکن فی وصایا الانقروی ص ۲۱۸
مانصہ وعن محمد فیمن مات
عن ابنین صغیر وکبیر و ترک
الفانفق الکبیر علی الصغیر
خمسائة وھولیس بوصی قال ھو
متطوع فی ذلک وان کان ترک طعاما وثوبا
فاطعمہ والبسہ الکبیر لا یضمن الکبیر
استحسانا من وصایا البزازیة قبیل
نوع فی تصرف المریض اہ قلت الجواب
ان ھذا ھو حکم الاصل وکلامنا فی
الضرورة کما تری فافہم ۱۲ منہ۔

لہ الفتاویٰ الانقرویہ کتاب الوصایا دار الاشاعة العربیة افغانستان ۲/۱۸۴

کرے۔ قاضی دہلوی نے فتویٰ دیا ہے کہ بوجہ ضرورت اس کا تصرف جائز ہے۔ قاضی خاں نے کہا یہ استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (ت)

ویفسدہ افتی القاضی الدہلوی بان تصرفه جائز للضرورة قال قاضی خان وهذا استحسان وبه یفتی

فصول عمادی پھر جامع الرموز پھر درمختار میں ہے:

غلبہ خوف کے وقت غیر وصی کے لئے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیه الفتویٰ

درفتنی پھر ردالمحتار میں ہے:

تصرف کو وصی میں منحصر نہ کرنے میں اشارہ ہے کہ وصی کے غیر کا تصرف بھی جائز ہے جیسے قاضی کی طرف سے نابالغ یتیم کے مال پر خوف ہو تو گلی والوں میں سے کسی کو اس کے مال میں بوجہ ضرورت تصرف کرنا بطور استحسان جائز ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اہ میں کہتا ہوں جب بوجہ ضرورت مورث اور قاضی کی اجازت کے بغیر ایک پڑوسی کو تصرف کی اجازت ہے باوجودیکہ قاضی موجود ہے تو شفیق بھائی کے لئے قاضی کی عدم موجودگی میں تصرف کا جائز ہونا اولیٰ والنسب ہے، جبکہ مورث کی طرف سے بطور دلالت اجازت بھی متحقق ہے۔ (ت)

انما لم یحصر التصرف فی الوصی اشارۃ الی جواز تصرف غیرہ کہا اذا خاف من القاضی علی مالہ ای مال الصغیر فانہ یجوز لواحد من اهل السکة ان یتصرف فیہ ضرورة استحسانا وعلیہ الفتویٰ اہ اقول فاذا جائز التصرف لواحد من الجیران لمکان الضرورة مع وجود القاضی من دون اذن مورث و لا قاضی اصلا فلان یجوز للشقیق الشقیق عند عدم القاضی الشرعی مع تحقق اذن المورث دلالة لکان احری واجدر واجدی واولیٰ۔

غرض فقیر بکول القدر جرم کرتا ہے کہ ایسی صورت میں ابن کبیر کی صحت تصرف و ثبوت وصیانت بحکم دلالت میں کوئی محل شبہ نہیں۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے

۱۵۵/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب التاسع	کتاب الوصایا	لہ الفتاویٰ الہندیۃ
۳۳۸/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب الوصی	"	لہ درمختار
۲۵۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	لہ ردالمختار

ومن لم يعرف اهل زمانه ولم يراع في
الفتيا حال مكانه فهو جاهل مبطل في
قوله وبیانہ وارجوان لوعرضه كلامی
هذا على الفقهاء الفحول نظر واليه
بعين الرضا وتلقوا طرا بالتحصين و
القبول والله سبحانه وتعالى اعلم۔

والے سے۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے اور فتویٰ میں
اس کے مکان کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے اور اس
کا قول و بیان باطل ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر
میرا یہ کلام فقہائے کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اس کو
پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے اور تحسین و قبول کے
ساتھ اس کا استقبال کریں گے۔ واللہ سبحانہ و
تعالیٰ اعلم (ت)

۱۱۲ مسئلہ ۲، ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ
اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں جب وہ بالغ
ہوئیں تو بکر نے ان کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اس کی شادی زید نے خود اپنی
زندگی میں کر دی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس نہ ہوں صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش و
شادی اپنے مال متروکہ و مشترکہ سے کیا، اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا
ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

یہاں تین چیزیں ہیں :

(۱) خرچ پرورش

(۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا، خدمتیوں
کا انعام، سمدھیانہ کے جوڑے، دولہا کی سلامی، سواریوں کا کرایہ، برات کے پان چھالیہ
وغیرہ ذلک۔

(۳) دلہن کا جہیز۔

بتوفیق اللہ ہر ایک کا حکم علیحدہ منئے۔

خرچ پرورش : بیشک بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور
ان کے کھانے، پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف
تہذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں اگرچہ یہ ان پر وصایت و ولایت مالہ

نہ رکھیں۔ تنزیر الابصار و درمختار و ردالمحتار وغیرہ اسفار میں ہے،

نابالغ کے لئے نفقہ اور لباس و ضروری اشیاء خریدنا، دودھ پلانے والی کو اجرت پر حاصل کرنا (منع) اسی طرح نابالغ کی خاطر ضروری اشیاء فروخت کرنا بھائی، چچا، ماں اور اس کو اٹھانے والے کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ نابالغ ان کی زیر پرورش اور زیر نگرانی ہو ورنہ نہیں۔ (ت)

جائز شواء مالاً للابد للصغیر منه (کالنفقة والكسوة واستئجار الظئر منح) و بیعہ ای بیع مالاً للابد للصغیر منه لآخ و عمر و امر و ملتقط ہونی حجرہم ای فی کنفہم والا کلاً۔

علامہ شامی قول درمختار:

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا اذنه ولا ولايته الا في مسائل يـ

کی شرح میں ضمن مسائل استثناء ارشاد فرماتے ہیں:

كذا الوانفق بعض اهل المحلة على

مسجد لا متولى له من غلته لحصير

و نحوه او انفق الورثة الكبار على الصغار

ولا وصى لهم فلا ضمان في كل ديانة آھ

ملخصاً۔ اقول ولا يخالفه بل ربما

يؤيد ما في شهادة الاوصياء

عن الطحاوي عن الفصول

حيث قال ورثة صغار وكبار وفي

التركة دين وعقار فهلك بعض المال

وانفق الكبار البعض على

انفسهم وعلى الصغار فما هلك فهو

لـ الدر المختار كتاب المحظور والاباحة فصل في البيع

ردالمختار " " "

لـ الدر المختار كتاب الغصب

لـ ردالمختار " " "

جیسا کہ بعض اہل محلہ کا ایسی مسجد کے محاصل میں سے

اس کی چٹائیوں وغیرہ پر خرچ کرنا جس مسجد کا

کوئی متولی نہیں یا بڑے وارثوں کا ایسے چھوٹے

وارثوں پر خرچ کرنا جس کا کوئی وصی نہیں۔ ان سب

پر از روئے دیانت کوئی ضمان نہیں اھ تلخیص۔

میں کہتا ہوں یہ بات امام کے اس قول کے مخالف

نہیں بلکہ مؤید ہے جو انھوں نے فصول کے حوالے

سے شہادت اوصیاء میں فرمایا کہ کسی کے ورثاء

چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی جبکہ ترکہ میں دین اور

جائداد ہے۔ پھر کچھ مال ہلاک ہو گیا اور کچھ بڑوں نے

چھوٹوں پر خرچ کیا۔ جو ہلاک ہوا وہ تو سب پر ہے

۲۴۶/۲ مطبع مجتہبی دہلی

دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۰/۵

۲۰۶/۲ مطبع مجتہبی دہلی

دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۶/۵

اور جو بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا ہے اگر وہ قاضی یا وصی کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو چھوٹوں کے حصہ کے ضامن ہوں گے اور اگر ان میں سے کسی کی اجازت سے خرچ کیا تو ان کے لئے مثل نفقہ میں شمار کر لیا جائے گا اھ بیشک یہ اس صورت میں ہے کہ وصی موجود ہو اور جو پہلے گزرا وہ وصی کی عدم موجودگی کی صورت میں ہے خصوصاً ہمارے ملک میں۔ پس سمجھو (ت)

پس جو کچھ بچنے ان لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثل کا دعویٰ کرے تو بیشک دیانہ مجرا پائے گا۔

کیونکہ وہ اس مسئلہ میں شریعت کی طرف سے ناذون تھا۔ لہذا وہ ضامن نہیں بلکہ امین ہوگا۔ اس کا قول قبول ہوگا جب تک وہ ایسا دعویٰ نہ کرے جس کو ظاہر جھٹلاتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے جو ہم نے بحوالہ فصول ذکر کیا ہے۔ اس میں مثل نفقہ کی حد تک شمار کرنے کا فیصلہ دیا گیا جبکہ مالک اذن یعنی وصی یا قاضی کی طرف سے اذن موجود ہو حالانکہ شرع مطہر مالک اذن ہونے کا زیادہ حقدار ہے تو ہمارے اس زیر بحث مسئلہ میں شرع کی طرف سے اذن پایا گیا ہے اگرچہ وصی یا قاضی کی طرف سے نہیں پایا گیا کیونکہ وہ دونوں یہاں بالکل مفقود ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ مفتی دیانت کے ساتھ فتویٰ دیتا ہے بلکہ ہم نے مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کی توفیق

على كلهم وما انفقه الكبار ضمنوا حصة الصغار ان كانوا انفقوا بغير امر القاضى او الوصى وما انفقوه بامر احدهما حسب لهم الى نفقة مثلهم اھ فان هذا عند وجود الوصى وما مرفعت عدمه لاسيما في بلادنا فافهم۔

فانه كان ما ذوناله في ذلك من جهة الشرع فلا يكون ضمينا بل امينا مقبول القول ما لم يدع ما يكذب الظاهر الا ترى الى ما قدمنا عن الفصول حيث حكم بالاحتساب الى نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن كالوصى والقاضى والشرع المطهر احق من له الاذن وقد وجدنا منه الاذن في مسئلتنا وان لم يوجد من وصى او قاضى لفقدانها ههنا اساسا وانت تعلم ان المفتى انما يفتى بالديانة بل قد اثبتنا عرض التحقيق بتوفيق

لے ماشیة الطحاوی علی الدر المختار کتاب الوصایا فصل فی شہادۃ الاوصیاء المكتبة العربية کوٹہ ۳۴۵

المولى سبحانه وتعالى في كتاب الوصايا من
العطايا النسبوية في الفتاوى الرضوية
آن الابن الكبير في امصارنا هذه في
اعصارنا هذه يقوم مقام وصي ابیه علی
الاولاد الصغار من دون حاجة الى تصريح
بالوصاية لوجود الاذن والتفويض دلالة
يحكم العرف الفاشي المطرد مع تحقق
الضرورة الملجئة الى اعتبار تلك
الدلالة والله يعلم المقصد من المصلح
ومن لم يعرف اهل زمانه ولم يراع
في الفتيا حال مكانه فهو جاهل
مبطل في قوله وبيانه وقد بينا المسئلة
بحول القدير جل مجده بما يتعين
المراجعة اليه وحينئذ فالامر اظهر.

سے فتاویٰ رضویہ کی کتاب الوصایا میں بلتدیہ
تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہروں میں
ہمارے اس زمانے میں بڑا بیٹا نابالغ اولاد پر
باپ کے وصی کے قائم مقام ہوتا ہے باوجودیکہ
اس کے وصی ہونے کی تصریح نہیں ہوتی کیونکہ اس
کے لئے اذن و تفویض بطور دلالت موجود ہوتی ہے
اس عرف کے حکم سے جو جاری و ساری ہے۔
علاوہ ازیں وہ ضرورت بھی محقق ہے جو دلالت
مذکورہ کا اعتبار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اور اللہ
تعالیٰ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے
سے۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہیں پہچانتا اور فتویٰ
میں اس کے مکان کو ملحوظ نہیں رکھتا وہ جاہل ہے
اور اس کا قول و بیان باطل ہے، ہم نے
اللہ تعالیٰ قدرت والے کی عطا کردہ قوت سے مسئلہ

کو اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس کی طرف رجوع کرنا متعین ہو گیا۔ اب معاملہ زیادہ
ظاہر ہے۔ (ت)

اور نفقہ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی و
اسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا مجرا پائے گا۔ عالمگیری میں ہے،

نفقة المثل ما یكون بیت الاسراف و
التقتیر کذا فی المحيط علیہ
ردالمحتار میں ہے؛

ما ینفق علی مثلهم فی تلك المدّة۔
جو خرچ کیا جاتا ہے ان کی مثل پر اس مدت میں (ت)

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۵/۶
لہ ردالمحتار فصل فی شہادۃ الاوصیاء دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۲۶۰/۵

مصارف شادی، عبارت سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی و جہیز عروس سب بکر نے محض اپنی رائے سے کئے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور بہنیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں، نہ ان سے دربارہ صرف کوئی استفسار ہوا تھا نہ ان کا کوئی اذن تھا نہ ان قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ سے کرتے یا یہ جہیز تمہارے حصہ میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کنواریوں سے پوچھ کر نہیں ہوتے نہ ان سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دلہن کے حصہ میں مجرا نہیں ہو سکتے۔

اس لئے اگرچہ ہم بطور ولایت بکر کے وصی ہونے کا قول کر چکے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے مگر وہ ولایت بالغوں کے بلوغ سے منقطع ہو گئی۔ (ت)

لانا وان قلنا بوصایة بکر دلالة كما اشرفنا
اليه فقد انقطعت الولاية بالبلوغ۔

ردالمحتار میں عنایہ سے ہے،

جب بڑے ورثاء حاضر ہوں تو وصی کو ترکہ میں تصرف کا بالکل اختیار نہیں مگر جب میت پر قرض ہو الخ۔ (ت)

انهم (یعنی الورثة الکبار) اذا كانوا
حضوراً ليس للوصی التصرف فی التركة
اصلاً الا اذا كان علی المیت دين الخ۔

توان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع و احسان ہوا جسے کسی سے مجرانہ پائیگا سب صرف اسی کے حصے پر پڑے گا خواہ ضماناً خواہ قصاصاً دوسرے ورثہ جنہوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحتاً اذن دیا یہ بری رہیں گے اگرچہ انہوں نے صرف ہوتے دیکھا وہ خاموش رہے ہوں اذلا ینسب الی ساکت قول (چپ رہنے والے کی طرف قول کو منسوب نہیں کیا جاتا۔ ت)۔ اشباہ میں ہے:

اگر کسی نے غیبہ کو اپنا مال تلف کرتے دیکھا اور چپ رہا تو یہ تلف کرنے کا

لومرأى غیرہ یتلف مالہ
فہکت لا یكون اذنا

ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۴

اذن نہ ہوگا۔ (ت)

خصوصاً اگر ان میں کوئی اس وقت نابالغ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی مقبر نہیں،

اس لئے کہ وہ اہل تبرع میں سے نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے مال میں تبرع کرے۔ (ت)

فانه ليس من اهل التبرع ولا لاحد ان يتبرع من ماله۔

بزازیہ و بحر الرائق و رد المحتار و تنویر الابصار و سراج و ہاج وغیرہ میں ہے،

ہبہ اور قرض اور جس صورت میں مال کو تلف کرنا یا بغیر عوض کے مالک بنانا پایا جائے یہ جائز نہیں جب تک صراحتاً اس کی اجازت نہ دی گئی ہو اھ، میں کہتا ہوں یہ ممانعت شرکت عنان و معاوضہ میں ہے باوجودیکہ ان میں ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے تصرف کی اجازت ہوتی ہے تو پھر کیسا حکم ہوگا شرکت عین کے شریک کا کیونکہ وہ دوسرے بھائی کے حق میں محض اجنبی ہوتا ہے اور اسکو دوسرے کے حصہ میں تصرف کی اجازت نہیں ہوتی جیسا کہ علمائے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

الهبة والقرض وما كان اتلا فالسالم او تمليكا من غير عوض فانه لا يجوز ما لم يصرح به نصاً اھ اقول هذا افادون في شريكي العنان والمفاوضة مع ان كلامتهما وکیل عن صاحبه و ما ذون التصرف في المال من جانبہ فكيف بالشريك شركة العين فانه اجنبی صرف عن حصه اخيه ليس له التصرف فيه كما نصوا عليه۔

حاشیہ طحاویہ میں ہے،

لوگوں کا اجتماع اور ان کے کھانے کا اہتمام تجیز میں داخل نہیں، ایسا کر نیوالا اگر وارثوں میں سے ہو تو یہ خرچ کرنا خود اس کے اپنے حصے میں شمار کیا جائیگا اور وہ اس خرچ میں مبتدع ہوگا، اور ایسا ہی ہوگا اگر وہ اجنبی ہو الخ ملخصاً (ت)

التجهيز لا يدخل فيه الجمع والموائد فالفاعل لذلك ان كان من الورثة يحسب عليه من نصيبه ويكون متبرعاً وكذا ان كان اجنبياً اھ ملخصاً۔

۱۸۵/۱	القاعدة الثانية عشر ادارة القرآن كراچی	الفن الاول	لہ الاشباہ والنظائر
۳۲۵/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	كتاب الشركة	رد المحتار
۳۶۴/۴	المكتبة العربية كوتہ	كتاب الفرائض	حاشیة الطحاوی علی الدر المختار

دُلہن کا جہیز ؛ وہ اگر بکرنے بطور ہیہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو ہیہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جدا جدا جوڑ کر دُلہن کا حصہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اس کے حصہ میں آیا ہے کمی بیشی ایک ذرہ کے اُس کے لئے جدا کر لیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

فضلا عن الاقتصار على المثليات والتحوين
عن الاستبدال في القيميات -
چہ جائیکہ مثلی اشیاء پر اقتصار ہونا اور قیمتی چیزوں میں تبدیلی کو ترجیح دینے سے بچنا۔ (ت)

نہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں کما نصوا علیہ فی الکتب جمیعا (جیسا کہ اس پر تمام کتابوں میں علمائے نے نص کی ہے۔ ت) تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکرنے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دُلہن کے حقے میں مجرالیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہو سکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر لما مر صلیح و تخارج یوں نہیں کہ کل ترکہ یا اس کی قسم سے حصہ دُلہن کا سا قط نہ کیا گیا نہ دُلہن کے خیال میں ہوگا کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دعویٰ نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے ایسا امر بے تصریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے فان العقد ربط ولا ید فی الربط من شیئین معہذا (اس لئے کہ عقد توربط کا نام ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے) عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ منظون تو قطع نزاع جس کے لئے صلح و تخارج کی وضع ہے حاصل نہ ہوا،

وما من شیء خلا عن مقصوده الا بطل و
جهالة المصلح عنه انما لا تمنع جوارا
المصلح اذا لم تفض الى مناسرة والامنع۔
نہیں ہے کوئی جو مقصود سے خالی ہو مگر یہ کہ وہ باطل ہے اور جس شیء پر صلح ہو رہی ہو اس کی بہالت صرف اس وقت جواز صلح سے مانع نہیں ہوتی جب اس سے کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو ورنہ مانع ہوتی ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے ؛

المصلح شرعا عقد يرفع النزاع و
يقطع الخصومة به
صلح شرع میں ایسے عقد کو کہتے ہیں جو جھگڑے کو رفع کرے اور خصومت کو ختم کرے۔ (ت)

لہ الدر المختار کتاب الصلح مطبع محتاتی دہلی ۱۴۱/۲

نہایت میں ہے :

جهالة تفضي الى المنازعة تمنع جواز الصلح له ملخصين -
ایسی جہالت جو جھگڑے کا باعث ہو وہ جواز صلح سے رکاوٹ ہے اہ تلخیص (ت)

رہی بیع وہ اگر تصریح ایجاب و قبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متروکہ کے جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصہ میں آئیں بیع کیا اور دلہن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصہ عروس میں آئیں گی بہاں تک کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکہ کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں۔

ومعلوم انه ليس من عقد يتم بالنسيئة بل لا بد من شيء يظهر القصد القلبي ويكون دليلا على الرضاء النفسي۔
اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی عقد محض نیت سے تمام نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کسی ایسی چیز کا ہونا ناگزیر ہے جس سے دلی ارادہ ظاہر ہو اور وہ دلی طور پر رضا مندی کی دلیل ہو۔ (ت)

فتح القدير میں ہے :

رکنه الفعل الدال على الرضاء بتبادل المتكین من قول او فعل اه نعم المظهر قد يكون نصا وهو اللفظ المقررا للايجاب والقبول وقد يكون دلالة كالمساومة و اخذ ثمن بعد بیات الثمن في بيع التعاطی وحيث لا حاجة الى البیات للعرف العام كالخبز مثلا حيث يكون له
اس کا رکن ایسا فعل ہے جو دونوں ملکوں کے باہمی تبادلہ پر رضا مندی کی دلیل ہو چاہے قول سے یا فعل سے اہ ، ہاں اس کو ظاہر کرنے والی چیز کبھی نص ہوتی ہے جیسے وہ لفظ جو ایجاب و قبول کے لئے مقرر ہیں اور کبھی دلالت ہوتی ہے جیسے بھاؤ تاؤ طے کرنا اور دستی لین دین کی بیع میں ثمن بیان کرنے کے بعد اس کو لے لینا، اور جہاں عرف عام کی وجہ سے بیان کی حاجت نہ ہو مثلاً روٹی کی قیمت جب معلوم ہو اس میں

لے الفتاویٰ الہندیۃ بحوالہ النہایۃ کتاب الصلح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳۱/۴
لے فتح القدير کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۵۵/۵

کوئی اختلاف نہ ہو تو بائع کا دکان کھول کر بیع کیلئے بیٹھنا اور روٹی تیار کرنا بیع کی دلیل ہے اور مشتری کا اس کو لے لینا خریداری کی دلیل ہے۔ مگر یہاں زیر بحث مسئلہ میں اگر بکر کی طرف سے دلالت فرض کر بھی لی جائے تو دلہن کی طرف سے بالکل دلالت موجود نہیں۔ اگر اسکی رضا مندی کو تسلیم کر لیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک طرف سے ہے۔ وہ اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے، اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے اور دونوں صحیحوں میں سے یہ زیادہ راجح ہے۔ لیکن اس کو جائز قرار دینے والے کے نزدیک بدلی کا بیان ضروری ہے اور یہاں جیسے کہ توجانا ہے بدل مجہول ہے لہذا بالاجماع بیع منعقد نہ ہوئی۔ (ت)

قيمة معلومة لا تختلف ففتح البائع الدكان وجلسه للبيع واعداده الخبز لذلك دليل على البيع واخذ المشتري على الشراء اما ههنا فان فرضت دلالة من بكر فلا دلالة اصلا من قبل العروس ولئن سلمت الرضا فالتعاطي ههنا من احد الجانبين وهو وان جاز عند البعض وبه يفتي وهو ارجح التصحيحين فلا بد فيه عند مجيزة من بيان البدل والبدل ههنا كما علمت مجهول فلم ينعقد البيع اجماعا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

شمس الائمة حلوانی کے نزدیک بیع تعاطی میں شرط دونوں طرفوں سے دینا ہے، کفایہ میں یونہی ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایک قبضہ کرے تو کافی ہے کیونکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے نص فرمائی کہ بیع تعاطی دو میں سے ایک بدل پر قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہے۔ یہ ثمن اور بیع دونوں کو شامل ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے اور یہ قائل بشرط قرار دیتا ہے اس بیع کے منعقد ہونے کے لئے ثمن کے بیان کرنے اور بیع کے سونپنے کو۔

الشرط في بيع التعاطي الاعطاء من الجانبين عند شمس الائمة الحلوانی كذا في الكفاية وعليه اكثر المشائخ وفي البزازية هو المختار كذا في البحر الرائق والصحيح ان قبض احدهما كان لنص محمد رضي الله تعالى عنه على ان بيع التعاطي يثبت بقبض احد البدلين وهذا ينتظم الثمن والمبيع كذا في النهر الفائق وهذا القائل يشترط بيان الثمن لان عقاد هذا البيع بتسليم المبيع هكذا حكى فتوى

الشیخ الامام ابی الفضل الکرمانی کذا
فی المحيط۔
اور یونہی منقول ہے شیخ امام ابوالفضل کرمانی کا
فتویٰ جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

پس واضح ہوا کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً کوئی
اثر تبدیل ملک پیدا نہ کرے گا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا بدستور اسی کی ملک پر رہے گا اب معرفت مالک کار
ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور، برتن، کپڑے وغیرہ کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہ جہیز میں دے گئے وہ جیسے
سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیاء بکر نے خرید کر دیں وہ سب مطلقاً
ملک بکر کی تھیں اور اب یہی خاص اسی کے ملک پر ہونگی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں،

لما علم من ان الشراء اذا وجد نفاذا علی
الشاری نفاذ۔
کیونکہ معلوم ہے کہ بیع جب نفاذ پاتے تو مشتری
پر نفاذ ہو جاتی ہے (ت)

غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع من
فتاویٰنا عن مراد المحتار (جیسا کہ ہم رد المحتار کے حوالے سے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر نقل
کر چکے ہیں۔ ت) پھر اس قسم یعنی ملکات بکر پر دلہن کا قبضہ امانت ہوگا لحصولہ بتسلیط المالك
(کیونکہ یہ مالک کے مسلط کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ت) پس جس چیز کو دلہن نے استہلاک
نہ کیا بغیر اس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگی اس کا تاوان دلہن پر نہ آئے گا اور جو اس کے فعل
تعدی سے تلف ہوئی اس کی قیمت بکر کے لئے دلہن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی
(کیونکہ امین جب زیادتی کرے تو وہ ضامن ہوتا ہے۔ ت) اور جو باقی ہو وہ بعینہ بکر کو واپس دے
اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اس پر دلہن کا ہاتھ دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اسکے
پاس ہلاک ہو جائے مطلقاً تاوان آئے گا،

وذلك لان بکرا قد تعدی علی حصص الشركاء
بتجهيز الاخت من مال مشترك وتسلمه
اليها جهاز التلبس وتستعمل و بالتصرف
تستقل وكل يد متوتبة علی يد ضمان يد ضمان۔
کیونکہ بکر نے شرکاء کے حصص میں تعدی کی اس لئے
کہ اس نے مال مشترک سے بہن کا جہیز بنا کر اسکے
حوالے کر دیا کہ وہ اس کو پہنے، استعمال کرے اور
تصرف میں مستقل ہو جائے۔ ہر قبضہ جو دست ضمان
پر مرتب ہو وہ دست ضمان ہوتا ہے۔ (ت)

پس باقی ورثا جنہوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں لانہ الغاصب (کیونکہ وہ غاصب ہے - ت) چاہیں دلہن سے لانہا كغاصبة الغاصب (کیونکہ وہ غاصب سے غصب کرنے والی ہے - ت) فتاویٰ خیرہ میں ہے :

اليد المترتبة على يد الضمان
يد ضمان قلب البهيمية ان يضمن
من شاء الخ -
جو قبضہ دست ضمان پر مرتب ہو وہ دست ضمان ہوتا ہے لہذا چار پائے کے مالک کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے ضامن ٹھہرائے۔ (ت)

اور وہ بکر یا دلہن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعویٰ نہیں پہنچتا،
اما بکر فلانہ الغاصب وانما قبض العروس
بتسليطه واما العروس فلانها قبضت
لنفسها لا لبكر -
بکر پر تو اس لئے کہ وہ غاصب ہے اور دلہن نے اس کے مسلط کرنے سے اس پر قبضہ کیا ہے۔ یہی دلہن تو وہ اس لئے کہ اس نے اپنے لئے قبضہ کیا ہے بکر کے لئے نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں بڑا زیہ سے ہے :

غاصب نے مغبوب چیز کسی کو بہہ کر دی یا صدقہ کر دی یا عاریت پر دے دی، وہ چیسز ان لوگوں کے ہاتھ میں ہلاک ہو گئی اور وہ اصل مالک کے ضامن ہو گئے تو اب یہ لوگ غاصب پر رجوع نہیں کر سکتے اس تاوان کے بارے میں جو انہوں نے مالک کو دیا کیونکہ وہ مغبوب پر قبضہ میں اپنے لئے عمل کرنے والے ہیں بخلاف مرتہن، مستاجر اور اس شخص کے جس کے پاس غاصب نے مغبوب چیز ودیعت رکھی۔ یہ لوگ اگر بصورت ہلاکت مالک کو تاوان ادا کریں تو اس کے لئے غاصب پر رجوع کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے غاصب کے لئے عمل کیا (ت) اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فرائض الہیہ پر تقسیم ہو جائیں یہ سب احکام اُس صورت

وهب الغاصب المغبوب او تصدق او اعاس و هلك في ايديهم وضمنوا للمالك لا يرجعون بما ضمنوا للمالك على الغاصب لانهم كانوا عاملين في القبض لانفسهم بخلاف المرتهن والمتاجر والمودع فانهم يرجعون بما ضمنوا على الغاصب لانهم عملوا لله الخ -

میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بیشک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

کیونکہ وہ دینے والا ہے لہذا وہ دینے کی جہت کو زیادہ بہتر جانتا ہے جیسا کہ الاشباہ، جامع الفصولین اور فتاویٰ خیرہ وغیرہ کتابوں میں ہے اور علمائے اس پر متعدد مسائل میں نص فرمائی ہے۔ میں کہتا ہوں بھائی جب بہنوں کے لئے جہیز بنائیں جبکہ وہ بہنیں مالدار ہوں اور بھائیوں کے زیر قبضہ ترکہ میں شریک ہوں تو ایسا کوئی عرف ہمارے شہروں میں جاری و ساری نہیں جو اس کو ہبہ قرار دے بخلاف ماں باپ کے۔ تو واجب کے باقی رہتے ہوئے اس کا قصد تبرع ہونا کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر یہاں یہ ہے کہ بھائی اس کو بہنوں کے حصوں میں سے شمار کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ (ت)

لانه الدافع فهو ادري بجهة الدفع كما في الاشباہ وجامع الفصولين و الفتاوى الخيرية وغير ما كتاب وقد نصوا عليه في مسائل كثيرة أقول وليس في تجهيز الاخوة الاخوات اذا كنت ذوات مال شريكات في ما بايدي الاخوة من التركة عرف فاش يقضى بالهبة بخلاف الأباء والامهات في بلادنا وكيف يكون الظاهر قصد التبوع مع بقاء الواجب بل الظاهر ح انهم يريدون الاحتساب عليهم من انصباثهن۔

اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیت ہبہ کی مگر دلہن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصہ کا معاوضہ یا حصے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہ ہی احکام ہونگے کہ اس صورت میں دلہن کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گیا،

فان القبول فرع العلم وهي اذا لم تحسبه هبة كيف يتصور انها قبلت الهبة۔

اس لئے کہ قبول فرع ہے علم کی۔ جب اس خاتون نے اس کو ہبہ سمجھا ہی نہیں تو اس کا ہبہ کو قبول کرنا کیسے متصور ہوگا (ت)

بجرائتی میں ہے :

وكذا بقوله اذنت الناس جميعا في ثمر نخل من اخذ شيئا فهو له فبلغ الناس من اخذ شيئا

یونہی اس کا یہ کہنا کہ میں نے اپنے درختوں کے پھل کے بارے میں تمام لوگوں کو اجازت دے دی ہے تو لوگوں کو خبر پہنچ گئی جس کو کچھ لے لیا وہ اسی کا ہے ایسا ہی

يلك كذا في المنتقى وظاهرة ان من
 اخذه ولو يبلغه مقالة الواهب
 لا يكون له كما لا يخفى له ، اقول
 ومثله ما في الهمدية عن الخلاصة رجل
 سيب دابته فاصلحها انسان ثم
 جاء صاحبها و امراد اخذها و اقر و قال
 قلت حين خليت سبيلها من اخذ فرهي
 له او انكر فاقبت عليه البيضة او
 استحلفت فتكل فرهي للاخذ
 سواء كان حاضرا سمع هذه
 المقالة او غاب فبلغه الخبر
 و وجهه ظاهر فانه اذا
 علم بمقالة الواهب
 فيكون الاخذ على جهة
 الاتهاب و يقوم القبض مقام
 القبول بخلاف ما
 اذا لم يعلم فانه لم
 يتحقق القبول قطعاً و
 هو مدار ثبوت الملك
 للموهوب له قطعاً
 سواء جعل ساكناً كما نص
 عليه في التحفة والولوالجية

منتقى نہیں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ جس شخص تک
 واہب کی یہ بات نہیں پہنچی اس نے جو کچھ لیا وہ
 اس کا مالک نہ ہوگا الخ ، میں کہتا ہوں اور اسکی
 مثل خلاصہ کے حوالے سے ہندیہ میں ہے کہ ایک
 شخص نے اپنے چار پائے کو چھوڑ دیا اور کسی انسان
 نے اس کو پکڑ کر سنبھال لیا پھر اس چار پائے کا
 مالک آیا جو اس کو لینا چاہتا تھا۔ اس نے اقرار
 کیا کہ میں نے اس کو چھوڑتے وقت کہا تھا کہ
 جو اس کو پکڑے یہ اسی کا ہے یا اس نے انکار کیا
 مگر گواہوں سے یہ ثابت ثابت ہو گئی یا اس کو
 قسم کھانے کا کہا گیا اور اس نے انکار کر دیا۔ ان
 تمام صورتوں میں وہ چار پائے پکڑنے والے کا ہوگا
 چاہے وہ خود حاضر تھا اور اس نے مالک کی یہ بات
 سنی تھی یا غائب تھا اور اس تک اس کی خبر
 پہنچی اھ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے ، کیونکہ جب اسکو
 واہب کے اس قول کا علم ہو گیا تو اس کا لینا
 ہبہ کو لینے کے طور پر ہوا اور قبضہ کرنا قبول کے
 قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے کہ جب اُسے
 واہب کے اس قول کا علم نہ ہوا ہو ، کیونکہ اس
 صورت میں قبول کرنا بالکل مستحق نہیں حالانکہ
 موهوب لہ کے لئے ملک کے ثبوت کا مدار مدار
 قطعی طور پر قبول کرنے پر ہے۔ چاہے قبول کو رکن

۲۸۴/۷

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۳۸۲/۴

نورانی کتب خانہ کراچی

کتاب الہبہ

لہ بحر الرائق

عہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الہبہ الباب الثالث

والکافی والكفاية والتبيين و
البحر ومجمع الانهر والدر المنخاس
وابي السعود وغيرها من كتب الكبار وهو ظاهر
الهداية وملتقى الابحر وغيرها من
الاسفار الغراو شرطاً كما نص عليه في
المبسوط والمحيط والرهندية وغيرها و
افاد في البدائع انه الاستحسان وان
الاول قول نرفر على كل فاتفق
القولان على انه لا تملك فيها بدون
القبول وهو الذي نص عليه في الخانية
وغيرها وقد حققنا المسئلة بتوفيق الله
تعالى على هامش ردالمحتار بما لا مزيد عليه.

بنایا جائے جیسا کہ تحفہ، ولو الجمیہ، کافی، کفایہ، تبیین،
بحر، مجمع الانهر، در مختار اور ابو السعود وغیرہ
بڑی بڑی کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ہدایہ
اور ملتقى الابحر وغیرہ عظیم کتابوں سے بھی یہی ظاہر
ہوتا ہے۔ چاہے اس کو شرط بنایا جائے جیسا کہ
مبسوط، محیط اور ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص ہے۔
بدائع میں افادہ کیا ہے کہ یہ استحسان ہے۔ اور
پہلا قول امام زفر کا ہے۔ بہر صورت دونوں قول
اس پر متفق ہیں کہ ہبہ میں قبول کے بغیر ملک ثابت
نہیں ہوتا اور اسی پر خانیرہ وغیرہ میں نص کی گئی ہے۔
ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس مسئلہ کی تحقیق
کی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں (ت)

تو اس حالت میں بھی وہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر آئیں گی خواہ بکر ہو یا سبب شرکاء
اور احکام سابقہ عود کریں گے، ہاں اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا دلالت کسی طرح ظاہر ہو جس کے سبب
دلہن نے اسے ہبہ ہی سمجھ کر قبضہ کیا تو البتہ ایجاب و قبول دونوں متحقق ہو گئے۔
فان القبض بوجه الاتهاب قبول وان
ناقصا كما في مشاع يقسم لاستواء الكل
في الدلالة على الرضا كما لا يخفى۔

کیونکہ بطور ہبہ قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہے
جیسا کہ قابل تقسیم چیز کو بلا تقسیم ہبہ کرنے کی صورت
میں ہوتا ہے کیونکہ بطور دلالت رضا مندی میں وہ سب
برابر ہیں، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

ولو الجمیہ میں ہے:

القبض في باب الهبة جار مجرى الركن
فصار كالقبول۔

ہبہ کے باب میں قبضہ کرنا رکن کے قاتم مقام ہے
لہذا یہ قبول کی مثل ہو گیا۔ (ت)

پس جو اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دلہن ان کی مالک

ردالمحتار بحوالہ الوالوجمیہ کتاب الهبة دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۸

مستقل ہوگی اور بکر پر اس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شرار واقع ہوا یہاں تک کہ خود اس دلہن کے حصے کا بھی جس نے ہمیں پایا۔

فان البدل وان اليها وصل لكن الشراء
نفذ على بكر فوقه الملك له وتم الضمان
ثم العطاء للعروس هبة على حدة من
مال نفسه فلا يرتفع به ضمان قسط
العروس -

کیونکہ بدل اگرچہ اس دلہن تک پہنچ گیا لیکن شرار کا
نفاذ بکر پر ہوا چنانچہ اس کے لئے ملک ثابت ہوگی
اور ضمان تام ہو گیا پھر اس کا دلہن کو دینا انگ ہیہ
ہے جو بکر کے اپنے مال سے ہوا لہذا اس سے دلہن
کے حصہ کا تاوان ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا۔ اذلا اذن منهم ولا ولاية عليهم
(اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اجازت ہے اور نہ ہی ان پر ولایت ثابت ہے۔ ت) تو ان کے
حصے تو ہر حال دلہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ انہیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا
دلہن پر جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرانہ پائے گا کما قد مناعن البزانية (جیسا کہ بزازیہ کے
حوالے سے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ت) رہا بکر کا اپنا حصہ ہمیں جو مال قابل تقسیم تھا یعنی اس کے حصے
کیجئے تو وہی انتفاع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا، جب تو بکر کے حصے
میں بھی ہبہ صحیح نہ ہوا لہذا ہبہ مشاع فیما یقسم (کیونکہ یہ قابل تقسیم چیز میں بلا تقسیم ہبہ ہے۔ ت)
اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمع و شرار پر رہے گا اور جو کچھ دلہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا
اس میں حصہ بکر کا تاوان خاص دلہن پر پڑے گا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے،

لا تصح هبة المشاع الذي يحتمل القسمة
ولا تفيد الملك في ظاهر الرواية قال
الزيلعي ولو سلمه شائعاً لا يملكه فيكون
مضموناً عليه الخ ملخصاً وتمامه فيها
وفي رد المحتار۔

ایسی غیر منقسم چیز کا ہبہ صحیح نہیں جو تقسیم کا احتمال
رکھتی ہو اور ظاہر الروایہ کے مطابق وہ مفید ملک
نہ ہوگا۔ امام زیلعی نے کہا اگر غیر منقسم حالت میں
اس کو سوئپ دیا تو ملک ثابت نہ ہوگا چنانچہ
اس پر ضمان آئے گا الخ تلخیص۔ اس کی مکمل بحث
فتاویٰ خیرہ اور رد المحتار میں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر دلہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا
اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دلہن پر آئے گا۔ بکر الراتی میں ہے،

ناقابل تقسیم چیز کے غیر منقسم طور پر ہبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مقدار معلوم ہو یہاں تک کہ اگر کوئی غلام میں اپنے حصہ کو ہبہ کر دے حالانکہ اسے اپنا حصہ معلوم نہیں تو یہ جائز نہیں (ت)

يشترط في صحة هبة المشاع الذي لا يحتملها ان يكون قدرا معلوما حتى لو هب نصيبه من عيد ولم يعلمه به لم يجزيه

محيط امام بخاری میں ہے :

واذا علم الموهوب له نصيب الواهب ينبغي ان تجوز عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى نقلهما في الفتاوى الهندية.

جب موهوب لہ کو واہب کے حصہ کا علم ہو تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کو جائز ہونا چاہئے۔ ان دونوں کو فتاویٰ ہند یہ میں نقل کیا ہے۔ (ت)

جامع الفصولین میں فتاویٰ امام فضلی سے ہے :

اذا هلك افتيت بالرجوع للواهب هبة فاسدة لذی لحم محرم منه اذ لفاسدة مضمونة على ما مر

اگر وہ ہلاک ہو جائے تو میں ذی رحم محرم کو ہبہ فاسدہ کہنوالے کی طرف رجوع کا فتویٰ دوں گا کیونکہ ہبہ فاسدہ کی صورت میں ضمان آتا ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

اور اگر دلہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح و ناقذ و تام و لازم ہو گیا اور ان اشیاء میں دلہن اپنے اور بکرہ دونوں کے حصص کی مالک ہو گئی باقی ورثہ کے حصے بہ دستور دستِ عروس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بار بار گزرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دلہن کے ہاتھ میں تلف ہوتیں ان میں دلہن اپنے حصے کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اس کا مال اسی کے ہاتھ میں ہلاک ہو اور بکرہ نے اس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی،

کیونکہ اس نے تو ایسے کے ہاتھ میں دے دیا جو

فانه انما سلم الملك ليد من ملك

۱۔ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/۲

بحر الرائق کتاب الہبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۶/۷

۲۔ الفتاویٰ الہندیۃ بحوالہ محیط السخری کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/۲

۳۔ جامع الفصولین الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدة الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۵۷/۲

اس کا مالک ہو گیا۔ اب جو دلہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو اسی کے ضمان پر ہلاک ہوا۔ یہ سب کچھ رب قدیر کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا۔ میں نے اس کو بطور تفقہ علماء کرام کے اقوال سے اخذ کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کو عظیم اجر عطا فرمائے۔ جو کچھ میں نے درست کہا اس پر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے اور جو میں نے غلطی کی تو وہ میرا اپنا قصور ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ اس کو بہت مضبوط بنائے۔ اس لئے کہ ان مسائل کی ضرورت زیادہ واقع ہوتی ہے اس خوبصورت تفصیل کو غنیمت سمجھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فیض جلیل پر تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

فما هلك في يدها فاعليها هلك هذا اكله من اوله الى اخره مما افيض على قلب الفقير من فيض القدير واخذته تفقها من كلمات العلماء اعظم الله اجورهم يوم الجزاء فما اصبحت فمن الله تعالى و له الحمد عليه وما اخطأت فمن قصور نفسي وانا اتوب اليه اتقن هذه اتقانا كبرافان المسائل مما تمس اليه الحاجة كثيرا فاعتنم هذا التفصيل الجميل والحمد لله على فيضه الجليل ، و الله سبحانه وتعالى اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳ از شہر کہنہ ، ربيع الثاني ، ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مجید اللہ خاں ولد کالے خاں ساکن شہر کہنہ نے اپنی جائداد موروثی دین مہر میں زوجہ کو دی یعنی مسماة امیر بیگم کو بعدہ مجید اللہ خاں مذکور کا انتقال ہو گیا بعد ازاں جائداد مرقومہ بالاکا داخل مسماة امیر بیگم کے نام بذریعہ گواہاں کے ہوا یہ شخص گواہ تھے عنایت اللہ خاں صاحب ولد کالے خاں صاحب ، دیگر گواہ شفیع علی خان صاحب ولد کالے خاں صاحب ، مجید اللہ خاں مرقومہ بالاکا کی ایک لڑکی تھی امیر بیگم ، والدہ دختر نے اس کی شادی کر دی چند عرصہ کے بعد نصف جائداد جو بذریعہ مہر کے شوہر اپنے سے پہنچتی تھی دختر مذکورہ کو دے دی اور اس کا داخل خارج بھی کرادیا گواہی عنایت اللہ خاں صاحب و شفیع علی خان صاحب اور پٹی بانٹ اس وجہ سے نہیں ہو سکا کہ اس زمین میں جگہ جگہ غارتھے ، دوسرے یہ کہ والدہ اور دختر میں اتفاق بھی بہت تھا حتیٰ کہ تا حیات دختر سے جدا نہیں ہوئی ، بعدہ مسماة امیر بیگم کی حیات میں دختر جس کے نام نصف ، جائداد کی تھی فوت ہو گئی مگر مسماة امیر بیگم نے وہ جائداد واپس نہیں لی اس پر قابض اور خیل داماد رہا اور ہے اور جس وقت امیر بیگم کی علالت تھی اس وقت میں داماد مذکور سے وصیت کی کہ بخوردار من میری

تیمارداری کرو اور بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو اور جو کچھ تیمارداری میں خرچ ہو وہ روپیہ نصف جائداد باقی ماندہ جو میرے نام ہے اس سے وصول کیجیو ورنہ میں حشر میں دامنگیر ہوں گی اور جو جائداد میں نے اپنی دختر کے نام کی تھی وہ تم کو بخوشی بخشی چونکہ تم نے میری خدمت مثل فرزند لطن کے کی ہے اور کرتے ہو وصیت کے بعد مسماۃ امیر بیگم کا انتقال ہو گیا داماد مذکور نے قرض وام کر کے تجہیز و تکفین کی اور خرچ تیمارداری کیا اب مسماۃ امیر بیگم کو انتقال کئے ہوئے عرصہ چند ہوا اور مسماۃ امیر بیگم کے وارث یہ ہیں دو بھائی چچا زاد اور دو شوہر کی ہمشیریں حیات میں یہ جائداد جس کا ذکر ہے کس طرح تقسیم ہوگی اور قرضہ جو داماد مذکور نے خرچ تیمارداری میں اور تجہیز و تکفین میں کیا کس طرح وصول کرے۔ بتیو تو جروا

الجواب

صورت مستولہ میں وہ ہبہ کہ امیر بیگم نے بنام اپنی دختر کے کیا بوجہ مشاع وغیر منقسم ہونے زمین کے محض باطل ہو گیا۔ تتمۃ الفتاویٰ پھر مشتمل الاحکام پھر فتاویٰ خیرہ میں ہے:

ہبۃ المشاع باطلۃ وهو الصحیح لہ غیر منقسم کا ہبہ باطل ہے اور یہی صحیح ہے (ت) اور داخل خارج کہ ایک عقد باطل پر مبنی ہوا خود باطل و بے اثر، اسی طرح اُس کا موہوب مذکور کی نسبت اپنے داماد سے کہنا میں نے تجھ کو بخوشی بخشی کہ وہ بھی ہبہ ہے اور بوجہ شیوع باطل۔

فی الشامی عن الطحطاوی عن المکی عن الامام قاضی خاں وغیرہ ہبۃ المریض ہبۃ حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکماً۔

شامی میں بحوالہ طحاوی، بحوالہ مکی، بحوالہ امام قاضیخان وغیرہ ہے کہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہے اگرچہ حکماً وصیت ہے۔ (ت)

پس وہ زمین تمام و کمال ملک و ترکہ امیر بیگم ہے جس میں وارثان دختر یا خواہران شوہر کا اصلاً کچھ حتی نہیں صرف امیر بیگم کے دونوں چچا زاد بھائی بر تقدیر عدم موانع ارث و انعدام وارث دیگر اس کے مستحق ہیں کہ بعد ادا سے دین و وصیت آپس میں نصف نصف کر لیں داماد مورث نے جو کچھ اس پر اس کی بیماری و تیمارداری میں اٹھایا وہ امیر بیگم پر اُس کا قرض ہے کہ ترکہ امیر بیگم سے لے سکتا ہے فاتہ لمانفق باصرہا وقد افصحت بالرجوع لویکن متبرعا (کیونکہ جب

اس نے مرحومہ کے امر سے خرچ کیا اور اس نے رجوع کی تصریح کی تو یہ متبرع نہ ہوا۔ (ت) اسی طرح جو کچھ کفن و دفن بطریق سنت میں صرف کیا ہو وہ بھی اس کا دین ہے بشرطیکہ امیر بیگم کے حال کے مناسب عرف و عادت کے لحاظ سے جس قیمت کا کفن دینا چاہئے تھا اس سے بیش قیمت نہ دیا ہو ورنہ قیمت کفن اصلاً مجرا نہ پائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

لو زاد الوصى على كفن مثله في العدد ضمن
الزيادة اي الا اذا اوصى بها وكانت تخرج
من الثلث وفي القيمة وقع الشراء له (لانه
متعد في الزيادة وهي غير متميزة فيكون
متبرعا بتكفين الميت به رحمتي)۔

اگر وصی نے میت کے مثلی کفن میں زیادتی کی باعتبار
تعداد کے تو زائد کا ضامن ہوگا (مگر جب اس کو
اس کی وصیت کی گئی ہو اور وہ مال کے ایک تہائی
سے پوری ہو سکتی ہو) اور اگر باعتبار قیمت کے
زیادتی کی تو یہ خریداری وصی کے لئے واقع ہوگی (کیونکہ

اس نے قیمت کی زیادتی میں تعدی کی اور وہ زیادتی ممتاز نہیں لہذا وہ میت کے لئے کفن کی خریداری میں متبرع ہوگا۔ رحمتی)۔ (ت)

اسی طرح جو کچھ کفن و دفن کے سوا فاتحہ، درود و سوم، چہلم عورتوں کے جمع ہونے، اُن کے پان چھالیہ کھانے پینے وغیرہ معمولی باتوں میں صرف ہوا اس کا بھی ایک جبہ مجرا نہ ملے گا لوجوہ کثیرہ و حسبک (متعدد و جوہات کی وجہ سے اور تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ۔ ت) قول امیر بیگم "بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو" وصیہ مہملہ باطلہ لانفاذ لہا اصلاً (وصیت مہمل و باطل ہے جس کا بالکل نفاذ نہیں۔ ت)

علامہ سائمانی مسئلہ تنویر الابصار وغیرہ اوصی بان يتخذ الطعام بعد موته للناس ثلثة ايام فالوصیة باطلہ (کسی نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد تین دن لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کی تعلیل میں لکھتے ہیں:

انها وصیة للناس وهم لا یحصون کما
لوقال اوصیت للمسلمین ولیس فی
اللفظ ما یدل علی الحاجة
فوقعت تملیکاً من مجهول

کیونکہ یہ وصیت لوگوں کے لئے ہے جن کا شمار
نہیں ہو سکتا جیسا کہ اگر وہ کہے کہ میں نے مسلمانوں
کے لئے وصیت کی ہے درانحالیکہ لفظوں میں ایسی
کوئی چیز نہیں جو حاجت پر دلالت کرے تو یہ مجہول

۳۳۶/۲ طہ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتہبی دہلی
۲۵۴/۵ ردالمختار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۲۲/۲ طہ الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتہبی دہلی

فلو تصح له ش۔

کی تملیک واقع ہوئی ہو لہذا صحیح نہیں اھ۔ (ت)
پھر جس قدر دین اس کا ذمہ امیر بیگم ثابت ہوا اسی کے لائق زمین کا ٹکڑا بیع کر اپنا دین وصول کر سکتا ہے یا وارثان امیر بیگم اپنے پاس سے اس کا دین ادا کر کے ترکہ خالص کر لیں۔ رد المحتار کے باب الوصی میں ہے :

جب میت پر قرض ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو اور وارثان نے اس کا قرض اپنے مال سے ادا نہ کیا اور نہ ہی اس کی وصیت کو نافذ کیا تو وصی تمام ترکہ کو بیع سکتا ہے اگر قرض اس کو محیط ہو اور قرض ترکہ کو محیط نہ ہو تو قرض کے برابر ترکہ میں سے بیع سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قرض سے زائد ترکہ کو بھی بیع سکتا ہے بخلاف صاحبین کے۔ ادب الاوصیاء میں کہا کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جائے گا۔ ایسا ہی عافظیہ، قنیہ اور دیگر کتابوں میں ہے اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے اھ تلخیص (ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

اذا كان على الميت دين او اوصى بوصية ولم تقض الورثة الديون ولم ينفذوا الوصية من مالهم فانه يبيع التركة كلها ان كان الدين محيطا وبمقدار الدين ان لم يحط وله بيع ما زاد على الدين ايضا عند ابى حنيفة خلافا لهما قال في ادب الاوصياء وبقولهما يفتى كذا في الحافظية والقنية وساثر الكتب اھ ملخصا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
چہ می فرمایند علماء رحمہم اللہ تعالیٰ در وصت مطلقہ
موصی اہم مرد وزن باشند تقسیم بر ایشان مساوی
شود یا لذلک ضعف الانثی۔
کیا فرماتے ہیں علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وصیت مطلقہ کے بارے میں جو مردوں اور عورتوں کیلئے کی گئی، تو کیا ان سب پر برابر تقسیم ہوگی یا مذکر کیلئے مؤنث سے دگنا ہوگا؟

الجواب

چوں صراحتہ و اشارہ بیچ گونہ تفصیل و تفصیل جب صراحتہ اور اشارہ کسی قسم کی تفصیل موجود نہیں

۱۔ رد المحتار بحوالہ السانحانی کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۶/۵
۲۔ رد المحتار کتاب الوصایا باب الوصی " " " " " " ۴۵۲/۵

اور نہ ہی ایک نوع کی دوسری نوع پر کوئی فضیلت سمجھی جا رہی ہے، لہذا ہر ایک کو برابر برابر حصہ دیں گے کیونکہ فرق نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہوگی، لہذا مثال کے طور پر اگر زید کی اولاد کے لئے وصیت کرے اس میں بیٹے اور بیٹیاں سب برابر ہونگے، اور اگر زید کے ورثاء کے لئے وصیت کرے اس صورت میں مذکر کا حصہ دو مومنوں کے حصہ کے برابر ہوگا اس لئے کہ لفظ ورثاء کے ساتھ تعبیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے ورثاء کی حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے۔

احد النوعین علی الآخر مستفاد نباشد بہرہ برہ علی السوئ بخش کند لعدم الفضل بعدہ الفصل پس اگر مثلاً برائے اولاد زید وصیت کند پسران و دختران ہمہ برابر باشند و اگر برائے ورثہ زید پس للذکر مثل حظ الانثیین زیرا کہ تعبیر بلفظ ورثہ دلیل است بر آنکہ حیثیت وراثت او ملحوظ داشته پس بہرہ بحساب وراثت خوانند یافت و تمامہ فی رد المحتار من الوصیۃ للآقارب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چنانچہ وہ وراثت کے حساب سے حصہ پائیں گے۔ پوری تفصیل رد المحتار کے باب الوصیۃ للآقارب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مشائخہ از میرٹھ بازار لال کرتی مرسلہ جناب مولوی محمد عبد السمیع صاحب ۳۰ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدقق جناب مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب ادا م اللہ فیوضہ و برکاتہ و غنائم اجود و حسناتہ، بعد اتحاف بدیہ سلام مرفوع برائے خورشید انجلائے باد، اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت کی جاتی ہے کہ ایک عورت نے وصیت کی تھی کہ ایک شخص کو کہ یہ سو چاس روپیہ میرا ہے اس کا یہ بندوبست کجیو کہ جب کوئی موسم کا میوہ چلا کرے میری فاتحہ اس پر دلا کر تقسیم کر دیا کرو، وصی نے ایسا ہی کیا، لیکن ایسا بھی کیا کہ اُس مال مذکور سے کوئی کتاب دینی غریب طالب علم کو دلوادی اور یہ بھی کیا کہ وہم و چہلم کی تواریخ معینہ میں مساکین کو کھانا کھلا دیا فاتحہ دلا کر۔ اور ایک دو خرچ ایسے کئے کہ اس عورت کے مرنے کی خبر سن کر جو دو ایک جگہ سے آدمی آئے تھے اور اس عورت کا کوئی ولی نہ تھا تو ان کی مہمانی پر انکی مہمانی میں بھی روپیہ مذکورہ سے کچھ صرف ہوا، اب یہ سب اخراجات بقیاس قاعدہ نذر کا اُس میں تعین زمان و مکان و مال و انفاق کی قید پر نظر رکھنا واجب نہیں ہے جائز ہوئی یا نہیں۔ وصی نے ان سب کو صرف خیر سمجھ کر صرف کر دیا کہ مقصود فاتحہ میودجات سے ایصالِ ثواب ہے ایصالِ ثواب ہو گیا اب

رد المحتار کتاب الوصیۃ للآقارب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۸/۵

جو دس بیس روپیہ باقی ہے اُس کا ارادہ ہے کہ مدرسہ میں دسے دوں، اب آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں میرا رجحان تو جواز کی طرف ہوتا ہے۔

الجواب

رائے سامی قرین صواب ہے اس لفظ میں کہ تقسیم کر دیا کیونکہ کسی قوم محصورین کے لئے وصیت ہے نہ لفظ منبئی حاجت تو ظاہر بطلان وصیت،

کما هو مقتضى الضابطة المعروفة في الوصايا قال في الدر المختار والاصل ان الوصية متى وقعت باسم يندى عن الحاجة كإيتام بنى فلان تصح وان لم يحصوا على ما مر لوقوعها لله تعالى وهو معلوم وان كان لا يندى عن الحاجة فان احصوا صحت ويجعل تمليكاً واکا بطلت وتامه في الاختيار له

جیسا کہ وصیتوں کے بارے میں معروف ضابطہ کا تقاضا ہے، درمختار میں فرمایا ضابطہ یہ ہے کہ وصیت جب ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر ہے جیسا کہ فلاں قبیلے کے تئیموں کے لئے، تو یہ وصیت صحیح ہوگی اگرچہ جن کے بارے میں وصیت کی گئی وہ غیر منحصر ہوں، جیسا کہ گزر چکا، کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے واقع ہوئی، اور یہ معلوم ہے، اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر نہ دیتا ہو تو اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہوگی اور اس وصیت کو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ منحصر نہیں تو وصیت باطل ہوگی۔ اسکی پوری تفصیل اختیار میں ہے۔ (ت)

مگر اس کا کہنا "میری فاتحہ دلا کر" یہ بتا رہا ہے کہ تقسیم مساکین پر مقصود تو لفظ میں اشعار بحاجت و قربت موجود گویا یوں کہا کہ ہر موسم میں اس کا میوہ خرید کر لوجہ اللہ مساکین پر تقسیم کر دیا کرو یہ قطعاً وصیت صحیحہ جائزہ ہے۔

یوں ہی ہندیہ میں بحوالہ خانہ منقول ہے کہ ایک مریض نے فارسی زبان میں کہا "میری طرف سے سو درہم بخشش کر دو"۔ شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل علیہ الرحمہ نے کہا یہ وصیت باطل ہے

كذا هذا في الهندية عن الخانية مريض قال بالفارسية صد درهم از من بخشش کنید قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى اهي

بان يتصدق من ثلثي كل سنة مائة
درهم فالوصي يتصدق بجميع الثلث
في السنة لاولي ولا يوزع على السنة اه
وفيها عن الخلاصة عن النوازل لو
اوصى بان يتصدق في عشرة ايام
فتصدق في يوم جائزاً

”میں نے وصیت کر دی کہ میرے ترکہ کے ثلث
میں سے ہر سال سو درہم صدقہ کئے جائیں“ تو
اس صورت میں وصی پہلے ہی سال پورے
ثلث کو صدقہ کرے اور اس کو سالوں پر تقسیم
نہ کرے اھ، ہندیہ میں بحوالہ خلاصہ نوازل سے
منقول ہے اگر وصیت کی کہ دس دنوں میں

صدقہ کیا جائے، اور وصی نے ایک دن میں صدقہ کر دیا تو جائز ہے۔ (ت)

پس وصی نے جو کتاب اُس مال سے خرید کر کے مسکین کو دی یا مساکین کو کھانا کھلایا سب
جائز و بجا واقع ہوا، یونہی اب جو روپیہ باقی ہے جائز کہ مدرسہ کے طلبہ مساکین کو نقد یا کپڑا یا کھانا یا
کتابیں خرید کر دے دے خواہ امداد طلبہ مساکین کو جو تنخواہ مقرر ہو اس میں صرف کر دے غرض جس قدر
وجوہ تصدق ہیں سب کا اختیار رکھتا ہے رہا وہ کھانا کہ اہل تعزیت کو کھلایا اگر وہ محل تصدق تھے اور
انہیں بطور تصدق کھلایا جائز ہوا، اور اگر اغنیاء تھے ناجائز، اور اس قدر روپے کا تادان ذمہ وصی
لازم، مگر یہ کہ اُسے دھوکا ہوا اور اپنے نزدیک محل صدقہ جان کر تصدق کیا ہو،

فيها عن التآ تاريخانية سئل عن رجل
اوصى بثلث ماله للفقراء فاعطى الوصي
الاغنياء وهو لا يعلم قال محمد رحمه
الله تعالى لا يجزيه والوصي للفقراء ضامن
في قولهم جميعاً

ہندیہ میں تآ تاریخانیہ سے منقول ہے، اس شخص
کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے فقیروں کیلئے
اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وصی نے لا علمی
میں اغنیاء کو دے دیا، امام محمد علیہ الرحمہ نے
فرمایا کہ یہ کفایت نہیں کرے گا۔ اور تمام ائمہ
کے قول کے مطابق وصی فقیروں کے لئے ضامن
ہوگا۔ (ت)

اسی طرح اگر کھانا بطور تمذیک نہ تھا بلکہ جس طرح دعوت میں برسبیل اباحت کھلایا جاتا ہے کہ

۱۳۵/۶	الباب الثامن مسائل شتی نورانی کتب خانہ پشاور	۱۳۵/۶
۱۳۲/۶	” ” ” ” ”	۱۳۲/۶
۱۳۵/۶	” ” ” ” ”	۱۳۵/۶

کھانے والوں کو طعام کا مالک نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ملک مالک پر اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں، تو بھی ناجائز اور تاوان لازم ہوگا،

فانه انما كان مأموراً بالتصدق ولا تصدق
الا بالتملك ولا تملك في الاباحة وكل
ذلك ظاهر عند من له المام بالفقہ۔
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

اس لئے کہ اس کو تو فقط صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور صدقہ تملیک کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور اباحت میں کوئی تملیک نہیں۔ یہ سب کچھ اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس کو فقہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بحالت شدت مرض میں کہ امید حیات قطع ہو چکی تھی اور طاقت حس و حرکت بالکل نہ تھی مگر ہوش و حواس باقی تھے ایک دستاویز ہبہ نامہ اپنی دختر کے نام اس طور پر لکھی کہ اس میں ایک دکان خاص اپنی ملوکہ اور ایک مکان کہ واقع میں ملوکہ دختر ہی تھا شامل اور اسی حالت میں ایک جوہلی اپنی ماں کو بقدر سهام شرعی اس کے لائق ہوگی ہبہ لکھ دی اور زرنمہ معاف کر دیا اور اپنے خرچ و فن کے لئے تیس روپیہ اپنی بیٹی کے سپرد کر دئے اور وصیت کر دی کہ یہ روپے میری تجیز و تکفین میں خرچ کرنا اگر زیادہ ضرورت ہو تو میرے زیور سے کوئی چیز بیع کر ڈالنا اور ایک دکان جو میرے مال سے باقی ہے اس میں سے ڈھائی سو روپے جو مجھ پر قرض ہیں ادا کرنا اور کچھ مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا اور میرے بھائیوں کو دینا اس وقت کسی شخص نے کہا تمہارے بھائی مسکین ہیں اور حاجتمند ہیں ان کا حق پورا ادا کرنا خرچ مسجد وغیرہ سے اولیٰ ہے تو کہا جو شریعت سے ہو اور بہتر ہو بعدہ ہندہ نے ایک دختر اور تین برادر حقیقی اور ماں چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں اشیائے منقولہ وغیرہ منقولہ کس طرح تقسیم ہونگی اور ہر ایک کو کتنا کتنا پہنچے گا اور وہ دستاویز جائز یا ناجائز اور بھائیوں کا حق پورا دیا جائیگا یا نہ اور خرچ تجیز و تکفین میں کیا داخل ہے؟ بینوا تو جو۔

الجواب

سائل منظر کہ ہندہ نے اسی حالت میں دو ایک روز بعد وفات پائی تو صورت مستفسرہ میں وہ

عہ ہنہنا سقط ولعلہ عند ص ۱۲

اختر رضا خاں ازہری غفرلہ

مرض بلا شہد مرض الموت تھا،

فی الدر المختار قبل مرض الموت ان
لا یشترک لحوادثہ نفسہ وعلیہ اعتماد فی
التجرید بزانیۃ والمختار انہ ما کان الغالب
منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش
قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ۔

در مختار میں ہے کہا گیا ہے کہ مرض الموت یہ ہے کہ
مرض اپنی حاجتوں کے لئے گھر سے نہ نکل سکے،
اسی پر اعتماد کیا ہے تجرید میں (بزازیہ)، اور مختار
یہ ہے کہ اس کے سبب سے غالب موت ہو اگرچہ
وہ صاحب فراش نہ ہو۔ اور یہ بات قہستانی نے
ذخیرہ کے باب الہبہ سے نقل کی۔ (ت)

اگرچہ ہوش و حواس بالکل صحیح ہوں کہ احتمال کچھ مرض الموت کے لئے شرط نہیں،

والا لم تکن تبرعاتہ نافذۃ فی الثلث
موقوفۃ فی الزائد مثلاً بل بطلت عن
آخرہا کما لا یخفی۔

ورنہ یوں نہ ہوگا کہ اس کے تبرعات ایک تہائی
میں نافذ ہوں اور اس سے زائد میں موقوف
ہوں، بلکہ یہ وصیت سرے سے ہی باطل ہوگی
جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس ہندہ نے جو مال اپنا اپنی دختر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اپنی زندگی میں دختر کا قبضہ کاملہ کرادیا ہو
اور جو کچھ اپنی ماں کے ہاتھ بیچا اور وہ زرخمن کہ ماں کو معاف کیا اور دکان باقیماندہ سے بعد ادا تے قرض
جو بھائیوں کو کچھ دینا کہا چاروں تصرف اجازت باقی ورثہ پر موقوف ہیں ہبہ بنام دختر میں مادر و برادران
کی اجازت درکار ہے اور بیع و ہبہ ثمن بنام مادر میں دختر و برادران اور بھائیوں کو کچھ دینے کے باب
میں مادر و دختر کی اجازت چاہئے جس تصرف کو باقی سب ورثہ جائز رکھیں گے بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں
پورا نافذ ہو جائے گا جیسے باقی ورثہ سے کوئی اجازت نہ دے بالکل باطل ہو جائے گا اور جسے بعض
اجازت دیں بعض نہ دیں تو صرف اجازت دہندہ عاقل بالغ کے حصہ میں نفاذ پائے گا باقی کے حصہ
میں باطل و بے اثر ہوگا تو جس چیز میں باقی سب ورثہ کی اجازت معتبر شرعیہ ہوگی وہ تمام و کمال اسی کو
ملے گی جس کے نام ہندہ نے کر دی دوسری کے ورثہ اس میں سے اصلاً حصہ نہ پائیں گے اور کسی کی
اجازت نہ ہوئی تو وہ کل ترکہ میں شامل کی جائے گی اور بعض کی ہوئی اور بعض کی نہ ہوئی تو اجازت
نہ دینے والے اس میں سے حصہ پائیں گے اور دینے والوں کا حصہ اسے جس کے نام وہ چیز کی گئی تھی

اور بھائیوں کے نام وصیت میں کچھ دینا ہے جس کی مقدار ہندہ نے معین نہ کی تو ان کی تعیین مقدار ماور و
 دختر کے متعلق ہوگی اگر دونوں اس وصیت کو جائز رکھیں تو دونوں سے کہا جائے گا بنام وصیت جو
 چاہو بھائیوں کو دے دو ترکہ میں ان کا حصہ شرعیہ الگ رہا اور اگر ایک اجازت دے اور دوسری
 ناجائز رکھے تو اس دوسری کے حصہ پر اس وصیت کا کچھ اثر نہ ہوگا اجازت دینے والی سے کہا جائیگا
 تو اپنے حصہ سے جو مناسب سمجھے بنام وصیت انھیں دے، اور ان سب صورتوں میں اجازت وہ
 معتبر ہوگی جو بعد موت ہندہ واقع ہوئی مثلاً حیات ہندہ میں کسی تصرف کو کوئی وارث تسلیم کر چکا تھا
 اس کی موت کے بعد اب جائز نہیں رکھتا تو وہ اجازت نہ دینا ہی ٹھہرے گا مگر بعد موت اجازت
 دے کر پھر نے کا کسی کو اختیار نہیں مثلاً موت ہندہ پر کسی وارث نے ان میں سے کسی تصرف کی
 اجازت دے دی تو اس کی طرف سے اجازت ہوگئی اور اس کے حق میں نافذ ہو چکا اب اس سے
 رجوع نہیں کر سکتا۔ رہی مسجد وغیرہ کے لئے وصیت جبکہ ہندہ نے اسے قائم نہ رکھا بلکہ کہہ دیا جو
 شریعت میں بہتر ہو تو حکم شرع یہ ہے کہ تہائی مال سے کم کی وصیت اگرچہ مستحب ہے مگر جب ورثہ
 محتاج ہوں اور انھیں اس کے متروکہ سے ہر ایک کو اتنا نہ پہنچتا ہو جو اسے غنی کر دے تو وصیت کا
 ترک ہی اولیٰ ہے اور غنی ہونے کی مقدار یہ ہے کہ ہر وارث محتاج کو کم سے کم چار ہزار درہم کے قدر
 مال پہنچے جو یہاں کے روپے سے گیارہ سو بیس روپے ہوتے ہیں پس اگر ہندہ کا مال جو شرعاً بعد
 لحاظ مسائل مذکورہ بالا اس کا ترکہ قرار پائے بعد ادا کے دین و اخراج وصیت دس ہزار اسی روپے
 کی مالیت کا رہے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ نافذ کی جائے گی اور اس کے مقدار کا بیان پانچوں وارثوں
 کے متعلق ہوگا جو ان کا جی چاہے دے دیں جب اتنی مالیت قابل تقسیم ورثہ رہے تو ہر بھائی کو
 گیارہ سو بیس کا پہنچے گا جو اسے غنی کر دے گا اور ایسی حالت میں وصیت افضل ہے اور اگر اتنی مالیت
 نہ بچے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ منسوخ ہوگی کہ اس صورت میں افضل ترک وصیت ہے اور تجہیز و تکفین
 سے مصارف غسل و کفن و دفن بقدر سنت مراد ہیں فاتحہ درود کے خرچ اس میں شامل نہیں،

فی الدر المختار اعتاقہ و محاباتہ و ہبتہ و
 وقفہ و ضمانہ کل ذلک
 حکمہ کحکم وصیۃ اللہ
 در مختار میں ہے مریض کا آزاد کرنا، بیع میں سہولت
 برتنا، ہبہ کرنا، وقف کرنا اور اس کا ضامن ہونا
 ان میں سے ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی طرح ہے

فی سردالمختار قوله هبته اع اذا
اتصل به القبض قبل موته اما
اذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية
لان هبة المريض هبة حقيقة
وان كانت وصية حكما كما صرح
به قاضيان وغيره عن المكي اهـ -
وفي الدرر لاوارثه الا باحباته ورثته
وهم كبار عقلاء فلم تجز اجازته
صغير ومجنون ولو احبانا
البعض وسرد البعض جائز على
المجيز بقدر حصته اهـ
وفيه وقف بيع المريض
لو ارثه على اجازته الباقي
وفي سردالمختار ولو بمثل
القيمة وان مات منه و
لم تجز الورثة بطول
فتح اهـ، وفي الدرر و
لا تعتبر اجازتهم حال حياته
اصلا بل بعد وفاته اهـ

ردالمختار میں ہے کہ ماتن کا قول "اس کا ہبہ کرنا"
اس کا مطلب یہ ہے کہ موت سے پہلے اس پر قبضہ
ہو جائے، لیکن اگر وہ مر گیا اور قبضہ نہ کیا تو وصیت
باطل ہو جائے گی کیونکہ مریض کا ہبہ درحقیقت
ہبہ ہے اگرچہ حکماً وصیت ہے جیسا کہ قاضیان
وغیرہ نے مکی کے حوالے سے اس کی تصریح کی ہے۔
ردمختار میں ہے کسی وارث کے لئے وصیت جائز
نہیں سوائے دوسرے وارثوں کی اجازت کے
اس حال میں کہ وہ بالغ اور عاقل ہوں، لہذا
نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض
وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے رد کر دیا
اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کے برابر جائز
ہے اہ اس میں ہے کہ مریض کی بیع کسی وارث
کے لئے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف
ہوگی، ردالمختار میں ہے اگرچہ مثلی قیمت کے
ساتھ ہو، اگر وہ مر گیا اور وارثوں نے اجازت
نہیں دی تو وہ بیع باطل ہوگی، فتح اہ۔ ردمختار
میں ہے کہ اس کی زندگی میں وارثوں کی اجازت
بالکل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد اہ

۲۳۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	ردالمختار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض
۳۱۹/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	۱۰
۳۲/۲	" " "	کتاب البیوع فصل فی الفضولی
۱۳۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "
۳۱۴/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب الوصایا

اسی میں ہے کہ جب ایک تہائی سے زائد کی وصیت کی یا اپنے قاتل کے لئے وصیت کی یا اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کی اور دوسرے وارثوں نے اسکی اجازت دے دی، تو اب ان وارثوں کو اجازت دینے کے بعد روکنے کا اختیار نہیں، بلکہ اس کو سوچنے پر وہ مجبور کئے جائیں گے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ جس کے لئے اجازت دی گئی ہمارے نزدیک وہ وصیت کرنے والے کی طرف سے مالک بنتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک اجازت دینے والے کی طرف سے اہل، اور اسی میں ہے کہ اپنے مال کی ایک جزو یا ایک حصہ کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے سپرد ہوگا ان کو کہا جائے گا کہ جو حصہ چاہو اس کو دے دو اور ردالمختار میں ہے اسی کی مثل حکم ہوگا اگر مرثیہ والے نے اپنے مال میں کسی حظ، شقص، نصیب یا بعض کی وصیت کی، جوہرہ الخ۔ ردالمختار میں ہے ایک تہائی مال سے کمتر میں وصیت کرنا مستحب ہے اگرچہ وہ وصیت وارثوں کی مالدار کی ساتھ ہو یا میراث کے حصوں کی وجہ سے ان کو استغناء حاصل ہو رہا ہو جیسا کہ وارثوں کے مالدار نہ ہونے اور میراث کے حصوں کے سبب

وفيه اذا وصى بالزيادة على الثلث او لقاتله او لوارثه فاجبانها الورثة حيث لا يكون لهم المنع بعد الاجابة بل يجب و اعلى التسليم لما تقررات المجاز له يملكه من قبل الموصى عندنا وعند الشافعي من قبل المجيز اه وفيه و بجزء او سهم من ماله فالبيان الى الورثة يقال لهم اعطوه ما شئتم في رد المحتار مثله الحظ و الشقص و النصيب و البعض جوهره اه وفي الدر ندبت باقل منه ولو عند غنى ورثته او استغناؤهم بحصتهم كما ندب تركها بلا غنى او استغناء لانه ح صلة و صدقة اه في رد المحتار صيرورتهم اغنياء بان يرث كل منهم

۱۔ الدر المختار

۲۔

۳۔ ردالمختار

۴۔ الدر المختار

کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مجتہابی دہلی ۲ / ۲۷ - ۲۶

کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مجتہابی دہلی ۲ / ۲۷ - ۲۶

کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مجتہابی دہلی ۲ / ۲۷ - ۲۶

کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مجتہابی دہلی ۲ / ۲۷ - ۲۶

اربعة آلاف درهم على ماروى عن الامام
اويرث عشرة آلاف درهم على ماروى
عن الفضلى القهستانی عن الظهيرية و
اقتصر الاتقانی على الاول اه وفى الدر
وللموصى الرجوع عنها بقول صريح او
فعل الخ وفى الطحاوى على الدر
التجهيز لا يدخل السبع والصدية
والجمع والموائد لان ذلك ليس من
الاموس اللازمة الخ -

مستغنی نہ ہونے کی صورت میں وصیت کو ترک کرنا
مستحب ہے کیونکہ اس صورت میں ترک وصیت
صلہ رحمی اور صدقہ ہے اھ۔ ردالمحتار میں ہے
ان کے غنی ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ ہر ایک دن
میں سے چار ہزار درہم کا وارث بنے جیسا کہ
امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے، یا دس ہزار
درہم کا وارث بنے جیسا کہ امام فضل قسستانی
سے بحوالہ ظہیر یہ منقول ہے، اتقانی نے قول اول
پر اقتصار کیا اھ۔ درمختار میں ہے کہ موصی کو وصیت

سے رجوع کا اختیار ہے چاہے صریح قول کے ساتھ رجوع کرے یا فعل کے ساتھ الخ۔ درمختار کے
حاشیہ طحاوی میں ہے کہ دعا و درود، ختم قتل و جہلم، لوگوں کا اجتماع اور کھانے کا اہتمام وغیرہ
تجزیہ میں داخل نہیں کیونکہ یہ امور لازمہ میں سے نہیں الخ۔ (ت)

ان سب مسائل مذکورہ کے بعد جو متروکہ ہندہ ٹھہرے بعد فرج تجیز و تکفین و ادائے دین اجزاء وصیت
بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذكورین اٹھارہ سهام پر منقسم ہو کر تین سہم مادر اور نو دختر
اور دو دو ہر برادر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مری اس نے
اپنی حیات میں وصیت کی کہ میرا جو کچھ ہے وہ سب راہ خدا یعنی تعمیر مسجد وغیرہ میں فرج کیا جائے۔ اب
از روئے شرع کے جو حکم ہو وہ کیا جائے اور اس کے وارثوں میں ایک زوج اور دو دختر اور ماں باپ
اور ایک با در اور ایک ہم شیر اس نے چھوڑی اور زیور ساختہ زوج کا وہ زوج کے پاس ہے کس کا
حق قرار پائے گا۔ بتنیوا تو جروا۔

الجواب

سائل منظر کہ ان وارثوں میں دونوں لڑکیاں نابالغہ ہیں اور زیور کہ زوج نے بنایا صرف پہننے کو

۴۱۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوصایا	ردالمحتار
۳۱۹/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الوصایا	ردالمحتار
۳۶۶/۲	المکتبۃ العربیہ کوئٹہ	کتاب الفرائض	حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

دیا تھا عورت کو ہبہ نہ کیا تھا نہ وہاں تملیک کا عرف ہے، بلکہ یونہی پہننے کو بنا دیتے ہیں۔ پس صورتِ مستفسرہ میں اگر سب بیان واقعی ہیں تو زیور ساختہ زوج ملک زوج ہے اس میں ورثہ زوجہ کا کچھ حق نہیں اور متروکہ عورت سے اگر اس پر کوئی دین ہو ادا کیا جائے اس کے بعد جو باقی بچے اس کا ایک ثلث تعمیر مسجد وغیرہ میں حسب وصیت صرف کر دیں اگرچہ ورثہ راضی نہ ہوں دو ثلث کہ باقی رہے اس کی تقسیم بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین پندرہ سهام میں سے زوج کے تین ماں باپ کے دو دو، ہر دختر کے چار چار اور برادر و خواہر کا کچھ نہیں پھر ایک ثلث میں وصیت نافذ کرنے کے بعد دو ثلث باقی ماندہ سے دونوں بیٹوں کا حصہ تو ضرور ہے دیا جائے گا کہ بوجہ نابالغی ان کے حق میں وصیت کسی طرح عمل نہیں کر سکتی باقی تینوں وارثوں میں جو شخص وصیت کی اجازت نہ دے اس کا حصہ اسے دیا جائے گا اور جو جائز رکھے اس کا حصہ بھی وصیت کے مطابق صرف کر دیا جائیگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مستمی محبوب علی نے اپنی حالتِ صحت و نفاذِ تصرفات میں اپنی جائداد مملوہ مقبوضہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام بعوض اس کے دین مہر کے منتقل کر دی بعدہ محبوب علی کا انتقال ہوا، اب ہندہ نے ایسی حالت میں کہ اُسے مرضِ فالج ہو چکا تھا جسے ایک سال سے زائد گزرا اور اب کوئی حالت اس کی ترقی روزانہ اور اس سے غلبہ خوفِ ہلاک کی نہ تھی بلکہ مزمن ہو چکا تھا وہ جسبنداد اپنے شوہر کے بھانجے کو اس کے حسنِ خدمت کے صلہ میں ہبہ کی اور شرعی اور نیز قانونی تکمیل کر دی ہندہ ہنوز زندہ ہے، اب زید کہ محبوب علی کے چچا کی اولاد میں اور اس کا عصبہ ہے اس ہبہ پر فرض ہوتا اور جائداد میں اپنا حصہ بتاتا ہے اس صورت میں اُس کا یہ دعویٰ مسموع اور ہبہ مذکورہ باطل و مرفوع ہو گا یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہبہ مذکورہ تام و کامل اور دعویٰ زید نامسموع و باطل، محبوب علی نے جو جائداد اپنی صحت میں اپنی زوجہ کو بعوض دین مہر دے دی محبوب علی و ورثہ محبوب علی کو اس سے کچھ تعلق نہ رہا، ہندہ اس کی مالک مستقل ہوگی مالک کو اختیار ہے کہ اپنی صحت میں اپنا مال جسے چاہے دے دے کسی کو اس پر اعتراض نہیں پہنچتا، زید اگرچہ بذریعہ وراثت محبوب علی مدعی ہے تو وراثت محبوب علی کو مال ہندہ سے کیا علاقہ، اور اگر وہ ہندہ کا بھی وارث شرعی اور اس بنا پر مدعی ہے تاہم خطباتِ مودت میں دعویٰ وراثت کیا معنی، ہاں اگر کوئی شخص مرضِ موت میں اپنا مال کسی کو ہبہ کرے

تو وہ ہبہ بمنزلہ وصیت ہوتا ہے جس کا اثر یہ کہ بعد موت واہب اُس کے ورثہ کو ثلث کو کل متروکہ واہب کے لحاظ سے اگر ہبہ میں کچھ زیادت ہوئی ہو تو صرف اس مقدار زائد میں اختیار اعتراض ہے زندگی واہب میں یہ اعتراض بھی نہیں پہنچتا کہ ابھی اُس مرض کا مرض ہونا ہی معلوم نہیں، کیا معلوم کہ شفا ہو جائے تو مرض موت نہ رہے کہ مرض موت تو وہ مرض مہلک ہے جس میں موت واقع ہو جائے معہذا حیاتِ مورث میں اس کے ثلث مال کی تعیین بھی ناممکن جس سے خیال کر سکیں کہ یہ ہبہ اُس حد کے اندر یا اس سے زائد ہے، کیا معلوم کہ جو مال اب ہے اس سے زائد کسی وجہ سے اور حاصل ہو جائے کہ جسے اس وقت ثلث سے زائد تصور کرتے ہیں ثلث سے کم رہ جائے، پھر ہندہ کا مرض مذکور کو مرض موت کی اصل جنس ہی سے خارج کہ جو مرض مزمن ہو جائے وہ مرض موت نہیں رہتا اگرچہ اس میں موت واقع ہو۔ بالجملہ دعویٰ زید اصلاً کسی طرح کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا۔ درمختار کتاب الاقرار میں ہے؛

تصرفات المريض نافذة وانما تنقضي
بعد الموت لہ

مریض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ موت کے بعد وہ ختم ہو جاتے ہیں (ت)

ہدیہ میں ہے؛

موصی کی زندگی میں وارثوں کی اجازت معتبر نہیں کیونکہ یہ ثبوتِ حق سے قبل ہوئی اس لئے کہ وارثوں کا حق تو موت کے وقت ثابت ہوتا ہے (ت)

لا معتبر باجازتہم فی حال حیاتہ لانہا
قبل ثبوت الحق اذا لحق یشبت
عند الموت لہ

عالمگیری میں ہے؛

وارث ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار موت کے وقت ہوتا ہے نہ کہ وصیت کے وقت۔ (ت)

یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت
لا وقت الوصیۃ لہ

درمختار میں ہے؛

مقعد، مفلوج اور بیل کے مریض کا ہبہ کل مال میں نافذ ہوتا ہے جبکہ بیماری سال تک لمبی ہوگئی اور

ہبۃ مقعد و فالج و مسلول من کل
مالہ ان طالت مدتہ سنۃ و لم یخف

۱۳/۶/۲

مطبع مجتہانی دہلی

لہ الدر المختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض

۶۵۱/۲

مطبع یوسفی لکھنؤ

کتاب الوصایا

لہ الہدایۃ

۹۰/۶

نورانی کتب خانہ پشاور

لہ الفتاویٰ الہندیۃ

موتہ منہ لانہا امراض مزمنہ ^{لہ} ملخصاً

موت کا خوف اس بیماری سے نہ رہا ہو کیونکہ یہ لمبی
بیماریاں ہیں اہ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے :

المراد من الخوف الغالب منه لانفس
الخوف كفاية ^{لہ}

خوف سے مراد خوف کا غالب ہونا ہے نہ کہ
نفسِ خوف، کفاية۔ (ت)

اُسی میں ہے :

المانع من التصرف مرض الموت وهو
ما يكون سبباً للموت غالباً وانما يكون
كذلك اذا كان بحيث يزداد حالاً فحالا
الى ان يكون اخره الموت ^{لہ} والله سبحانه
وتعالى اعلم۔

تصرف سے مانع مرض الموت ہے اور وہ غالباً موت
کا سبب ہوتی ہے۔ اور بیشک ایسا اس لئے
ہوتا ہے کہ بیماری دن بدن بڑھتی جاتی ہے یہاں تک
کہ اس کی انتہا موت پر ہوتی ہے۔ واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ مرسلہ عمیل احمد صاحب پبلی بھیت محلہ پکریا
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد سے بقید حیات
اپنے عمرو کے واسطے اور بعد انتقال عمرو کی زوجہ کے واسطے مبلغ دو روپہ مشاہرہ مقرر کیا تھا بقضائے الہی
زید اور عمرو نے انتقال کیا اور زوجہ عمرو متوفی موجود ہے اس حالت میں زوجہ مذکورہ اس مشاہرہ مقررہ کی
جو زید نے یعنی بقید حیات مقرر کیا تھا شرعاً و شرار زید سے مستحق پانے کی ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل منظر کہ بعد انتقال سے مراد بعد انتقال عمرو ہے تو یہ وصیت نہ ہوئی فان الوصیت انما
تكون مضافة الى ما بعد الموت (کیونکہ وصیت تو موت کے ما بعد کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ست)
بلکہ صرف اپنی زندگی تک ایک تبرع کا وعدہ تھا ولا جبر علی تبرع ولا علی وفاء وعد (تبرع اور
وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں ہوتا۔ ت) اور سائل منظر کہ زید نے اپنی حیات تک وعدہ وفا بھی کیا انتقال عمرو

۳۲۰/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الوصایا	لہ الدر المختار
۴۲۳/۵	دار اچیار التراث العربی بیروت	"	لہ رد المختار
۴۲۳/۵	"	"	لہ

سے پیشتر ہوا، غرض صورتِ مذکورہ میں خواہ و فائے وعدہ ہو یا نہ ہو ازوجہ عمر و اس مشاہرہ کا مطالبہ نہ ورثائے زید سے کر سکتی ہے نہ ترکہ زید سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ مستولہ نواب محمد میاں خاں صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع کی نسبت وصیت کی کہ میرے باپ کے اور میرے وقت سے جو جو جس جس کا مقرر ہے وہ اس کی توفیر سے ادا ہوتا رہے، خالد نے موضع مذکور کا ٹھیکہ لیا اور تین برس تک حقوق مستحقین کو نگاہ رکھا اب اس نے بالکل بند کر لیا شرعاً خالد کا زندہ زید کو ایسا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اور وصیت مذکورۃ الصدقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

وصیت جبکہ ثلث کل متروکہ موصی بعد ادا کے دین سے زائد نہ ہو تو واجب النفاذ ہے وارث بھی اسے بند نہیں کر سکتے نہ کہ کارندہ یا ٹھیکیدار تو کل موضع مذکور اگر ثلث متروکہ زید سے زائد نہیں تو یہ وصیت بتمامہ ہمیشہ نافذ رہے گی۔

فی التوزیر تجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
توزیر میں ہے اجنبی کے لئے ایک تہائی میں وصیت جائز ہے اگرچہ وارث اس کی اجازت نہ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۸ صفر ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ روپے اور بعض چیزیں اپنی بہن کو دے کر یہ کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو یا تو وقتاً فوقتاً ہم لے لیا کریں گے یا اگر ہمارا انتقال ہو گیا تو تم اس کو ہمارے نام پر صدقہ کر دینا ہم کو تم سے امید ہے کہ تم ہمارے بعد صدقہ کر دو گی بخلاف باپ کے کہ ان سے امید نہیں اس کے بعد وہ شخص کچھ دن پیچھے مر گیا اب وارث اس کی بی بی اور اس کا باپ ہے تو آیا بہن حسب وصیت بھائی کے ان روپوں اور چیزوں کو بلا اطلاع ورثہ صدقہ کرے یا ورثہ کے حوالے کرے خواہ وہ صدقہ کریں یا نہ کریں مگر امید صدقہ کی نہیں پائی جاتی۔ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ مال کل متروکہ شخص مذکور بعد ادا کے مہر و دیگر دیون کے ثلث سے زائد نہیں تو وصیت بلا اجازت وراثہ نافذ ہے بہن کہ وصیہ ہے بلا اطلاع وراثہ صدقہ کر سکتی ہے اور اگر زائد ہے تو صرف قدر ثلث تصدق کر سکتی ہے زیادہ میں حاجت اجازت وراثہ ہے اگر اجازت نہ دیں قدر زائد انھیں واپس دے اور اگر مہر یا اور کوئی دین تمام ترکہ کو محیط ہے تو وصیت اصلاً نافذ نہیں سب مال دین میں دیا جائے گا مثلاً مورث نے تین سو روپے کا مال وصیہ کے پاس رکھوایا اور سات سو روپے کا اور متروکہ ہے اور اس پر مہر وغیرہ کوئی دین نہیں تو ظاہر ہے کہ تین سو روپے ہزار روپے کے ثلث سے کم ہیں یا اس صورت میں مثلاً سو روپے کا مہر وغیرہ دین ہے تو ہزار میں سے دین کے تلو نکل کر نو سو رہے یہ تین سو روپے ان کے ثلث سے زائد نہیں ان دونوں صورتوں میں پورا تین سو کا مال بہن تصدق کرے اور اگر مہر وغیرہ دیون کی مقدار چار سو روپے ہے تو بعد ادا کے دیون چھ سو بچیں گے تین سو میں اس کے ثلث سے تلو روپے زائد ہیں لہذا دو سو تصدق کرے اور تلو کا تصدق اجازت وراثہ پر موقوف ہے اور اگر ہزار روپے یا اس سے زائد مقدار مہر و دیون ہے تو کچھ تصدق نہ کرے سب ان کی ادا میں صرف کیا جائے۔

والاحکام کلہا واضحۃ جلیۃ معلومۃ اور احکام تمام کے تمام واضح، روشن، معلوم اور متداولہ فی عامۃ الکتب الفقہیۃ۔ فقہ کی عام کتابوں میں موجود ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ

۱۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ماص روپے بکر کے جمع ہیں اور بکر مر گیا اور اس کی وارث ایک بی بی ہے کہ اس نے اب دوسرا نکاح کر لیا ہے اور ایک بھائی حقیقی اور دو بھائی چچ زاد ہیں تو ہر ایک کو اس میں سے کس قدر حصہ ملنا چاہئے اور سوائے اس کے ارادہ بکر کا حج کا تھا اور حج اس پر فرض بھی تھا لیکن مرتے وقت کوئی وصیت اس روپے کی بابت نہیں کی تھی سو اس صورت میں زید اگر چاہے تو اس کی طرف سے حج بھی کر سکتا ہے یا نہیں فقط مکرر یہ کہ مرتے وقت بکر کے حواس بھی درست نہیں تھے۔ بیوا تو جبروا

الجواب

زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وہ امانت دار تھا اب اس امانت کے مالک وارثان بکر ہوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انھیں واپس دے۔

قال الله تعالى ان الله يامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها۔
(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بنشک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچادو۔

روپے اور جو کچھ ترکہ بکر ہو بر تقدیر عدم موالات ارث و انحصار و رثہ فی المذکورین و تقدیم دین و مهر و وصیت چار سہم پر منقسم ہو کر ایک سہم اس کی زوجہ اور تین حقیقی بھائی کو پہنچیں گے چچا زاد بھائیوں کا کچھ حق نہیں، نکاح ثانی کر لینا عورت کے مہر یا میراث کو ساقط نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت فوت گواہوں کے روبرو کہا کہ میرا کچھ قرض میری بہنوں پر آتا ہے وہ میں نے بعوض اُن کے حق کے اپنے ترکہ میں معاف کیا اب وارث میری صرف دو دختر ہیں بعد چاروں وارث اپنے چھوڑ کر فوت ہوا، اس صورت میں ترکہ اس کا کس طرح منقسم ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

تخارج وغیرہ کوئی عقد نسبت ترکہ کہ حیاتِ مورث میں ہو صحیح نہیں تو یہ قول زید کا کائن لہو یکن (نہ ہونے کے برابر ہے۔ ت) اب اگر خواہیں اس کی اس بات پر راضی ہو جائیں کہ بدلہ قرضہ کے ترکہ سے دست بردار ہوں تو سب ترکہ زید بالمناصفہ اس کے دختروں کو پہنچے گا اور خواہروں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نہ راضی ہوں تو کل ترکہ مع اس قرضہ کے جو خواہروں پر ہے بر تقدیر صدق مستفتی وعدم موافق ارث و تقدیم امور کا دار الدین و اجراء الوصیہ و انحصار و رثہ فی المذکورین چھ سہام پر منقسم ہو کر دو سہم دختروں اور ایک ایک خواہروں کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر یتامی کے اولیاء و اوصیاء اُن کے مال سے قدرے شیرینی وغیرہ کوئی چیز ہدیہ کسی کو بھیجیں تو اُسے لینا جائزہ یا ناجائزہ؟ اور اگر بغرض تالیف قلوب و محابت یا بخت قرابت رحمی اس شرط پر لے کہ اتنا ہی یا اس سے زیادہ معاوضہ کروں گا تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

لہ القرآن الکریم ۵۸/۴ عہ لعل الصواب قرضہ کے بدلہ ۱۲ ازہری غفرلہ

الجواب

وہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں، باپ کا وصی، دادا اور دادا کا وصی۔ ان کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر و عم و خواہر ہوں انھیں راساً تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔

فی الدر المختار ولیہ احد اربعة الاب
ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ
ملخصاً۔
در مختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہوگا باپ پھر اس کا وصی۔ داد پھر اس کا وصی اھ تلخیص۔ (ت)

اب رہے اولیائے ثلثہ انھیں بھی یہ مجال نہیں کہ مال یتیم کسی کو بخش دیں یا ہدیہ دیں یا کسی طرح کا تبرع اس سے عمل میں لائیں نہ ہدی الیہ یا مہوب لہ کو اس کا لینا جائز، اگرچہ ہزار قرابت رحمی رکھتا یا تالیف و محابت کا قصد کرتا ہو۔

قال تبارک و تعالیٰ ان الذین یا کلون
اموال الیتامی ظلماً انما یا کلون فی
بطونہم ناسراً و سیصلون سعیراً
اور بشرط عوض بھی کچھ نافع نہیں کہ ہبہ بشرط العوض اگرچہ انجام میں بیع ہو جاتی ہے مگر ابتداءً ہبہ ہے اور وہ یہاں محض ناجائز، یہاں تک کہ ہمارے امام کے نزدیک باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے کا مال بشرط عوض کسی کو دے۔

فی الدر المختار من الرہبۃ عن الخانیۃ
لا یجوز ان یرہب شیئاً من مال طفله
ولو بعوض لانہا تبوع و فیہ ایضاً لا یخفی
ان ما ہو تبرع ابتداءً صار فلا یصح باذن
ولی الصغیر کقرض اھ۔
در مختار کے باب الہبہ میں خانہ سے منقول ہے کہ باپ کو یہ جائز نہیں کہ اپنے نابالغ لڑکے کے مال سے کچھ ہبہ کرے اگرچہ اس پر کچھ بھی لے کیونکہ یہ تبرع ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے پوشیدہ نہ رہے کہ جو ابتداءً کے اعتبار سے تبرع ہو وہ مضر چنانچہ ولی صغیر کی اجازت صحیح نہیں ہو سکتا جیسے قرض اھ (ت)

۱۶۰/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الہبہ

لہ الدر المختار

۱۰/۴

لہ الفتاویٰ النکیم

۱۶۰/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الہبہ

لہ الدر المختار

۲۰۳/۲

۱۰

کتاب الماذون

لہ

البتہ اگر وصی یتیم مال یتیم کو ان لفظوں سے ہدیہ کر دے کہ میں نے یہ چیز تجھے بے عوض اتنے مال کے ہدیہ دی اور اس مال کی تعین و تبیین کرے اور مہدی کہ قبول کرے اور وہ یعنی جسے ہدیہ دیا گیا نہ میت کا وارث ہو نہ اس وصی کا ایسا قریب کہ اس کی گواہی اس کے لئے جائز نہ ہو یعنی اصول و فروع ماں باپ دادا دادی نانا نانی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی، تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس میں غبن فاحش نہ ہو کہ ہبہ بالعوض ابتداءً وانتهاءً ہر طرح بیع ہے اور بیع وصی بشرط مذکورہ روا۔

در مختار میں ہے جو ہبہ عوض معین کی شرط کے ساتھ مشروط ہو وہ ابتداءً کے اعتبار سے ہبہ اور انتہاء کے اعتبار سے بیع ہے، یہ اس صورت میں ہے جب واہب یوں کہے میں نے تجھے ہبہ کیا اس شرط پر کہ فلاں چیز مجھے عوض میں دے لیکن اگر یوں کہے کہ میں نے تجھے فلاں چیز کے مقابلے میں ہبہ کیا کہ یہ ابتداءً وانتهاءً دونوں کے اعتبار سے بیع ہے اور عوض کے ساتھ معین ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر وہ مجہول ہو تو شرط لگانا باطل ہوگا چنانچہ یہ ابتداءً وانتهاءً دونوں کے اعتبار سے ہبہ ہوگا ^{تکلیف} تلخیص۔ تنویر الابصار میں ہے اس کی بیع و شرار اجنبی کے ہاتھ اتنے غبن کے ساتھ صحیح ہے جتنا لوگوں میں چلتا ہے، ردالمحتار میں ماتن کے قول "من اجنبی" کے تحت مذکور ہے یعنی وہ میت اور وصی سے اجنبی ہو۔ اگر ایسے کے ہاتھ بیچا جس کی شہادت وصی کے حق میں مقبول نہیں یا میت کے وارث کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں (ت)

فی الدر المختار الرہبۃ بشرط العوض المعین فہی ہبۃ ابتداءً و بیع انتہاء، و هذا اذا قال و هبتك على ان تعوضني كذا اما لو قال و هبتك بكذا فهو بیع ابتداءً وانتهاءً و قید العوض بكونه معینا لانه لو كان مجہول بطل اشتراطه فيكون ہبۃ ابتداءً وانتهاءً ^{آہ} ملخصاً و فی تنویر الابصار صح بیعہ و شراؤہ من اجنبی بما یتغایب الناس ^{آہ} فی ردالمختار قوله من اجنبی ای عن المیت وعن الموصی فلو باع ممن لا تقبل شہادته او من وارث المیت لا یجوز۔

۱۶۴/۲

مطبع مجتہبی دہلی

۱۔ الدر المختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ

۳۳۷/۲

" " "

باب الوصی

کتاب الوصایا

۲۵۳/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

"

"

ردالمختار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ محمد یوسف کی حیات میں اس کی زوجہ نے انتقال کیا ایک پسرا اور ایک دختر وارث چھوڑے، مہر اس کا ذمہ محمد یوسف کے رہا، محمد یوسف نے نکاح ثانی کیا طرفداران زوجہ ثانیہ نے محمد یوسف کے مرض موت میں سب مال و اسباب اُس کا بنام زوجہ ثانیہ محمد یوسف کے لکھوا کر رجسٹری کرادی وہ عورت اب اس پر قابض ہے، اس صورت میں شرعاً وہ تحریر محمد یوسف کی بنام زوجہ ثانیہ جائز ہے یا نہیں اور مہر زوجہ اولیٰ کا ترکہ محمد یوسف سے جس پر زوجہ ثانیہ قابض ہے ادا کیا جائے گا یا نہیں اور اس کے پسرو دختر کو بھی اُس میں سے کچھ ملے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

وہ عقد کہ محمد یوسف سے اُس کے مرض موت میں صادر ہوا اگر ہبہ نہیں تو بدون اجازت اور وارثوں کے صحیح نہیں کہ ہبہ مرض موت کا مثل وصیت کے ہے اور وصیت وارث کے لئے وقت وجود دیگر ورثہ کے بلا اجازت اوروں کے نافذ نہیں،

فی فتاویٰ قاضیخان لان ہیۃ المریض
وصیۃ والوصیۃ للوارث باطل لہ
فتاویٰ قاضی خان میں ہے مرض کا ہبہ کرنا
وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت
باطل ہے۔ (ت)

اور اگر بیع ہے تو یا کم قیمت کو ہے پس وارث سے بغیر اجازت اور ورثہ کے اتفاقاً یا قیمت مساوی کو ہے تو مذہب امام اعظم میں خلافاً للصاحبین جائز نہیں بہر تقدیر جب یہ عقد ناجائز ٹھہرا تو اول مہر زوجہ اولیٰ اور اسی طرح ثانیہ کا، اگر ثابت ہو تو ترکہ سے علی السویہ اگر برابر ہوں ورنہ رسدی ادا کیا جائیگا مابقی بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذكورین و تقدیم باقی امور مقدمہ علی المیراث کا جواز الوصیۃ و ادار الدین چوبیس سہام پر منقسم ہو کر تین سہام زوجہ ثانیہ کو اور چودہ پسرا و سات دختر کو پہنچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (سوال دستیاب نہ ہوا)

الجواب

صورتِ مسئلہ میں اگر محب اللہ کا اپنی بھانجی کے لئے یہ الفاظ کہنا اور وصیت کرنا ثابت ہو تو در صورت عدم اجازت ورثہ بر تقدیر صدق استغناء و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذكورین بعد
لے فتاویٰ قاضی خان کتاب الاقرار فصل فی اقرار المریض نوٹشور لکھنؤ ۶۲۴/۳

ادائے قرض و مہر زوجہ اگر ذمہ محب اللہ ہوں جو مال باقی بچے گا اس کا تہائی جگا کو ملے گا اور دو تہائی باقی چار سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم عجوبہ اور تین چھدا کو پہنچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مثلاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائداد سے ایک حقیقت کی بنام اپنی نواسی سلمیٰ بنت لیلیٰ اور ایک حقیقت اور پانچ روپیہ ماہوار ملا کرنے کی اپنے پانچ بھتیجوں کے نام وصیت کی، اور ایک بیٹی لیلیٰ اور پھر پانچ بھتیجے حقیقی اور ایک بھتیجی علاقائی اور بھانج اور بھتیجیاں اور ایک بھائی کہ پہلے سے مفقود الخبر ہے وارث چھوڑ کر انتقال کیا، اس صورت میں ترکہ اُس کا شرعاً کس طرح منقسم ہوگا اور برادر مفقود کے لئے اگر کچھ حصہ امانت رکھا جائے گا تو وہ حصہ اس کی بی بی بیٹی کے قبضہ میں دے دیں گے یا کیا؟ بینوا تو جو ا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اول ہندہ پر جو دین ہو ادا کیا جائے بعدہ جو باقی بچے اس کے تین حصے مساوی کئے جائیں کہ ایک حصہ میں دونوں جائداد موصیٰ بہا جن کی وصیت بنام سلمیٰ دختر لیلیٰ و بنام برادر زادگان ہوئی ہے داخل ہوں اور اس حصہ کا نام مثلاً ثلث وصیت رکھیں دو ثلث باقی ماندہ سے بالفعل ایک ثلث لیلیٰ کو دے دیا جائے اس کا نام ”ثلث وراثت“ فرض کیجئے تیسرا حصہ کہ باقی رہا اسے ”ثلث موقوف“ سے نامزد ٹھہرائیے، اب ثلث وصیت ہے کہ حسب اظہار زبانی سائل ان وصایا کے لئے کافی بلکہ زائد ہے جس قدر جائداد کی وصیت بنام سلمیٰ بنت لیلیٰ کی ہے بالفعل اس کا نصف سلمیٰ کو دیا جائے باقی کل جائداد تا ظہور حیات مفقود کسی ایسے امین دیانتدار کے ہاتھ میں امانت رہے جس سے کسی طرح اس میں تصرف بے جا اور ایک پیسہ ناحق لینے کا گمان نہ ہو۔

قال العلامة البدر العینی رحمۃ اللہ علیہ
فی البتایۃ ویوضع علی ید عدل الی
ان یظہر المستحق یح

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بتایہ میں ہے
کہ مستحق کے ظاہر ہونے تک اُس کو کسی عادل
کے قبضہ میں رکھ دیا جائے گا۔ (ت)

اب اس امین کے ہاتھ میں ثلث موقوف تو تمام و کمال ہے اور ثلث وصیت سے نصف
وصیت سلمیٰ نکال کر باقی ماندہ اُس کی امانت میں ہے اس باقی ماندہ کی جائداد تین نوع پر ہے،

ایک تو وصیتِ سلمیٰ کا نصف ثانی، اسے حصہ نمبر اول کہئے۔

دوسری جائداد وصیت شدہ بنام برادر زادگان، اسے حصہ نمبر دوم ٹھہرائیے۔

تیسرے پارہٴ حال تعیین وصیت ہے، اسے حصہ نمبر سوم قرار دیجئے۔

تو امانت امین میں چار قسم کی جائداد ہوتی، تینوں حصے یہ اور ایک ثلث موقوف بالا شتراک، اب یہ امین فصل لفصل ان چاروں قسم کی جائداد کا حساب دخل و خرچ جدا جدا تفصیل وار لکھتا رہے اور ہر حصہ کا خرچ و مالگزاری اسی کی آمدنی سے نکالے جو پس انداز ہوا سے تفریق سے جمع کرتا رہے یہاں تک کہ مفقود کا حال ظاہر ہو یا شرع اُس کے حق میں کچھ حکم فرمائے اور ظہور حال مفقود کی نسبت دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اس کی زندگی بعد موت ہندہ کے ثابت ہو اگرچہ اس کے بعد ایک آن جی کر انتقال کر گیا یا اب تک زندہ ہو۔

دوسرا یہ کہ ہندہ سے ایک آن پہلے سے اُس کی وفات تحقیق ہو اس قدر زمانہ تک اُس کا کچھ حال مرنے جینے کا نہ کھلے کہ اس کے شہر وطن میں اس کے ہم عمروں سے کوئی زندہ نہ رہے اس وقت ایک شخص کو پانچ قرار دے کر مقدمہ اس کے حضور پیش کریں اور وہ بوجہ مرور مدت مذکور اُس کی موت کا حکم کر دے (پچھلی صورت میں) تو کچھ وقت نہیں ثلث وصیت کا حصہ نمبر اول اور آج تک جو اس حصہ کے واصلات ہوں سب سلمیٰ کو دے کر اس کی وصیت پوری کر دی جائے، اور بھتیجے اس صورت میں حکم وصیت کچھ نہ پائیں گے کہ جب مفقود کا انتقال ہندہ سے پہلے ٹھہرا تو یہ وارث ہوئے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ باطل، پس بعد اداے دین و اخراج وصیت سلمیٰ جس قدر متروکہ ہندہ باقی رہے مع ثلث وراثت و ثلث موقوف و واصلات حصہ ۱ و حصہ ۲ و واصلات ثلث موقوف سب بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار وراثت فی المذکورین دس سہم پر منقسم ہو کر پانچ سہم لیلیٰ اور ایک ایک ہر برادر زادہ حقیقی کو دیا جائے (اور پہلی صورت پر) یعنی جبکہ بعد ہندہ مفقود کا زندہ رہنا ثابت ہو اس تقدیر پر ثلث موقوف مع اس کے واصلات کے مفقود یا اس کے ورثہ کو دے دیا جائے اور ثلث وراثت تو لیلیٰ نے پہلے ہی پالیا تھا باقی رہا ثلث وصیت اس میں سے حصہ نمبر دوم مع واصلات اور بھتیجوں کو دے دیا جائے اور حصہ ۱ و ۲ بدستور امین کے ہاتھ میں رہیں اور اُن کی واصلات جمع شدہ سے روز موت ہندہ سے آج تک حساب پانچ روپیہ یا ہواری کا لگا کر جو روپیہ حساب سے نکلے بھتیجوں کو دیا جائے اور زر واصلات سے جو باقی بچے دستِ امین میں رہے اور ہمیشہ ان دونوں حصص کی توقیر سے پانچ روپیہ یا ہواری بھتیجوں کو دیا کرے مگر کئی پڑے تو واصلات باقی ماندہ سے پورا کرے اور بچ رہے تو اپنے پاس امانت رکھے

یہاں تک کہ پانچوں اپنی اپنی اجل کو پہنچ کر انتقال کر جائیں اور ان میں سے جو گزرتا جائے اس کا حصہ ماہوار اس کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ وہ پورا پانچ روپیہ مشاہرہ باقی ماندہ بھتیجیوں میں بٹا رہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہی پانچ روپیہ بالاستیعاب پاتا رہے جب ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو حصہ ۱ جو وصیتِ سلمیٰ میں سے دستِ امین میں امانت تھا اور اس کے واصلات سے کچھ بچا ہو تو وہ بھی سلمیٰ کو دے کہ اس کی وصیت پوری کر دی جائے اور حصہ ۲ مع اس کی واصلات کے اگر کچھ باقی ہو سبلی و مفقود میں نصف نصف منقسم ہو جائے اس وقت امین کا ہاتھ خالی اور ہر ایک اپنے اپنے حق کو پورا پہنچ جائے گا اور بھواج بھتیجیاں علاقائی بھتیجاہر صورت میں محروم رہیں گے نہ وہ حصہ جو مفقود کے لئے امانت رکھا گیا ہے اس کو عورت یا دختر اپنے قبضہ میں کر سکتی ہے بلکہ جس طرح ہم نے تفصیل کی اسی طرح امین کے ہاتھ میں رہے گا، یہ ہے حکمِ شرع کا اور شرع ہی کے لئے حکم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکہ جب مفقود کا منظر ہو تو اس میں سے وارثوں اور جن کے لئے وصیت کی گئی ہے کو کچھ نہیں دیا جائے گا مگر وہ جو میت کی دو حالتوں یعنی حالتِ حیات اور حالتِ ممات میں سے جس حالت میں کمرہ ملتا ہے کیونکہ یہ یقینی ہے۔ اور عصبیات یعنی بھتیجیوں کا معاملہ دو حالتوں کے درمیان دائر ہے۔ ایک یہ کہ مفقود زندہ ہو اور ان کے لئے حاجب بنے۔ اس صورت میں ان کو وہ شئی ملے گی جس کی انکے حق میں وصیت کی گئی ہے اور دوسری یہ کہ مفقود مردہ ہو تو اس صورت میں وہ وارث بنیں گے اور دیگر وارثوں کی اجازت کے بغیر ان کے لئے وصیت نافذ نہ ہوگی چنانچہ ان کی وصیت و میراث دونوں یکبارگی مشکوک ہیں لہذا انھیں بالفعل کچھ نہیں دیا جائے گا۔ اور ان کا دعویٰ ملک مسروع نہ ہوگا جب تک وہ سبب ملک کی

والوجه في ذلك ان التركة اذا انتظرت مفقود الا يعطى منها احد من المستحقين ورسالة كانوا اوصى لهم الاقل نصيبه المتيقن به على كل من حالتى حياة المفقود ومماته وامر العصبات اعنى بهم ابناء اخيها دائرين ان يكون المفقود حيا فيجبهم وليستحقوا منه ما اوصى لهم به وان يكون ميتا فيرثوا فلا تنفذ لهم الوصية من دون احبارة الورثة الباقين فوصيتهم ووراثتهم كلاهما مشكوك فيهما بالمرّة فلا يعطوا بالفعل شيئا ولا تسمع دعوى الملك الا بتفسير

السبب والتفسير غير ممكن فتعين
التاخير
مسئله ۱۲۸

تفسیر نہ بیان کریں اور تفسیر ممکن نہیں لہذا تاخیر
متعین ہوگئی۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور دو دختر اور ایک ہمشیرہ
حقیقی چھوڑی، اور نیز بحالتِ صحت و ثباتِ عقل یہ وصیت کی کہ میری جو دختر کلاں میرے سامنے
مرگئی ہے اور اس سے ایک پسر اور ایک دختر باقی ہے میری جائداد سے جو حصہ شرعی کہ میری بڑی بیٹی کو
پہنچے اس جائداد کے مالک اس مرحومہ کے بچے ہیں اگر اس وصیت میں فرق ہوگا تو بروز حشر دامن گیر
ہوں گا۔ بنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر الفاظِ وصیت یہی تھے تو وہ باطل و بے اثر ہے کہ وصیت اس
حصہ شرعی کی نسبت ہے جو ترکہ موصی سے دختر کلاں کو پہنچے اور صورتِ واقعہ میں دختر کلاں کو شرعاً کچھ نہیں
پہنچتا تو وصیت اصلاً کسی شئی سے متعلق نہ ہوئی اور موصی لہا کا کوئی استحقاق نہ ہوا۔

اوصی بعین او بنوع من مالہ کثلث غنمہ
فہلک قبل موتہ بطلت الوصیۃ ولا یتعلق
حق الموصی لہ بشئی کما فی العالمگیریۃ
وغیرہا لعدم ما یتعلق بہ فکیف اذا
لم یوجد اصلاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنے مال میں سے کسی عین یا نوع کی وصیت کی
جیسے بکریوں کے ایک تہائی کے بارے میں وصیت
کی، پھر وہ عین یا نوع موصی کی موت سے پہلے ہلاک
ہوگئی تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اس کے
ساتھ وصیت کا حق متعلق نہ ہوگا جیسا کہ عالمگیریہ

وغیرہ میں ہے کیونکہ وہ شئی معدوم ہوگئی جس کے ساتھ وصیت متعلق ہوتی پھر کیسے باطل نہ ہوگی اس
صورت میں جبکہ سرے سے وہ شئی پائی ہی نہیں گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئله ۱۲۹
(سوال دستیاب نہ ہوا)

الجواب

وصیت زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں البتہ اگر دین مہر واجب الادا ہے
تو وہ تقسیم ترکہ سے مقدم ہوگا پس بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر چالیس سہام پر منقسم ہوکر

۱۰۶/۶ الفوائد الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور

پانچ سہم وکالت بیگم اور چودہ چودہ کریم الدین و نصیر الدین اور سات فضیلت بیگم کو ملیں گے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سونے اپنی جائداد اپنی
زوجہ اگھانی کے ہاتھ بعوض دین مہر کے بیع کی، پھر اگھانی ورثہ حسب تفصیل ذیل چھوڑ کر فوت ہوئی، اب
سونے اپنی موت کے دو ایک روز پیشتر بحالت علالت ایسی کیفیت میں کہ صاحب فراش ہو گیا تھا
اور طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی اپنی بیٹی معصومہ کے ہاتھ بیع کی اور مر گیا اور باقی ورثہ بیع
ثانی کی اجازت نہیں دیتے، اس صورت میں وہ انتقال سونو کا کہ اُس نے اپنی زوجہ کے ہاتھ کیا شرعاً
صحیح و نافذ ہے یا نہیں؟ اور اس انتقال ثانی کا کیا حکم ہے؟ اور ترکہ اگھانی کا اس کے ورثہ پر کس طرح
منقسم ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

سونے نے کہ اپنی جائداد بعوض دین مہر اپنی زوجہ کے ہاتھ بیع کی اس کی صحت میں شبہ نہیں، بعد
اس انتقال کے اس جائداد کی مالک اگھانی قرار پائے گی اور وہ اسی کا ترکہ بھڑے گا، پھر اس کی
وفات کے بعد سونے جو اپنا حصہ اپنی بیٹی کے ہاتھ مرض موت میں بیع کیا اور باقی وارث اسے روا نہیں
رکھتے تو وہ بیع باطل محض ہوگی اور وہ حصہ بھی حسب فرائض کل ورثہ پر منقسم ہو جائے گا۔

فی الخانیة ومن الموقوف اذا باع المرلیض
فی مرض الموت من وارثه عینا من
اعیان مالہ ان صح جان بیعہ وان
مات من ذلک المرض ولم یجز الورثۃ
بطل البیع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خانیہ میں ہے اگر مرض نے مرض الموت میں
اپنے کسی وارث کے ہاتھ اپنے مال میں سے کوئی
عین شئی فروخت کی تو بیع موقوف رہے گی۔
اگر وہ صحت مند ہو گیا تو بیع جائز ہو جائیگی۔
اور اگر اسی بیماری میں مر گیا اور باقی وارثوں نے
اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نذر علی کے تین زوجہ اور تین پسر اور تین دختر زوجہ اولیٰ سے ایک پسر ذوالفقار علی اور زوجہ ثانیہ سے دو پسر اور دو دختر اور زوجہ ثالثہ سے ایک دختر۔ ذوالفقار علی نے روبرو شیخ نذر علی کے انتقال کیا، ایک زوجہ اور ایک پسر محمد باقر وارث چھوڑے شیخ نذر علی نے اپنی حیات میں روبرو دیگر ورثہ کے محمد باقر پسر ذوالفقار علی کو کہ عند الشرح محبوب تھا عرض دین مر اپنی زوجہ یعنی والدہ ذوالفقار علی کے جو ترکہ کہ شیخ ذوالفقار علی کو بواجب شریعت بعد شیخ نذر علی کے تھا وہ بنام نہاد محمد باقر کر دیا اور جملہ ورثہ مانے قبول کر لیا حیات شیخ نذر علی میں زوجہ اولیٰ و ثانیہ نے بھی رحمت کی۔ اور بعد انتقال شیخ نذر علی کے ایک زوجہ کے دو پسر تین دختر ایک محمد باقر پسر ذوالفقار علی وارث رہے۔

الجواب

پسر کے وصیت بشرطیکہ پسر موجود نہ ہو جائز ہے کہ یہ تقدیر و اندازہ ہے نہ وصیت جس غیر ذالاحق لابن مات قبل ابیہ فی ترکة بیہ (اس لئے کہ باپ سے پہلے مر جائیگا بیٹے کا باپ کے ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا۔) پر ایہ میں ہے :
 اذ وصی بنصب ابنہ فوصیۃ باطمة
 ولو اوصی بمثل نصیب ابنہ جاز
 لان الاولیٰ وصیۃ بمال غیر لان
 نصیب الابن ما یصیبہ بعد موت
 والثانی وصیۃ بمثل نصیب
 الابن و مثل الشئ غیرہ
 وان کان یتقدر بہ فیجوز ان
 قلت و قیودہ الشراح
 بما اذا کان الابن موجودا
 قالوا وان لم یکن

اگر اپنے بیٹے کے حصے کی وصیت کی تو وصیت باطل ہے۔ اور اگر بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی تو جائز ہے۔ کیونکہ یہی صورت میں مال غیر کی وصیت ہے کیونکہ بیٹے کا حصہ وہ ہے جو اس کو باپ کی موت کے بعد حاصل ہوگا۔ اور دوسری صورت میں بیٹے کے حصہ کی مثل کی وصیت ہے اور شئی کی مثل شئی کا غیر ہوتی ہے اگرچہ شئی کے ساتھ اس کا اندازہ کیا جاتا ہے چنانچہ یہ جائز ہونے میں لگتا ہوں مثلاً زمین نے اس کے ساتھ قید لگائی یہ کہ جب بیٹا موجود ہو۔ انہوں نے کہا کہ

تعمیرات کتاب الوصایا باب الوصیۃ ثلث المال مطبع روسفی لکنو م/ ۵۹-۶۵۸

موجود اصحت الوصیة و بہذا التفصیل
اتی فی الدر المختار معزیا للعناية حاشیة
الهدایة و الجوہرۃ و شرح التکملۃ۔

اگر بیٹا موجود نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔ اور یہی تفصیل
در مختار میں لائی گئی جس کو ہدایہ کے حاشیہ عنایہ، جوہرہ
اور شرح التکملہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ (ت)

نہیں بلاشبہ یہ تصرف صحیح اور بوجہ قبول محمد باقر نافذ ہو کر سهام موصی لہا بعد محمد باقر کے اس کے ورثہ شرعی
کی طرف منتقل ہو گئے امام النسائی سے اپنے حصہ کی مالک ہوئی اب کہ بوجہ کبر سن و پیرانہ سال اس کے
عقل میں قصور اور حواس میں فتور اس درجہ ہو گیا کہ نجاست و طہارت میں تمیز نہیں کرتی اور قلت فہم و
اختلاط کلام و فساد تدبیر اسے لازم، تو وہ معتوہ ہے اور کل تصرفات قولیہ سے مجورہ۔

قال الفاضل المحقق محمد بن علی بن
محمد علاؤ الدین دمشقی الحصکفی
فی الدر المختار فی تفسیر الحجر هو
منع من نفاذ تصرف قولی و سببہ
ضعف و جنون یعم القوی و الضعیف
کما فی المعتوہ ۱۰ ملتقطا، قال شیخہ
العلامہ خیر الملة و الدین الرہلی فی فتاواہ
ان کان قلیل الفہم مختلطا فاسد التدبیر
لکن لا یضرب ولا یشتہم فهو المعتوہ و
مثله فی العالمگیریۃ و غیرہ۔

فاضل محقق محمد بن علی بن محمد علاؤ الدین دمشقی
حصکفی نے حجر کی تفسیر کرتے ہوئے در مختار میں
میں فرمایا کہ وہ تصرف قولی کو نفاذ سے روکنا ہے
اور اس کا سبب نابالغ ہونا اور مجنون ہونا ہے
عام ازیں کہ جنون قوی ہو یا ضعیف جیسا کہ معتوہ میں
ہوتا ہے الخ التعلق، ان کے شیخ علامہ خیر الدین
رہلی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ اگر وہ تھوڑی تھوڑا
گفتگو میں خلط ملط کرنے والا اور فاسد تدبیر والا
ہے لیکن وہ کسی کو مارتا نہیں اور نہ ہی گالیاں
دیتا ہے تو وہ معتوہ ہے۔ اور اسی کی مثل
عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پس ایسی حالت میں اگر اس نے کسی کے آمادہ کرنے خواہ اپنی خواہش سے وصیت کی تو ہرگز نافذ
نہ قرار پائے گی اور توریت ترکہ امام النسائی حسب بیان مجیب اول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و
حکمہ احکم۔

۵۹۹/۴	المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ	کتاب الوصایا بالوصیت بثلاث المال	کتاب الوصایا	۵۹۹/۴
۳۲۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الوصایا	کتاب الحجر	۳۲۳/۲
۱۹۸/۲	" " "	" " "	" " "	۱۹۸/۲
۵۴/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	" " "	۵۴/۵

مسئلہ ۱۳۲ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ رمپورہ مرسلہ شیخ عبدالمجید صاحب سب سر ویر ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین نسبت مسائل ذیل کے، زید کی منکوحتہ اولی متوفی سے ایک پسر بکر بالغ اور
 منکوحتہ ثانی موجودہ سے دو پسر عمر و سعد نابالغ بعد وفات زید باقی ہیں، زید پر جو قرض تھا بکرنے ادا کیا اور
 نیز واسطے فرج شادی و خورد و نوش نابالغان کے اپنے نام یا بشمول نام مادر قرض لے کر صرف کیا
 اس قرض سے کچھ ادا ہوا کچھ باقی ہے، اب عمر و سعد بھی بالغ ہیں اور درباب تقسیم جائداد و ادائے قرضہ
 سابق و حال تنازع ہے، لہذا علمائے شریعت مطلع فرمائیں کہ مکانات موروثی کس طرح تقسیم ہوں اور
 قرضہ سابق و حال حسب سهام کل شرکار پر چاہے یا قرضہ سابق و حال میں کچھ تفریق ہے اور جو مکان بکرنے
 اپنے روپے سے فریدا اس میں دوسرے برادران کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور منکوحتہ اولی جو زید کے
 حیات میں فوت ہو گئی اس نے اپنی وفات کے وقت زید کو مہر معاف کر دیا تھا اور منکوحتہ ثانیہ نے کہ اب
 زندہ ہے وقت وفات زید مہر معاف کر دیا اور ہماری برادری میں مہروں کا یہی دستور ہے یہ بھی واضح ہو
 کہ بعد وفات زید کھانا جملہ شرکار کا یکجا رہا۔ جب نابالغ بالغ ہوئے علیحدہ ہو گیا۔ بیٹو تو جو

الجواب

قرض مورث کہ بکر پسر بالغ نے ادا کیا تمام و کمال ترکہ مورث سے مجرا پائے گا جبکہ وقت ادا
 تصریح نہ کر دی ہو کہ مجرا نہ لوں گا۔

فی فتاویٰ قاضیخان و العالمگیریہ وغیرہما
 بعض الوارثۃ اذا قضی دین
 المیت کان له الرجوع فی مال
 المیت والترکۃ انتہی مختصراً۔ و فی جامع الفصویین
 والاشباہ وغیرہما لو استغرقتھا دین لایملکہا
 باسث الا اذا ابرا المیت
 غریبہ او اداہ واسثہ بشرط
 التبرع وقت الاداء اما
 لو اداہ من مال نفسه مطلقا
 فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیریہ وغیرہ میں ہے کسی
 وارث نے میت کا قرض ادا کیا تو اسے میت
 کے مال اور ترکہ کی طرف رجوع کا حق حاصل
 ہے انتہی۔ جامع الفصولین اور اشباہ وغیرہ میں ہے
 اگر دین ترکہ کو محیط ہے تو وارث میراث کے ساتھ
 اس ترکہ کا مالک نہیں بنے گا، مگر یہ کہ قرض خواہ
 میت کو بری کر دے یا میت کے وارث نے
 ادائیگی کے وقت بشرط تبرع قرض ادا کیا ہو لیکن
 اگر اس نے مطلقاً اپنے مال سے قرض ادا کیا ہو

۱۵۵/۶

بلا شرط تبرع اور رجوع يجب له دين
على الميت فتصير التركة مشغولة
بدينه فلا يملكها۔

نہ اس میں تبرع کی شرط ہو اور نہ تزکۃ میت کی
طرف رجوع کی تو میت پر اس کا دین ثابت ہو جائیگا
تو ترکہ فترض ادا کرنے والے وارث کے دین

کے ساتھ مشغول ہوگا لہذا وہ اس کا مالک نہیں بنے گا۔ (ت)

جو روپیہ بجز یا زودجہ زید نے قرض لے کر شادی نابالغان میں صرف کیا اس کا مطالبہ صرف اس
قرض لینے والے پر ہے نابالغوں کے ساتھ اس کا احسان سمجھا جائے گا اسی طرح جو کچھ قرض لے کر خورد و نوش
نابالغان میں اٹھایا وہ بھی ان سے مجرانہ ملے گا جبکہ یہ قرض لینے والا مورث کی جانب سے ان نابالغوں کا
وصی نہ تھا یعنی زید اسے کہہ نہ مرا تھا کہ جائداد یا نابالغ اولاد تیری سپردگی میں دیتا ہوں یا ان کی غور و پرداخت
تیرے متعلق ہے یا اس کے مثل اور الفاظ جو دلیل وصایت ہوں۔

ردالمحتار میں حاوی سے منقول ہے۔ فتویٰ کے لئے
مختار وہ ہے جو محیط کے کتاب الوصایا میں بروایت
ابن سماعہ امام محمد سے منقول ہے کہ کوئی شخص دو
بیٹے ایک نابالغ اور ایک بالغ اور ایک بالغ بالغ
چھوڑ کر فوت ہوا اور ہزار درہم ترکہ میں چھوڑے
پھر بڑے نے چھوٹے پر مثل نفقہ کے ساتھ پانچ سو
درہم خرچ کئے تو وہ اپنی طرف سے بطور احسان خرچ
کرنے والا ہوگا جبکہ وہ وصی نہ ہو الخ درمختار کے
باب لقطہ میں ہے وہ احسان کرنے والا ہے
بسبب اس کی ولایت کے قاصر ہونے کے الخ

فی ردالمحتار عن الحاوی المختار
للفتوی مافی وصایا محیط بروایة ابن سماعہ
عن محمد مات عن ابنین صغیر و
کبیر والفقیر فاتفق علی الصغیر
خمسائة نفقة مثله فهو متطوع
اذ لم یکن وصی الخ و فی لقطۃ الدر المختار
هو متبرع لقصور ولایتہ اھ و ثمة فی
ردالمحتار عن البحر لات الامر
متروک بین الحسبۃ والرجوع فلا یكون
دینا بالشک اھ۔

یہاں ردالمختار میں بجز سے منقول ہے کہ یہ معاملہ اجر و ثواب اور رجوع کے درمیان دائر ہے۔ چنانچہ یہ

۳۲/۲	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الثامن والعشرون	جامع الفصولین
۲۵۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی شہادۃ الاوصیاء و ارجاء التراث العربی بیروت	ردالمختار کتاب الوصایا
۳۶۶/۱	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب اللقطۃ	الدر المختار
۳۲۲/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	ردالمختار

بسبب شک کے دین نہیں ہو سکا (ت)

جو مکان بکرنے اپنے روپے سے اپنے نام خرید اس میں سے دوسرے کا کچھ حق نہیں، مہر کہ زوجہ اولیٰ نے اپنے مرتے وقت شوہر کو بخشا اس کی معافی بکرو غیرہ دیگر وارثان زوجہ اولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے اگر انہوں نے جائز نہ رکھا تو معاف نہ ہو اور اس کا مطالبہ ترکہ زید سے ہو سکتا ہے۔

فی العالمگیریۃ مریضۃ و ہبت صدا قرہا
من نروجہا فان کانت مریضۃ مرض الموت
لا یصح الا باجارتہ الورثۃ۔
عالمگیریہ میں ہے ایک مریض عورت نے اپنا مہر
خاوند کو ہبہ کر دیا پس اگر وہ مرض الموت کے ساتھ
مرض ہے تو وہ ہبہ دیگر وارثوں کی اجازت کے
بغیر صحیح نہیں ہو سکا۔ (ت)

ہاں زوجہ ثانیہ نے کہ وقت وفات زید اپنا مہر معاف کیا وہ معاف ہو گیا پس صورت مستفسرہ میں ترکہ زید سے قرضہ بکرو (جو بابت ادائے قرضہ سابقہ اس کے لئے ترکہ پر لازم ہوا) اور زوجہ اولیٰ کے مہر سے بعد اسقاط چہارم کہ خود حصہ زید ہوا کل یا بعض (جس قدر بوجہ عدم اجازت وارثان زوجہ زید لازم رہا) اور اسی طرح اور دیون جو زید پر ہوں ادا کر کے ثلث باقی سے اس کی وصیتیں اگر کی ہوں) نافذ کر کے جو بچے بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین چوبیس سہام پر تقسیم کریں تین سہم زوجہ ثانیہ اور سات سات ہر سپر کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از بیجا تھ پاڑہ رائے پور مالک متوسطہ مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد و
دبیر مجلس انجمن نعمانیہ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فیض النساء بیگم سوتیلی ماں نے خدیجہ بی بی کا نکاح
حسام الدین داروغہ جنگل کے ساتھ کیا والدین خدیجہ مرچکے تھے، فیض النساء بیگم بعض اموال اپنے
خدیجہ بی بی کے پاس عاریت بتاتی ہے، حسام الدین کہتا ہے کہ خدیجہ بی بی بہت دنوں بیمار رہی سبکی
بیماری میں میرا ذاتی روپیہ بہت سا خرچ ہوا متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا ماں کی
جائداد کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوا متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق
نہیں، لہذا مفتیان شرع متین سے سوال ہے کہ حسب فہرست صرفہ حسام الدین نے وقت بیماری وغیرہ
میں جو صرفہ کیا وہ حسام الدین پانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

۱۰ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الہبہ الباب الحادی عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۰۳

الجواب

اگر خدیجہ بی کے کوئی اور وارث نہ تھا نہ اس پر اس بیان شوہر کے سوا کسی اور کا ایسا دین ہے جو اس سے ملا کر مقدار ترکہ سے بڑھ جائے نہ اس کے پس منافی پر کسی کا اتنا دین آتا ہے کہ ترکہ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کر کے باقی سے جو حصہ پس کو پہنچے اس کی مقدار سے زائد ہو جب تو شوہر کا دعویٰ محض بے معنی ہے کہ خدیجہ بی کے پاس کا اگر کچھ مال حسب بیان فیض النساء بیگم ملک فیض النساء بیگم ہونا ثابت ہو تو اس میں سے خرچہ دوائے خدیجہ بی پلنے کے کوئی معنی نہیں وہ تو فیض النساء بیگم کو واپس دیا جائے گا اور جب خدیجہ کا سوائے پس و شوہر اور اس پس کا سوائے پدر کوئی وارث نہ رہا تو جو مال خدیجہ بی کا ٹھہرے اس کا وارث صرف حسام الدین ہے دوسرے کسی دائن کا اگر خدیجہ بی پر کچھ آتا ہو تو جس حالت میں ترکہ اسکے دین کو گھٹا سکے نہ نہ کرنا بڑھاسکے اسی طرح جبکہ ترکہ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کر کے بھی جو بچتا ہے اس میں سے حصہ پس دین پس کو کافی ہے تو شوہر کا ترکہ پر دین کا دعویٰ نہ اپنے استحقاق کو بڑھاسکے نہ نہ کرنا گھٹا سکے، بہر حال دعویٰ و عدم دعویٰ ہر صورت میں اس کا استحقاق ایک ہی مقدار پر رہتا ہے خواہ اس پر دین ثابت کر کے قرض میں لے لے یا بے ثابت کے میراث میں ایسا فضول دعویٰ قابل سماعت نہیں ہوتا ہاں اگر خدیجہ بی کے بعد اس کا کوئی وارث بھی رہا (کہ نظر بتقریر سوال وہ اس کی نانی ہی ہو سکتی ہے، تو دعویٰ شوہر نافع ہے تاکہ میراث سے پہلے یہ بذریعہ دین بعض یا کل متروکہ لے، یونہی اگر دوسرے دائن کا دین ایسا ہے کہ اس کے دعویٰ سے مل کر مقدار ترکہ سے زائد ہو جائے گا تو نافع ہے کہ ترکہ دونوں دین پر حصہ رسد بٹ جائے، اسی طرح اگر پس منافی پر ویسا دین ہو تو نافع ہے کہ اول شوہر کا دین ترکہ خدیجہ بی سے ادا کیا جائے گا، اگر کچھ نہ بچے گا دائن پس کچھ نہ پائے گا اور بچے گا تو باقی سے جس قدر حصہ پس ہے وہ اس میں سے لینے کا مستحق ہوگا اور بے دعویٰ زائد میں سے پانا و ہذا کلمہ ظاہر بادی حساب (یہ تمام ادنیٰ حساب کے ساتھ ظاہر ہے - ت) ان صورتوں میں دعویٰ شوہر البتہ قابل سماعت ہے اب حکم مسئلہ یہ کہ اگر حسام الدین نے بطور خود اپنی زوجہ کے دو اداروں میں اپنا مال صرف کیا تو دعویٰ باطل ہے اور واپسی کا مستحق نہیں۔

جب کوئی غیر کے معاملے میں اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے اور وہ اس خرچ کرنے میں مجبور نہ ہو تو اسے رجوع کا حق نہیں اس لئے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اس کا تصرف

فان من الفسق فی امر غیرہ بغیر امرہ غیر مضطر الیہ فلا یرجع علیہ اذ لم یکن نافذ لتصرف فیما لہ ایہ کما ابانت عنہ فروع جسمہ

نافذ نہیں ہے جیسا کہ اس سے پیشتر فروع ظاہر
ہیں جن کی ائمہ کرام کے اقوال میں تصریح کی گئی ہے (ت

بلکہ اگر خدیجہ بی نے درخواست بھی کی کہ میرا علاج کرو اور اس کے سوا کوئی شرط رجوع و واپسی درمیان
نہ آئی نہ وہاں عرف عام سے ثابت ہو کہ ایسی صورت میں شوہر جو کچھ معاہدہ زوجہ میں اٹھائے اُس سے
واپس پائے تو بھی حسام الدین کو دعوی نہیں پہنچتا لعدم ما یوجبہا من نص او عرف (کسی نص
یا عرف کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جو اس کو واجب کرے۔ ت) ہمارے بلاد کا تو عرف یہ ہے
کہ شوہر جو اپنی بی بی کے علاج میں صرف کرتا ہے وہ یا عورت کسی کے خیال میں واپسی کا وہم بھی نہیں
گزرتا ہاں اگر خدیجہ بی سے صراحتاً واپسی کی شرط ہو گئی تھی یا وہاں کے عرف عام کی رو سے استحقاق واپسی
ثابت ہے تو ضرور اختیار واپسی ہو گا فان المعهود عرفاً کالمشروط لفظاً (کیونکہ جو باعتبار عرف
کے معهود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے باعتبار لفظ کے اس کی شرط لگائی گئی ہو۔ ت) درمختار میں ہے:

اس میں رجوع نہیں اگرچہ اس کے امر سے شرح کئے
مگر یہ کہ جب کہے تو میری طرف سے بدلہ دے
اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں کیونکہ تعویض واجب
نہیں بخلاف قرض کی ادائیگی کے۔ اور ضابطہ
یہ ہے کہ جس چیز کا انسان سے عیس و ملازمہ کے
ساتھ مطالبہ کیا جاتا ہے اس کی ادائیگی کا امر
رجوع کو ثابت کرنے والا ہے ضمان کی شرط
لگائے بغیر، اور اگر ایسا نہ ہو تو رجوع ثابت
نہ ہوگا جب تک ضمان کی شرط نہ لگائے، ظہیر الخیر
میں کہتا ہوں تو جانتا ہے کہ دو ان چیزوں میں سے
جو بالکل واجب نہیں چہ جائیکہ بندے کی طرف
سے اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اور چہ جائیکہ

لا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض
عنی علی انی ضامن لعدم وجوب
التعویض بخلاف قضاء الدین (و) الاصل
ان کل ما یطالب بہ الانسان
بالحبس والملازمة یكون الامر یادائہ
مثبتاً للرجوع من غیر اشتراط الضمان
وما لا فلا) الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ الخ
قلت وانت تعلم ان الداء مما لا یجب اصلاً
فضلاً عن ان یكون له مطالب من جهة
العبد فضلاً عن ان یكون طلبہ بحبس
او ملازمة فلا رجوع فیہ من دون شرط
شیئی من ہذا الاصول۔

اُس کا مطالبہ حبس و ملازمہ کے ساتھ ہو، لہذا اس میں کسی اصول کی شرط کئے بغیر رجوع کا حق نہ ہوگا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

ما جرى به العرف في الرجوع على الأمر
يرجع إنا قول هذه مسألة اضطربت
فيها أقوال العلماء أصلاً وفرعاً فاصلوا
أصولاً لا تنضبط وفرعاً فروعاً لا تلتئم
وإراد العلامة الشامي تحريها في العقود
فلم يتهيأ له إلا الاقتصار على بعض
فروع نقلت مع طرح جميع الأصول التي
أصلت وللعبد الضعيف ههنا كلام ذكرته
فيما علق عليها وهذا الذي اخترته
هنا واضح جلي لا يخفاء به إن شاء الله
تعالى - والله تعالى أعلم -

جس چیز کا امر پر رجوع کرنے میں عرف جاری ہو
وہاں رجوع کرے گا اھ۔ میں کہتا ہوں اس
مسئلہ میں علماء کرام کے اقوال اصول و فروع کے
اعتبار سے مضطرب ہیں۔ انہوں نے کچھ ایسے
اصول بنائے جو منضبط نہیں اور کچھ ایسے فروع
ذکر کئے جو مجتمع و مربوط نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ
نے عقود میں ان کو تحریر کرنے کا ارادہ فرمایا تو
ان کو میسر نہ ہوا سوائے بعض فروع پر اقتصار کرنے
کے جو نقل کئے گئے باوجودیکہ انہوں نے وہ اصول
چھوڑ دئے جو وضع کئے گئے ہیں۔ اور اس
عبد ضعیف کا یہاں کچھ کلام ہے جس کو میں نے

شامی پر اپنی تعلیقات میں ذکر کیا ہے۔ اور وہ جس کو میں نے یہاں اختیار کیا وہ بالکل واضح و روشن
ہے اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی پوشیدگی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۸ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

مرسلہ

مسئلہ از ریاست

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ۸، ۱۲ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے چاروں
بیٹے محمد زکریا، محمد کئی، محمد عیسیٰ، محمد موسیٰ بالغ و نابالغ اور بیٹی بالغہ اور حافظ محمد عظیم صاحب خسر
۳۸ سال، ۲۰ سال، ۸ سال، ۲ سال

کے سامنے یہ وصیت کی اس وصیت کو سب ورثاء نے تسلیم کیا اور اس پر عملدرآمد کیا اب کئی و
عیسیٰ اپنا بقیہ ورثہ تقسیم کراتے ہیں اور بڑا بھائی مصرف خورد و نوش و پارچہ و خرچ شادی کئی و
عیسیٰ جو اس نے اپنے پاس سے زید کے انتقال کے بعد سے ان پر کیا ہے طلب کرتا ہے کئی و عیسیٰ
یہ غدر کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے ہم پر صرف کیا تبرعاً و احساناً تھا یہ ہم سے مجرانہ ہونا چاہئے و نیز یہ وقت
وصیت ہم نابالغ تھے اور قطع نظر اس مسئلہ میں جو تحریر فیابین برادران ہوئی جس میں محمد کئی نے

آمدنی کا حساب سمجھ کر ۴ روپے ماہوار اپنے حصے کے لئے منظور کئے ہیں اور اب تک لیتے ہیں اور وصیت پر عمل درآمد ہوا تو تم میں کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ تسلیم و قبول تحریری موجود ہے چنانچہ نقل وصیت نامہ نقل تحریر دیگر حسب ذیل ہے زید کی جائداد جو الوری میں ہے وہ اب تک غیر منقسم اور ایک ہی مکان میں سب ورثاء رہتے ہیں اور اس کی تقسیم بھی چاہتے ہیں زکریا تقسیم پر راضی ہے مگر کہتا ہے کہ جولاگت بعد انتقال زید میں نے اپنے پاس سے اس پر لگائی ہے مجھ کو ملنی چاہئے کچی و عیسے کہتے ہیں کہ تم نے بلاوجہ پہلی عمارت کو ڈھایا اور نئی عمارت بنائی ہم اس کے ڈھانے کا نقصان تم سے لیں گے نئی عمارت بنانے کا تم کو بلا رضا مندی ہمارے اختیار نہ تھا، زکریا جواب دیتا ہے کہ بوجہ بوسیدگی تم سب کے سامنے ہنگام شادی محمد عیسے جس میں اب تک وہی رہتا ہے ایک ضلع خام تھا از سر نو پختہ میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنایا اور اور ضلع اپنے واسطے پختہ بنایا اس وقت تم میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور اب تک تم ہم سب وہیں رہتے ہیں، از روئے شرع شریف ان سب امور کا جواب مرحمت ہو۔ بینوا تو جردا۔

نقل وصیت نامہ

والد ماجد حکیم غلام نجم الدین مرحوم نے اپنے انتقال سے تخمیناً اٹھائیس روز پہلے روز پیرے روبرو جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب و برادران عزیز محمد کچی، محمد عیسے و محمد موسیٰ کہ مجھ کو جو وصیت فرمائی میں اس وقت مضمون وصیت روبروئے جناب ماموں صاحب موصوف و برادران عزیز مذکور کے بیان کرتا ہوں اگر میرے بیان میں کچھ خلاف ہے تو اصلاح فرمادیں اور اگر میرا بیان صحیح ہے تو اس کاغذ کو تصدیق کریں فقط میرے والد نے مجھ محمد زکریا سے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اور تمہاری ہمیشہ کی شادی کر دی تم دو کے فرض سے میں ادا ہوا محمد کچی و محمد عیسے و محمد موسیٰ کی شادی باقی ہیں دہلی کی مجلس اور دیوان خانہ فروخت کر کے ان کی شادی کر دینا اور تمہاری والدہ کا جو زیور ہے وہ ان تینوں کے چڑھاوے میں چڑھا دینا۔ باقی مکانات دہلی کے اور ظروف اور پارچہ وغیرہ جو ہے اس کو بموجب شرع شریف کے تم پانچوں بہن بھائی تقسیم کر لینا فقط۔

مبلغ دو صد روپیہ دو شخصوں کو دے کر ایک کو میرے واسطے اور دوسرے کو اپنی والدہ کے واسطے چر بھینا باقی مکانات اور چاہ اراضی باغ و تنخواہ جو الوری میں ہے اس کا تو مختار ہے اگر محمد کچی و عیسے و موسیٰ تیری تابعداری کریں تو تم فرزندوں کی طرح ان کی پرورش کرتے رہنا اگر تیری تابعداری نہ کریں تو اپنا سر کھائیں فقط ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ ہجری

بقلم بندہ امر او علی۔

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد موسیٰ العبد محمد یحییٰ العبد محمد عیسیٰ
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ نوشتہ محمد عبدالرحمن علی

جو کچھ مجھ محمد زکریا نے بموجب وصیت والد ماجد کے تحمل کی اور کرتا رہوں گا وہ مراتب اس صفحے پر
 درج ہیں اور آپ صاحب اس سے رضامند ہیں تو اس پر اپنے اپنے دستخط کریں۔ فقط مرقوم

۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ

والدہ ماجدہ کا زیور برادران عزیز محمد یحییٰ و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کو میں نے تقسیم کر دیا اور ظروف و پارچہ مجھ محمد زکریا
 و محمد یحییٰ و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ و ہمیشہ عزیزہ نے حسب وصیت والد مغفور باہم تقسیم کر لیا اور مجلس اور دیوان خانہ
 کو تو میں نے فروخت نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سے عزیز محمد یحییٰ و محمد عیسیٰ کی تو میں نے شادی کر دی اور محمد موسیٰ
 کا جج ہو گیا اور باقی مکانات واقعہ دہلی بھی حسب وصیت تقسیم کئے جائیں ان شاء اللہ تعالیٰ اور باقی
 مکانات و تہوار و چاہ و اراضی و باغ و تنخواہ الوری جو بلا شرکت غیرے حسب وصیت والد ماجد میرے
 قبضے میں ہے مگر حویلی میں جس طرح ہم سب بھائی رہتے ہیں، اسی طرح میں اور میری اولاد اور وہ اور انکی
 اولاد بدستور ہیں اور کھانے پینے کو جو خدا مجھ کو دے جس طرح آج تک محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کھاتے پیتے رہے
 ہیں اسی طرح کھلاتا پلاتا رہوں گا، اور محمد یحییٰ کو دو روپیہ اور محمد عیسیٰ کو سے اور محمد موسیٰ کو ۱۲ ماہ ہوار دیتا
 رہوں گا، مبلغ دو صد روپیہ جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب کی معرفت دو شخصوں کو دے کر حج کو بھیج دے
 فقط مرقوم صدر بقلم امر او علی

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد عیسیٰ العبد محمد یحییٰ عفی عنہ العبد محمد موسیٰ عفی عنہ
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ شد محمد عبدالرحمن نقل تحریر

سابق میں ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ کو جو وصیت نامہ والد مرحوم کار و بر سے

جناب ماموں صاحب حاجی حافظ محمد عظیم مرحوم کے تحریر ہوا تھا اس وقت عزیز محمد یحییٰ کو دو روپیہ ماہوار
 دینا تجویز ہوا تھا چنانچہ آج تک دیا گیا، اب پھر عزیز مذکور نے کہا کہ میرا گزارہ اس میں نہیں ہوتا کچھ زیادہ
 مقرر ہو جائے، اس واسطے مجھ زکریا نے اراضی بارانی و چاہ جال والا و چاہ تاج خاں والا کی آمدنی بوقت
 عزیز محمد یحییٰ دو سو ساٹھ روپیہ مشخص کر کے عزیز مذکور کا حصہ للعمہ ماہوار کا قرار پایا مگر عزیز مذکور نے چار روپیہ
 چار آنے ماہوار اس میں سے لینے منظور کئے بشرط اس کے کہ مجھ سے چاہت کی مرمت وغیرہ کا مصارف
 نہ لیا جائے۔ مجھ محمد زکریا کو یہ بھی منظور ہے کہ میں للعمہ ماہوار جب تک اراضی عطیہ سرکار ہمارے قبضے میں ہے

خواہ آمدنی میں کمی ہو یا بیشی عزیز محمد کی کو اپنی زلیست بھر دیتا رہوں گا اور بعد میرے آمدنی یہ دو چاہات
 مذکورہ داراضی بارانی و باغ یعنی جملہ آمدنی ان مواضع کی و جملہ مصارف شکست ریخت مرمت وغیرہ
 متعلقہ ان کے ہنگی دس حصوں مفصلہ ذیل پر تقسیم ہو جائے اور جو حصہ دار مر جائے تو اس کے حصہ دار اسکے
 وارث یعنی فرزند یا دختر یا زوجہ کو ملتا رہے اور جو حصے دار بلا وارث فوت ہو اس کا حصہ سب پر تقسیم
 ہو جائے، تفصیل حصص یہ ہے: محمد زکریا، محمد کئی، محمد عیسیٰ، محمد موسیٰ، ہمشیرہ عزیزہ، پھوپھی صاحبہ
 ان میں سے دو دو حصے چاروں بھائی لیتے رہیں اور ایک ایک حصہ ہمشیرہ عزیزہ اور پھوپھی صاحبہ
 لیتی رہیں فقط۔

بقلم احقر العباد امراد علی مرقومہ ہشتم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۸۶ء

العبد محمد زکریا بنده محمد کئی عنہ
 العبد محمد عیسیٰ عنہ
 العبد محمد موسیٰ عنہ
 العبد محمد فضل حق عنہ
 گواہ شد

الجواب

اول: تنخواہ پر بھائیوں کا دعویٰ محض باطل و بیجا ہے کہ وہ اجرت ہے اور اجرت میں غیر اجیر کا
 حق نہیں، عقد اجارہ جو ان کے باپ سے تھا موت پدر پر ختم ہو گیا
 فان الاجارة لامعنی لبقائها بعد
 هلاك الاجير۔
 کیونکہ اجیر کے فوت ہو جانے کے بعد اجارہ کے
 باقی رہنے کا کوئی معنی نہیں ہے (ت)

اب کہ برادر سے عقد جدید ہوا اس میں کیا حق، تو ایک ہو سکتا ہے بلکہ اگر اس تنخواہ کو بطور
 منصب ہی فرض کیجے تو بتصریح علماء منصب و پنشن بھی موروث نہیں بعد فوت منصبدار، رئیس جس کا
 نام مقرر کر دے وہی مستحق ہے باقی ورثہ کا کچھ حق نہیں۔ فتح القدرہ ورد المحتار میں ہے:
 العطاء صلة فلا یورث ویسقط بالموت
 عطیہ ایک صلہ ہے وراثت نہیں ہے اور موت
 سے پہلے یہ صلہ ختم ہو جاتا ہے (ت)

دوم: محمد زکریا نے جو کچھ محمد کئی و محمد عیسیٰ کی شادیوں میں اپنے پاس سے صرف کیا اگر یہ صرف بعد بلوغ
 محمد موسیٰ تھا جبکہ وہ بھی اجازت وصیت شامل ہو لیا تو تمام کمال ترکہ سے مجرا پائے گا کہ زکریا وصی تھا
 اور یہ مورث کی وصیت جسے بقیہ ورثہ نے ناقذ رکھا اور بوجہ بلوغ ان سب کی تنفیذ شرعاً معتبر تھی تو وصیت

رد المحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸۲/۳

کا وارثوں کے لئے ہونا مضر نہیں،

لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الا
لا وصية لوارث الا ان يجيزها
الورثة۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ
سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں مگر اس
صورت میں کہ باقی وارث اسے جائز قرار دیں (ت)

اور وصیت میں جبکہ اُس کی تنفیذ کسی شئی کو بیچنے کے ساتھ مذکور ہو تو وصی پر اس کا اتباع لازم
نہیں اُسے روا ہے کہ وہ شئی نہ بیچے اور دوسرے مال سے وصیت نافذ کرے۔ آداب الاوصیاء
میں ہے :

محیط، ظہیر یہ اور خلاصہ میں ہے کسی نے وصیت
کی کہ فلاں معین چیز کے ثمن سے اس کو کفن دیا جائے
ابوالقاسم نے فرمایا وصی کو اختیار ہے کہ کسی
دوسری چیز کے ثمن سے کفن دے اور اس
معین چیز کو فروخت نہ کرے اور یہ معین چیز
سب و رشتہ کی مشترکہ قرار پائے گی اگرچہ
جس چیز کو فروخت کرنے کی وصیت تھی اس کا کوئی خریدار
بھی موجود ہو، ایسی صورت میں وصی ضامن نہ ہوگا۔ (ت)

فی المحيط والظہیریۃ والخلاصۃ
اوصی بان یکفنه من ثمن
هذا العین قال ابوالقاسم
للووی ان یکفنه من ثمن
عین اخر ولا یبیع تلك العین و
تلك العین تکون للورثة وان
وجد لهما اوصی بیعه مشتريا
ولا یضمن الوصی۔

اُسی میں ہے :

خاصی میں ہے کسی نے وصیت کی کہ اس کی طرف
سے اتنی اتنی مقدار گندم کی صدقہ کی جائے
اور اُس گندم کی قیمت کے لئے اس نے اپنے
اموال میں سے کوئی نوع متعین کر دی جیسے
اپنے گھر کی قیمت، وصی نے کسی اور مال سے صدقہ

فی الخاصی اوصی بان یتصدق
منه کذا وکذا وقرامن الحنطة
وعین لثنی تلك الحنطة نوعا
مت امواله کثمن داره فجعل
الوصی من غیر ذلك المال قال

۳۱۹/۲

مطبع مجتہبائی دہلی

کتاب الوصایا

لہ الدر المختار

۶۱۶/۱۶

کنز العمال بحوالہ ق عن عمرو بن خارجہ حدیث ۴۶۰۷۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

۳۱۲-۱۳/۲

کے آداب الاوصیاء علی ما مش جامع الفصولین فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی

کر دیا تو جائز ہے مگر اس صورت میں کہ جو کچھ موصی نے متعین کیا اس میں تعین پر دلیل موجود ہے مثلاً جس شے کو اس نے معین کیا وہ پاکیزگی کے ساتھ معروف ہے اور دیگر اشیاء خبیثہ کے ساتھ معروف ہیں تو اس صورت میں پاکیزہ شے کو وصیت کے ساتھ خاص کیا جائے گا اور وصی خبیث مال سے خریداری نہیں کرے گا۔ (ت)

جائز له ذلك الا ان يكون
فيما عينه دليل على التعيين كان
يكون ما عينه معروفا بالطيب
وسائره بالخبث فيخص الطيب
بالوصية فلا يشترى من
المال الخبيث

اور قطع نظر اس سے کہ وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کرے تو قول مفسی بہ پر اسے مطلقاً حق رجوع و واپسی ہے یہاں کہ وصیت عباد کے لئے تھی اور وصی وارث ہے باتفاق علماء اُسے حق رجوع حاصل ہوا، خانیہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے :

وصی نے اپنے مال میں سے وصیت نافذ کر دی علماء نے کہا اگر یہ وصی وارث ہے تو ترکہ میت میں رجوع کرے گا ورنہ نہیں، اور اسی میں ہے اگر وہ وصیت بندوں کے لئے ہے تو رجوع کریگا اس لئے کہ اس وصیت کے لئے بندوں کی حمت سے کوئی مطالبہ کرنے والا ہے تو یہ دین کی ادائیگی کی طرح ہوگی، اور اگر وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو رجوع نہیں کرے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ترکہ میت میں رجوع کرے گا۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)

وصى انفذ الوصية من مال نفسه قالوا ان كان هذا الوصى وارثا يرجع في تركة الميت والا فلا يرجع وفيه ان كانت الوصية للعباد يرجع لان لها مطالبات من جهة العباد وكان كقضاء الدين وان كانت الوصية لله تعالى لا يرجع و قيل له ان يرجع في التركة على كل حال وعليه الفتوى

اور اگر قبل بلوغ محمد موسیٰ ہو تو حصہ محمد موسیٰ اس طرف سے بری رہے گا کہ نابالغ کی اجازت کوئی چیز نہیں، نہ اس کی طرف سے کوئی ولی یا وصی خواہ کوئی شخص اسے تصرف کی اجازت دے سکتا ہے

لہ آداب الاوصیاء فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۲۱۴
لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۵۴

لکونہ ضرراً محضاً (اس کے محض نقصان ہونے کی وجہ سے - ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس صورت میں بعد بلوغ محمد موسیٰ کا اس تصرف گزشتہ پر راضی ہونا یا اسے جائز کرنا بھی بیکار آمد نہ ہوگا۔

لکونہ وقع ولا مجیز وکل تصرف کذا فرہو
باطل کما فی الدر وغیرہ و الاجازة انما
تلحق الموقوف لا الباطل کما بینہ
فی الفتح وغیرہ -

لا حق ہوتی ہے نہ کہ باطل کو، جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ نے بیان کیا ہے - (ت)
سوم: خورد و نوش برادران میں جو کچھ محمد زکریا نے اپنے پاس سے صرف کیا اس میں سے محمد موسیٰ نابالغ کے مصارف زمانہ نابالغی کے مجرا پائے گا،

فی الخانیة والرہندیة بعد العبارة المذكورة
وکذا الوصی اذا اشتری کسوة للصغار
او اشتری ما ینفق علیہم من مال نفسه فانه
لا یكون متطوعاً -

اور بالقول پر جو صرف کیا اگر بطور خود بے ایسے امر کھاتا بشرط رجوع کر لی تھی جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے تو محمد زکریا کا تبرع و احسان تھا جس کا معاوضہ ان سے نہیں لے سکتا،

لعدم الولاية علیه بالبلوغ ولم یکن
مضطراً فیما فعل ولا امرؤ ولا شرط
الرجوع ففیہم یرجع وهذا ظاہر جدا
عند من خدم نفائس کلامہم -

اس شخص کے نزدیک جس نے فقہاء کے عمدہ کلام کی خدمت کی - (ت)
خانیہ میں ہے:

لو قال انفق من مالک علی عیالی
او فی بناء دارک یرجع بما انفق

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۵/۶
لہ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الکفالتہ فصل فی الکفالتہ بالمال نوکشتور بکھنو ۵۸۴/۳

و كذا لو قال اقبض ديني يرجع على كل حال
ولو قضى نائبة غيره بامرہ مرجع عليه
وان لم يشترط الرجوع هو الصحيح

خرچ کیا وہ اس کے بارے میں رجوع کرے گا۔
اسی طرح اگر کہا تو میرا قرض ادا کر دے تو وہ ہر حال
میں رجوع کرے گا۔ اور اگر کسی کی حاجت اس کے

امر پر پوری کر دی تو وہ رجوع کرے گا اگرچہ رجوع کی شرط نہ لگائی گئی ہو، یہی صحیح ہے۔ (ت)

فصول عمادیہ و فتاویٰ حامدیہ میں ہے :
من قضی دین غیرہ بغیر امرہ لایکون
له حق الرجوع علیہ
انہیں میں ہے :

جس نے دوسرے کا قرض اس کے حکم کے بغیر
ادا کر دیا اس کو رجوع کا حق نہیں (ت)

المنبوع لا يرجع على غيره كما لو قضى
دين غيره بغیر امرہ

احسان کرنے والا غیر پر رجوع نہیں کرتا جیسا کہ
کوئی کسی کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کرے (ت)

چہارم : زیور زوجہ میں موصی کی وصیت اسی قدر اثر ڈال سکتی تھی جس قدر اُس زیور سے موصی کا حصہ
شوہری ہوتا باقی حصص کہ ملک اولاد تھے اُن کی نسبت اس کی وصیت محض بے معنی ہے اذ لا تصرف
لابن آدم فيما لا يملك (اس لئے کہ ابن آدم کو ایسی چیزیں تصرف کا حق نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو۔ ت)
تو حبی و عیسیٰ و موسیٰ کو وہ کل زیور دے دینا اگرچہ باجائز جملہ ورثہ ہو خود انہیں ورثہ کے حصص میں اصداً
مورث نہ ہو گا کہ غایت درجہ اُن کی یہ اجازت اجازت تملیک بلامعاوضہ ہوگی کہ عین ہبہ ہے اور ہبہ مشاع
باطل اور باطل کی اجازت مہمل۔ ہدایہ میں ہے :

جس نے کسی شخص کے لئے غیر کے مال سے ایک ہزار
معین درہموں کی وصیت کر دی اور موصی کی موت
کے بعد اُس غیر یعنی مالک مال نے اس کی
اجازت دے دی پھر اگر اُس نے وہ مال اسکے
سپرد کر دیا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو جائز
ہے اور مالک کو اختیار ہے کہ وہ مال کو روک لے

من اوصى من مال رجل لاخر بالف
بعينه فاجاز صاحب المال بعد موت
الموصى فان دفعه فهو جائز وله ان
يمنع لان هذا تبوع بمال الغير
فيتوقف على اجازته واذا اجاز
يكون تبوعاً منه ايضاً

۱۰ فتاویٰ قاضی خان کتاب الکفالة فصل فی الکفالة بالمال نو لکشر بکھنو ۵۸۹/۳

۱۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۹/۳

۱۲ المعقود الدریتہ بحوالہ عمادیہ کتاب الکفالة ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۰۳/۱

ان یجتنب من التسلیم۔
 کیونکہ غیر کے مال سے تبرع ہے تو یہ اُس غیر کی اجازت
 پر موقوف ہوگا اور جب اس نے اجازت دے دی تو یہ اس کی طرف سے بھی تبرع و احسان ہوگا لہذا اسے
 اختیار ہوگا کہ وہ سپردگی سے انکار کر دے (ت)
 غایۃ البیان میں ہے :

لان العقد الموقوف اذا لحقه الاجازة صار
 مضافا الى المجیز فاذا اضيف اليه صار
 ذلك هبة منه والهبة لا تتم الا بالتسليم۔

کیونکہ موقوف عقد کو جب اجازت لاحق ہوتی ہے تو
 وہ اجازت دینے والے کی طرف منسوب ہو جاتا ہے
 جب اس کی طرف منسوب ہو گیا تو یہ اسی کی طرف سے
 ہبہ ہوا اور ہبہ سپردگی کے بغیر تام نہیں ہوتا (ت)
 تو محمد زکریا کا خود اپنا حصہ اس کی ملک سے نکلا نہ خرید بچہ سیم کا حصہ اس کی ملک سے، اگر زیور باقی ہے تو حصہ
 شوہری موصی چھوڑ کر سب ورثہ اپنے اپنے حصے اُس سے لے سکتے ہیں، اور اگر کئی و عیسیٰ و موسیٰ نے ہلاک کر دیا
 تو باقیوں کے حصص کے تاوان دین رہا موصی کا حصہ شوہری کہ وہی محل نفاذ وصیت تھا نظر کی جائے کہ چڑھاوا
 جو دُلہا کی طرف سے دُلہن کو جاتا ہے وہاں عرف شائع میں دُلہن کی ملک سمجھا جاتا ہے یا ملک پر دُلہا ہی کے
 رہتا ہے اور دُلہن کو پہننے کے لئے دیا جاتا ہے، اگر دُلہن کی ملک سمجھا جاتا ہے تو اس حصے میں بھی وصیت
 باطل ہوتی کہ اب یہ وصیت حقیقہ دُلہنوں کے لئے تھی اور دُلہنیں وقت موت موصی تک معدوم تھیں کہ دُلہن
 ہونا بعد نکاح صادق ہوتا ہے اور نکاح موت موصی سے ایک مدت کے بعد ہوتے اور معدوم کے لئے
 وصیت باطل ہے کہ وہ تملیک ہے اور معدوم صالح تملیک نہیں، لہذا حمل کے لئے وصیت میں شرط ہے
 کہ اُس کا باپ زندہ ہے تو چھ مہینے کے اندر پیدا ہو اور مر گیا یا طلاق بائن دے دی اور عورت عدت میں
 ہے تو دو برس کے اندر پیدا ہو کہ اس وقت اس کا وجود ہویدا ہوا۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے :

ھی تملیک مضاف الی ما بعد الموت
 بطریق التبوع و شرائطها کون
 الموصی اهلا للتملیک والموصی
 له حیاً وقتها تحقیقا

وہ تملیک ہے جو بطور تبرع موت کے ما بعد کی
 طرف منسوب ہوتی ہے۔ اور اسی کی شرائط
 میں سے ہے کہ موصی تملیک کی اہلیت رکھتا ہو
 اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ بوقت

لے الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال
 مطبع یوسفی لکھنؤ ۶۶۶/۴
 لے غایۃ البیان

وصیت حقیقیاً یا تقدیراً زندہ ہونا کی یہ حمل کو بھی شامل ہے
حمل میں وصیت تب صحیح ہوگی وہ چھ ماہ سے کم مدت
میں پیدا ہو جائے جبکہ حاملہ کا شوہر زندہ ہو اور اگر
وہ مردہ ہے اور حاملہ عورت بوقت وصیت معتدہ ہے
تو اس صورت میں حمل کے لئے وصیت تب صحیح
ہوگی جب دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو اور اس پر دلیل اس مدت میں اس کے نسب کا ثابت

او تقدیرا یثقل الحمل وصحت للحمل
ان ولد لاقل من ستة اشهر لو تراج
الحامل حیا ولو میتا وہی معتدہ حیث
الوصیة فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت
نسبہ اختیار و جوہر اہ ملقطاً۔

ہوگا جب دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو اور اس پر دلیل اس مدت میں اس کے نسب کا ثابت
ہونا ہے، اختیار و جوہر اہ التقاط۔

ردالمحتار میں ہے :

ماتن کا قول "بوقت وصیت" میں کتا ہونا آثار خانیہ
میں ہے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ
مستحقین میں سے متعین ہے تو صحت ایجاب کا
اعتبار وصیت کے دن سے کیا جائے گا اور جب
وہ غیر متعین ہے تو صحت ایجاب کا اعتبار موصی کی
موت کے دن سے کیا جائیگا، اگر فلاں کے بیٹوں
کے لئے ایک تہائی کی وصیت کی اور ان کا نام
نہیں لیا نہ ہی ان کی طرف اشارہ کیا تو یہ وصیت
صرف ان کے لئے ہوگی جو موصی کی موت کے وقت
موجود ہوں گے۔ اور اگر ان کا نام لیا یا ان کی طرف
اشارہ کیا تو وصیت خاص انہی کے لئے ہوگی۔ اگر
وہ مر گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی کیونکہ جس کے لئے
وصیت کی گئی وہ متعین ہے۔ لہذا صحت ایجاب
کا اعتبار وصیت والے دن سے ہوگا۔ ماتن نے
کہا کہ چھ ماہ سے کم مدت میں حمل پیدا ہو۔ یہ اس لئے

قوله وقتها قول في التاتارخانية
الموصى له اذا كان معيناً من اهل
الاستحقاق يعتبر صحة الايجاب
يوم اوصى ومتى كان غير معين
يعتبر صحة الايجاب يوم موت
الموصى فلو اوصى بالثلث لبني فلان
ولم يسمهم ولم يشر اليهم فهم
للموجودين عند موت الموصى
وان سماهم او اشار
اليهم فالوصية لهم
حتى لو ماتوا بطلت
الوصية لان الموصى له
معين فتعتبر صحة الايجاب
يوم الوصية، قوله
لاقل من ستة اشهر، اذ لو

ولدا لستة اشهر اولا كثر احتل وجوده وعدمه
فلا تصح افاده الاتقاني قوله ولو ميستا
مثل الموت الطلاق البائن

ہے کہ اگر پورے چھ ماہ پر یا اس سے زائد مدت میں
پیدا ہوا تو بوقت وصیت اس کا وجود و عدم دونوں
متمثل ہوئے، لہذا وصیت صحیح نہ ہوتی۔ ماتن کا قول
کہ اگر وہ مردہ ہو، طلاق بائن بھی موت کی طرح ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

شرطها كون الموصى اهلا للمليك و
الموصى له اهلا للملك

وصیت کے لئے شرط یہ ہے کہ موصی تملیک کا اہل ہو
اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ مالک بننے
کا اہل ہو۔ (ت)

ولہذا صحت وصیت کے لئے شرط ہے کہ یا تو اہل حاجت کے لئے واقع ہو جیسے بنی فلاں کے یتیموں یا بہواؤں
کے لئے کہ اس تقدیر پر وصیت حضرت حتی عزوجل کے لئے واقع ہوگی اور وہ معلوم ہے ورنہ وہ لوگ
معدود قابل شمار ہوں جیسے زید کے بیٹے کہ انھیں تملیک صحیح ہو سکے اور دونوں صورتیں نہ ہوں مثلاً سیدوں
یا شیخوں کے لئے تو وصیت باطل ہے درمختار میں ہے:

الاصل ان الوصية متى وقعت باسم يثني
عن الحاجة كايا مربي فلان تصح وان
لم يحصوا على ما صر لوقوعها لله تعالى و
هو معلوم وان كان لا يثني عن الحاجة
فان احصوا صحت ويجعل تمليكا و الا
بطلت

اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت
کی خبر دے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے
تو وصیت صحیح ہوگی اگر وہ قابل شمار نہ ہوں جیسا کہ
گزر چکا ہے کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے
واقع ہوتی ہے اور وہ معلوم ہے اور اگر ایسے
اسم کے ساتھ واقع نہ ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے

تو اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ قابل شمار ہیں تب تو وصیت صحیح ہوگی اور اس
کو تملیک قرار دیا جائے گا ورنہ وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

ولہذا اگر وارثان فلاں کے لئے وصیت کی اور فلاں ابھی زندہ ہے تو صحت وصیت کے لئے

لہ رد المحتار

کتاب الوصایا

دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۱۸/۵

لہ الفتاویٰ الہندیہ

الباب الاول

نورانی کتب خانہ پشاور

۹/۶

لہ الدر المختار

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہ

مطبع مجتہبی دہلی

۳۳۰/۲

ضروری ہے کہ وہ اس موصی سے پہلے مر جائے تاکہ وارثان فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی ایسی جگہ ذات شخص کا وجود کافی نہیں بلکہ ذات مع اس وصف کے وجود ہونا درکار جس وصف کے لحاظ سے وصیت واقع ہوئی ہے۔

در مختار میں ہے فلاں کے وارثوں یا اس کے ہم معنی یعنی فلاں کے پسماندگان کے لئے وصیت کی تو اس وصیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کے وارثوں اور پسماندگان کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ موصی سے پہلے مرے کیونکہ اس کے مرنے کے بعد ہی وہ لوگ اس کے وارث یا پسماندگان بنیں گے۔ اور اگر موصی اس سے پہلے مر گیا اور جس کے وارثوں اور پسماندگان کیلئے وصیت کی گئی ہے وہ ابھی زندہ ہے تو اس کے وارثوں یا پسماندگان کے لئے وصیت باطل ہو جائے گی

فی الدر المختار شرط صححتها فی الوصیة لورثة فلان وما فی معناها کعقب فلان موت الموصی لورثته اول عقبه قبل موت الموصی لان الورثة والعقب انما یکون بعد الموت فلو مات الموصی قبل موت الموصی لورثته او عقبه بطلت الوصیة لورثته او عقبه لان الاسم لا یتناولهم الا بعد الموت اھ مختصراً، وفی رد المحتار قوله لان الاسم لا یتناولهم فکانت وصیة لمعدوم^۲

کیونکہ ان پر لفظ ورثاء اور پس ماندگان کا اطلاق تو اس کے مرنے کے بعد ہوگا اھ اختصار۔ رد المحتار میں ہے اسکا قول کیونکہ لفظ ورثاء اور پس ماندگان کا ان پر اطلاق نہیں ہوتا، لہذا یہ معدوم کے لئے وصیت ہوتی۔ (ت)

اور اگر حکم عرف پڑھا وادو لھا ہی کی ملک ہوتا ہے۔ [یہ جواب نا تمام دستیاب ہوا]

۱۔ الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیة للاقارب وغیرہ مطبع مجتہبانی دہلی ۲/۲۲۹ و ۳۳۰
۲۔ رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۰

رسالہ

الشرعة البهية في تحديد الوصية

۱۳

۱۴

(کشادہ راستہ وصیت کی جامع و مانع تعریف کے بیان میں)

مسئلہ ۱۳۵ از رنگون مکان نمبر ۸۵ و ۸۶ گلی نمبر ۳۱ مسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ
علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً فی الدنیا والآخرۃ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن
تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید، اور دو ہی بیویاں، ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی دوسری وطن جدید
اعنی شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی، زید نے بفضلہ تعالیٰ رنگون میں بہت کچھ
کمایا پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائیداد معتد بہ سپید کی لیکن وطن قدیم تھینا پنہزار
روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائیداد کو بھیلہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقت کرنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ
ماہواری کے خرچ کی حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر روک دیا اور وقت نامہ میں لکھ دیا کہ متولی
اس وقت کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لائیں۔ رنگون کی بیوی کے لطن کی
اولاد کو اس میں سے ایک جتہ نہیں دیا اور رنگونی جائیداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس
جائیداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہواری اس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے
کی وصیت بھی کی چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استفتار سے بخوبی واضح ہوگا، پس چونکہ زید کی یہ وصیت
رنگونی ورثہ کی مضرت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے، لہذا چند باتیں عرض کرتا ہوں:

اول: علی مافی کتب الفقہ، موصی کو تو وصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اس کا ادا کرنا واجب ہے کہ اگر نہ کریں گے تو ماخوذ ہوں گے یا کیا؟

دوم: زید کی یہ وصیت بکیفیت و عبارت کذائتین (اعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور بایں عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجہیز و تکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے لئے غریبار کے لئے رکھیں) شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

سوم: زید کے قول (اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور و کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و مینوسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز و تکفین کے جمع رکھیں الی قولہ اور ماہ بماء مبلغ ۱۰۰ روپیہ موضع سالو لایر اپارہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کا خلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات و اراضی کے کرایہ سے سوا مبلغ ٹکس مینوسپال و خزانہ سرکاری کے باقی ماندہ مبالغ سے اتنا لیں کریں اور اتنا لیں کریں اعنی زید کا یہ قول متضمن استثنائے مبالغ معلومہ کو ہے یا نہیں؟

چہارم: وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں؟

پنجم: بر تقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثنائے مبالغ معلومہ اور وصیت کے از قبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر:

لايجوز ان يبيع ثمره وليستثنى منها اطلاقاً
معلومة

یہ جائز نہیں کہ وہ پھل فروخت کرے اور اس میں سے کچھ معین رطل مستثنیٰ کر لے۔ (ت)

بیع ثمرہ با استثنائے اطلاق معلومہ بوجہ احتمال عدم وجود ما سوائے اطلاق مستثناة کے جائز نہیں ایسے ہی اس کے قیاس پر بجامع تملیک وصیت در اہم با استثنائے در اہم معلومہ بوجہ مذکور ناجائز ہوگی یا نہیں؟ اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوا ٹکس مینوسپال و خزانہ سرکاری کے مکانات و اراضی و تجارت سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔

ششم: زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوٰۃ شریف حدیث مرفوعہ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

المخرج في مسند الامام احمد و جامع الترمذی
وسنن ابی داؤد و ابن ماجه ان الرجل
ليعمل والمرأة بطاعة الله ستين سنة
ثم يحضرهما الموت فيضاران في الوصية
فتجب لهما النار ثم قرأ ابو هريرة من
بعد وصية يوصي بها اودين غيره ضار الآية
ابو هريرة رضي الله تعالى عنه نے یہ آیت کریمہ پڑھی: "میت کی وصیت یا قرض نکالنے کے بعد در انحالیکہ اس
وصیت میں وہ نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ (ت)

کی شرح میں ایسی وصیت کو مکروہ بکھتے ہیں اور صاحب درمختار کے قول لانها حینئذ وصية بالمکروه
(اس لئے کہ اب یہ وصیت ہے مکروہ کے ساتھ۔ ت) (جو کہ صاحب تنویر الابصار کے قول اوصی بان یطین
قبره او یضرب علیه قبة فہی باطلۃ) اگر کسی کو وصیت کی کہ وہ اس کی قبر کی پائی کرے یا اس پر گنبد بنائے
تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کے تحت ہے) وصیت مع الکراہت کا بطلان ثابت ہے علامہ شامی
صاحب در کے قول مذکور کے تحت لکھتے ہیں،

مقتضاہ انه یشرط لصحة الوصية عدم
الکراہة وقدّم اول الوصایا انہا امر بعة
اقسام وانہا مکروهة لاهل فسوق و
مقتضى ما هنا بطلانها اللهم الا ان
یفرق الخ۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ وصیت کے صحیح ہونے کیلئے
عدم کراہت شرط ہے جبکہ کتاب الوصایا کے شروع
میں کہا گیا ہے کہ وصیت کی چار قسمیں ہیں اور یہ کہ
فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے اور جو کچھ یہاں
ہے اس کا تقاضا اس وصیت کے بطلان کا ہے،

اے اللہ! مگر یہ کہ فرق کیا جائے الخ (ت)

پس اس وصیت کے بطلان کی یہ تقریر صحیح ہے یا نہیں، بر تقدیر شامی علامہ شامی نے جو تفسیر

۳۳/۲	امین کمپنی دہلی	۳۳/۲	باب ما ہمار فی الوصیۃ بالثلث	۳۳/۲	جامع الترمذی
۴۰/۲	مطبوعہ عالم پریس لاہور	۴۰/۲	باب فی کراہیۃ الاقرار فی الوصیۃ	۴۰/۲	سنن ابی داؤد کتاب الوصایا
۳۳۰/۲	مطبوعہ مجتہبانی دہلی	۳۳۰/۲	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہا	۳۳۰/۲	الدر المختار
۳۳۰/۲	"	۳۳۰/۲	"	"	"
۴۴۱/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴۴۱/۵	"	"	رد المحتار

وصیت مکروہہ لاہل فسوق کی صحت کی اللہم سے آخر تک کی ہے اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

مفتی محمد موسیٰ کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے فائدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اس کی ان دو وصیتوں پر عمل نہیں کیا؛

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی وہنگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنا نام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں پس موسیٰ کی چند وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آئے گا یا نہیں۔

مفتی محمد موسیٰ کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں الی قولہ مطابق شرع محمدی تقسیم کر دیں) کی رو سے وصیوں پر ورثہ صغار کے کل سهام کو بعینہ رکھنا لازم ہوگا ان میں بلا وجہ کسی وجہ سے تصرف بیع وغیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب مفصل و مدلل مرحمت فرمائیں اور اجر اللہ سے پائیں عرض ضرور ہے۔

رنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا انھوں نے اس کی صحت کا حکم دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمنافع ہے اور وصیت بالمنافع جائزہ لہذا یہ بھی جائز ہے۔ اب براہ اجازت انھیں علماء کے آپ حضرات سے اس کی اپیل کی گئی ہے خوب غور فرما کر جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

نقل ترجمہ وصیت نامہ از زبان انگریزی

میکہ شیخ حاجی محمد بھو لوسرکار لائق ساکن ۳۱ گلی شہر رنگون مالک مکانات و کارخانہ ہائے ظاہر کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے منجانب میری ہو سب کی سب کو خرید و منسوخ کر کے یہ میری وصیت صحیح کے کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل اظہار کرتا ہوں کہ بایں وصیت نامہ میں اپنے داماد میاں رحیم بخش اور فرزندان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالمولامیرا پارہ ضلع بردوان اور ملا مقصد صاحب تاجر لکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان و اسبق بنایا ہوں اور میری یہ وصیت ان کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی وہنگی

عہ گدافی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ

میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یا سکینات یا اراضی بنام میرے وصول کریں اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری موت کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور و کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و میونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز و تکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانسو روپیہ میرے وطن میں غریبوں کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے داماد مذکور میاں رحیم بخش کو مبلغ دو ہزار روپیہ دیں اور میرے برادر زادہ شیخ حاجی محمد اسحاق لائق کو مبلغ دو سو روپیہ دیں اور مبلغ ایک سو روپیہ بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو دیں اور نثار بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور دھنوبی بی بی کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور مادہ بھاد مبلغ پچاس روپیہ موضع سہ لہو امیر پارہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں اور میں نیز اپنے وصیان مذکور کو ایک یا جملہ مکانات جو کہ قسم خود میں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۲۱ و ۲۲ بلاک ایچ اے پر واقع ہیں اگر ان کا فروخت کرنا مناسب سمجھیں اور اس زر فروختگی سے کچھ مال غیر منقولہ میرے ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ و شرکے امین اور حامی ہو رہیں اور آپ کے حقوق کو جو میری جائیداد میں محفوظ کریں تا وقتیکہ ورثہ نابالغ مذکور اپنے سن بلوغ کو پہنچیں اور جب ہر ایک اپنے سن بلوغت کو پہنچ جائیں ان کے حقوق جو میری جائیداد میں ہیں مطابق شرعاً محمدی کے تقسیم کر دیں اور میں اپنی وصیان مذکور کو نیز اختیار دیتا ہوں کہ باقی امر میرے وطن میں برہادر محتاجوں اور سکینوں کو اس قدر خیرات دیا کریں کہ جو صاحبان موصوف کی نظر میں مناسب آئیں۔ لہذا ان چند کلمات کو بطور سند لکھ دیا ہوں کہ عند الحاجة کام آئے۔

رنگون مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۴ء دستخط حاجی محمد بھولو سرکار بزبان سبگلہ

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ و اعلان نمودہ و اظہار کردہ شدہ بحضرات شاہدین مرقوم الذیل:

منشی مراد بخش، شیخ محمد اسحق، لعل محمد و شیخ سخاوت حسین

نقل مطابق اصل نمودہ شدہ معین الدین غفرلہ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔)

جواب سوال اول: وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہ واجبہ نہ ہو اپنے مد نفذ تک کہ ثلث مال باقی بچو اور الدین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جس طرح وقف کہ واقف پر اس کی انشاء واجب نہیں اور بعد انشائے لازم و واجب العمل ہے بلکہ نفس وقف درکنار شرط واقف مثل نص شارع

واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ (جس طرح فقہائے شرائط سے متعلق نص فرمائی ہے۔ ت) ورثہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم و ستمگار، قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے تو فر رکھا ہے :

من بعد وصیة تو صون بہا جو وصیت تم کر جاؤ اور متعرض نکالنے کے
او دین لے بعد۔ (ت)

یہی آیت ثبوت ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً قرض ہے اور وہ بنص قرآن تقدیم وصیت پر محول،

وما لیتأتی الواجب الایہ وجب ان یحکم با ایجابہ۔
جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے۔ (ت)

بالجملہ اس کی تسلیم اور اس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعاً واجب ہے اگرچہ تنفیذ واداء ذمہ وصی ہو یہی حال جملہ تبرعات مالیکہ کا ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا ان میں مزاحمت نہیں کر سکتا، لاجرم علماء نے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اس کی تعریف ہی یوں کی :

الوصیة ما وجبها الموصی فی مالہ بعد موتہ وصیت وہ ہے جس کا ایجاب موصی اپنے مال میں
او مرضہ الذی مات فیہ کما فی کرے، موت کے بعد یا اس بیماری میں جس میں
نتائج الافکار عن النہایة عن الايضاح۔ وہ مرا۔ جیسا کہ نتائج الافکار میں نہایہ سے بحوالہ
ایضاح منقول ہے۔ (ت)

یا یوں ہے :

ایجاب بعد الموت کما فی الوقایة والنقایة قلت و سیاتیک غایة التحقیق فانظر۔

وہ ایجاب ہے موت کے بعد، جیسا کہ وقایہ اور نقایہ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی انتہائی تحقیق عنقریب آرہی ہے۔ انظار کر۔ (ت)

جواب سوال دوم : وصیت کو کسی خاص جز معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت

لہ القرآن الکریم ۴/۱۱

لے نتائج الافکار (وہو کلمۃ فتح القذیر) بحوالہ النہایة کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳۴۱/۹
لے النقایة مختصر الوقایة کتاب الوصایا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۳

بالمناخ ہو مثل غلہ و کرایہ خواہ بالا جزا مثل ثلث و ربع خواہ بدر اہم و سکہ مثل ہزار و پانصد و صد و پچاس
 کما تواترت به المسائل و سیأتیک انت
 الجہالۃ لا تمنع الوصیۃ حتی لو اوصی
 بجزء مجہول من مالہ و لم یبین
 مقدار نفسہ فضلا عن تعیین ما یقع
 فیہ صحیح و یكون البیان الح الوریثۃ
 یقال لہم اعطوہ ما شئتم و ہذا کلمہ واضح
 عند من لہ ادنی المام بالعلم۔

چاہو اس کو دے دو۔ یہ تمام واضح ہے ہر اس شخص کے لئے جس کو علم کے ساتھ معمولی سا تعلق ہے (ت)
 یوں ہی پانسو روپیہ غربائے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدیہی الصحتہ محاورہ ہندی میں غریب و فقرا
 کو کہتے ہیں اور فقرا شہر فلاں کے لئے وصیت جائزہ اگرچہ مذہب مفتی بہ میں انھیں فقرا کی تخصیص لازم نہیں
 ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں ہاں افضل انھیں کو دینا ہے،

فی الدر المختار فی المجتبیٰ اوصی بثلث
 مالہ للکعبۃ جانر و تصرف لفقراء الکعبۃ
 لا غیر و کذا للمسجد و للقدس و فی
 الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جانر لغيرہم
 بیت المقدس کے لئے وصیت کا ہے، اور فقرا کوفہ کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے
 غیر پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قال فی الخلاصۃ الافضل
 ان یصرف الیہم وان اعطی
 غیرہم جانر و ہذا قول ابی یوسف
 و بہ یفتی و قال محمد
 خلاصہ میں کہا ہے کہ افضل فقرا کوفہ پر ہی خرچ
 کرنا ہے، اگر ان کے غیر کو دے دیا تب بھی
 جائز ہے۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔
 اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ

نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہاں غریب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولا جاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی عاجتمندی سے خبر دیتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء و
المسکین الی قوله تعالیٰ و ابن السبیل
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صدقات فقروں کے لئے
اور مسکینوں کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول
ابن السبیل یعنی مسافر تک۔ (ت)

اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کے لئے ہے تو اس کا مناط صحت یہی دلالت حاجت ہے۔

فی الدر المختار الاصل ان الوصیۃ متی
وقعت باسم ینبئ عن الحاجة کایتام
بنی فلان تصح وان لم یحصوا علی
ما مر لوقوعہا للہ تعالیٰ وهو معلوم و
ان کان لاینبئ عن الحاجة فان احصوا
صحت و یجعل تملیکاً و الا بطلت۔

اور اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو تو پھر جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ قابل شمار ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اس کو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ قابل شمار نہیں تو وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہاں مستحق یہاں بھی فقراء مسافرین ہونگے نہ اغنیاء۔

امام کردری کی وجہ میں کتاب الوصایا، فصل ثانی
کی ایک نوع میں ہے کسی شخص نے قیدیوں یا
یتیموں یا بیواؤں یا مسافروں یا مقروضوں یا ایاہ پول
کے لئے وصیت کی تو ان کے فقرا کو دیا جائے گا
نہ کہ ان کے مالداروں کو الخ، اور اسی کی مثل کافی

فی وجیز الامام الکردری نوع من
الفصل الثانی من کتاب الوصایا
اوصی لاهل السجون او الیتامی
او الاسرا مل او ابناء السبیل او الغارمین
او الزمینی یعطی فقراء ہم لاغنیاء ہم

۴۲۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوصایا	۳۵	۶۰/۹	۳۳۰/۲
۴۳۸/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الوصایا	۳۵	۶۰/۹	۳۳۰/۲

ومثله في سادس وصايا الهندية عن الكافي -
 کے حوالہ سے ہندیہ کے وصایا کی فصل سادس میں ہے۔ (ت)

رہی تجہیز و تکفین کے لئے وصیت وہ صرف حدِ مسنون و کفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل و نامعمول مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنت و کفن میا نہ ہو سکتی تھی اور اس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاویٰ القرویہ میں ہے :
 لو اوصی الرجل بان یکفن هو بعشرة الاف فانه یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولا تفتیر قاضی خان فیما تجوز وصیتہ من کتاب الوصایا و فی المنیة الوصیة بالاسراف فی الکفن باطلہ۔
 اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درہم کا کفن پہنایا جائے گا جس میں نہ تو فضول خرچی ہوگی اور نہ کمی کی جائے گی۔ یہ بات قاضی خاں کی کتاب الوصایا باب فیما تجوز وصیتہ میں مذکور ہے اور غیبیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت باطل ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم : زید کا یہ قول ان کاموں کے شمار میں ہے جو اس نے اپنے اوصیاء کو سپرد کئے جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ و آئندہ وصول کریں۔ یونہی ایک کام یہ تفویض کیا کہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اسے استثنائاً قرار دینے سے مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ میں ایک جملہ اجنبیہ مستقلہ بے گانہ فاصل ہونا لازم آئے گا کہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں ”ہزار روپے برائے تجہیز و تکفین جمع رکھیں“ اس سے ہرگز وہ روپیہ مراد نہیں ہو سکتا جو بعد موت موصلی کارخانہ جاری رہ کر اس کے منافع سے آئندہ وصول ہوتا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجہیز و تکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقار کارخانہ منافع مشکوکہ آئندہ پر محمول و ہذا ظاہر جداً (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) معہذا اس عبارت میں کہ ”ہزار روپے تجہیز کو رکھیں اور پانسو غریبار کو خیرات کے لئے اور فلاں کو دو ہزار دینا اور فلاں کو دو سو اور فلاں و فلاں و فلاں کو سو سو روپے دیں“ اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع آئندہ سے دئے جائیں، و ما لا دلیل علیہ لامصیروالیہ (اور جس پر دلیل نہ ہو اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ ت)، لاجرم جملہ اولیٰ وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جمل ما بعد میں وصیت تکفین سے یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمنافع نہیں بلکہ وصیت بدراہم مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر

اتنے روپے بوجہ عدم تجاوز حد شرعی وصیت کے مجموع وصایا کے لئے ثلث باقی بعد ادا الدین ہے تمام و کمال قابل نفاذ تو اگر فی الحال تزکہ میں موجود ہیں سب ابھی دے دئے جائیں ورنہ ان کے لائق حصہ جائداد بیع کر ادا ہوں،

فی رد المحتار عن المنح عن السراج ، اذا اوصی بدر اہم مرسلۃ ثم مات تعطى للموصی له لو حاضرة والاتباع التركة و يعطى منها تلك الدر اہم لہ

رد المحتار میں منح سے بجا الہ سراج منقول ہے کہ جب کسی نے مطلق درہموں کی وصیت کی پھر مر گیا تو وہ درہم اس شخص کو دئے جائیں گے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے، اگر درہم حاضر ہیں ورنہ تزکہ بیع کر اس میں سے وہ درہم دئے جائیں گے (ت) مگر یہاں وصیت ثلث درکنار جمیع مال کے دو چند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل مال کی وصیت تو وہی ہوگی باقی تین ہزار روپے کی وصایا کے مذکورہ معینہ علاوہ رہیں،

فی الہندیۃ اوصی بان ینفق علی فلان خمسة کل شہر ما عاش و علی فلان و فلان عشرة کل شہر ما عاش و اجازت الوریثۃ یقسم المال بین الموصی لہ بخمسة و الموصی لہما بعشرة نصفین فیوقف نصف المال علی صاحب الخمسة و النصف علی صاحبی العشرة لان الموصی لہ بالخمسة موصی لہ بجمیع المال وصیۃ واحدة و الموصی لہما بجمیع المال وصیۃ واحدة فکانہ اوصی لہذا بجمیع المال ولہما بجمیع المال فیقسم المال بینہم نصفین عند الكل وان لم تجز الوریثۃ یقسم الثلث نصفین عند الكل کذا فی المحيط اہ مختصراً لہ

ہندیہ میں ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص پر جب تک وہ زندہ رہے پانچ درہم ماہانہ حشریح کئے جائیں اور فلاں اور فلاں شخص پر جب تک وہ دونوں زندہ رہیں دس درہم ماہانہ حشریح کئے جائیں اور وارثوں نے اس کی اجازت لے دی تو مال اس شخص کے درمیان جس کے لئے پانچ درہم کی وصیت کی گئی اور ان دونوں کے درمیان جن کے لئے دس درہموں کی وصیت کی گئی نصف نصف تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ نصف مال پانچ درہم والے کے لئے اور نصف دس درہم والوں کیلئے موقوف رکھا جائے گا، اس لئے کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی اس کے لئے تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی اور جن دو کیلئے دس درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی گویا کہ موصی نے اس کیلئے تمام

رد المحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال دار احوال التراث العربی بیروت ۴۳۱/۵
لے الفتاویٰ الہندیۃ ۱۱۱ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۹/۶

مال کی وصیت کی اور ان دونوں کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی۔ لہذا تمام ائمہ نے زریعہ ان کے درمیان
 ما نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تمام ائمہ کے نزدیک تمام مال ان کے
 درمیان نصف نصف تقسیم کیا جائیگا۔ محیط میں یونہی ہے (احتقار) (ت)
 ہون تین ہزار اس لئے کہ تجزیہ و تکفین تو حاجاتِ عملیہ سے ہے اور دین مہر بھی مقدمہ تو ان کے تمایا
 کے مرتبے میں ہی تین ہزار ہے۔

العقود الدریۃ میں ہے مجھ سے ایسے شخص کے ہاتھ
 میں پوچھا گیا جس نے ہزار درہم کی وصیت کی اور اس
 میں سے اس کی تجزیہ و تکفین کا خرچہ نہ رہا ہے
 اور باقی نیک کاموں پر خرچ کیا جائے۔ اور سو سے
 زید کے لئے پانچ سو درہم اور فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے
 پانچ سو درہم اور زید فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے بھی
 پانچ سو درہم کی وصیت کی۔ اور اس کا ایک غریب کو
 اس کی قیمت بھی پانچ سو درہم تھی جس کو اس نے
 اپنی مرض موت میں بطور تجزیہ و تکفین دیا اور اس
 کے لئے ایک ہزار پانچ سو چالیس درہم کی وصیت
 کی۔ اور اس کے ترکہ کا تہائی تین تین ہزار چھ سو
 تک پہنچا اور اس کی تجزیہ و تکفین کا خرچہ تین سو
 تک پہنچا تو اب اس کی وصیت کیسے تقسیم کی جائیگی؟
 میں نے اس کا جواب دیا شرعی تجزیہ و تکفین کا خرچہ
 اصل مال سے ہوگا گویا اس نے ہزار تین سے
 اس کو مستثنیٰ کیا ہے تو اس طے نیک کاموں پر خرچہ
 کرنے کے لئے ہزار تین سے سات سو درہم باقی
 بچے۔ اور اس کی وصیت ہائے ثبوت پر ہزار چھ سو
 پچاس ہوا جو ترکہ کے تہائی تہائی سے
 نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وصیت صرف مال

فی العقود الدریۃ سنت عن رجل
 وصی بالمال یخرج منہ تجهیزہ
 و تکفینہ و باقی منہ
 عمل میراث و وصی
 بخمس مائۃ زید و بمشہ
 عمیرۃ مسجد کذا و بمشہ
 عمیرۃ مسجد کذا یض
 و ہ مہو ک قیمتہ خمس مائۃ
 ایضا عتقہ منجز فی مرض
 موتہ و وصی لہ بالمال و
 خمس مائۃ و خمیس و بمشہ
 ثلث ترکہ ثلثۃ اونس و
 ثمان مائۃ و بلغت نفقہ تجهیزہ
 ثلث مائۃ فکیف تقسم واجبت
 کلفۃ التجهیز الشرعی من
 اصل المال فکانہ مستثنا
 من الالف فیکون الباقی
 من الالف لعمیل میراث سبع مائۃ
 و تصیر جملۃ الوصیۃ اربعۃ اونس و
 مائتین و خمیس و قد ضاق الثلث

عنها فينفذ الثلث فقط الخ-

کے تہائی حصہ میں نافذ کی جائیگی فقط (ت)

پھر سب میں کچھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو نظر میں مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اس کی تعیین مقدار میں اگرچہ اوصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے۔

كما اذا وصى بجزء او سهم من ماله
فالبيان الى الورثة يقال لهم اعطوه ما شئتم
كما في الدر المختار وعامة الاسفار
وفي رد المحتار عن التبيين لانه مجهول
يتناول القليل والكثير والوصية لا تمتنع
بالجهالة والورثة قائلون مقام الموصى
فكان اليهم بيانه اه قلت فالوصى
المفوض اليه بنص الموصى اولى بذلك
كما لا يخفى۔

جیسے کسی شخص نے اپنے مال میں سے ایک جزو یا ایک سهم کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے ذمے ہوگا انھیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم چاہو اس کو دے دو جیسا کہ در مختار اور عام کتابوں میں ہے۔ رد المحتار میں تبیین کے حوالے سے منقول ہے کیونکہ وہ مجهول ہے قلیل و کثیر دونوں کو شامل ہے اور وصیت بسبب جہالت کے ممنوع نہیں ہوتی اور وارث موصی کے قائم مقام ہوتے ہیں لہذا اس کا بیان انھیں کو سونپا جائے گا الخ میں کتاب اول

کہ وہ وصی اس کا زیادہ حقدار ہے جس کے سپرد معاملہ موصی کی نص سے ہوا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت) مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ماہوار کی وصیت ہوگی اور وہ بلا تفرقہ کثیر و قلیل مطلقاً جمع مال کی وصیت ہے،

كما علمت انفا عن العلمگیویة
وفيها ايضا عن المبسوط لو اوصى
بان ينفق عليه خمسة دراهم
كل شهر مت ماله فانه يحبس
جميع الثلث لينفق عليه منه كل

جیسا کہ عالمگیریہ کے حوالہ سے ابھی ابھی تو جان چکا ہے، اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کہ اگر کسی وصیت کی کہ اس کے مال میں سے فلاں پر پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں تو اس کے ترکہ کا ایک تہائی حصہ پورا روک لیا جائیگا تاکہ اس میں سے موصی

- ۱۔ العقود الدریۃ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۱۱/۲
۲۔ الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع مجتہبائی دہلی ۲۱۴/۲
۳۔ رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۹/۵

کی وصیت کے مطابق ہر مہینے پانچ درہم خرچ کئے جائیں، اور اس میں حکم برابر ہوگا اگر وہ ایک درہم یا دس درہم ماہانہ خرچ کرنے کا حکم دے الخ اس میں راز یہ ہے کہ فقیروں کے لئے ماہانہ کچھ خرچ کرنے کی وصیت دائمی ہوتی ہے اور آخر تک سکی انتہا نہیں ہوتی جبکہ حاصل معرض زوال میں ہوتے ہیں اور ان میں زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے معلوم نہیں کب تک ختم ہو جائیں اور کب حاصل ہوں اور کب ختم ہو جائیں اور وہ کب کہاں تک پہنچے۔ لہذا پورے تہائی کو وصیت کیلئے محفوظ رکھنا واجب ہے۔ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبادت سے ما قبل قریب ہی کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کے لئے اپنی جائداد کی پیداوار میں سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کی اور چونکہ پیداوار کسی سال تھوڑی اور کسی سال زیادہ ہوتی ہے لہذا اس کے لئے ہر سال پیداوار کا تہائی حصہ روک رکھا جائے گا اور سالانہ اس پر جس کیلئے وصیت کی گئی ہے بیس درہم خرچ کئے جاتے رہیں گے جب تک وہ زندہ ہے۔ اسی طرح موصی نے ایجا کیا ہے۔ اور بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار حاصل نہیں ہوتی اسی لئے اس شخص کے حق میں جس کے لئے وصیت کی گئی پیداوار کا تہائی حصہ روک رکھا جاتا ہے الخ میں کہتا ہوں انہوں نے

شہر خمسة كما اوجب الموصى و
يستوى ان امر بان ينفق عليه في
كل شهر منه درهما او عشرة
دراهم اه والسرفيه ان الوصية بشئ
للفقراء كل شهر مؤبدة لانها ية الى
آخر الدهر والغلال بمعرض
الزوال ومعتور التبدل بالتكثر
والتقل فلا يدري متى تقنى ومتى تحصل
ومتى تقل والى ما فصل فوجب
ابقاء جميع الثلث مصونا لها قال
في الهندية متصلا بما مر قبله
اوصى بعشرين درهما من غلته
كل سنة لرجل فبالغ
سنة قليلا وسنة كثيرا فله
ثلث الغلة كل سنة
يجب وينفق عليه كل
سنة من ذلك عشرون
درهما ما عاش هكذا
اوجب الموصى و ربما لا تحصل
الغلة في بعض السنين
فلها اذا يجب ثلث
الغلة على حقه اه
قلت واطلقوه فشم

۱۲۸/۶ کتاب الوصایا الباب السابع فی الوصیة نورانی کتب خانہ پشاور

اس کو مطلق رکھا کہ یہ شامل ہے جب تک پیداوار حاصل ہوتی رہے گی چاہے وہ پیداوار کثیر ہو یا قلیل باوجودیکہ وصیت چند محدود سالوں کی حد تک محدود ہے یعنی جب تک وہ شخص زندہ رہے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو پھر یہ وصیت ایسی جہت سے کیے ہوئی جس کے لئے انقطاع نہیں۔ (ت)

ما اغل مما کثرا وقل مع ان الوصیة محدودة بسنین معدودة قدر ما عسی ان یعیش الموصی له فکیف بجهة لا انقطاع لہا۔

تو حاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقرا کو ماہوار کے لئے اور ان کے علاوہ پانسو روپے مطلقاً فقرا یا خاص فقرا مسافرین کو اور دینے کے اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیت دینے جملہ اموال و صایا دو بار جمیع مال اور تین ہزار روپے ہوئے پڑتا ہے کہ کل مال بھی ان وصایا کے نصف کی بھی گنجائش نہیں رکھتا تو اب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائے گی کتنا کتنا ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت بوجہ از محبت تقدیم پائے گی کونسی مرحوم ٹھہر کر تاخیر کر دی جائیگی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجہیز و تکفین مسنون و ادائے دیون کی مقدار کس قدر ہے میت نے ترکہ میں زر نقد کتنا چھوڑا جائداد منقولہ و غیر منقولہ مترکہ خالصہ یعنی بعد تجہیز و تکفین و قضائے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون اجازت نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہذا ہم بھی مطوی و ملتوی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل نام بتا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

جواب سوال چہارم: تقسیم عبادات و معاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قربات محضہ جیسے عتیق و وقف حتیٰ کہ نکاح بھی خواہ عبادت یا قربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع و اجارہ و ہبہ و اعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے یا مصالح عبادت تو معاملہ

ان دونوں کا اجتماع جیسا کہ نکاح میں ہے تقسیم میں مانع نہیں، تحقیق اس تمام کے بیان کی ردالمحتار میں کتاب البیوع کے آغاز پر کفالت

فاجتماعہما کما فی النکاح لا یقدح فی التقسیم وقد تکفل بیان کل ذلك فی ردالمحتار ص ۱۰۰

کی گئی ہے (ت)

کتاب البیوع - پھر وصیت دو قسم ہے، ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیر ہم معین و محصور اشخاص کے لئے یہ صورت اختیار و فقرا سب کے لئے ہو سکتی ہے، صورت اولی معاملات سے ہے مثل ہبہ اور ثانیہ عبادات سے مثل صدقہ، دوسری قربت بلا تملیک مثل وصیت بوقف و عتق و دیگر اعمال پھر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہو سکتی یہ صرف قربت و از قبیل عبادات ہے۔

یرشدك الى هذا ما قد مناعن الدر
من الاصل في الوصية الخ وفي
الهندية عن المحيط عن فتاوى الامام
ابى الليث فيما لو اوصى بثلاث ماله
لاعمال البران كل ما ليس فيه
تمليك فهو من اعمال البرحتى
يجوز صرفه الى عمارة المسجد و
سراجہ دون تزيينه الخ و مسائل
الباب اكثر من ان تحصى۔
اقول وبه ظهرات ما ذكر
في عامة الكتب في حد الوصية
انها تمليك مضاف الى ما بعد
الموت على وجه التبوع
فهو تحدد يد له باعتبار
احد نوعيه والمحد الجامع
ما قدمنا عن النتائج
عن النهائية عن

اس کی طرف تیری راہنمائی کرتی ہے وہ بات جو
در کے حوالے سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی
وصیت میں اصل یہ ہے الخ اور ہندیہ میں بحوالہ
فتاویٰ امام ابو اللیث محیط سے منقول ہے
اس صورت کے بارے میں کہ اگر کسی نے نیک
کاموں کے لئے اپنے مال کے تہائی کی وصیت
کی یہ کہ جس میں تملیک نہ ہو وہ نیک کاموں میں
سے ہے یہاں تک کہ اسے مسجد کی تعمیر اور چراغ
کے لئے خرچ کرنا جائز ہے نہ کہ اس کی زیب و
زینت کے لئے الخ اس باب کے مسائل شمار سے
زائد ہیں۔ میں کہتا ہوں اور اس سے ظاہر ہو گیا
وہ جو عام کتابوں میں وصیت کی حد یعنی تعریف
کے بارے میں مذکور ہے کہ بے شک وصیت
ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف بطور
تبرع منسوب ہوتی ہے، یہ وصیت کی تعریف
اس کی دونوں میں سے ایک کے اعتبار سے
ہوتی اور جامع تعریف وہ ہے جسے ہم نتائج سے

الایضاح، و الاولی ما اسلفنا عن الوقایة
والنقایة لعدم تقييده بالمال
فیعم ما اذا اوصى بان
یدفت فی مقبرة کذا
بشوب فلان الزاهد
فقد قال فی الخلاصة و
البنانیة والشربلیة ورد المحار
و غیرها یراعی شرائطه ان
لم یلزم مؤنة الحمل فی التركة اه
قلت والمراد بالموت ما یعم
الحکمی وهو مرض الموت و الاولی
التصریح به لکن هذا لا ید
من تخصیصه بالمال فان الایجابات
الغیر المالیه کامرة اجبیره او
ابنه ان اسقنی او اخذ منی لا تعد
وصیة وان کانت فی مرض
الموت بخلاف المضاف الی ما بعده کما
لا یخفی فاذن احق ما یقال فی حدها
ایجاب مضاف الی ما بعد الموت او
المنجز فی مرض
الموت فاحفظه - و الله
التوفیق -

بجوالہ نہایہ بجوالہ ایضاح پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اور
اولیٰ تعریف وہ ہے جسے ہم بجوالہ وقایہ و نقایہ پہلے ذکر
کر چکے کیونکہ اس میں مال کی قید نہیں لگائی گئی، لہذا
وہ شامل ہوگی اس صورت کو کہ جب کسی نے وصیت
کی کہ اس کو فلاں قبرستان میں فلاں زاہد کے
کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ خلاصہ، بزازیہ، شربلیہ
اور ردالمحتار وغیرہ میں کہا ہے وصیت کی شرائط کا
لمحاذ کیا جائے گا اگر ترکہ میں بار برداری کا خرچہ
لازم نہ آئے الخ۔ میں کہتا ہوں موت سے مراد وہ ہے
جو موت حکمی کو شامل ہے اور وہ مرض الموت ہے،
اور اس کی تصریح کرنا اولیٰ ہے، لیکن اس میں مال کی
تخصیص ضروری ہے اس لئے کہ ایجابات غیر مالیه
جیسے کسی شخص کا اپنے اجیر یا بیٹے کو حکم دینا کہ مجھے پانی
لا کر پلاؤ یا میری خدمت کرو۔ ان کا شمار وصیت
میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ مرض الموت میں ہوں بخلاف
اس کے کہ وہ موت کے مابعد کی طرف منسوب
ہو، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اس صورت میں
وصیت کی تعریف یوں کرنا اولیٰ و النسب ہے
کہ وہ ایسا ایجاب ہے جو موت کے مابعد کی
طرف منسوب ہو یا اس کی طرف منسوب ہو جس
کی تجزیہ مرض الموت میں کی گئی ہے۔ اس کو محفوظ
کر لے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق حاصل
ہوتی ہے۔ (ت)

بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے بلکہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

لہ الفتاویٰ البزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۴۴۰/۶

جواب سوال پنجم : وجہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدم جواز کا نہیں پڑ سکتا اُس وجہ کی نہ بنا صحیح ہے نہ مبنی درست ، نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول ۔

اولاً جواب سوال سوم میں معلوم ہو گیا کہ یہاں سرے سے استثناء ہی نہیں ۔
ثانیاً ہو بھی تو قول صحیح و معتد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلومہ کا استثناء بیع میں بھی روا ۔ ہدایہ میں بعد عبارت مذکورہ سوال ہے :

لان الباقي بعد الاستثناء مجہول
قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا هذا
سروایۃ الحسن وهو قول الطحاوی اما
على ظاہر الروایۃ ینبغی ان ینجوز
لان الاصل ان ما یجوز ايراد العقد
عليه بانفرادہ یجوز استثناء من العقد
وبیع فقیر من صبرۃ جائز فكذا
استثناء بخلاف استثناء الحامل
واطراف الحيوان لانه لا یجوز بیعہ
فكذا استثناء لہ باختصار ۔

کیونکہ استثناء کے بعد باقی مجہول ہے بمصنف
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا علماء نے کہا ہے کہ یہ
روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول
ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہئے
اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شئی پر بطور انفراد
عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثناء
بھی جائز ہوتا ہے ۔ ڈھیر میں سے ایک بوری کی
بیع جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثناء بھی
جائز ہوگا بخلاف حمل اور جانور کے اجزاء کے
کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں ، اسی طرح ان کا استثناء
بھی جائز نہیں اھ (اختصار) (ت)

تذویر الابصار میں ہے :

ما جائز ايراد العقد عليه بانفرادہ
صح استثناء منه فصح استثناء
ارطال معلومہ من بیع ثمر نخلة لہ

جس پر بطور انفراد عقد کا وارد کرنا جائز ہے اس کا
استثناء بھی عقد سے جائز ہے ۔ چنانچہ
درخت کے پھل کی بیع سے معین رطلوں کا استثناء
صحیح ہے ۔ (ت)

در مختار میں ہے :

کیونکہ اس پر عقد کو وارد کرنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر روایت کے مطابق جو حمل درختوں کے اوپر ہوتا،

لصحة ايراد العقد عليها ولو اشمر
على رؤس النخل على الظاهر
ردالمحتار میں ہے،

ماتن کا قول "على الظاهر" اس کے قول "فصح" سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے میں حسن کا قول ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ استثنا جائز نہیں ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور قدوری نے کیونکہ استثناء کے بعد جو چیتا ہے وہ مجہول ہے (ت)

قوله (على الظاهر متعلق بقوله فصحة
ومقابل ظاهرا الرواية الحسن عن
الامام انه لا يجوز واختار الطحاوي
والقدوري لان الباقي بعد الاستثناء
مجہول ہے

قال شایع میں عدم جواز ہی معتمد سہی تو اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب نہایت وسیع۔ ابھی سن چکے کہ بیع حمل ناجائز ہے اور وصیت بالحمل قطعاً روا۔

در میں ہے کہ حمل کے لئے وصیت اور حمل کے ساتھ وصیت صحیح ہے جیسے موصی کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی اس لونڈی یا اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کے لئے وصیت کی۔ (ت)

فی الدر صحت للحمل و به كقوله اوصیت
بحمل جاريتك او دابتی هذه لفلان ہے

بیع شرط فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے اور وصیت پر ان کا کچھ اثر نہیں، ولہذا بیع کیز سے استثناء حمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح۔

ہدایہ میں ہے کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا حمل نہ خریدتا تو بیع فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے اعضاء کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیع اس کو

فی الهدایة اشتری جاریة الاحملها
فالبیع فاسد لانه بمنزلة اطراف
الحيوان لاتصاله به خلقة
وبیع الاصل يتناولها فالاستثناء

۹/۲	مطبع مجتہائی دہلی	فصل فی ما یدخل فی البیوع	کتاب البیوع	ردالمحتار
۴۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	ردالمحتار
۳۱۸/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الرصایا		ردالمحتار

یکون علی خلاف الموجب فیصیر شرطاً
فاسداً والبیع یبطل به و الهبة
والصدقة والنکاح لا تبطل بل یبطل
الاستثناء وكذا الوصیة لا تبطل لكن
یصح الاستثناء لان الوصیة اخت
المیراث والمیراث یجرى فیما
فی البطن لم املخصاً۔

شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے
کی وجہ سے شرط فاسد ہو اور بیع شرط فاسد
کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور
نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل
ہو جاتا ہے۔ یونہی وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن
اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ
وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں
جاری ہو جاتی ہے جو بیٹ میں ہے (الخصیص) (ت)

جہالت بیع میں مفسد ہے اور وصیت کو مضر نہیں کہا قد منا عن الشامی عن الزیلعی
(جیسا کہ ہم شامی سے بحوالہ زیلعی پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ت) اور بیع میں استثنائے ارطال معلوم سے
روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی کما سمعت عن الہدایة و سرد المحتار و مثله فی الفتح
وغیره (جیسا کہ توہدایہ اور رد المحتار سے سن چکا ہے، اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں ہے۔ ت)
تو وصیت کا اس پر قیاس کھلا مع الفارق ہے۔

سابعاً علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلاً خلل انداز
نہیں،

کما سلفنا عن الہندیة عن المحیط
من قوله و ربما لا تحصل الغلة فی
بعض السنین۔

جیسا کہ ہم ہندیہ سے بحوالہ محیط اس کا یہ قول ذکر
کر چکے ہیں کہ بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار
حاصل نہیں ہوتی۔ (ت)

خامساً وقت محاصل وغلہ قری و بساتین وغیرہا کی صحت وصیت میں شبہ نہیں کتب فقہ
میں اس کے لئے باب جداگانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصول جانب سلطنت سے
معین ہوتا ہے وہ عرفاً معلوم الادا و معہود الاستثناء ہے والمعہود عرفاً کالمشروط لفظاً (جو عرف
کے اعتبار سے معہود ہو وہ اس کی مثل ہوتا ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ ت) تو جو استثناء
بے ذکر کئے خود ہی مذکور ہے اس کی تصریح کیا مفسد ہو سکتی ہے و هذا ظاہر جداً (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

جواب سوال ششم: بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکورہ اصلاً صحیح نہیں، اور اگر ذرا کہ وصیت دو قسم ہے: تملیک و قربت۔ وانا قول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی ہے۔ ت) کراہت منافی تملیک ہرگز نہیں ہو سکتی،

الاتری ان البيوع الفاسدة محرمة
وتفید الملك فاذا جامع الملك المحرمة
فما بالك بالكراهة۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ بیوعِ فاسدہ حرام ہیں اور ملک کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب ملک حرمت کے ساتھ جمع ہو گیا تو کراہت کے ساتھ جمع ہونے میں تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

اور منافی قربت بھی صرف اس صورت میں ہے کہ کسی فی نفسہ مکروہ ہو اور یہ حجبی ہو گا کہ وہ اصلاً نوع قربت سے نہ ہو،

کیونکہ ندب اور کراہت آپس میں متنافی ہیں لہذا ایک ہی جہت سے ان کا اجتماع جائز نہیں (ت)

فان الندب والكراهة متنافيان لا يسوع
اجتماعهما من جهة واحدة۔

بخلاف کراہت عارضی کہ زہار منافی قربت نہیں ہزار جگہ ہوتا ہے کہ کسی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض جیسے آستین چرٹھائے ہوئے نماز پڑھنا، علماء نے کراہت و معصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثنا کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہ مکروہ ہے، حاصل استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرما جاتے ہیں، رہی قربت وہ یوں نہیں ہو سکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہو سکتا تو دونوں نوع وصیت منتفی ہوئیں اور بطلان لازم آیا،

تمام اقسام کا منتفی ہونا مقسم کے منتفی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

فان انتفاء الاقسام باسرها قاض
بانتفاء المقسم سراسا۔

بخلاف دو صورت باقی اعنی صورت تملیک و صورت قربت ذاتی و کراہت عارضی کہ ان میں ہرگز کراہت سے بطلان پر حجت نہیں پاتے بلکہ صراحتہ صحت وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے:

صورت اولیٰ کی دو مثالیں یہی ضرب قبہ و تطیین قبر ہیں یعنی جب بہ نیت تزیین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرانا فی نفسہ نوع قربت سے نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معہود۔

كما فعل بقبر عثمان بن مظعون رضي الله
تعالى عنه ووضع حجرًا ليتعرف بها
قبوة ويدفن اليه من مات من
اهله صلى الله تعالى عليه وسلم كما
اخرجه ابو داود في سننه بسند
جيد.

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
قبر پر پتھر نصب فرمایا تاکہ اس پتھر کے سبب قبر کی
پہچان رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
خاندان مبارک سے وصال فرمانے والے افراد کو
اس قبر کے قریب دفن کیا جائے، جیسا کہ امام ابو داؤد
نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اسکی تخریج کی ہے۔ (ت)
اس سے نفع و انتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور ہر مقصد محمود قربات میں محدود۔

در مختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے:

قد منافی الكراهية انه لا يكره تطييب
القبور في المختار الخ مراد فيهما و
في الجائز عن السراجية لا بأس بالكتابة
ان احتج اليها حتى لا يذهب الاثر
ولا يمتهن به

ہم باب الکرہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قول مختار
میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں الخ اسی کے
باب الجائزہ میں بحوالہ سراجیہ یہ اضافہ کیا کہ قبر
پر لکھنے کی اگر ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں
تاکہ اس کا نشان نہ مٹے اور اس کی توہین
نہ کی جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

اوصى بعمارة قبوة للتزيين فهى
باطلة به

زینت کے لئے قبر پر عمارت کی وصیت کی تو یہ
وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

- ۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الجنائزہ باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر لعل آفتاب عالم پریس لاہور ۱۰۱/۲
۲۔ الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم مطبع مجتہبائی دہلی ۳۳۰/۲
۳۔ الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائزہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۲۵-۲۶/۱
۴۔ الفتاوی السراجیۃ کتاب الجنائزہ باب الدفن مطبع نوکشتور لکھنؤ ۲۴
۵۔ فتاوی قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی ما یكون وصیۃ ۸۲۶/۴

اذا وصی بان یطین قبرة او یوضع علی
قبرة قبة فالوصیة باطلة الا ان
یکون فی موضع یحتاج الی التطیین
بخوف سبع او نحوه سئل ابوالقاسم
عن من دفع الی ابنته خمسين درهما
فی مرضه وقال ان مت فاعمری
قبری وخمسة دراهم لك واشتری
بالباقی حنطة وتصدقی بها قال الخمسة
لها لاتجوز وینظر الی القبر الذی امر
بعمارته فان کان یحتاج الی العمارۃ
للتحصین لا للزینة عمرت بقدر
ذلك والباقی تصدق به علی الفقراء
وان کان امر بعمارۃ فضلت علی الحاجة
الذی لا ید منها فوصیة باطلة ۱

کرے۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)
بزاز یہ میں ہے :

عمارة القبران لتحصین یجوز وان
لتزیین فالوصیة ایضا باطلة ویصرف
الکل الی الفقراء ۲

قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت
جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو
ناجائز و باطل ہے۔ لہذا وہ سب مال فقراء
پر خرچ کیا جائے گا۔ (ت)

مثال سوم وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ کا کفن دیں اور گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں
یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔

لحا فتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۹۶/۶
لکھ فتاویٰ البزازیۃ علی ہاشم الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۴۳۹/۶

الوصية انما صحت باعتبار التملك لهم۔ یہ وصیت تو محض ان کے لئے تملیک کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (ت)

یہ کیسے نصوص صریحہ ہیں کہ وصایائے تملیک اگرچہ معصیت ہوں صحیحہ ہیں۔ سند سوم کافر حربی کے لئے وصیت باوصف ممانعت صحیح و نافذ ہے۔

بغیر کسی شرط کے جیسا کہ بزرگ ائمہ کرام یعنی طاہر بن عبد الرشید بخاری، ہدایہ کے شارح اول امام سغناقی، کنز و وافی کے مصنف امام نسفی اور امام حافظ الدین برازی نے اختیار کیا، یا مستامن ہونے کی شرط کے ساتھ جیسا کہ غرر درر، تنویر اور در میں اسکو اپنایا ہے اور خانہ میں اس کو اجماع قرار دیا ہے۔ اس مقام پر نہایت عمدہ تحقیق ہے جس کو ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلق میں ذکر کیا ہے۔ اگر مقام کی اجنبیت نہ ہوتی تو ہم اس کو یہاں ذکر کرتے۔ (ت)

مطلقاً علی ما اختارہ الائمة الجبلۃ طاہر بن عبد الرشید البخاری و الامام السغناقی اول شراح الہدایۃ والامام النسفی صاحب الكنز والوافی والامام حافظ الدین البزازی او بشرط الاستیمان علی ما مشی علیہ فی الغرر الدرر والتنویر والدر وجعلہ فی الخانیۃ اجماعاً و فی المقام تحقیق اتفق اتینابہ فیما علقنا علی ردالمحتار لولا غرابۃ المقام لاسعفنا بہ۔

خلاصہ و نہایہ و کافی و وجیز میں ہے :

واللفظ للاول الوصیۃ لاهل الحرب باطلۃ و فی السیر الکبیر ما یدل علی الجوانر والتوفیق بینہما انہ لا یتبعی ان یفعل ولو فعل یشبہ الملک

اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ اہل حرب کے لئے وصیت باطل ہے اور سیر کبیر کی عبارت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان تطبیق یوں ہوگی کہ اہل حرب کے لئے وصیت نہ کرنی چاہئے لیکن اگر کرے تو ملک ثابت ہو جائیگا۔ (ت)

صورت ثالثہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کو اہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثالث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار

لے تبیین الحقائق کتاب الوصایا باب وصیۃ الذمی المطبوعۃ الکبری بولاق مصر ۲۰۵/۶
لے خلاصۃ الفتاویٰ جنس آخر فی الفاظ الوصیۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۳۰/۴

میں نافذ جانا، پُر ظاہر کہ ہنگام قیام و رثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شرح مشکوٰۃ اعمیٰ علامہ ابن فرشتہ اسی حدیث کے نیچے اسی قول میں فرماتے ہیں:

فیضاران الوصیۃ ای یوصلان الضروس
الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر
من الثلث الخ۔
وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے
حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کر کے وارث
کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے:

(اواثما) بان تعتمد ذلك بالزیادة علی
الثلث او تخصیص غنی مثلاً یئہ
مگر از انجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق و رثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت
ورثہ سے بھی نافذ نہ ہو سکتی۔

فان الباطل لا وجود له و المعدوم
لا ینفذ بالتنفیذ۔
کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم
کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا (ت)
میں این و آن سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم و معصیت
صحیح و معتبر ہے۔

قال الله عز وجل فمن خاف من
موص جنفا واثما فاصلح بینہم
فلا اثم علیہ ان الله غفور رحیم۔
(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت
میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس وژا اور موصی لم
میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بے شک
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیت بجال کر اہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنی تھے اور وہ موصی لم کیوں قرار
پاتے۔ معالم میں ہے:

قال الاخرون انه اسراد به انه
دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب

۱۔ مرقاة المفاتیح بحوالہ ابن الملک باب الوصایا الفصل الثانی تحت حدیث ۲۰۷۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۵۷/۶
۲۔ تفسیر جلالین تحت آیت ۱۸۲/۲ اصح المطابع الدہلی النصف الاول ص ۲۶
۳۔ القرآن الکریم ۱۸۲/۲

اذا اخطأ الميت في وصيته او حبا
معتمدا فلا حرج على وليه او وصيه او
والى امور المسلمين ان يصلح بعد موته
بين ورثته وبين الموصى لهم ويروى الوصية
الى العدل والحق

میت نے وصیت میں خطا کی یا جان بوجھ کر ظلم کیا تو
ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے
کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے
وارثوں اور وصیت والوں کے درمیان صلح کر دیں
اور وصیت کو عدل و حق کی طرف لوٹادیں۔ (ت)

ثم اقول وبالله التوفيق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) سراسر میں یہ ہے
کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو و بے معنی کو مشروع و مقرر نہیں فرماتی تمام عقود و افعال و معاملات کی صحت
فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کا ہو اگرچہ محض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ صرف اخروی اور
جو عیث محض ہے ہرگز صحیح نہیں ولہذا ایک روپیہ اسی کے مثل و ہمسر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا
یا مکان کے مساوی شراکائے مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصہ سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت
کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے :

مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی چنانچہ وزن و
صفت میں برابر ایک درہم کی دوسرے درہم کے
بدلے بیع صحیح نہیں، اور نہ ہی ایک مکان کے
دو برابر شریکوں میں سے ایک کا دوسرے سے
اپنے حصے کا تبادلہ صحیح ہے (صیرفیہ)، اور

خرج بمفید ما لا يفيد فلا يصح بيع
درهم بدرهم استويا و نانا و صفة
و لا مقايضة احد الشريكين حصة
دارة بحصة الاخر (صیرفیہ) و
لا اجارة السكنى بالسكنى اشباهه

سکونت کے بدلے سکونت کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں (اشباہ)۔ (ت)

خصوصاً وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہوئے وہ تو حاجت پر ہی اعتماد
کیا جائیں، ولہذا ناقابل سواری بچھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہ ہو کہ قیاس جواز اصل
اجارہ کا نافی اور داعی جواز یعنی حاجت بوجہ عدم قابلیت یہاں منتفی۔

فتح کے باب العنین میں ہے سواری کی صلاحت
نہ رکھنے والے بچھڑے کو سواری اور بار برداری

فی الفتح من باب العنین
لم یجوز استئجار الحیث للحمل

کے لئے کرانے پر لینا جائز نہیں (ت)

والرکوب

وصیت بھی انہیں عقود مجوزہ للحاجہ سے ہے۔

ہدایہ میں ہے قیاس تو اس کے جواز سے مانع ہے کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی مالکیت کے حال زوال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگر اس کی نسبت اس حالت کی طرف کی جائے جب مالکیت قائم ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے میں نے

فی الهدایۃ القیاس یا بی جو انہا لانہ تملیک مضاف الی حال زوال مالکیتہ ولو اضعیف الی حال قیامہا بان قیل ملکک غدا کان باطلا فہذا اولی الا انا استحسنہا لحاجۃ الناس الیہا الخ۔

تجھے آئندہ کل اسی کا مالک کر دیا تو یہ باطل ہوگی۔ چنانچہ بطلان مالکیت والی حالت میں اس کا بطلان بدرجہ اولیٰ ہوگا مگر ہم نے بطور استحسان اس کو جائز قرار دیا کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے الخ (ت) تو بے فائدہ محض اس کی تشریح معقول نہیں حالت تملیک و افعال قربت میں حصول فائدہ ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کر دے منافی صحت نہیں ہو سکتی بخلاف اس صورت کے کہ نہ تملیک نہ سرے سے قربت، ایسی ہی جبکہ کہا جائے گا کہ وصیت امر مکروہ و نامشروع کی ہے، لہذا صحیح نہیں کہ موجب صحت یعنی حاجت معدوم ہے معہذا ہم اوپر واضح کر آئے کہ وصیت ایجاب ہے اور ایجاب لحن وغیرہ ہو جیسے تملیک میں یا لحن نفسہ جیسے قربات میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا۔

ہندیہ میں محیط سے منقول ہے اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کا غلام بیچ دیا جائے اور خریدار کو متعین نہیں کیا تو جائز نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اسکی قیمت کو صدقہ کر دو یا کہے کہ اس کو ادھار پر بیچ دو اور مشتری سے تہائی تک قیمت کم کر دے الخ اور اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کسی نے اپنے غلام کے

فی الہندیۃ عن المحیط لو اوصی بان یباع عبدا ولم یسم المشتري لا یجوز الا ان یقول وتصدقوا بثمانہ او یقول بیعوا نسیمۃ ویحط الی الثلث عن المشتري الخ وفيہا عن المبسوط اوصی بعبدا ان یباع ولم یزد علی

۱۳۵/۴

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ

باب العنین

لہ فتح القدر

۶۵۰/۴

مطبع یوسفی لکھنؤ

کتاب الوصایا

کے الہدایۃ

۹۶/۶

نورانی کتب خانہ پشاور

الباب الثانی

کے الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا

ذٰلِكَ وَاَوْصِيْ بِاَنْ يَّبَاعَ بِقِيْمَتِهِ فَمَا بَاطِلٌ
لَا نَهَ لِيْسَ فِيْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ مَعْنَى الْقُرْبَةِ
لِيَجِبَ تَنْفِيْذُهَا لِحَقِّ الْمَوْصِيِّ عَلَيْهِ
بارے میں وصیت کی کہ اُسے بیچ دیا جائے اور
اس سے زائد کچھ نہ کہا یا وصیت کی کہ غلام کو اسکی
قیمت کے ساتھ بیچ دیا جائے تو یہ باطل ہے اس لئے
کہ اس وصیت میں قربت کا معنی موجود نہیں تاکہ موصی کے حق کے لئے اس کو نافذ کرنا واجب ہوتا۔ (ت)
بِحمد اللہ اس تحقیق انیق نے کوئی دقیقہ تدقیق فرودگذاشت نہ کیا۔ علامہ شامی کا کلام مذکور بھی بظرف
غنی اسی تقریر منیر کی طرف مشیر۔

حَيْثُ قَالَ اللَّهُمَّ اِلَّا اَنْ يَّفْرُقَ بَانَ الْوَصِيَّةِ
اِمَّا صِلَةَ اَوْ قُرْبَةً وَّلَيْسَتْ هٰذِهِ وَاَحَدَةٌ
مِنْهُمَا فَيَطْلُتُ بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ لِفَاسِقٍ
فَاَنْهَا صِلَةٌ لَهَا مَطَالِبُ مِنَ الْعِبَادِ
فَصَحْتُ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ قُرْبَةً كَالْوَصِيَّةِ
لِغْنِي لَانَهَا مَبَاحَةٌ وَّلَيْسَتْ قُرْبَةً اِلَّا
مَوْجُودٌ هُوَ چنانچہ وہ صحیح ہوگی اگرچہ وہ قربت نہیں جیسے غنی کے لئے وصیت، کیونکہ وہ مباح ہے اور
قربت نہیں ہے الخ (ت)۔

اب ما نحن فيه كوديكه تو اس میں وصایا تے تملیک ہیں یا وصایا تے قربت کوئی وصیت
ایسی نہیں جو فی نفسہ ان دونوں سے خالی ہو تو وجہ مذکور سے اس کے بطلان پر استدلال باطل و عاقل
هكذا ينبغي التحقيق والله تعالى ولي التوفيق (ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا
مالک ہے۔ ت)

جواب سوال مفتم: اوصیاء کا بعض وصایا بجا نہ لانا وصیت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے
تفہیم وصیت حق موصیٰ لہ یا صرف حق موصیٰ ہے اور وہ ان کے گناہ سے بری۔

قال الله تعالى فمت بدله بعد
ما سمعه فانما اثمه على الذئب
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو جو وصیت کو
سن سنا کہ بدل دے اس کا گناہ انھیں بدلنے

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الخامس فورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۳/۶
کے ردالمحتار باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۲۱/۵

یبدلونه ان الله سميع عليم لیه
جواب سوال ششم؛ ہاں بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون و انفاذ وصایا جو سہام و رشتہ نابالغین کو پہنچیں گے وصی بلاوجہ شرعی ان کی بیع و تبدیل اور کسی فعل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وصی محافظ ہے نہ متکلف و لہذا ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ تنیم کا اس میں ضرورت نہ ہو اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صورت استثناء میں۔

فی الہندیۃ للوصی ان یدیع کل شیء التركة
 من المتاع والعروض والعقار اذا
 كانت الورثة ضغارا ما بیع ما سوی
 العقار فلان ما سوی العقار یحتاج الی الحفظ و
 عسی ان یکون حفظ الثمن ایسرا
 و بیع العقار ایضاً فی جواب
 الکتاب ، قال شمس الائمة
 الحلوانی رحمہ اللہ ما قال
 فی الکتاب قول السلف کذا
 فی فتاوی قاضی خات و جواب
 المتأخرین انه انما یجوز بیع عقار
 الصغیر اذا کان علی المیت
 دین لا وفاء لہ الا من ثمن العقار
 او یکون للصغیر حاجة الی ثمن العقار او
 یرغب المشتري فی شرائہ بضعف القيمة
 و علیہ الفتوی کذا
 فی الکافی ۱/۱۸۱

ہندیہ میں ہے وصی کو اختیار ہے کہ وہ ترکہ کی ہر شئی کو
 فروخت کرے چاہے وہ اسباب و سامان کے
 قبیلہ سے ہو یا غیر منقول جائداد جبکہ ورثہ نابالغ
 ہوں۔ غیر منقولہ جائداد کے ماسوا کی بیع تو اس لئے
 جائز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کی ضرورت
 ہے۔ ممکن ہے کہ ثمنوں کی حفاظت زیادہ آسان
 ہو اور کتاب کے حکم کے مطابق غیر منقولہ جائداد
 کی بیع بھی جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ نے
 کہا کہ کتاب میں جو کہا ہے وہ اسلاف کا قول ہے
 یونہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور متأخرین نے
 اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ نابالغ کی غیر منقول
 جائداد کو فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز
 ہے جب میت پر اس قدر قرض ہو کہ وہ اس
 جائداد کی قیمت کے بغیر پورا نہیں ہوتا یا نابالغ
 کو اس جائداد کی قیمت کی محتاجی ہو یا خریدار
 اس جائداد کو دگنی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہے
 فتویٰ اسی پر ہے جیسا کہ کافی میں ہے الخ، در میں ہے

۱۸۱/۲ القرآن الکریم

۱۴۲/۶ نوری کتب خانہ پشاور

نابالغ کی غیر منقول جائیداد کو اجنبی کے ہاتھ دگنی قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔ یونہی نابالغ کے نفقہ یا میت کے ترس کی ادائیگی یا ایسی وصیت مطلقہ کے نفاذ کیلئے بیچنا جائز ہے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہو سکتا یا اس جائیداد کی پیداوار اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یا اس جائیداد کے خراب ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے قبضہ میں چلے جانے کا خوف ہو تو بھی بیع جائز ہے درر و اشباہ (تلخیص) اور یہ تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیر منقول جائیداد کو بیچنے کا مطلقاً اختیار نہیں رکھتے الخ اور شامیہ میں جو الہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائیداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان دہ ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

جانر بیعہ عقار صغیر من اجنبی لامن نفسه بضعف قیمتہ اولنفقة الصغیر اودین المیت او وصیة مرسلۃ لانفاذ لها الامنہ اولکونہ غلاتہ لاتزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ اونقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر و اشباہ ملخصا قلت وهذا الواجب وصیہ لامن قبل ام او اخ فانہما لا یملکان بیع العقار مطلقاً الخ وفي الشامیة عن الرملی عن الخانیة فی مسئلة بیع المنقول لنسیئة ات کان یتضرر بہ الیتیم بان کان الاجل فاحشاً لا یجوز واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

الشرعة البهية في تحديد الوصية

۱۳

ختم ہوا

۱۴

۳۳۶/۲

مطبع مجتہائی دہلی

باب الوصی

کتاب الوصایا

لہ الدر المختار

۴۵۳/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

لہ رد المختار

مسئلہ ۱۳۶ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ء مرسلہ حافظ محمود حسین صاحب تلمیذ و مرید گنگوہی صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہاجر ہندی مدنی نے کہ اُس کی جائداد ہندوستان میں واقع ہے اس طرح وصیت کی تھی کہ میری جائداد کا منافع ایک ثلث یہاں مدینہ منورہ علی صاحبہا افضل تسلیم والتیمہ بھیجا جائے اور صورت یہ ہے کہ ہندوستان میں اس کے بعض اقارب قریبہ بلکہ ذی رحم محرم حاجتمند و مفلس موجود ہیں کہ اس درجہ قریب رشتہ دار مدینہ منورہ میں موصیہ کے نہیں ہیں، پس اس صورت میں اگر اس کی وصیت کا روپیہ یہاں ہندوستان میں اس کے اقربائے قریبہ حاجتمند و مفلس کو دیا جائے تو وصیت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور کیا افضل ہے مدینہ منورہ بھیجتا یا یہاں قریب ذی رحم حاجتمند و مفلس کو دینا۔ یتنوا تو جروا۔

الجواب

جہاں کے فقراء کو دیں گے وصیت ادا ہو جائے گی کچھ خاص مدینہ منورہ ہی بھیجا ضروری نہیں ہر جگہ کے فقراء کو دینا جائز ہے۔ خلاصہ پھر شربلالیہ پھر در مختار میں ہے :
لو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتویٰ
اگر کسی نے وصیت کی بلخ کے فقیروں کے لئے۔ اور وصی نے ان کے غیر کو دے دیا تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)

شرح القدوری للزاہدی میں ہے :

فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغيرہم۔

کوفہ کے فقیروں کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر کو دینا جائز ہے (ت)

قاضی خان پھر ہندیہ میں ہے :

سرجل اوصی بان یتصدق بشئ من مالہ علی فقراء الحاج هل یجوز ان یتصدق علی غیرہم من الفقراء قال الشیخ الامام ابو نصر رحمہ اللہ

کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے کچھ حاجی فقراء پر صدقہ کیا جائے تو کیا ان کے غیر پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ شیخ امام ابو نصر علیہ الرحمہ نے کہا کہ جائز ہے کیونکہ امام ابو یوسف

علیہ الرحمۃ سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جس نے فقراہ مکہ پر صدقہ کرنے کی وصیت کی، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے فقراہ پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ (ت)

تعالیٰ یجوز ذلک لما روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی رجل اوصی بان یتصدق علی فقراء مکة قال یجوز ان یتصدق علی غیرہم من الفقراء

ہاں افضل یہی ہے کہ مدینہ منورہ بھیجیں اتباعاً للوصیۃ و خروجاً عن الخلاف (وصیت کی اتباع کیلئے اور اختلاف سے نکلنے کے لئے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

خلاصہ میں کہا افضل یہی ہے کہ انہی پر خرچ کیا جائے اور اگر ان کے غیر کو دے دیا تو جائز ہے، یہی امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا قول ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جائز نہیں الخ۔ میں کہتا ہوں پہلا قول مشائخ کے اس قول کے موافق ہے جو نذر میں

قال فی الخلاصۃ الا فضل ان یصرف الیہم وان اعطی غیرہم جائز و ہذا قول ابی یوسف و بہ یفتی وقال محمد لا یجوز اھ قلت والاول موافق لقولہم فی النذر بالغاء تعیین الزمان والمکان والدرہم والفقیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم عہ

زمان، مکان، درہم اور فقیر کی تعیین کو لغو قرار دینے سے متعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۷۱ اجادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ از انجمن اسلامیہ بریلی

چند سوال متعلقہ انتظام یتیم خانہ مسلمانان پیش کئے جاتے ہیں بموجب شرع شریف جواب مرحمت ہوں خدا اس کا اجر عطا فرمائے:

پہلا سوال: بعض لوگ میت وغیرہ کے استعمالی کپڑے ایسے بھیج دیتے ہیں جو ایتمام کے جسم پر درست نہیں آتے یا ان کے استعمال کے لائق نہیں ہوتے، پس نادرست کو بعد قطع برید درست کرا کے ایتمام کے استعمال میں لانا اور ناقابل استعمال کو فروخت کر کے یتیموں کی پرورش میں صرف کرنا کیسا ہے؟
دوسرا سوال: بعض لوگ کلام مجید جدید وغیر مستعمل متعدد اور بعض میت کے تلاوت کا یتیم خانے

عہ الجواب: اس عورت کی وصیت پر عمل واجب ہے اور وہ ثلث مدینہ منورہ ہی بھیجا ضروری ہے گو ہندوستان کے فقراہ اس جگہ کے فقراہ سے زیادہ ضرورت مند ہوں۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

۱۷ فتاویٰ قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفہ مبلع نو لکشور لکھنؤ ۸۴۳/۴
۱۷ ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۴۶/۵

میں عطا کرتے ہیں اور ان سب کی تعداد یتیموں کی تعداد سے زیادہ ہو جاتی ہے دینے والے بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کر کے قیمت پرورش ایتام میں صرف کی جائے مگر بعض بدون کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں پس قسم آخر کو در حالیکہ ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کر کے قیمت کو ایتام کے مصارف میں لاسکتے ہیں اور نیز یہ ہی قسم کسی غیر ایتام کو تلاوت کے واسطے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

تیسرا سوال: یتیم خانہ میں بعض لوگ میت کے استعمال کا پلنگ نوار وغیرہ کا جو یتیموں کی معمولی چارپائیوں سے بہت زیادہ قیمتی اور عمدہ ہوتا ہے بدون کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں اگر وہ بعض ایتام کے کام میں لایا جائے تو دوسروں کی دل شکنی ہوتی ہے لہذا اس کو فروخت کر کے قیمت دیگر مصارف ایتام میں دی جائے یا قیمت سے معمولی چارپائیاں یتیموں کے واسطے بنوا دی جائیں تو کیسا ہے؟

چوتھا سوال: جو چنڈہ کہ یتیموں کے مصارف کے لئے آتا ہے اسی سے یتیم لڑکوں کی رسم ختنہ اور یتیمات کی رسم نکاح کی جاتی ہے پس نکاح میں جو براقی دولہا کی طرف سے آتے ہیں ان کو کھانا کھلانا زبرد کورہ سے کیسا ہے؟

الجواب

مصحف شریف کپڑے، پلنگ وغیرہ جو کچھ لوگ یتیموں کو بھیجتے ہیں ظاہر ہے کہ اُس سے مقصود تصدق ہوتا ہے اور تصدق تملیک ہے۔

وہبۃ المشاع فیما لا یقسم صحیحۃ و قبض
من یعولہم یکفی عن قبضہم کما نصوا
علیہ و جماعۃ المسلمین حیث لا ولایۃ
ولا قضاء من الاسلام کالقضاء فی
النظر للایتام و امثال ذلک من المہسام
کما صرحوا بہ فی غیر ما مقام۔

نا قابل تقسیم شی کا غیر منقسم طور پر ہیہ صحیح ہے، اور یتیموں کے کفیلوں کا قبضہ ان کی طرف سے کافی ہے جیسا کہ اس پر مشائخ نے نص فرمائی، جہاں یتیموں کے ولی اور قاضی اسلام موجود نہ ہوں تو وہاں یتیموں کی دیکھ بھال اور اس قسم کے دیگر اہم امور کے لئے مسلمانوں کی جماعت قاضیوں

کے قائم مقام ہوتی ہے جیسا کہ مشائخ نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح فرمائی۔ (ت)

تو جماعت مسلمین کو کہ اس کام پر معین ہیں روا ہے کہ کپڑے قطع برید کر کے مصارف یتیموں میں لائیں یا ناقابل استعمال ملبوس اور پلنگ اور حاجت سے زائد مصاحف شریفہ ہدیہ و بیع کر کے زمین کاری یتیموں میں خرچ کریں مگر مال یتیموں کو عاریتہ نہیں دے سکتے اگرچہ تلاوت کیلئے قرآن مجید فانہ تبرع ولا ولایۃ فی التبوع (کیونکہ یہ تبرع ہے اور تبرع میں ولایت نہیں ہوتی۔ ت)

زیرچہ سے یتیموں کا ختنہ کر سکتے ہیں اور براتیوں کو معمولی کھانا دینا بھی جائز بشرطیکہ اسراف نہ ہو
صرف بقدر کفایت ہو۔

ردالمحتار میں بحوالہ قنیہ منقول ہے یتیم لڑکے اور
یتیم لڑکی وغیرہ کی شادی کے موقع پر دولہاؤ
دلہن کے جوڑوں، عادت کے مطابق دعوتوں،
عرف کے مطابق تحائف اور ختنہ کے موقع پر عزیزو
اقارب اور پڑوسیوں کی دعوت میں جو کچھ خرچ کیا جائے
اس پر تاوان لازم نہیں آتا جب تک اس میں فضول خرچی
نہ کی جائے اھ مختصراً (ت)

فی ردالمحتار عن القنیة لا یضمن ما انفق
فی المصاہرات بین الیتیم والیتیمۃ
وغیرہما فی خلع المخاطب او الخطیبة
وفی الضیافات المعتادة و المہدایا
المعہودۃ وفی اتخاذ ضیافة لختنة
للاقارب والمجیران ما لم یسرف
فیہ اھ مختصراً۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان و دکان اپنی
زوجہ کے نام بیع کر دیا تھا زوجہ نے انتقال کیا۔ زید کے تین بچے نابالغ اپنی ماں کے وارث ہیں۔ اب
زید کے پاس کچھ نہیں کہ اُس سے اپنا اور ان نابالغوں کا کھانا پینا چلے۔ زید نیک چلن ہے مال برباد
کرنے والا نہیں وہ نیک نیتی سے چاہتا ہے کہ اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا حصہ بیع کر تجارت کرے
جس سے اُن سب کا رزق پیدا ہو۔ اس صورت میں زید ان حصوں کے بیچنے کا اختیار رکھتا ہے یا
نہیں؟ بیٹنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

فی الواقع صورت مستفسرہ میں اگر زید نیک چلن ہے اولاد کا مال برباد کرنے کا اُس پر اندیشہ
نہیں اور بیع مناسب اور معقول قیمت کو ہو تو اُسے اُن حصوں کے بیچنے کا اختیار ہے، عقود الدریہ میں
فصول عمادی سے ہے،

الحاصل ان بیع الاب عقار الصغیر
بمثل القیمۃ یجوز اذا کان محمودا
او مستورا و اذا کان مفسدا
خلاصہ یہ کہ باپ کا نابالغ کی غیر منقولہ جائیداد کو
مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے جبکہ
وہ نیک چلن یا پوشیدہ حال والا ہو۔ اور اگر

ردالمحتار کتاب الوصایا فصل فی شہادۃ الاوصیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۳

الایجوذا لایضعف القیمة لیه و اللہ تعالیٰ اعلم۔
وہ بدچلن اور فساد ہی ہے تو پھر سوائے دگنی قیمت کے
اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ (۱) ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد کفایت اللہ کی دو زوجہ، زوجہ اولیٰ
نجم النساء کے لطن سے حافظ عبدالحق، احسان الحق دو پسر اور عجائب النساء، لطیف النساء،
حبیب النساء، جمیل النساء چار دختر سب بالغ اور زوجہ ثانیہ حمیدہ النساء عرف ننھی کے لطن سے
فضل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق تین پسر اور احمدی بیگم ایک دختر سب نابالغ، اور ننھی کی ایک
دختر بالغہ کریم النساء ہے جسے دیگر ورثہ لطفہ حاجی کفایت اللہ سے نہیں بناتے بلکہ ربیبہ کہتے ہیں حمیدہ النساء
حیات شوہر میں انتقال کر گئی حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض الموت میں بشمول نجم النساء ایک وصیت نامہ
سات امر پر مشتمل لکھا۔ اول ظاہر کیا ہے کہ جائداد مندرجہ وصیت نامہ ہر دو کاتبان کی ہے ابتداء
کام نقدی و جائداد و کاتبہ نمبر ۲ سے شروع ہوا اور اضافہ و ترقی ہوتی رہی اور وہ جز حصہ مشتملی زوجیت و
دین مہر کاتبہ کا جائداد مصرحہ تحت میں شامل ہے جائداد و نقدی ایسی مخلوطہ ہے جس کو علیہ دکھانا
بلا ضرورت ہے خاص کر جب ہر دو کاتبان کا منشا دلی یہ ہے کہ جائداد مصرحہ تحت تمام اولاد مصرحہ
ذیل پر حسب شرع شریف بلا استثناء کسی جز کے تقسیم ہو جائے اور کسی اولاد کے ساتھ کوئی خاص
رعایت نہ دکھائی جائے تو ایسی حالت میں جائداد تمام اولاد پر حسب شرع شریف تقسیم مطابق وصیت نامہ
ہذا ہوگی۔ کاتب نمبر ۱ نے تیاری تحریر وصیت نامہ ہذا کی تھی کاتبہ نمبر ۲ نے بھی کاتب نمبر ۱ سے خواہش
کی کہ کاتب نمبر ۱ کی جائداد عین کاتبہ نمبر ۲ کی جائداد کی ہے تمام اولاد پر بذریعہ وصیت نامہ ہذا منتقل
ہو ہر دو کاتبان نے اپنی خوشی سے وصیت نامہ ہذا تمام اولاد مندرجہ تحت کے نام تحریر کیا کہ جائداد
بمشیئت موجودہ بعد ہمارے ہم لوگوں کی اولاد کے قبضہ میں رہے اور ہماری اولاد کو پوری وقفیت ہو جائے کہ
کون جز جائداد کا ان کی ملکیت میں رہے گا۔

دوم، حاجی کفایت اللہ نے کچھ دیہات و دکان و مکان اپنی تندرستی میں احسان الحق و فضل الحق و
کریمین کے نام کر دیئے تھے اس وصیت میں وہ بھی شامل کئے اور لکھا وصیت نامہ کی یہ بھی ضرورت ہوئی
کہ اکثر جائداد فرضی بعض اولاد کے نام تھی اس کی بابت احتمال تھا کہ کوئی تحریر نہ ہو تو وہ اولاد تنہا اپنی

ملکیت سمجھے۔

موسم : تحریر کیا جاتا ہے کہ کاتب نمبر ۱ کی زوجہ ثانی حمید النساء کا مہر ایک سو پندرہ روپے کا تھا وہ ان کی حیات میں ادا کر دیا گیا۔

چہارم : نابالغان مذکورین پر ولایت کا یہ انتظام لکھا ولی جائداد حافظ علیہ الحق واحسان الحق نابالغان کے رہیں گے ولی ذات نابالغان اللہ جلانی والدہ کاتب وصاحب النساء ہمشیرہ کاتب رہیں گی انکی سرپرستی و نگرانی و حفاظت میں ان کے ساتھ نابالغ رہیں گے ولی جائداد آمدنی نابالغان سے لٹے روپیہ ماہوار سپرد ہر دو ولی ذات بنام پرورش نابالغان کرے گا عقد و تعلیم حسب رائے ہر دو ولی ذات ہوگی۔

پنجم : کچھ جائداد حاجی کفایت اللہ نے مصارف خیر کے لئے بحال تندرستی پہلے وقف کی تھی اس کی تفصیل بھی اسی وصیت نامہ میں بغرض یادگار درج کی اور ایک ہنگامہ نمبری ۱۶، قیمتی دس ہزار روپے جدید وقف اس وصیت نامہ میں کیا ہے مقدار ثلث متروکہ سے بدرجہا کم ہے اور یہ سب اوقاف تمام ورثہ کو تسلیم ہیں۔

ششم : تمام اولاد مذکورین گیارہ اشخاص کے نام جدا جدا بتفصیل جائداد غیر منقولہ لکھی ان میں کریم النساء کا نام بھی ہر جگہ بزمہ اولاد لکھا اور اس کے لئے بھی دیگر دختروں کے برابر حصہ جداگانہ مشخص کیا اگرچہ مکان اور ایک دکان کہ اول سے اس کے نام تھی وہ بھی شامل حصہ کی جس طرح ایک موضع کہ احسان الحق اور ایک موضع ایک مکان کہ فضل حق کے نام اول سے تھے ان کے حصص میں داخل کئے اور لکھا کہ ہم لوگوں نے اپنی تمام اولاد کو یکجا کر کے وصیت نامہ ہذا لکھا اور جو جائداد اولاد کے نام درج ہے ان کی رضا سے تحریر ہوتی کوئی کمی بیشی جائداد میں نہیں نیز لکھا جس جائداد کے محاذ میں جس وارث اولاد کا نام ہے وہ اس جائداد کا مالک ہوگا۔ عنوان فہرست تقسیم میں لکھا جو جائداد غیر منقولہ اولاد کے قبضے میں آئے گی وہ ہر اولاد کے نام کے مقابل درج کی جاتی ہے جس کو تمام اولاد بالغ و ولی نابالغان نے بقدر حصہ شرعی حساب لگا کر قبول و منظور کیا ہے۔

ہفتم : حاجی کفایت اللہ نے اپنی والدہ اللہ جلانی کو جائداد سے کچھ نہ دیا مگر آخر میں اتنا لکھا ہے کہ کاتب نمبر اعرضہ سے لے کر ماہواری اپنی والدہ اور ان کی دختر صاحب النساء کے اخراجات کے واسطے دیتا رہا ہے میری خواہش تمام اولاد ذکور و اناث سے ہے کہ مثل میرے مبلغان مذکورہ اپنی جائداد کی آمدنی سے ذکور دو ہر حصہ اناث اکہرا جملہ سے کے رقم والدہ وصاحب النساء کو تا ان کی حیات

دیتے رہیں۔ ۹ دسمبر ۱۹۳۷ء کو یہ وصیت نامہ تحریر ہوا اور ۱۳ دسمبر ۱۹۳۷ء کو حاجی کفایت اللہ موسیٰ نے وفات پائی جسٹری اس کی بعد موت موسیٰ ۱۸ دسمبر کو معرفت حافظ عبدالحق لیسرکلاں کے ہوئی بعد فوت موسیٰ والدہ موسیٰ اللہ جلائی اپنے حصہ شرعی سدس کی طالب ہوئی نجم النساء اور اس کی اولاد لطنی نے باسناد وصیت نامہ حصہ دینے سے انکار کیا، ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء کو اللہ جلائی نے نجم النساء و جملہ اولاد یا زوہ گاہ کو مدعا علیہ بنا کر ناش وائر کی اور عرضی دعوت میں نسبت وصیت نامہ لکھا دستاویز مظہرہ مدعا علیہم کا مدعیہ کو کوئی علم نہیں تاریخ مظہرہ مدعی علیہم کے قبل اور بعد حاجی کفایت اللہ میں قابلیت اظہار ارادہ اور تحریر اور سمجھنے مضمون کی نہ تھی نجم النساء نے اپنے بیان تحریری میں لکھا کہ حاجی کفایت اللہ بہت کم مایہ شخص تھے مدعا علیہا کے سرمایہ سے حاجی کفایت اللہ نے تجارتیں کر کے نفع کثیر حاصل کیا اور جب داد خرید کیں واقعی مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے، مدعا علیہا نے حسب خواہش شوہر و بنظر رفع نزاع باہم ورثہ بلا لحاظ ملکیت جائداد خود اور دین مہر یافتنی اپنا برضا مندی جملہ ورثہ مدعا علیہا اور شوہر مدعا علیہا نے وصیت نامہ تحریر کیا جملہ ورثہ اور نیز کریم النساء نے وصیت نامہ تسلیم کر کے موافق حصص مندرجہ وصیت نامہ اپنا اپنا قبضہ جائداد پر کیا اور کاغذات مال میں اپنا نام درج کر لیا بیان مدعیہ کا بابت نادرستی جو اس حاجی کفایت اللہ کے محض غلط ہے جبکہ مشورہ بابت تحریر وصیت نامہ کے ہوا تھا اس وقت بھی مدعیہ نے کہا میرے واسطے کچھ جائداد نہ چاہتے تھے ماہوار مجھ کو کافی ہے اب مدعیہ کو استحقاق دعویٰ جائداد کا نہیں در حالیکہ تمام جائداد سرمایہ مدعا علیہا سے کفایت اللہ نے پیدا کی تو واقعی جملہ مالک جائداد مدعا علیہا ہے کفایت اللہ کا اس میں کچھ حق نہیں اگر جائداد میں کوئی جز متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ٹھہرے تو بلا ادائے مبلغ ۵۰۰ ہزار دین یافتنی ذمگی حاجی کفایت اللہ شرعاً وراثت جاری نہیں ہو سکتی ہنوز تنقیح نہ ہوئی تھی کہ جملہ تیرہ اشخاص فریقین بالغوں کی طرف سے اصالہ اور نابالغوں کی جانب سے ولایت اقرار نامہ ثالثی ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو تحریر ہوا جس میں لکھا گیا کہ ہم مقرران کے تنازع بابت تقسیم ترکہ حاجی کفایت اللہ کے ہے ہم سب کی خواہش ہے کہ ثالثان جائداد منقولہ وغیر منقولہ مفصلہ ذیل ترکہ حاجی کفایت اللہ کی تقسیم حسب احکام شرع شریف باہم مقرران کر دیں۔ زرد ادنی مفصلہ ذیل جو ذمہ حاجی کفایت اللہ مرحوم واجب الادا ہے اس کو منجملہ مقرران کے صرف حافظ عبدالحق ادا کریں گے۔

جیون لال
معہ

صراف کانپور
ما معہ

سید عبدالستار
سار

علاوہ اس کے اور کوئی دادنی نہیں۔ مثالاً جو فیصلہ جوازی یا ناجوازی وصیت نامہ مناسب سمجھیں گے تالی میں نجم النساء کی درخواست بایں مضمون گزری کہ در واقع مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے اگر کوئی جز جائداد متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ہو تو بلا ادا حصے دین مہر یا فتنی مدعا علیہا وراثت جاری نہیں ہو سکتی بہ نسبت عذرات مذکورہ تنقیح قائم کی جائے۔ مثالوں میں اس پر اختلاف ہوا ہر دو کی رائے میں یہ درخواست ناقابل سماعت ہوتی کہ مہر نجم النساء کی بجٹ امور مفوضہ سے نہیں ایک کی رائے اس کے خلاف ہے کہ اقرار نامہ میں تقسیم حسب احکام شرع شریف کی درخواست نہیں اور تقسیم مہر حکم شرع شریف ہے، اب حضرات علماء کرام سے امور ذیل کا استفسار ہے:

- (۱) کیا وصیت نامہ مذکورہ کلاً یا جزاً قابل نفاذ ہے؟
- (۲) اگر وصیت نامہ باطل قرار پائے تو جائداد حسب بیان نجم النساء مملوکہ نجم النساء ٹھہرے گی حالانکہ اس کے نام کوئی جزئی جائداد نہ تھی یا تمام و کمال ترکہ حاجی کفایت اللہ ہو کر تقسیم ہوگی۔

- (۳) کیا نسبت نادرستی جو اس حاجی کفایت اللہ جلائی کا دعویٰ قابل سماعت ہے؟
- (۴) جائداد میں کہ حالت ندرستی حاجی کفایت اللہ سے احسان الحق و فضل حق و کرہین کے نام تھیں وہ انھیں کی ٹھہرے گی یا حسب بیان وصیت نامہ ان کے نام فرضی قرار پا کر شامل تقسیم ہونگی؟
- (۵) کیا حمید النساء کا مہر ماٹے ہونا اور یہ کہ وہ حیات حمید النساء میں ادا کر دیا گیا حسب تصریح وصیت نامہ مانا جائے گا۔

- (۶) کیا کریم النساء دختر کفایت اللہ قرار پائے گی یا حسب بیان نجم النساء وغیرہ ربیبہ۔
- (۷) کیا نجم النساء کی درخواست مذکورہ قابل سماعت ہے تالی میں اس کی نسبت کوئی تنقیح قائم کی جائے؟

- (۸) کیا نابالغوں پر ولایت ذات و مال حسب بیان وصیت نامہ رہے گی یا کس طرح؟
- (۹) کیا اللہ جلائی کا دعویٰ نسبت ششم حصہ شرعی صحیح ہے یا ماہوار کے سوا اس کا استحقاق نہیں؟

- (۱۰) زیور طلانی و لقرنی مندرجہ نمبر ۳ فہرست اقرار نامہ جسے لکھا ہے کہ بنگال بینک کا پور میں مورث نے امانت رکھا ہے، مگر بموجب مشہور حالت کے وہ زیور متروکہ حمید النساء ہے کس کا قرار پائے گا اور تقسیم مال میں شامل ہوگا یا بقی نابالغان اولاد حمید النساء محفوظ رہے گا۔

(۱۱) زر مجتمع شملہ بینک مذکور نمبر ۴۴ فہرست اقرار نامہ کی نسبت بینک مذکور کے بھجے حساب سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۲ء کو فوت حاجی کفایت اللہ سے دو روز پہلے اُس میں سے بارہ ہزار پانسو بارہ روپے حافظ عبدالحق کی معرفت آئے۔ حافظ عبدالحق نے روپے تالیان لانا اُس روپے کا مانا اور کہا میں نے اپنے باپ کو لاکر دے دیا مگر اس روپے کا ذکر نہ وصیت نامہ میں ہے نہ کوئی وارث اسے قبول کرتا ہے نہ موصلی کا کسی کو دینا ظاہر ہوتا ہے اور نہ اس وقت کی حالت موصلی کی اس قدر زرخیر و تصرف کرنے کے معلوم ہوتی ہے یہ رقم کس حساب میں درج ہوگی۔ بینوا تو جبروا کاغذات نقول وصیت نامہ و عرضی دعویٰ و بیان تحریری نجم النصار و اقرار نامہ و درخواست نجم النصار بغرض ملاحظہ حاضر ہیں۔

مسئلہ (ب) ۱۳۹ ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقدمہ مذکورہ ترکہ حاجی کفایت اللہ میں چند جلسے تالیان کے قائم ہوئے لیکن بجائے اس کے کوئی امر متنازعہ کا تصفیہ عمل میں آئے تنازعوں کی بحثوں نے روز بروز ترقی پکڑ لی جس کے دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ پنچایت سے طے نہ ہوگا اور عدالت کے جھگڑوں میں یہ سب جائداد برباد اور تلف ہو جائے گی اور فریقین تباہ ہوں خاص کر نابالغین بے زبان اور بے قصور باوجود بروئے ترکہ صاحب جائداد ہونے کے خرچہ معینہ ان کا نہیں ملتا خرچہ کی وجہ سے سخت تکلیفیں اٹھارہے ہیں نہ کوئی تعلیم کا ان کی انتظام ہے اگر اب بھی کوئی انتظام ان کی جائداد کے تحفظ نہ ہو اور یہ جھگڑے طے نہ ہوئے تو یہ مظلوم خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ ان وجوہات پر غور کر کے بعض فریق مقدمہ نے سبقت کی اس امر میں کہ فیما بین کہ مصالحت سے بعض سے چھٹا کر یا بعض کو دلا کر امور متنازعہ کا قلع قمع کر کے آئندہ جھگڑوں کا باب مسدود کرنے کا قصد کیا، چونکہ نابالغین مختار ہیں اپنے اپنے حقوق چھوڑنے کے اور کمی و بیشی یعنی دینے کی چونکہ ایسی صورت میں کمی بیشی آنے سے جس کی بعض حصص میں کمی واقع ہوتی رہی اس کا اثر نابالغوں پر ہی پڑتا رہا جس کا اثر ہر شریک مقدمہ کے حق میں موجب وبال ہے، اور عند اللہ ماخوذی ہے، لیکن انجام کار کی مصلحتوں پر غور کرنے سے ظاہر حال دلالت کرتا ہے کہ اگر مجوزین بلا لحاظ اپنے منافع ذاتی اور اغراض نفسانی کے محض بغرض دفع فساد و رفع نزاع باہمی مسلمانوں کے اور نیز بے جا ضائع ہونے مسلمانوں کے مال کے بالخصوص تحفظ جائداد نابالغان کے تصفیہ باہمی میں کوشش کریں اور آئندہ جھگڑے پیدا ہونے والوں کو بچانے کی غرض سے جو نقصان بظاہر حال نابالغوں کے حصہ جائداد میں واقع ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں،

(۱) یہ کہ جائداد پبلی بھیت کے دکانات و مکانات جو از روئے قیمت کے باعتبار زمانہ زیادہ اور آمدنی کم ہے لیکن مدعیہ کو اپنی سکونت پبلی بھیت کی وجہ سے نافع ہے اور اس کی خواہش کے موافق دی گئی۔

(۲) مہر مسماۃ نجم النساء زوجہ مورث کا باوجود اقرار نامہ اور وصیت نامہ میں درج نہ ہونے کے دلایا گیا۔

(۳) فریچہ نالشات ہر دو فریق کا از روئے بیان حلفی ہر فریق کہ جس قدر بیان کریں جملہ جائداد سے اول منہا ہو مابقی جائداد از روئے حصص شرعی تقسیم کی جائیگی اور تقریر قیمت اور حصص اس قاعدہ سے قرار پایا ہے جیسا کہ اس سے کچھ زمانہ قبل سب شرکار کے آپس کی رضامندی سے ایک فہرست تیار کی تھی اور اس وقت بسبب نہ طے پانے بعض نزاع کے ملتوی ہو گیا تھا نفاذ اس کا۔

(۴) جو جائداد از قسم دھات و دکان و مکان بنام محض ورثاء مسمیان احسان الحق و کریم النساء بالغان و فضل حق نابالغ مورث نے اپنی حالتِ صحت میں نامزد کر دیا تھا اور ان کی تحریرات بھی باضا بطہ ان کے ناموں سے ہو چکی تھی مگر وصیت نامہ اور نیز اقرار نامہ ثالثی میں ان کے مالکوں نے اور فضل حق نابالغ کی طرف سے بولایت شیخ عبدالعزیز کے جن کی ولایت بعض ورثاء کی جانب سے قرار دی گئی ہے بشمول جملہ جائداد کی جملہ ورثاء پر تقسیم کر دینا قبول و منظور کیا ہے۔

(۵) زر مجتمع شملہ بینک جو نمبری ۴۴ اقرار نامہ کے تحت میں بلا تعداد لکھے بھی اور حساب بینک مذکور کے آنے سے تعدادی بارہ ہزار پانسو بارہ روپیہ حافظ عبدالحق کا لانا دو روز قبل وفات مورث کے معلوم ہوا لیکن حافظ عبدالحق اس مجرا دینے سے انکار کرتے ہیں اس بنا پر کہ بوقت دستخط کرنے اقرار نامہ ثالثی کے اس میں سے بعض وارث احسان الحق وغیرہ کو کوئی جز دلانے کے بعد مابقی کا مطالبہ نہ کرنا بعض ورثاء نے بوعده زبانی یا کسی خاص تحریری رقعہ کے ذریعہ سے قبول و منظور کر لیا ہے آیا اس رقعہ کا بار بقی نابالغان بھی پڑے بنیال مصلحت مرقومہ بالا کے تو کیا حکم رکھتا ہے۔

(۶) بمذ ۳۱ اقرار نامہ کے زیور طلائی و نقرئی بنگال بینک میں امانت رکھنا لکھا ہے اور بموجب بیانات مشہورہ کے نابالغان کی والدہ متوفی حمیدین کا زیور واسطے نابالغوں کے بینک میں رکھایا تھا اس کی

تقسیم بھی بشمول جملہ ترکہ ہوگی یا بحق نابالغان امانت رہے گا۔

(۷) علاوہ مذات مرقومہ صدر کے اور کسی قسم کا بھی نزاع کا تصفیہ بغرض دفع نزاع کیا جائے جس میں نابالغان کا کسی قسم کا نقصان متصور ہو اور نیز ہر شش دفعات مذکورہ بالا کے بموجب کرنا بغرض دفع نزاع اور تحفظ اموال کے قاعدہ شرعیہ کے خلاف ہوگا یا موافق اور نیز اس میں سعی کرنے والے ماجور ہوں گے یا گنہگار؟ بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب

نابالغوں خصوصاً یتیموں کا مال آگ ہے انھیں نقصان دینے والا سخت کبیرہ شدید کا مرتکب ہے ان کا مال یا ان کے مال میں سے ایک ذرہ دیدہ و دانستہ خود غصب کرنے والا اگرچہ کسی فیصلہ کے زور سے ہو یا دوسرے کو دے دینے یا دلا دینے والا یا ان کی ادنیٰ حق تلفی پر راضی ہونے والا سب شدید عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے؛

ان الذین یا کلون اموال الیتیمی ظلما انما
یا کلون فی بطونہم ناسرا و سیصلون
سعیرا

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ
اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب
بھڑکتے دوزخ میں غرق ہوں گے۔

کاغذاتِ مقدمہ ملاحظہ ہوئے امور ذیل معلوم رہیں؛

اولاً جو جائدادیں احسان الحق و کریم النساء کے نام صحت مورث میں ہو چکی تھیں وہ اب ضرور ان کی نذر ہیں بلکہ ترکہ حاجی کفایت اللہ ہیں کہ وصیت نامہ میں ان کا نام فرضی ہونا لکھا اور انھوں نے تسلیم کیا اور اقرار نامہ میں صراحتاً ان کا ترکہ حاجی کفایت اللہ ہونا مان لیا۔ فضل حق اگر بالغ ہوتا اور اسی طرح قبول کرتا اس کا بھی یہی حال ہوتا مگر وہ نابالغ ہے اور کوئی ولی کوئی وصی کوئی حاکم نابالغ کے مال میں اس کا نام فرضی ہونا مان لینے کا اختیار نہیں رکھتا وصیت نامہ میں حاجی کفایت اللہ کا لکھوانا اصلاً قابل التفات نہیں، کیا کوئی شخص کوئی جائداد ہبہ یا بیع کر کے مدعی ہو کہ یہ انتقال فرضی تھا تو صرف اس کے کہنے سے مان لیا جائے گا ہرگز نہیں۔ اور یہ شبہہ کہ روپیہ حاجی کفایت اللہ کا تھا اس نے خرید کر اپنے پسر نابالغ کے نام جائداد کی جب تک چاہا دی اب نہیں دیتا محض مہمل و بے معنی ہے اگر اس کا ثبوت مان بھی لیا کہ روپیہ درحقیقت حاجی متوفی کا تھا نابالغ کو اس کی ماں یا اور کسی سے

پہنچا تھا تو اس سے جائیداد مذکور بھی متوفی کا ہونا کیونکر لازم آیا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:

لا یلزم من الشراء من مال الاب
ان یكون المبیع للاب
باپ کے مال سے خریداری سے لازم نہیں آتا کہ
بیع باپ کے لئے ہو۔ (ت)

باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے نام خریدے وہ اس کے لئے ہبہ ہوتی ہے اور باپ
ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک ہو جاتی ہے۔

ردالمحتار جلد ۳ ص ۴۴۴ :

باپ نے اپنی بچی کے لئے اس کی صغر سنی میں یا
اس کے بالغ ہونے کے بعد کچھ خریدا اور اس کے
سپر دکر دیا اور یہ کام اس نے اپنی صحت کے
زمانے میں کیا تو دیگر وارثوں کا اس پر کوئی حق
نہیں وہ بیٹی کے لئے خاص ہوگا اھ منخ (ت)

الاب اشتری لہا فی صغرها و بعد ما کبرت
وسلم الیہا و ذلک فی صحۃ
فلا سبیل للورثۃ علیہ و یکون
للبنات خاصۃ اھ منخ۔

عقود الدریرہ ج ۲ ص ۲۸۰ و ۲۸۱ :

ذخیرہ اور تجنیس میں مذکور ہے کسی عورت نے
نابالغ بیٹے کے لئے اپنے مال سے جائیداد خریدی
تو وہ خریداری ماں کے لئے واقع ہوگی کیونکہ وہ
اولاد کے لئے خریداری کی مالک نہیں اور جائیداد
بیٹے کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوگی اور
وہ اس کی مالک ہے اور جائیداد پر قبضہ بیٹے
کی طرف سے واقع ہوگا، احکام الصغار من
البیوع۔ (ت)

ذکر فی الذخیرۃ والتجنیس امراۃ اشترت
ضیعۃ لولدہا الصغیر من مالہا
وقع الشراء للام لانہا لا تملك الشراء
للولد وتكون الضیعۃ للولد لان
الام تصیر و اہیۃ والام تملك ذلک
ویقع قبضۃ عنہ احکام الصغار
من البیوع۔

توضیح و مکان جو متوفی نے فضل حق نابالغ کے نام خریدی اگرچہ روپیہ متوفی ہی کا تھا فضل حق کی

۲۱۹/۱	دارالمعرفۃ بیروت	لہ الفتاویٰ الخیریۃ	کتاب البیوع
۵۰۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	لہ ردالمحتار	کتاب العاریۃ
۳۳۶/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	لہ العقود الدریریۃ	کتاب الوصایا باب الوصی

بلک ہو گیا اب اس کا نام فرضی بتانا اس ہیبت سے رجوع کرنا ہے اور اولاد کو ہیبت کر کے رجوع باطل محض
و نامسموع۔ در مختار جلد ۴ ص ۷۹۱ :

لو وهب لذي رحم محرم منه نسبا
ولو ذميا او مستامنا لا يرجع۔
اگر کسی نے اپنے نسبی ذی رحم کو ہیبت کیا اگرچہ
وہ ذمی یا مستامن ہو تو اب رجوع نہیں
کر سکتا۔ (ت)

در مختار جلد ۴ ص ۷۹۲ :

لو كان اى العبد ومولاة ذار رحم محرم
من الواهب فلا رجوع اتفاقاً۔
اگر وہ دونوں یعنی غلام اور اس کا مالک و اہب
کے ذی رحم محرم ہوں تو بالاتفاق رجوع نہیں
ہو سکتا۔ (ت)

پس فرض ہے کہ جو موضع و مکان فضل حق کے نام تھے وہ خاص اس کے سمجھے جائیں اور اس تقسیم سے
جدا رہیں اور وہ باقی تمام متروکہ کفایت اللہ میں برابر کا حصہ دیا جائے۔

ثانیاً نجم النساء اقرار نامہ میں صراحتاً مان چکی ہے کہ ان تین رقوم مصرحہ اقرار نامہ کے سوا
اور کوئی دادنی ذمہ حاجی کفایت اللہ نہیں تو اس کا دعویٰ مہر ساقط ہو گیا بالغین اختیار رکھتے ہیں کہ
باوصف سقوط دعویٰ بھی اس کا بار اپنے سر لیں مگر کسی نابالغ پر اس کا بار ڈالنا اپنے سر عذاب الہی کا وبال
لینا ہے۔

ثالثاً اس سوال میں سائل نے مہر حمید النساء والدہ نابالغان کا ذکر نہ کیا۔ سوال اول
میں اس کا تذکرہ تھا اور ملاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر ہوا کہ حاجی کفایت اللہ نے اس کا مہر ماحض کا ظاہر
کیا اور یہ کہ وہ ان کی حیات میں ادا کر دیا گیا، مگر کبھی مدیون کا قول خفت مقدار دین یا اس کے ادا کر دینے
کے بارے میں مقبول نہیں ہو سکتا اگر گواہان عادل شرعی سے حمید النساء کا مہر ادا ہو جانا ثابت
ہے فہا ورنہ لازم کہ مہر مثل تک حمید النساء کا مہر قائم اور اس میں سے چہارم حصہ شوہر اور ایک
حصہ کریم النساء بالغہ (جبکہ وصیت نامہ کو تسلیم کر چکی ہو) ساقط کر کے باقی اولاد نابالغان حمید النساء
کے حصے ان نابالغوں کو دئے جائیں۔

سابقہ زر شملہ بنک کی نسبت اگر گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ یہ روپیہ بنک سے لانے کیلئے حاجی کفایت اللہ نے حافظ عبدالحق کو مامور کیا تھا جب تو حافظ عبدالحق کا بیان کہ میں نے اپنے والد کو لاکر دے دیا حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ اب وہ وکیل ہوا اور وکیل امین ہے اور امین کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے ورنہ اس میں سے بھی حصہ نابالغان ہرگز نہیں چھوٹ سکتا بعد اس تحریر کے دوسرے جلسے میں حافظ عبدالحق نے اقرار کیا کہ وہ روپیہ شملہ بنک سے لایا اپنے نام سے بنک میں جمع کر دیا تو وہ اس روپے کا متغلب ہوا بقیہ ورثہ کا حصہ اس کے ذمے عائد ہے بالغوں کو چھوڑ دینے کا اختیار ہے، یتیموں کا حق کوئی نہیں چھوڑ سکتا، اس کا بیان کہ ساڑھے تین ہزار والد نے اس کا قرضہ ادا کرنے کو اسے دئے ہرگز مقبول نہیں بلکہ بالفرض اگر گواہان شرعی سے ثابت بھی ہو جائے کہ حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض مذکور میں اتنے ہزار حافظ عبدالحق کو دے دئے کہ اپنا قرضہ ادا کر لو جب بھی نابالغان کا حصہ اور نیز ان بالغوں کا جو اس دینے کو جائز نہ رکھیں دینا آئے گا کہ بہہ مرض میں وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت وراثہ نافذ نہیں ہو سکتی وارث موصی لہ جو کچھ قبل موت موصی تصرف میں لا چکتا ہے بعد موت موصی جو وراثہ اجازت نہ دیں ان کا حصہ واپس دینا پڑتا ہے، درمختار جلد پنجم ص ۶۶۷

اعتاقہ و محاباتہ و ہبتہ و وقفہ و ضمانتہ
کل ذلك حکم حکم وصیۃ لہ
مرض الموت کے مرض کا آزاد کرنا، کم قیمت پر بیچنا،
ہبہ کرنا، وقف اور ضمان سب کا حکم وصیت
کے حکم کی مثل ہے۔ (ت)

ایضاً ص ۶۴۴ :

وارث کے لئے وصیت نہیں سوائے دیگر وارثوں
کی اجازت کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کیلئے وصیت
نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت سے دیں۔ (ت)

لا لوارثہ الا باجارتہ وراثہ لقولہ علیہ
الصلوٰۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا
ان یجیزھا الوراثۃ لہ

عالمگیری جلد چہارم ص ۱۴۱ :

مرضی نے اپنی بیوی کو غلام ہبہ کر دیا بیوی نے اس پر

مرضی و ہب غلاما لامراتہ فقہستہ

قبضہ کیا اور آزاد کر دیا۔ پھر مریض مر گیا تو عتق نافذ ہوگا اور بیوی اس کی قیمت کی ضامن ہوگی۔ یوں ہی خزانہ المفتین میں ہے۔ (د ت)

واعتقته ثم مات المريض فالعتق نافذ وتتضمن القيمة كذا في خزانه المفتين

در مختار جلد ۴ ص ۷۱۲ :

مریض نے اپنی مرض الموت میں کسی وارث کے لئے کچھ اقرار کیا تو اسی وقت وہ شئی وارث کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جب مریض مر گیا تو وارث وہ شئی واپس لوٹائے گا (بزازیہ) اور

اقر فی مرض موتہ لو ارثہ یؤمرفی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ، بزازیہ، وفي القنیة تصرفات المریض نافذة وانما تنقض بعد الموت

قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ اس کے مرنے کے بعد لوٹ جاتے ہیں۔ (د ت) کفن و دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف کیا وہ ضرور مجرا ہوگا باقی فاتحہ درود و خیرات سوم وغیرہ کے مصارف صرف اس صورت کرنے والے پر پڑیں گے اجازت نہ دینے والے ورثہ پر نہ آئیں گے خصوصاً یتیم بچے کہ ان کے حصے مطلقاً محفوظ ہیں نہ ان کی طرف سے کوئی اجازت دے سکتا ہے۔ طحاوی حاشیہ در مختار جلد چہارم :

تجہیز میں فاتحہ، درود و خیرات، لوگوں کو جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام وغیرہ داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ ضروری امور میں سے نہیں ہیں لہذا یہ امور بجالانے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوگا اور اس میں احسان کرنیوالا ہوگا۔ ایسا ہی حکم اجنبی کا بھی ہے (د ت)

التجهيز لا يدخل فيه السبع والصدقية والجمعة والموائد لان ذلك ليس من الامور اللازمة فالفاعل لذلك ان كان من الورثة يحب عليه من نصيبه ويكون متبرعا وكذا لو كان اجنبيا

تو صرف بقیہ چھ ہزار سے حصہ نابالغان دینا کافی نہیں بلکہ کفن و دفن بقدر سنت میں جو دس بیس روپے صرف ہوں مجرا کر کے باقی پورے بارہ ہزار پانسو بارہ ہیں کامل حصص نابالغان دیا جانا لازم ہے

۴۰۲/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب العاشر	كتاب الجبه	لہ الفتاویٰ الہندیۃ
۱۳۷/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب اقرار المریض	كتاب الاقرار	لہ الدر المختار
۳۶۷/۴	المکتبۃ الجدیدہ کوئٹہ	كتاب القرائن	كتاب القرائن	لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار

شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ جانے اور حافظ عبدالحق، وعدہ کرنے اور خط لکھنے والے جانیں اور حافظ عبدالحق، یتیموں پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ احسان الحق کو اگر ہزار پہنچے ہیں وہ اس کے حصے میں مجرا ہوں گے، شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ ترکہ پر نہیں۔

خاصاً زیورمانت بنگال بنک کا معاملہ شہادت عادلہ پر ہے اگر ثابت ہو کہ وہ ملک حمید الفسار تھا تو اس میں نابالغوں کے حصے بحق نابالغان محفوظ رکھے جائیں گے اور اگر ملک حاجی کفایت اللہ ثابت ہو تو سب ورثہ پر تقسیم ہوگا۔

سادساً خرچہ نالشات بقدر ضروری و معمولی جو کچھ نابالغوں کی طرف سے ان کے کسی ولی یا وصی شرعی نے بلا اسراف اٹھایا ہے وہ ضرور نابالغوں پر پڑے گا اس سے زائد ایک پیسہ ان پر ڈالنا حرام ہے نابالغین مختار ہیں کہ آپس میں اپنے حقوق کا جس طرح چاہیں فیصلہ کر لیں۔

سابعاً تشخیص قیمت جائداد و تعیین حصص وغیرہ کسی امر میں کوئی نقصان نابالغوں کی طرف رکھنا محض حرام قطعی ہے اور اللہ واحد قہار ان کی طرف سے حساب لینے والا ہے اصل احکام شرعیہ یہ ہیں بانیہمہ اگر ولی نابالغان اور ان کے حقیقی خیر خواہ اہل ایمان یقینی قطعی طور پر بلا شک و شبہہ و بلا مکر و حیلہ جانیں کہ یہ تصفیہ ہی نابالغوں کے حق میں خیر ہے اور اس میں جو نقصان ان بیکس مظلوموں کو پہنچتا ہے وہ اس نقصان عظیم سے ہلکا ہے جو بحال عدم تصفیہ یقیناً انہیں پہنچنے والا ہے تو شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ:

من ابتلی بیلیتین اختار اھونھما۔
جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔

ایسی صورت محض مجبوری و ضرورت میں جو نابالغوں کی اصلاح چاہے گا اور وہ ایسا ہوگا جیسا آکلہ پیدا ہونے پر ہاتھ یا پاؤں کاٹ دینا کہ یہ معاملہ بالغ و نابالغ سب کے ساتھ روا ہے کہ فساد عظیم کا فساد قلیل سے دفع ہے،

واللہ یعلم المفسد من المصلح۔
اللہ خوب جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور کون اصلاح چاہتا ہے۔

ادب الاوصیاء جلد ۲ ص ۲۰۸ :

خانہ، خلاصہ، عمادیہ اور حافظیہ میں مذکور ہے وصی کے لئے جائز نہیں کہ وہ حق سے کمتر پر صلح کرے جبکہ خصم اقراری ہو اور اس پر فیصلہ ہو چکا ہو یا وصی کے پاس عادل گواہ موجود ہوں ورنہ جائز ہے کیونکہ پہلی صورت میں وصی بعض حق کو برباد کرنے والا ہے لہذا جائز نہیں، اور دوسری صورت میں وہ مقدور بکبر بعض کو حاصل کر نیوالا ہے اور اس میں نگرانی موجود ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں، لہذا جائز ہے۔ (ت)

ذکر فی الخانیة والمخلصة والعمادیة
والحافظیة أنه لا يجوز ان یصالح الوصی
یاقل من الحق ان كان الخصم مقرا به
ومقضیا علیه او للموصی بینة عادلة
علیه والاجاز لانه فی الاول متلف لبعض
الحق فلا یجوز و فی الثانی محصل لبعض
بقدر الامکان و فیہ من النظر
مالا یخفی فیجوز ۱۰

اسی میں ہے ص ۲۰۹ :

اس یتیم کے بعض حق کو حاصل کرنا ہے جبکہ تمام ملاک ہو رہا ہے تو اس کے خیر ہونے میں کوئی شک نہیں (ت)

فیہ تحصیل بعض الحق للیتیم فی حال
توی کله فلا شک فی خیریتہ ۱۰

اسی میں ہے ص ۲۸۷ :

نوازل اور خانہ میں مذکور ہے کوئی بادشاہ وصی کے گھر میں وارد ہوا اور وصی کو کہا گیا کہ اگر تو نے بادشاہ کو کچھ نہ دیا تو وہ مکان اور جائیداد پر قبضہ کر لے گا چنانچہ وصی نے اس کو کچھ جائیداد دی۔ ابوالقاسم نے فرمایا وصی کا یوں نرمی کرنا جائز ہے۔ (ت)

ذکر فی النوازل والخانیة سلطات نزل
دار الوصی فقیل له ان لم تعط
السلطان شیئا استولی علی الدار والعقار
فاعطی له شیئا من العقار قال ابوالقاسم
یجوز مصانعتہ ۱۰

احکام الصغار جلد دوم ص ۷۳ و ۷۴ :

۲۰۸/۲	فصل فی الصلح اسلامی کتب خانہ کراچی	۲	۲۰۸
۲۰۹/۲	" " " " " " " " " " " "	۲	۲۰۹
۲۸۷/۲	فصل فی الضمان	۲	۲۸۷

هو قول ابن سلمة وهو استحسان
وعن الفقيه ابي الليث عن ابي يوسف
رحمه الله انه كان يجيز للاوصياء
المصانعة في اموال اليتامى
واختيار ابن سلمة موافق لقول
ابي يوسف و به يفتى واليه اشار
في كتاب الله تعالى (ما السفينة
فكانت لمسكين يعملون في
البحر فاردت ان اعيبها) اجابنا
العيب في مال اليتيم مخافة
اخذ المتغلب ذكوة قاضي خات
في وصايا فتاويه، وفيها ايضا
وصى القق على باب القاضى
من مال اليتيم فاعطى على
وجه الاجارة لا يضمن قال محمد
بن الفضل رحمه الله لا يضمن
مقدار اجر المثل والغبن اليسير
وما اعطى على الرشوة كان ضامنا
وفيها رجل مات و اوصى الى
امراته وترك ورثة صغارا فنزل
سلطات جائدا هم فقيل
لهاتن لم تعطه
شيئا استولى على
السداس والعقار فاعطته
شيئا من العقار قالوا

وہ ہی قول ابن سلمہ کا ہے اور وہ استحسان ہے۔
فقہ ابو اللیث سے بحوالہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ
منقول ہے کہ وہ یتیموں کے مال میں زمی اختیار
کرنے کی وصیوں کو اجازت دیتے تھے۔ ابن سلمہ
کا مختار امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول سے موافقت
رکھتا ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسی کی طرف اشارہ
ہے ”وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں
کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار
کر دوں“ اس میں کسی جابر کے قبضہ کے ڈر سے
یتیم کے مال کو عیب دار کرنے کی اجازت ہے۔
اس کو قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوصایا
میں ذکر کیا ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ وصی نے
قاضی کی کپہری میں یتیم کا مال خرچ کیا۔ اگر بطور
اجارہ دیا ہے تو ضامن نہیں ہوگا۔ محمد بن فضل
علیہ الرحمہ نے کہا کہ مثل اجرت اور غبن سیر کی
حد تک ضامن نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے یتیم کا
مال بطور رشوت دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اسی
میں ہے کہ ایک مرد فوت ہوا اور اس نے اپنی
بیوی کو وصی مقرر کیا اور چھوٹے ورثہ بھی چھوڑے،
پھر کوئی جابر بادشاہ ان کے گھر میں اترا اور
اس عورت کو کہا گیا کہ اگر تو نے بادشاہ کو
کچھ نہ دیا تو وہ پورے گھر اور جائداد پر جبراً قبضہ
کر لے گا۔ چنانچہ عورت نے جائیداد
میں سے کچھ بادشاہ کو دے دیا تو مشائخ نے

يجوز مصانعتها۔

کہا کہ اس کی یہ نرمی جائز ہے۔ (ت)

یہ اسی حالت میں ہے جبکہ نہ ماننے میں اس سے عظیم تر نقصان پہنچنے کا یقین ہو فقط موہوم ضرر کے لئے موجود ضرر مان لینا حلال نہیں۔ پھر بھی فرض قطعی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عرق ریزی کی جائے کہ یہ ظلم ان بیکسوں پر سے دفع ہو جتنا کم ہو سکے کم ہو۔ پھر بھی یہ جواز صرف ادھر سے رہے گا وہ ظالمین جو اس طرح دبا کرتیوں کا حق لیں گے ان کے لئے وہ خالص آتش تہنم ہے وہ سخت عذاب الہی کے لئے مستعد رہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

جواب سوال ششم : کریم النساء کا جبکہ کسی اور شخص کی دختر ہونا معروف و مشہور و ثابت نہیں اور وہ اپنے آپ کو دختر حاجی کفایت اللہ کہتی ہے اور اس کی عمر اس کی قابلیت رکھتی ہے تو ایسی حالت میں قطع نظر تمام تحریرات و خطوط کفایت اللہ کے صرف یہ وصیت نامہ جسے یہ لوگ جو کریم النساء کے نسب پر معترض ہیں تسلیم کر رہے ہیں دلیل کافی و حجت وافی تھا جس کے بعد معترضین کا اعتراض ہرگز مسموع نہ ہوتا اور وہ ضرور دختر حاجی کفایت اللہ قرار پاتی کہ وصیت نامہ میں جا بجا اولاد اپنی اولاد ہماری اولاد لکھ کر انھیں کے نام کی فہرست میں کریم النساء کو بھی مثل دیگر دختران داخل کیا اور سب کو حصہ شرعی بلا کم و بیش پہنچا لکھنا۔ در مختار میں ہے :

وان اقر لغلام مجرہول النسب فی مولدہ فی بلدہ ہو فیہا و ہما فی السن بحیث یولد مثله لمثلہ انہ ابنہ و صدقہ الغلام لو میزواو الا لم یحتج لتقدیہ کما مرجئذ ثبت نسبه ولو المقر مریضا و اذا ثبت شارک الغلام الورثۃ۔

اگر کسی نابالغ لڑکے کے بارے میں جس کا نسب معلوم نہیں اس کے وطن میں یا اس شہر میں جس میں وہ وارد ہے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے در انحالیکہ دونوں کی عمر ایسی ہے کہ اس جیسا اس کا بیٹا ہو سکتا ہے اور لڑکے نے اس کی تصدیق کر دی جبکہ لڑکا با تمیز ہو ورنہ اس کی تصدیق کی ضرورت نہیں جیسا کہ گزر چکا ہے، چنانچہ صورت مذکورہ میں اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اگر اقرار کرنے والا مرخص ہو جب نسب ثابت ہو گیا تو وہ لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا۔ (ت)

لے جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین فی مسائل الوصایا اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۷۳، ۳۷۴
لے الدر المختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتہبان دہلی ۲/۱۳۷

نہ کہ خود سب معتز ضمین وغیر معتز ضمین اقرار نامہ میں بالاتفاق اُسے بنت حاجی کفایت لکھ چکے تو اب اس کے دختر کفایت اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں وہ مثل دیگر دختران نہ بذریعہ وصیت بلکہ بوجہ وراثت حصہ پائے گی۔

جواب سوال ہشتم؛ وصیت نامہ جہاں تک نابالغوں یا ان وارثوں کے حقوق پر جو اُسے جائز نہیں رکھتے اثر رساں ہے مردود و باطل ہے جو بالغ وارث اسے مان رہے ہیں صرف ان کے باہمی حقوق پر اس کا اثر مقبول ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے؛

لم تجز اجازة صغیر و مجنون و لسو نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض اجازت البعض و من البعض جائز علی وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے انکار کیا تو المبیز بقدر حصته۔^۱ اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کی مقدار میں جائز ہے۔ (ت)

وصیت نامہ میں ماں کو حصہ ماوری اصلاً نہ دیا اور وہ اس پر راضی نہیں نابالغ کا موضع و مکان اسم فرضی ٹھہرا کر تقسیم میں شامل کر لیا اور یوں اسی کے مال سے اس کا حصہ پورا کیا اور یہ محض ظلم ہے نابالغوں کے مال کا ہر ایک خفیہ مقدار بتا کر وہ بھی ادا ہو جانا لکھا یہ ہرگز بے یقینہ عادلہ مقبول نہیں لہذا تقسیم وصیت نامہ واجب الرد ہے بلکہ فضل حق کا موضع و مکان خالصاً اُسی کو دے۔ حمید النساء کا مہر ادا ہو جانا گواہان عادل شرعی سے ثابت نہ ہو تو مہر مثل تک ادا کرے پھر جو کچھ متروکہ حاجی کفایت اللہ منقول و غیر منقول ہے سب سے اس کی ماں کو چھٹا اور نجم النساء کو آٹھواں دیکر باقی سب بیٹوں اور مع کریم النساء سب دختروں پر للذکر مثل حظ الانثیین (مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصے کے برابر ہے۔ ت) از سر نو تقسیم کریں نابالغوں کے حصے بلا تقسیم یک جا رہیں بالغوں کے حصے کا انھیں اختیار ہے جس طرح چاہیں باہم تصفیہ کر لیں۔ واللہ سحٰنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲ از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب قاضی عبدالوہید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت میں جو چیز ہبہ کی جائے اس پر احکام ہبہ کے ہوں گے یا وصیت کے؟

الجواب

ہبہ اگرچہ مرض الموت میں ہو حقیقتاً ہبہ ہے تمام شرائط ہبہ درکار ہوں گی بلا قبضہ تمام نہ ہوگا مشاع ناجائز ہوگا واہب اگر قبل قبضہ کاملہ موہوب لہ انتقال کر جائے ہبہ باطل ہو جائے گا غرض وہ بہمہ وجوہ ہبہ ہے اور اسی کے احکام رکھتا ہے مرض الموت میں ہونے کا صرف اتنا اثر ہے کہ وارث کے لئے مطلقاً اور اجنبی کے واسطے ثلث باقی بعد اوائے دیون سے زیادہ میں بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگا اجازت وارث عاقل بالغ نافذ التصرف کی بعد وفات مورث درکار ہے اس کی حیات میں اجازت دینی نہ دینی بیکار ہے۔ پس اگر مورث مثلاً اپنے پسر کو اپنے مرض الموت میں کوئی شئی ہبہ کرے اور قبضہ بھی پورا کرادے اور اس کے انتقال کے بعد دیگر ورثہ اسے نہ مانیں وہ یکسر باطل ہو جائے گا اور بعض مانیں اور بعض نہ مانیں تو اس نہ ماننے والے کے حصے کے لائق باطل قرار پائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

مریض کا ہبہ، وقف اور ضمان اس کی وصیت کی مثل ہے، لہذا ایک تہائی میں سے معتبر ہوں گے۔ (د ت)

ہبتہ و وقفہ و ضمانہ کوصیۃ فیعتبر
من الثلث لہ

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:

ماتن کا قول "اور اس کا ہبہ" اس سے مراد یہ ہے کہ واہب کی موت سے پہلے قبضہ اسکے ساتھ مقرر ہو جائے لیکن اگر وہ مر گیا اور اس پر قبضہ نہ ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہی ہے اگرچہ باعتبار حکم کے وصیت ہے، جیسا کہ قاضیخان وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی اھ طحاوی میں بحوالہ مکی منقول ہے کہ ماتن کا قول "اس کا حکم وصیت کے حکم کی مثل ہے" یعنی

قوله و ہبتہ ای اذا اتصل بہا القبض
قبل موتہ اما اذا مات ولم یقبض
فتبطل الوصیۃ لان ہبۃ المریض ہبۃ
حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکما کما صرح
بہ قاضیخان وغیرہ اھ طحاوی عن
المکی قوله حکمہ کحکم وصیۃ ای
من حیث الاعتبار من الثلث
لاحقیقۃ الوصیۃ لان الوصیۃ
ایجاب بعد الموت و ہذہ

لہ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض مطبع مجتہبی دہلی ۳۲۶/۲

الميم موت احد العاقدین بعد التسليم
فلوقبله بطل

میم سے مراد یہ ہے کہ سپردگی کے بعد واہب اور
موہوب لہ میں سے کسی ایک کا مر جانا، اگر سپردگی
سے پہلے مر گیا تو عقد ہبہ باطل ہو گیا۔ (ت)

اور اگر حیاتِ واسب میں باذنِ واہب قبضہ کامل یا شئی غیر قابل تقسیم پر مشاعاً قبضہ ہو لیا تو
اب اس ہبہ کا نفاذ موتِ واہب کے بعد اجازت صحیحہ باقی ورثہ پر موقوف ہے صحت اجازت کے لئے
اجازت دہندہ کا عاقل بالغ ہونا ضرور ہے اگر باقی وارث سب عاقل بالغ ہیں اور سب نے بعد موت
مورث اس ہبہ کو جائز رکھا تمام وکمال نافذ ہو جائے گا اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے
نہ مانا یا بعض اجازت دہندہ نابالغ یا مجنون تھے تو صرف اسی عاقل بالغ مجیز کے حصے کے قدر نفاذ پائیگا
باقی نافذ نہ ہوگا اور ہبہ شیوع کہ بعض ورثہ کی عدم اجازت سے پیدا ہوا باقی میں نفاذ ہبہ کو منع نہ کرے گا کہ
شیوع وہ مبطل ہبہ ہے جو ابتدا سے ہونہ شیوع طاری کہ بعد کو لاحق ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصل میں کہا کہ
مریض کا ہبہ اور صدقہ جائز نہیں مگر اس وقت
جبکہ اس پر قبضہ کر لیا گیا ہو پس اگر اس پر قبضہ
ہو گیا تو ایک تہائی میں جائز ہوگا، اور اگر واہب
سپردگی سے پہلے مر جائے تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔
یہ جاننا ضروری ہے کہ مریض کا ہبہ عقد کے اعتبار
سے ہبہ ہے وصیت نہیں ہے۔ اور اس کا
ایک تہائی سے اعتبار کرنا اس وجہ سے نہیں کہ
وہ باعتبار معنی کے وصیت ہے بلکہ اس وجہ
سے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال کے ساتھ
والبستہ ہو گیا ہے اور مریض نے ہبہ کے ساتھ
تبرع کیا ہے تو اس کا تبرع صرف اسی ہر تک
لازم ہوگا جو شرع نے اس کے لئے مقرر کی ہے

قال (ای محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فی
الاصل ولا تجوز هبة المريض ولا صدقة
الامقبوضة فاذا قبضت جائزت من الثلث
واذا مات الواهب قبل التسليم بطلت
يجب ان يعلم بان هبة المريض هبة
عقد اوليست بوصية واعتبارها من
الثلث ما كانت لانها وصية معنى لان
حق الورثة يتعلق بمال المريض و
قد تبرع بالهبة فيلزم تبرعه بقدر
ما جعل الشرع له وهو الثلث
واذا كانت هذا التصرف هبة
عقد اشترط له سائر شرائط
الهبة ومن جملة شرائطها

ردالمحتار میں ہے :

قوله لا طارئى اقول منه ولو وهب دارا
فى مرضه وليس له سواها ثم مات و
لم يجز الورثة الهبة بقية الهبة فى
ثلثها وتبطل فى الثلثين كما صرح به
فى الخانية ، والله تعالى اعلم۔

ماتن کا قول کہ اس پر طاری نہ ہو“ میں کہتا ہوں اگر
کسی نے مرض الموت میں اپنا مکان ہبہ کر دیا اور
سوائے اس مکان کے اس کی ملکیت میں کچھ نہیں،
پھر وہ مر گیا اور وارثوں نے ہبہ کی اجازت نہ دی
تو ہبہ اس کے ایک تہائی میں باقی رہے گا جبکہ
دو تہائی میں باطل ہو جائے گا، جیسا کہ خانہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت کی کیا تعریف ہے
اور کس کس مرض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کب تک اس کی مدت مقرر رہے کہ قبل اس کے مرض الموت
نہ کہا جاسکے۔

الجواب

شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو
مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں۔

(۱) اس مرض میں خوف ہلاک و اندیشہ موت قوت و غلبہ کے ساتھ ہو اگر اصلاً خوف موت
نہیں یا ہے تو ضعیف و مغلوب ہے تو مرض موت نہیں اگرچہ اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔

(۲) اس غلبہ خوف کی حالت میں اس کے ساتھ موت متصل ہو اگرچہ اس مرض سے نہ مرے

موت کا سبب کوئی اور ہو جائے مثلاً زید کو ہیضہ یا طاعون ہو اور ابھی اسے انخطاط کافی نہ ہوا تھا

خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مر گیا یا کسی نے قتل کر دیا تو اس مرض میں جو تصرفات کئے وہ

مرض الموت میں تھے اگرچہ موت اس مرض سے نہ ہوئی اور اگر انخطاط کافی ہو گیا تھا کہ غلبہ خوف ہلاک جاتا رہا

اور اب اتفاقاً اسی مرض خواہ دوسرے سبب سے مر گیا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے اگرچہ حال اشتداد

ہی میں کئے ہوں کہ انخطاط مرض و زوال خوف نے اسے مرض الموت نہ رکھایوں ہی اگر بحال انخطاط و

عدم خوف تصرفات کئے اور ان کے بعد پھر اشتداد ہو کر خوف غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات

حالت مرض کے نہ ہوں گے کہ بحال غلبہ خوف نہ تھے اگرچہ ان سے قبل و بعد غلبہ تھا۔ ردالمحتار میں ہے؛
 فی نور العین قال ابواللیث کونہ صاحب
 فراش لیس بشرط لکونہ مریضا مرض
 الموت بل العبرة للغلبة والغالب من
 هذا المرض فهو مرض الموت وان کان
 یخرج من البیت و بہ کان یفتی الصدر
 الشہید ثم نقل عن صاحب محیط انه
 ذکر محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی
 الاصل مسائل تدل ان الشرط
 خوف الهلاک غالب لا کونہ صاحب
 فراش اھ۔

نور العین میں ہے ابواللیث نے کہا کہ مرض کا
 صاحب فراش ہونا اس کے مرض الموت کے
 مرض ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ اعتبار غلبہ کا
 ہے، اور اس بیماری سے غالب گمان موت کا
 ہو تو وہ مرض الموت ہوگی اگرچہ وہ گھر سے نکلتا ہو،
 اور اسی کے ساتھ صدر الشہید فتویٰ دیتے تھے۔
 پھر صاحب محیط سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصل میں کچھ ایسے مسائل
 ذکر فرمائے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں
 اس بیماری میں ہلاکت کے خوف کا غالب ہونا
 شرط ہے نہ کہ مرض کا صاحب فراش ہونا اھ (ت)

تبین الحقائق میں ہے؛

ان صار صاحب فراش بعد التطاول
 فهو کمرض حادث حتی تعتبر تصرفاته
 من الثلث اھ۔

اگر وہ بیماری کے لمبا ہونے کے بعد صاحب فراش
 ہوا تو وہ نوپید بیماری کی مثل ہے یہاں تک
 کہ تنہائی مال میں اس کے تصرفات معتبر
 ہوں گے اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے؛

حاصلہ انہ ان صار قدیمایان تطاول
 سنة ولم یحصل فیہ انردیاد فهو صحیح
 اما لومات حالۃ الانردیاد الواقع قبل
 التطاول او بعدہ فهو مریض لہ

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیماری پرانی ہوگی بایں صورت
 کہ سال کو محیط ہوگی اور اس میں بیماری کی شدت
 حاصل نہیں ہوتی تو وہ صحت مند ہوگا۔ لیکن اگر
 وہ بیماری کی شدت کی حالت میں مر گیا چاہے وہ
 شدت بیماری کی طوالت سے پہلے واقع ہوئی یا اسکے بعد تو وہ مریض قرار پائے گا۔ (ت)

۱۰ ردالمحتار کتاب الطلاق باب طلاق المریض دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۲۰/۲
 ۱۱ ردالمحتار بحوالہ الزلیعی کتاب الوصایا " " " " " " ۴۲۳/۵
 ۱۲ ردالمحتار کتاب الطلاق باب طلاق المریض " " " " " " ۵۲۱/۲

در مختار میں ہے :

مات فيه بذالك السبب او بغيرة كان يقتل المريض او يموت لجهة اخرى له

وہ اس بیماری میں مر اسے بیماری کے سبب سے یا کسی اور سبب سے مثلاً اس مریض کو قتل کر دیا یا وہ کسی اور وجہ سے مر جائے (ت)

۱۲۳۳ھ از شہر کہند محلہ سہسوانی ٹولہ ۱۰ صفر ۱۳۲۳ھ از مکان سید فرزند علی مرحوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ مسمیٰ زید نے بعد فوت ہونے کے ایک منکوحہ اور دو لڑکے اور دو دختر چھوڑے، مسمیٰ بکر پسر زید نے بعد فوت ہونے زید کے کل اخراجات خانگی اور پرورش نابالغان کا اپنے ذمہ لیا حتیٰ کہ بکر نے بذریعہ معاش نوکری کی پرورش حتیٰ الوسعت کی بعد اس کے ایک لڑکی جو حد سن بلوغ تک پہنچی اس کا نکاح بقانون شرع متین کے کر دیا اور مسمیٰ بکر بوجہ نکاح کرنے دختر زید کے مقروض ہو گیا تاہم نو ذر قصہ ادا نہیں ہوا اب ایک لڑکا زید کا جو نابالغ تھا سن بلوغ پہنچ کر آمادہ اس بات پر ہے کہ جو چیز زید کی ہے اس کا مالک میں ہوں اور بکر سے کہا کہ تو نے اپنا حصہ فروخت کر کے اس پر صرف نہیں کیا اب تیرا کچھ نہ رہا زید نے فوت ہونے کے بعد اپنی ملکیت میں ایک منزل حویلی پختہ اور تین درخت اہلی اور ایک درخت جامن کا اور ایک نیب کا اور اہلی بردنے علاوہ حویلی پختہ کے اور ایک قطعہ باغ تھمنا دو بیگھہ کا چھوڑا، مسمیٰ بکر پسر زید چند مدت بیکار رہا اور دو درخت اہلی اور ایک درخت جامن برائے خورد و نوش نابالغان کے فروخت کر کے خوب سرمے کی اور قطعہ باغ کو فروخت کر کے نکاح دختر زید فوت شدہ کے صرف کیا اب ایک درخت اہلی اور ایک درخت نیب کا اور اہلی بردنے اور ایک منزل حویلی پختہ کل اہلی بردنے اور حویلی کے تھمنا دو بیگھہ ہوا اب شئی موجودہ میں زید کا بموجب حصص رشد شرعی کے کس طرح حصہ ہونا چاہئے۔ تعداد اولاد زید چار اولاد، دو لڑکے دو دختر، بیوہ منکوحہ ایک، ایک دختر نکاح شدہ شامل ہے فقط۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ دو درخت اہلی کا اور ایک جامن کا بیچ کر دونوں بھائیوں اور

عہ وعہ وعہ کذا فی الاصل ۱۲ از ہری غفرلہ

کتاب الدر المختار کتاب الطلاق باب طلاق المريض مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۶/۲

نابالغہ بہن اور ماں کے خورد و نوش میں صرف ہوئے خواہر کتھا اس میں صرف سے علیحدہ تھی اور باغ بیچ کر صرف اُس خواہر کتھا کی شادی میں صرف ہو اور اس سے بھی کام نہ چل سکتا کہ وہ صرف اسی روپیہ کو بکا اس میں سے اُس کا جہاز اور معمولی ضروری مصارف نہ ہو سکتے تھے اس کے لئے بکر نے قرض لیا اور قرض میں اس سے مجرا لینے کی نیت نہیں اور نکاح میں ضرورت فرج سے زیادہ نہ اٹھایا اور زید نے اپنے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنی زوجہ ان بچوں کی ماں سے کہا تم فکر نہ کرو بکر ایسا نہیں کہ تمہیں تکلیف پہنچے دے اسے میں چھوڑے جاتا ہوں یہ تم کو کسی وقت دغا نہ دے گا اگر یہ یہاں ثابت ہو جب تو ظاہر ہے کہ زید نے اپنے بڑے بیٹے بکر کو اپنی اولاد و جائداد پر وصی کر دیا اور ان سے ان تمام تصرفات کا جو وصی کے لئے ثابت ہوتے ہیں اختیار ملا اور اگر یہ ثابت نہ بھی ہو جب بھی ہمارے بلاد میں ایسی صورت میں بڑا بیٹا لائق ہو نہ ہاں حکماً وصی ہوتا ہے۔

هذا هو الثابت دلالة والثابت دلالة
كالثابت لفظاً وقد حققناه بتوفيق الله
تعالى في فتاونا بما لا مزيد عليه۔

یہ وہ ہے جو بطور دلالت ثابت ہے اور جو بطور
دلالت ثابت ہو اس کی مثل ہے جو صراحتاً
لفظ کے ساتھ ثابت ہو۔ اس کی تحقیق اللہ تعالیٰ

کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں کر دی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (ت)
فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے؛

وان رجلا من اهل السكة تصرف في
مال الميت في البيع والشراء ولم يكن
له وارث ولا وصي الا ان هذا الرجل
يعلم انه لو رفع الامر الى القاضي ينصبه
وصياً فاخذ هذا الرجل المال ولم يرفع
الامر الى القاضي وفسده حكي عن ابي نصر
الدبوسي رحمه الله تعالى انه كان يجوز تصرف
هذا الرجل به

اگر اہل محلہ میں سے کسی شخص نے میت کے مال میں
بیع و شرا وغیرہ کا تصرف کیا جبکہ اس میت کا
نہ تو کوئی وارث ہے اور نہ ہی وصی، لیکن وہ
شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس
لے جائے تو قاضی اس کو وصی مقرر کر دے گا
اس شخص نے میت کا مال لے لیا اور قاضی کے پاس
معاملہ نہ لے گیا اور اس مال کو برباد کر دیا۔ امام
ابونصر دبوسی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ وہ اس
شخص کے تصرف کو جائز قرار دیتے تھے (ت)

عے یعنی جمیز ۱۲ ازہری غفرلہ

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم نوکسور کھنؤ م/۴۵۴

فتاویٰ کبریٰ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

قاضی الدبوسی نے فتویٰ دیا کہ اس کا تصرف
ضرورت کے لئے جائز ہے۔ امام قاضی خان نے
کہا یہ استحسان ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ
دیا جائے گا۔ (ت)

افتی القاضی الدبوسی بان تصرفه جائز
للضرورة قال قاضی خان وهذا استحسان
وبہ یفتی ۱۰

پس بیعیں کہ بکرنے کی جائز ہوتیں، درختوں کا روپیہ جن جن کے صرف میں آیا انھیں پر پڑے گا،
کتھڑا لڑکی اس سے جدا رہے گی اور باغ کا روپیہ تنہا اسی لڑکی پر پڑے گا، اگر یہ اس کے تمام حصے
کے برابر تھا تو اس نے اپنا تمام پورا حصہ پایا اور اگر کم تھا تو جتنا باقی اتنا پائے گی اور اگر زیادہ تھا
تو جس قدر زائد گیا وہ بکر کے اپنے حصے پر پڑے گا یا ماں کی اجازت تھی تو وہ بھی اس کے تاوان میں
شریک ہو کر باقی ورثہ بری رہیں گے کل جائیداد زید جس قدر اس نے وقت انتقال چھوڑی تھی بعد اوائے
مہر و دیگر دیون و انفاذ وصایا اڑتالیس حصے ہو کر چھ سہم بیوہ زید کے ہوں اور چودہ چودہ ہر ہر پسر اور
سات سات ہر دختر کے اور ان میں سے وہ اشیاء جو بک کر کتھڑا کے صرف میں انگ اس کے حصے
مجاہدوں اور جو اوروں کے صرف میں آئیں ان کے حصے سے مجراہوں جو باقی رہیں ان میں جس جس کا جس
قدر باقی رہا اس حساب سے تقسیم ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) یہ کہ مسماۃ ہندہ لا ولد فوت ہوئی اور شوہر و والد و والدہ و ہمشیرہ اور چار بھائی

حسب ذیل وارث چھوڑے :

شوہر	والد	والدہ	ہمشیرہ	بھائی	بھائی	بھائی
خالہ	زید	کبریٰ	صغریٰ	بکر	حامد	محمود
						مسعود

(۲) یہ کہ ہندہ مرحومہ نے دو روز قبل از فوت اپنی حالت مرض الموت میں اپنے والد زید سے

وصیت کی کہ میں نے کچھ روپیہ بنیت حج چھوڑا تھا مگر مجھ کو موقع بسبب نہ دستیاب ہونے محرم
ہمراہ سفر کے بیسر نہیں ہوا اور دوسروں کے ذریعہ سے حج کرانے میں بسبب کمیابی امانت دار کے

عہ کذا فی الاصل و ہونکر رکما تری ۱۲ ازہری غفرلہ

۱۵۵/۶ نورانی کتب خانہ پشاور

الباب التاسع

کتاب الوصایا

مجھ کو اطمینان حاصل نہیں لہذا وہ روپیہ حامد اور محمود کے پاس جمع ہے اور جو کچھ زیور میرا میرے گھر میں ہے اس جملہ مالیت میں ہے حتیٰ وراثت میرے شوہر کا ادا کیا جائے اس وجہ سے کہ ان کو حاجت رہتی ہے بعد اس کے جو کچھ نہ مالیت باقی رہے اس کو میرے والد زید اپنی رائے کے موافق تعمیر چاہ و غنیمت خیرات و صدقات میں صرف کر دے اس واسطے کہ مرحومہ کے گمان میں باقی ورثہ کا حق لینا خیال میں نہ تھا اور یہ بھی وصیت کی کہ نور روزہ رمضان کے فوت شدہ کی میرے ذمہ قضا ہے اس کا فدیہ بھی دیا جائے اس کے بعد اس کے والد زید نے سوال کیا کہ کچھ نمازوں کی بھی قضا ہمارے ذمہ ہے جو اب دیا کہ میں نے ہمیشہ نماز ادا کی ہے لیکن مجھ کو یاد نہیں شاید ابتدائے عمر میں کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں پس اس وصیت کے بعد مرحومہ نے قضا کی۔

(۳) یہ کہ بروز قضا قبل از دفن اس کے والد زید نے چند دیگر اشخاص معززین کی موجودگی میں شوہر خالد و بعض ورثہ ذکور کو بلا کر اس وصیت کا اظہار کر کے یہ ظاہر کیا کہ میری رائے میں قبل صدقات نافلہ کے تحقیق کر کے اس کے ذمہ نمازوں کی فوت اگر کچھ ثابت ہو تو ہمراہ فدیہ صوم کے فدیہ نمازوں کا بھی ادا کیا جائے، چنانچہ اسی بنا پر اس کی سسرال کی بوڑھی مستورات سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں غیر بلوغت کی حالت میں بیاہ کر آئی تھی اور نمازیں ادا کرتی تھی مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حسبِ رواج جیسا کہ نئی عروسوں کو حیا دا منگیر ہوتی ہے ایسی حالت میں شاید کوئی نمازیں قضا ہوتی ہوں اس بنا پر بعض حاضرین جلسہ نے تین ماہ اور بعض نے چھ ماہ کی قضا نمازوں کے فدیہ ادا کرنے کا تخیل کیا ازاں بعد وارثان موجودہ مرحومہ بالا سے دریافت کیا گیا کہ تم اپنا حق وراثت لیتے ہو اس کے جواب میں شوہر خالد نے بے ساختہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے ہے اس کے ذمہ کے حقوق اور فدیہ وغیرہ ادا کر و اور اس کے صدقات میں صرف کروا کر اس میں کسی قدر کمی دس پانچ روپیہ کی باقی رہے تو اور مجھ سے لے لو چونکہ وقت میں گنجائش نہ تھی اس کی تکفین کی عجلت تھی بایں وجہ دوسرے وقت پر اس تعمیل کو ملتوی رکھا گیا قبل از دفن صرف نوروزے کا فدیہ ادا کر دیا گیا۔

(۴) یہ کہ ایسی حالت میں کیا احتیاطی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور اگر فدیہ احتیاطی نمازوں کا ادا کیا جائے گا تو کس قدر زمانہ کی نمازوں کا ادا کیا جائے گا یا مالیت مرقوم المصدر نقدات میں زیورات شامل کرنے سے جو مقدار سفر حج کو کافی ہو سکتا ہے ادا ہے اس کے ذمہ فرض متصور ہوگا تو کیا قضا ہے حج دوسرے شخص کو بھیج کر واجب ہوگی اور کیا دیگر صدقات نافلہ

پر مقدم متصور ہوگا یا بموجب وصیت متوفیہ کے صرف متروکہ کا دیگر صدقات نافلہ میں کرنا لازم ہوگا۔
 (۵) یہ کہ زید مرحومہ کا والد ان صورتوں مرقومہ بالا میں کس طرح اپنے ذمہ کے حقوق وصیت کو ادا کر کے گلو خلاصی حاصل کرے، بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ہندہ کے صرف تین وارث شرعی ہیں؛ شوہر، ماں، باپ۔ باپ کے ہوتے بہن بھائیوں کا کوئی استحقاق نہیں، ترکہ میں حق شوہر نصف ہے، اس کے اخراج کے بعد جمیع نصف باقی کی نسبت اس کی وصیت ہے کہ حسب رائے پدر تعمیر چاہ وغیرہ خیرات میں صرف کیا جائے باپ اس وصیت کو نافذ کر چکا اور زبانی اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ ماں ہنوز ساکت ہے نہ اس نے انکار کیا نہ اجازت دی پس اگر ماں بھی اجازت دے دے تو نصف متروکہ شوہر کو دیں اور نصف حسب رائے پدر امور مذکورہ میں صرف ہو تعمیر چاہ جس کا اس نے خاص نام لیا کی جائے اور باقی صدقات و خیرات میں صرف کیا جائے ان صدقات میں پدر کو روا ہے کہ ہندہ کی نمازوں کے قدیہ کی نیت کر لے کہ یہ نیت نہ مانع صدقہ ہے نہ مخالف وصیت۔ یہ اندازہ کہ اس کے ذمہ کتنی نمازوں کا قدیہ ہوگا یہاں نہیں ہو سکتا اس کے اعزہ ہی اس کا حال جانتے ہوں گے، جب اس پر کسی نماز کی قضا لازم رہتی معلوم نہیں اور وہ ہمیشہ سے پابند نماز تھی تو قدیہ نماز لازم نہیں اور شبہہ کے لئے احتیاط کرے تو بعد تعمیر چاہ جو کچھ دے سب میں قدیہ نماز کی نیت سے کوئی مانع نہیں اگر واقع میں کوئی نماز قضا تھی امید ہے کہ اس کا قدیہ ہو جائے ورنہ صدقہ بہر حال ہے، مگر حج میں اسے صرف نہ کرے کہ وہ صراحتہ حج کرنے سے انکار کر چکی کہ مجھے کسی پر اطمینان نہیں۔ اور لفظ خیرات

ہمارے عرف میں حج بدل پر صادق نہیں، اور اگر ماں بھی اجازت نہ دے تو کل ترکہ کے اٹھارہ حصے کر کے نو حصے شوہر کو دئے جائیں اور ایک حصہ ماں کو، باقی آٹھ حصے وصیت مذکورہ میں صرف کر دیں اور یہ اس لئے ہے کہ وصیت اگرچہ میراث سے مقدم ہوتی ہے مگر یہاں وہ شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد باقی بچنے والے نصف کو لاحق ہوتی چنانچہ اسی نصف باقی میں کل مال کے ثلث کے برابر وصیت نافذ کی جائے گی کیونکہ قرض میت پر نہیں ہے اور والدین سے اجازت کی ضرورت نہیں، جب کل مال میں سے نصف اور ایک تہائی نکل گیا باقی کل مال کا چھٹا حصہ

وذلك لان الوصية وان كانت تقدم على الامرات لكنها انما لاحقت ههنا النصف الباقي بعد اخراج نصيب الزوج فف هذا تنفذ بقدر الثلث كل المال لعدم الدين من دون حاجة الى اجازة الوالدین فاذا خرج النصف و الثلث بقى السدس فثلثه

وللامر وهو الجزء الواحد من ثمانية عشر جزء وثلاثة في الوصية بحكم التنفيذ من الاب -

بچا چنانچہ اس چھٹے حصے کا تہائی ماں کو دیا جائیگا جو کہ کل مال کے اٹھارہ حصوں میں سے ایک ہے اور اس چھٹے حصے کے باقی دوثلث وصیت میں

دے دیتے جائیں گے اس لئے کہ باپ کی طرف سے وصیت کو نافذ کرنے کا حکم ہو چکا ہے (ت) یہ نصف کہ شوہر کو پہنچا اس کی نسبت اگرچہ وہ کہہ چکا ہے کہ مجھ کو نہیں چاہئے اس کے ذمہ کے حقوق و فدیہ و صدقات میں صرف کر و مگر ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی لاندہ جبری کہا فی الاشباہ وغیرہ (اس لئے کہ میراث جبری ہے (اختیاری نہیں) جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اور اس نصف کی نسبت وصیت نہ تھی کہ اس کا یہ قول وصیت کی اجازت قرار پائے اور اس کو اختیار نہ رہے، لاجرم وہ مختار ہے اگر حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر ہندہ کے لئے صرف کر دینا چاہئے تو یہ بھی کر سکتا ہے اور اس پر وہ پابندی نہیں جو وصیت ہندہ میں تھی اور اس قدر میں شک نہیں کہ اجازت دے کر اپنے قول سے پھر جانے میں اگرچہ حکماً اس پر جبر نہیں لاندہ متبرع ولا جبر علی متبرع (کیونکہ وہ متبرع ہے اور متبرع پر جبر نہیں ہوتا۔ ت) مگر قول سے پھر جانا شرعاً بھی مذموم ہے تو وہ اگر ثابت قدمی چاہے تو مناسب یہ ہے کہ اس نصف سے ہندہ کی جانب سے حج بدل کرادے کہ یہ فرض اس پر رہ گیا ہے حتی صحبت اسی کو چاہتا ہے کہ اس دین شدید سے اس کی گلو خلاصی کرادے اور اگر اس کا نصف حج کے لئے کافی نہ ہوتا ہو اور ماں نے ہنوز اجازت وصیت نہ دی اور دینا چاہتی ہے تو مناسب یہ ہے کہ وہ بھی وصیت کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا حصہ کہ کل مال کا اٹھارہواں ہے اسی نصف شوہر میں شامل کر دے پھر بھی کچھ کمی رہے تو حسب وعدہ شوہر اپنے پاس سے دس پانچ اور ملا دے باقی باپ پورا کر دے فرض جس طرح ممکن ہو اس کی طرف سے حج بدل میں سعی جمیل بجالائیں کہ یہ اس پر سے سختی کا ٹالنا ہوگا، اور جو کسی مسلمان پر سے سختی دور کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر سے سختیاں دور فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربات يوم القيامة - والله سبحانه وتعالى اعلم۔

جس نے کسی مسلمان سے ایک سختی کو دور کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کئی سختیوں کو دور فرمائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

لے صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب لا یظلم المسلم الا قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۰/۱

مسئلہ ۱۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر وارثان مذکور حاضرین جلسہ مرقومہ استفسار نمبر اول مندرجہ سوال سوم جو اپنا حق وراثت لینے سے انکار کر چکے ہیں اور اس کو ادا لے فدیات و صدقات کرنے کی اجازت دے چکے ہیں اگر وہ اپنے قول سے رجوع کر کے اپنا حق وراثت لینے کی خواہش کریں تو ایسی شکل میں کیا وہ اپنا حق وراثت پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

جواب سوال اول میں معلوم ہو لیا کہ بہن بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں اور باپ اپنی اجازت سے نہیں پھر سکتا کہ وہ وصیت کی اجازت تھی اور وارث جب بعد موت مورث وصیت کو جائز کر دے اس سے پھر رجوع کرنے اور اپنا حق وراثت مانگنے کا اختیار نہیں رکھتا شوہر رجوع کر سکتا ہے کہ اس کے حق کے متعلق وصیت نہ تھی وہ اجازت اس کی اپنی خوشی سے تھی جس پر قائم رہے تو محبوب و مندوب ہے ورنہ جبر نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ہے دنیا سے ناپائیدار سے رحلت کی اور پندرہ اشرفی قیمتی دو سو چھپیس روپے کی صندوقچی میں سے بعد مردن کے برآمد ہوئیں اور اس کے برادر حقیقی نے اپنے پاس رکھیں کہ متوفی کے سالے کی بی بی نے ظاہر کیا کہ متوفی نے اس روپیہ کے بارہ میں مجھ سے وصیت کی ہے کہ دفع مذکورہ میرے فوت کے بعد حسب تفصیل ذیل خرچ کر دینا کہ مبلغ دس روپیہ ہر نوچندی جمعرات کو دس جمعرات تک بقدر ستر روپیہ کے فاتحہ میں پیری صرف کر دینا بالقصہ مبلغ ایک سو چھپیس کہ کسی مرد مسلمانوں کو دے کر واسطے حج بدل کے بھیج دینا یہ رقم برآمد شدہ مجھ کو دے دو چنانچہ حوالے بی بی موصوفہ کے وہ روپیہ کر دئے گئے اب سوائے بی بی موصوفہ کے وصیت کا کوئی گواہ مرد یا عورت نہیں ہے دوسری ایک بات قابل ظاہر کرنے کی اور ہے ایک وصیت نامہ جو کہ متوفی نے اپنی حیات میں مع ساڑھے سات روپیہ کے بنام اراکین برادری کے تحریر کیا ہے اس میں بھی کچھ ذکر بی بی صاحبہ کی وصیت کا نہیں ہے اب وہ رقم مذکورہ بی بی صاحبہ موصوفہ کو حوالہ ورثہ کر دینا جائز ہے یا نہیں اور وراثت اس رقم کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریف کا ہے، خلاصہ دعویٰ وراثت متوفی بی بی صاحبہ موصوفہ غیر کفو ناخواندہ ہیں جدی نہیں ہیں، تنہا عورت کا بیان قابل یقین ہے یا نہیں، بی بی صاحبہ بیوہ ہیں وراثت سے کوئی تعلق نہیں، وصیت نامہ میں کوئی ذکر وصیت بی بی صاحبہ کا نہیں ہے۔

الجواب

تنہا عورت کا بیان حجت نہیں ورنہ بالغین کو اختیار ہے اگر چاہیں اس کی بات پر اعتبار کر کے خواہ اس احتیاط سے کہ شاید میت نے یہ وصیت بھی کی اسے جائز و جاری کر دیں اور چاہیں نہ مانیں اور مان سکتے ہوں تو ماننا بہتر ہے اس لئے کہ وہ عورت کوئی اپنے نفع کی بات نہیں کہتی عورت کو اگر خوب تحقیق صحیح یاد ہے کہ اس نے وصیت مذکورہ کی ہے اور وہ مورث کے ثلث ترکہ بعد ادا سے دین سے کم ہو تو اسے ضرور ہے کہ وہ وصیت میں حسب وصیت اسے لگا دے وارثوں کو با اختیار خود ہرگز واپس نہ دے مگر وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر اس وصیت کا سوا بیان عورت کے کوئی ثبوت نہیں تو تسلیم نہ کریں اور جبراً وہ روپیہ کہ اب خود ان کی ملک ہو گیا عورت سے لے لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ غلام علی ساکن بریلی علاقہ ترائی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں میں ایک حقیقی بھانجی ہے جس کو مرتے وقت اس نے ۸ لاکھ و مادہ اور تین جاموس مادہ دینے کی وصیت کی ان کے سوا اس کے باقی مال متروکہ کا جو دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو وارث قرار دیتے ہیں وہ یہ لوگ ہیں: ماموں زاد بھائی، چچا زاد بھائی، چچا زاد بہن۔ ان لوگوں میں کون کون وارث جائز اور مستحق ترکہ پانے کا اور کس کس کا کتنا کتنا حصہ ہے اور کس طرح تقسیم ہونا چاہیے از روئے علم فرائض کے؟ بیٹو! توجروا

الجواب

اس صورت میں صرف اس کے چار چچا زاد بھائی وارث ہیں باقی کوئی وارث نہیں ہے یہ اٹھائیس گائیں، پانچ بھینسیں اگر بعد ادا سے دین اس کے تہائی ترکہ کی مقدار تک یا اس سے کم ہوں تو یہ دونوں وصیتیں تمام و کمال پوری کڑی جائیں مثلاً ان ۳۳ جانوروں کی قیمت اگر تین سو روپیہ کی ہو اور متوفی پر کچھ دین آتا ہو تو اسے ادا کر کے جو باقی بچا وہ نو سو روپیہ یا زیادہ کا ہے مع ان چاروں کے جب تو یہ سب جانور جس طرح اس نے وصیت کی ہے اس کے بھانجی اور پھوپھی زاد دونوں کی وصیت سے حصہ رسد کم کر لیں باقی وصیت بے اجازت چچا زاد بھائیوں کے نافذ نہ ہوگی یہ عام حکم ہے اور خاص طور پر اس کا حساب چاہیں تو اتنی باتیں بنانے پر ہو سکتا ہے،

- (۱) زید کا کل مال جانور، زمین، مکان، زر نقد، گھر کا اسباب وغیرہ کتنی مالیت کا ہے۔
- (۲) زید پر کوئی قرض یا کسی کا دین یا عورت کا مہر آتا تھا یا نہیں، اگر آتا تھا تو کس قدر۔

(۳) ان سب جانوروں میں ہر ایک کی قیمت کتنی ہے۔

(۴) چاروں چچا زاد بھائی اس وصیت کو پورا کرنے پر راضی ہیں یا سب ناراض ہیں یا کون کون راضی ہے کون کون ناراض۔

(۵) جو راضی ہیں وہ دونوں شخصوں کے لئے وصیت کامل پر راضی ہیں یا فقط ایک کے لئے، اگر فقط ایک کے لئے راضی ہیں تو بھانجی کے واسطے یا پھوپھی زاد بھائی کے لئے، ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے پر صحیح حساب بتایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از پرانا سہرہ محلہ فراشی ٹولہ مسؤلہ جناب کفایت اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکر نے ایک دفعہ چھ سو چھیانوے روپیہ دستگردان قرض لئے زید نے بارہا تقاضا کیا بکر نے اقرار دینے کا کیا زید نے اپنے انتقال سے پیشتر ایک وصیت نامہ لکھا وصیت نامہ میں وہ روپیہ اپنی زوجہ کے دین مہر میں لکھا کہ بکر سے روپیہ وصول ہو کر میری زوجہ کو دے دو، جب بکر بھی فوت ہو گیا وصیت نامہ مصدقہ حکام مدینہ طیبہ موجود ہے یہ مہر کار روپیہ شرعاً بکر کے وارثوں کے ذمہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

بکر نے اگر کچھ ترکہ چھوڑا تو یہ روپیہ اور اگر ذمہ بکر کچھ اور قرض و دین ہو تو وہ بھی اس ترکہ پر لازم ہے اور اس میں سے کل (بحال تنگی مٹو کہ و زیادت دیون) حصہ رسد ادا کیا جانا واجب ہے اگر بکر نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا تو وارثان بکر پر کچھ مطالبہ نہیں۔ یوں ہی اگر ترکہ چھوڑا تو جتنا وصول ہو سکے وصول ہو باقی کا مطالبہ بکر پر آخرت کے لئے رہا وارثوں پر مواخذہ نہیں۔ پھر یہ جو وصیت زید نے اپنی زوجہ کے لئے کی اگر گواہوں سے ثابت ہو کہ اس کا مہر اتنا یا اس سے زائد ہے یا زید نے اپنی تندرستی میں اس مقدار یا زائد کا اقرار مہر کیا ہو یا یہ مقدار خواہ اس سے زائد عورت کا مہر مثل ہو یا یہ بھی نہیں تو بقیہ ورثہ زید عاقل بالغ اس زیادت پر راضی ہوں تو یہ رقم پوری زوجہ زید کو اس کے مہر میں دی جائے گی اور اگر نہ گواہوں سے ثابت کہ مہر اس قدر یا اس سے زائد بندھا ہے اور یہ رقم عورت کے مہر مثل سے زائد ہے اور بقیہ ورثہ زید اس پر راضی نہیں تو عورت کو صرف مہر مثل تک دیا جائے گا زیادہ حسب فرائض زوجہ زید و دیگر وارثان زید پر تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جواہر پور ڈاک خانہ شیرگڑھ ضلع بریلی مرسلہ خان صاحب دلاور حسین قاسمی قادری برکاتی
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

قبلہ ایمانیاں و کعبہ روحانیاں و جانایاں بخش این بیجان مقبول بارگاہِ صمدیت مولانا و مرشدنا
اعلیٰ حضرت ادا م اللہ تعالیٰ برکاتہم و افضالہم ، بعد بجا آوری مراسم سرفرنگندگی و آداب دست بستہ
کے گزارش خدمت کفش برداران حضور میں یہ ہے جو کہ ترکہ متوفیہ کنیزک حضور میں اس کے دونابالغ
لڑکے حضور کے غلام زادہ اور ایک پدر اور ایک شوہر ہیں اور متاع ترک مختلف طور پر ہے زیور و
پارچہائے پوشیدنی و برتن و اثاث البیت اس کی تقسیم میں نہایت تفکر ہے اس میں سے قریب
چار سو روپے کے زیور فروخت ہو گیا جس کا روپیہ موجود ہے اور پانسو روپے کے قدر اور اسباب و
زیور باقی ہے جس کا فروخت ہونا نہیں معلوتا اور ہو تو عرصہ میں ہیں اور کم قیمت پر اب چونکہ نابالغ شریک
ہیں اس کی فروخت میں بھی خوف ہے پھر اس کی حفاظت اپنی طبیعت قطعی اس بار کو نہیں اٹھاتی دنیا کے
مال و متاع اور فرزندان حتیٰ کہ مادر و پدر سے بھی دلچسپی نہیں اگر اطاعت والدین اور تعلیم سرزندان
فرض نہ ہوتی تو کسی طرح یہ بار پسند نہ ہوتا حضور ہی کے قدموں پر یہ زندگانی مستعار بسر کی جاتی اور
اس امر کی حضور سے التجا ہے کہ ایسا نصیب ہو، یہ امر یقینی ہے کہ حضور کسی وقت اپنے سگد رافناؤ
کو توجہ باطنی سے فراموش نہ فرماتے ہونگے اگر حضور کا تصرف باطنی معاذ اللہ ایک دم کو جدا ہو جائے
تو یہ اندوگیں طالب طلب حضور از حضور مسلمان نہ رہے اور جان سے بیکار ہو جائے اس مال میں سے
اپنا حصہ لینے کا قصد بیت اللہ شریف کے قصد سے ہے اور کوئی سبیل بظاہر نہیں معلوم ہوتی ورنہ
لڑکوں اور پدر کے نام باآسانی تقسیم ہو جاتا اگر ایسے ممکن ہو کہ بقیہ اسباب تخفیف سے تقسیم کر لیا جائے اور
روپیہ حساب سے پدر کا حصہ پدر کو دے دیا جائے اور لڑکوں کا حصہ مع زر نقد کے خرید لیا جائے اور
یہ ان کے حصے کے روپے بطور قرض میرے پاس رہیں جب وہ بالغ ہوں تو ادا کر دئے جائیں اس وقت
مجھ کو ان کے تصرف کا اختیار حاصل ہو جائے تو اس میں بہت آسانی ہو جائے کیونکہ بہت چیزیں ایسی ہیں
کہ فروخت بھی نہیں ہو سکتیں مثل پارچہائے پوشیدنی زنانہ اور ان کا بیچنا بھی معیوب معلوم ہوتا ہے جبکہ
یہ احقر غلامان اس پر شریعت کی رو سے قابض ہو جائے گا تو اختیار خدا کی راہ میں دے دینے کا ہو جائیگا
ورنہ وہ رکھے رکھے بیکار ہو جائیں گے یا اپنے میں مشغول کریں گے جس سے طبیعت عاری ہے جیسا ارشاد
ہو تعمیل کی جائے، اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے باپ اس میں سے کچھ لے لیں اور بقیہ کو معاف کر دیں
یا بلا تقسیم کچھ نقد لے کر میرے ہاتھ فروخت کر دیں جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اپنی خوشی سے اس کے

عوض ایک رو مال لے لیں تو بھی عمدہ برآئی ہو سکتی ہے اور ایسی حالت میں یہ رو مال دے کر راضی ہونے میں لفظ معافی کی ضرورت ہوگی یا یہ رو مال صرف اس کی قیمت ہو جائے گا۔

تکلیف وہی کی معافی فرمائیں اور اپنی محبت عطا۔ عرضیہ ادب سگ بارگاہ دلاور حسین

الجواب

۷۸۶
۹۲

بملاحظہ محبِ خدا غلامِ بارگاہِ مصطفیٰ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوان صالح سعید خاں صاحب محمد دلاور حسین خاں صاحب قادری برکاتی حفظہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کاملہ میں ابد الابد تک سرشار رکھے اور اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ والدین کی خدمت بچوں کی تربیت یہ بھی عین کارِ دین و رضائے رب العالمین ہے۔ ریاضت و مجاہدہ نام کا ہے اسی کا کہ رضائے الہی میں اپنی خواہش کے خلاف کرنا۔ خدمت والدین و تربیت اولاد رضائے رب العزت ہے اور اب کہ آپ کی طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے رضائے الہی کے لئے اس کا خلاف کیجئے یہی ریاضت ہوگی تعلقات سے نفرت وہ محمود ہوتی ہے جس میں حقوق شرعیہ تلف نہ ہوں ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکا ہوتا ہے کہ اپنی تن آسانی کے لئے شرعی تکالیف سے بچنا چاہتا ہے اور اسے دنیا سے جدائی کے پیرایہ میں آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا کر لے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے اور آپ کے طفیل میں اس نالائق تنگ خلالتی کی بھی اصلاح قلب و اعمال و تحسین احوال و افعال و تحصیل مرادات و آمال فرمائے اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے خاتمہ ایمان و سنت پر کرے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ و اجمعین آمین و الحمد للہ رب العالمین۔

مشترک مال تقسیم کر کے نابالغوں کا حصہ جدا کرنے کا ان کے باپ کو مطلقاً اختیار ہوتا ہے اور ایسی تقسیم تو دھی کو بھی روا ہے کہ وارثان بالغین حاضرین کا حصہ جدا کر کے ان کو دے دے اور نابالغوں کے حصے بلا تقسیم الگ کر لے تو آپ کو بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ بچوں کے نانا کے ساتھ تقسیم کر کے بچوں کا حصہ جدا کر لیجئے نیز باپ کو جبکہ فاسق و فاسد نہ ہو جائز ہے کہ ان کے ایسے اموال بازار کے بیٹے پر خود خرید لے بازار کے بھاؤ میں چیز کی اصل لاگت نہیں دیکھی جاتی بلکہ یہ اس حالت موجودہ پر

بازار میں بیچیں تو کیا دام اٹھیں گے۔ پہننے کے کپڑوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نیا تازہ جوڑا اسی وقت بازار میں بیچے تو ہرگز آدھے دام بھی نہیں لگتے نہ کہ استعمالی پہنے ہوئے نہ کہ ایسا مال جس کا بکنا دشوار اور رکھے رکھے بیکار ہو جائے گا اندیشہ اسے خرید لینے میں تو بچوں کا نہ امر نفع ہے نیز اس کو رو ہے کہ بچوں کا مال قرضوں خرید لے یعنی قیمت فی الحال نہ دی جائے گی بلکہ اتنے دنوں کے وعدہ پر مگر وہ بیع نہیں ہو سکتا ہاں باپ اپنی حاجتمندی کی حالت میں اس میں سے بقدر ضرورت فرح کر سکتا ہے اور ان کا روپیہ خود بطور قرض لے لینے کا بھی باپ کو اختیار ہے یا نہیں اس میں علماء مختلف ہیں بہت کتابیں جواز کی طرف ہیں باپ اگر دین دار متدین خدا ترس ہو تو اس کے لئے جواز پر فتویٰ دینے میں کچھ باک نہیں آپ بفضلہ تعالیٰ ان صفات کے جامع ہیں پھر جو کچھ ان کے مال سے قرض لیجئے یا قرضوں ایک میعاد معین پر خریدیئے اس کا کاغذ لکھ دینا چاہئے کہ کسی وقت بچوں کو ضرر نہ پہنچے اور اس سب سے بہتر اور خالص بے دغدغہ یہ صورت ہے اگر ممکن ہو کہ اس ترکہ میں نابالغوں کا جتنا حصہ ہے مثلاً اگر سب ترکہ نو سو روپے کی مالیت کا ہے تو بچوں کا حصہ سو پانچ سو روپے ہو اس کے عوض اتنے یا اس سے کچھ خفیف زیادہ مالیت کی اپنی جائیداد زمین یا مکان یا دکان یا گاؤں میں سے بچوں کے نام بیع کر دیجئے اور کاغذ لکھ دیجئے کہ باپ برابر قیمت کو بھی اپنا مال بچوں کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یوں ترکہ میں جس قدر ان کا حصہ اور زیور و اسباب میں ہے سب آپ کا ہو جائے گا جو چاہتے کیجئے پھر وہ جائیداد کہ جو بچوں کے نام آپ بیچیں گے اس کی حفظ و نگہداشت و غور پر داخت و تحصیل و تصرف کا اختیار بھی بچوں کے بالغ ہونے تک آپ ہی کو ہوگا، اور اگر آپ کے پاس اور مال نہ ہو تو اس کی آمدنی سے آپ بقدر کفایت اپنے کھانے پہننے کا بھی صرف کر سکیں گے جس میں بچوں کا ضرر نہ ہوگا اور اگر آپ خود اس کے کام اہتمام سے بچنا چاہیں تو یہ بھی روا ہوگا کہ کسی ہوشیار کار گزار دیندار دیانتدار کو کارکن بنائیں یوں ہی ہر طرح سبکدوشی ہو سکتی ہے۔ رہا نانا کا حصہ، وہ اگر یونہی آپ کو معاف کر دیں تو معاف نہ ہوگا یا قبل تقسیم آپ کو ہبہ کر دیں تو جائز نہ ہوگا بلکہ تقسیم کر کے ان کو سپرد کر دیجئے پھر وہ چاہیں تو آپ کو ہبہ کر دیں یا بلا تقسیم اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیچ کر زرمین معاف کر دیں اور اس صورت میں ضرور ہوگا کہ زرمین اتنا ٹھہرے جس کا وزن اس قدر چاندی کے چھٹے حصہ سے زائد ہو جو ترکہ کے نقد و زیور وغیرہ میں ہے کہ یہی چھٹا حصہ مرحومہ کے باپ کا ہے یا یوں کریں کہ اپنا حصہ مثلاً ایک کتاب کے عوض آپ کے ہاتھ بیع کر دیں وہ کتاب ہی اس کا معاوضہ ہو جائے گی اور پھر معافی کی کوئی حاجت نہ رہے گی اگر چہ کتاب چار ہی ورق کی ہو یونہی ان کے تمام حصے کے عوض

ایک رومال دے کر بھی بیع ہو سکتی ہے فقط باہمی رضاد رکاز ہے۔ ہندیہ میں محیط سے ہے ؛
لوکان الوصی قسم بین الورثة و عزل نصیب کل انسان فہذا علی خمسة
اوجہ الاول ان تكون الورثة صغارا کلہم
لیس فیہم کبار و فی هذا الوجه لا تجوز
قسمتہ اصلا و هذا بخلاف الاب اذا
قسم مال اولادہ الصغار و لیس
فیہم کبار فانہ یجوز (ثم قال)
الرابع اذا كانوا صغارا و کبارا فعزل نصیب
الکبار و ہم حضور فدفعہ الیہم و عزل
نصیب الصغار جملة و لم یفرز نصیب
کل واحد من الصغار جائز۔

اگر وصی نے وارثوں میں میراث تقسیم کی اور ہر وارث
کا حصہ الگ کر دیا تو اس میں پانچ صورتیں ہیں
پہلی صورت یہ ہے کہ تمام وارث نابالغ ہوں ان
میں سے کوئی بھی بالغ نہ ہو۔ ایسی صورت میں
اس کی تقسیم بالکل جائز نہیں بخلاف باپ کے
کہ اگر وہ اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کر دے
جن میں کوئی بالغ نہ ہو تو جائز ہے (پھر فرمایا)
چوتھی صورت یہ ہے کہ وارثوں میں بالغ بھی ہوں
اور نابالغ بھی ہوں پھر اس نے بالغوں کا حصہ
الگ کر کے ان کو دے دیا جبکہ تمام بالغ ورثا حاضر
ہیں اور نابالغوں میں سے ہر ایک کا حصہ
الگ الگ نہ کیا تو جائز ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے ؛

بیع الاب مال صغیر من نفسه جائز
بمثل القیمۃ و بما یتغابن فیہ۔

باپ اگر نابالغ کے مال کی بیع اپنی ذات سے کرے
تو مثلی قیمت کے ساتھ اور معمولی غبن کے ساتھ
جائز ہے۔ (ت)

ولو الجیہ و جامع الفصولین و ادب الاوصیاء میں ہے ؛

لاب شراء مال الفلہ بیسیر الغبن
لا بفاحشة۔

باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے نابالغ بیٹے
کا مال تھوڑے سے غبن کے ساتھ خرید لے نہ کہ
زیادہ غبن کے ساتھ۔ (ت)

- ۱۔ الفتاویٰ المنیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۳/۶
۲۔ الدر المختار شرح تنویر الابصار باب الوصی مطبع مجتہبائی دہلی ۳۳۶/۲
۳۔ آداب الاوصیاء علی ہاشم جامع الفصولین فصل فی الایاق اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۲/۲

نیز ادب الاوصیاء فصل الضمان میں ہے :

فتاویٰ قاضی ظہیر الدین کے باب الہبہ میں ہے اگر باپ بیابان میں ہو اور اس کا کوئی مال بھی ہے پھر وہ اپنی اولاد کے طعام کی طرف محتاج ہو تو وہ قیمت کے ساتھ اس کو کھا سکتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ اگر اولاد کے مال کا محتاج ہو تو وہ معروف طریقے سے اس کو لینے کا زیادہ حقدار ہے اور معروف طریقہ یہ ہے کہ اگر باپ فقیر ہے تو وہ اس کو مفت میں لے لے اور اگر غنی ہے تو قیمت کے ساتھ لے لے (ت)

فی ہبۃ فتاویٰ القاضی ظہیر الدین
لوکان الاب فی فلاة وله مال فاحتاج
الی طعام ولده باكله بقیمة لقوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاب احق
بمال ولده اذا احتاج الیہ بالمعروف و
المعروف ان یتناولہ مجاناً فقیراً و
بالقیمۃ غنیاً

اسی میں ہے :

عدہ میں ہے مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ وصی نابالغ بچے کے مال سے اپنا قرض ادا کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور صغریٰ میں ہے کہ باپ کو ایسا کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ یہ نابالغ کے مال کو اپنی ذات پر بیچنے کے قائم مقام ہے اور باپ مثلی قیمت کے ساتھ ایسا کرنے کا

وفی العدة أجمعوا علی انه لیس
للوصی قضاء دینہ من مال الصبی و فی
الصغری وللاب ذلک لانه بمنزلة بیع
مال الصبی من نفسه و یملکہ الاب بمثل
القیمۃ بخلاف الوصی حیث یلزم فی
بیعہ الخیریۃ

اختیار رکھتا ہے بخلاف وصی کے کیونکہ باپ کے اس کو بیچنے سے خیر ہونا لازم ہے۔ (ت)

اسی طرح فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے نیز ادب الاوصیاء فصل القرض میں ہے :

اگر وصی نے نابالغ کے مال سے قرض لیا تو وہ ضامن ہوگا، اور امام محمد کے نزدیک ضامن نہیں ہوگا جیسا کہ باپ ضامن نہیں ہوتا (ت)

لو استقرض الوصی من مال الصبی یضمن
وعند محمد لا یضمن کالاب

۲۸۳/۲	فصل فی الضمان اسلامی کتب خانہ کراچی	۲۸۳/۲
۲۹۰/۲	" " " " " " " " " " " "	۲۹۰/۲
۱۷۲/۲	فصل فی القرض	۱۷۲/۲

خلاصہ میں ہے :

ليس للوصي اقراض مال الصبي ولا استقراضه
وعن محمد له الاستقراض كالا ب ا ه
اقول وظاهر قوله كالا ب الاتفاق
على ان للاب الاستقراض غير ان محمدا
سبما استشهد بخلافية على اخوى
تتبعها على منافع الاقوال -

وصی کے لئے مالِ صغیر کو قرض پر دینا اور اس کو قرض
پر لینا جائز نہیں۔ اور امام محمد کے نزدیک اس کو
قرض پر لینا جائز ہے جیسا کہ باپ کے لئے جائز
ہے اہ میں کہتا ہوں کہ اس کا قول "کالا ب"
(مثل باپ کے) ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے
کہ باپ کے لئے مالِ صغیر کو قرض پر لینے کے
جواز پر اتفاق ہے سوائے اس کے کہ امام محمد علیہ الرحمہ دوسری صورت کے اختلافی ہونے پر استیفاء

کرتے ہیں اقوال کے مختلف ہونے پر تنبیہ کرنے کے لئے۔ (ت)

ادب الاوصیاء میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے :

وفي قضاء الجامع اخذ الاب مال صغیر
قرضا جائزا وفي الخلاصة انه ذكر في
رهن الاصل ان الاب يضمن
كالوصي

جامع کے باب القضا میں ہے باپ کا مالِ صغیر
کو بطور قرض لینا جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ
اصل کے باب الرهن میں امام محمد علیہ الرحمہ نے
فرمایا: بیشک باپ وصی کی طرح ضامن ہوگا (ت)

اسی کی فصل الاباق میں شرح مختصر الطحاوی للامام الاسیجانی سے ہے :

للاب ان يدفع (اعی مال الصغیر) الى
غیره مضاربة او بضاعة وان يضارب
ويضع بنفسه ، وان يودع
ماله عند الناس وان يعير
لاحد استحسانا لا قیاسا و
ان يرهن ماله بدین
نفسه فلو هلك الرهن يضمن

باپ کو اختیار ہے کہ وہ مالِ صغیر کسی غیر کو بطور
مضاربت و بضاعت دے دے، اور خود
بھی اس کو بطور مضاربت و بضاعت لے سکتا ہے
اور یہ بھی اسے اختیار ہے کہ وہ مالِ صغیر کسی پاس
ودیعت رکھے یا کسی کو بطور عاریت دے دے
یہ بطور استحسان ہے نہ کہ بطور قیاس۔ اور
یہ کہ وہ مالِ صغیر کو اپنے قرض کے بدلے میں رہن

لے آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین بحوالہ الخلاصہ فصل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۱۲-۱۲۰
لے آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین بحوالہ الخلاصہ فصل فی القرض " " " " " " ۱۴۲/۲

قدس ما یصیر مؤدیاً منہ دینہ و مثله
فی هذا کله الوصی (ملخصاً)

رکھے پھر، اگر وہ رہن ہلاک ہو گیا تو یہ اس کا ضامن
بنے گا، اور ان سب صورتوں میں وصی باپ
کی مثل ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اسی میں ہے :

فی الخلاصة و رہن القوانسی و مختارات
النوازل لو باع الوصی مال الصبی
او الاب من غریم نفسه تقع المقاصة
بینہما ویضمن الصبی الثمن عند
الطرفین ولا یقع عند ابی یوسف و کذا
الحکم فی بیع الاب یلہ

خلاصہ، رہن القوانسی اور مختارات النوازل
میں ہے اگر وصی یا باپ نے مال صغیر کو اپنے
قرض خواہ کے ہاتھ بیچ دیا تو ثمن اس قرض کا
بدل واقع ہوگا، اور وہ وصی یا باپ صغیر کے لئے
ثمن کے ضامن ہوں گے۔ یہ طرفین کے نزدیک
ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک
وہ بدل واقع نہیں ہوگا، یہی حکم باپ کی بیع کی صورت
میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

فی فتاویٰ الدیناری الوصی اذا باع مال
الیتیم یا اجل جاتر و مثله الاب و
فی الخلاصة و المنیة للوصی البیع
بالتسبیئة ان لم یخف تلفه
بالحجود و الانکاس و لا المنع عند
حصول الاجل و انقضائه و لم
یکن الاجل بعیداً فاحشاً ذکره
فی کل من الولو الجیة
و الخانیة اھ اقول و بما مر

فتاویٰ دیناری میں ہے کہ وصی اگر مال یتیم کو
ایک مدت تک ادھار پر بیچ دے تو جب تک
ہے اور باپ بھی اسی کی مثل ہے۔ خلاصہ اور
منیہ میں ہے وصی کو ادھار پر بیع کرنا جائز ہے
اگر یہ خوف نہ ہو کہ مال بسبب انکار کے ضائع
ہو جائے گا اور نہ یہ ڈر ہو کہ مدت گزر جانے کے
باوجود مشتری ثمن نہیں دے گا اور نہ ہی وہ
مدت بہت زیادہ لمبی ہوگی۔ یہ تمام ولوالجیہ
اور خانیہ سے منقول ہے اھ میں کہتا ہوں

فصل فی الابق اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲۰/۲

۱۳۳/۲ " " " " " " " "

۱۳۴/۲ " " " " " " " "

لہ آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین

" " " " " " " "

" " " " " " " "

ماقبل میں مذکور بدل واقع ہونے والی فرع سے اور
اسیجانی کی اس نص سے کہ ”وصی مثل باپ
کے ہے“ وہ دعویٰ اجماع گدلا ہو جاتا ہے جو
بجوالہ عدہ گزرا ہے، اور اس کو وہ بات بھی
مجروح کرتی ہے جو عمر العیون کے باب الفرائض
کے آخر میں صاحب محیط کے فوائد سے منقول
ہے کہ وصی اگر مال یتیم کو قرض پر لے تو کیا وہ امام
ابوحنیفہ کے قول کے مطابق صحیح ہوگا اس میں
مشائخ کا اختلاف ہوا ان میں سے بعض نے کہا
اگر وصی مالدار ہے تو اس کو ایسا کرنے کا اختیار
ہے ورنہ نہیں، اور اصح یہ ہے کہ اس کو
ایسا کرنے کا اختیار نہیں اداب الاوصیاء
کے باب القرض اور نوادر ہشام میں ہے میں نے
امام محمد علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ
علیہ الرحمہ کے نزدیک وصی کو مال یتیم قرض پر لینے
کا اختیار نہیں لیکن میں اس میں کوئی حرج نہیں
سمجھتا، اگر اس نے ایسا کیا اور اس کے پاس
اس قرض کو ادا کرنے کے لئے مال موجود ہو تو حرج
نہیں اور اسی کی مثل منتقی، عتابیہ اور خانہ
میں ہے الخ اور اس کی مکمل بحث ادب الاوصیاء
میں ہے، ہاں زیادہ ظاہر اور زیادہ محتاط
منع ہی ہے، کیسے نہ ہو جبکہ وہ امام ابوحنیفہ

من فرع المقاصد ومن نص الاسبیجانی
ان الوصی فیہ کالاب یعکرو علی دعوی الاجماع
المار عن العدة ویقدح فیہا ایضا
ما فی عمر العیون آخر الفرائض
عن فوائد صاحب محیط اذا استقرض
(ای الوصی) مال الیتیم هل یصح
فی قول الامام لا یمک وقد
اختلف المشائخ فقال بعضهم ان
کان الوصی ملیا یمک والا فلا
والاصح انه لا یمک اھ و فی
قرض ادب الاوصیاء و فی
نوادر ہشام سمعت محمدا
یقول لیس للوصی ان
یستقرض مال الیتیم عند
ابی حنیفة واما انا فلا
امرئ به باسات فعل
ذلک وله وفاء بما استقرض
ومثله فی المنتقی والعتابیة
والخانیة الخ و تمامہ
فیہ نعم الاظہر احوط
هو المنع کیفن و هو
مذہب الامام اقول

۱۔ عمر عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الفرائض ادارة القرآن کراچی ۲/۱۳۱
۲۔ آداب الاوصیاء علی ہاشم جامع الفصولین فصل فی الفرائض اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۷۳-۷۲-۱۷۲

ولك ان تجيب عن فرع الرهن بانه
ليس تملك ولا اهلاكاً فلا يقاس عليه
الاستقراض ولا اداء دين نفسه من
مال الصبي اما لزوم الضمان في
الرهن فحكم الهلاك العارض و
في صورة المقاصة ايضا انما
صدر منه البيع وهو سائغ له والمقاصة
وقعت لان الحقوق ترجع اليه وكم
من شئ يثبت ضمنا ولا يثبت
قصدا - والله تعالى اعلم -

عليه الرحمہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں تو رہن والی
فرع کا جواب یوں دے سکتا ہے کہ وہ نہ تو تملک
ہے اور نہ ہلاک کرنا، لہذا اس پر قرض لینے اور
مالِ صغیر سے اپنا قرض ادا کرنے کو قیاس نہیں
کیا جاسکتا۔ رہا رہن میں ضمان کا لازم ہونا تو وہ
ہلاکِ عارض کا حکم ہے اور بدل واقع ہونے والی
صورت میں بھی بیع تو اس سے اس حال میں صادر
ہوتی کہ وہ اس کے لئے جائز تھی اور ثمن کا قرض
کے لئے بدل واقع ہونا اس لئے ہے کہ حقوق
بائع کی طرف لوٹتے ہیں اور بہت سی اشیاء ضمناً
ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

نیز ادب الاوصیاء فصل اباقی میں ہے :
فی المنتقی یجوز للوصی شراء مال الیتیم
لنفسه و بیعه مال نفسه من الیتیم
فاذا رافع ذلك الى القاضی ان
سأی خیرا برمه والزمه و الا فسخه و
نقضه قال ومثله بیع الاب و شراءه
حیث یكون للقاضی فسخه ان لم یکن
خیرا للیتیم یعنی الابن لکن عدم الخیریة
فی الاب کونه ناقصا عن ثمن المثل
نقصانا لا یتغابن فیہ الناس۔ واللہ تعالیٰ اعلم
ثمن مثلی سے اس قدر کم ہو جس قدر کمی کاغبین لوگوں میں رائج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

منتقی میں ہے وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ
مالِ یتیم کو اپنے لئے خریدے یا اپنا مال یتیم
پر نیچے پھر جب یہ معاملہ قاضی کے پاس پہنچے
تو اگر وہ اس میں بھلائی دیکھے تو اس کو پکا اور
لازم کر دے ورنہ اس کو فسخ کر دے، اور
اسی کی مثل باپ کی خرید و فروخت ہے، اگر وہ
یتیم بیٹے کے حق میں خیر نہ ہو تو قاضی اس کو
فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن باپ کی صورت
میں خیر کا نہ ہونا تب ہوگا کہ جب وہ خرید و فروخت
مثلی سے اس قدر کم ہو جس قدر کمی کاغبین لوگوں میں رائج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لہ آداب الاوصیاء علی ہمش جامع الفصولین فصل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۵/۲

مسئلہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ایک مکان بحالت مرض الموت بی بی کے کھنے سے بی بی کے نام بے عوض دو سو روپے مہر کے منتقل کر دیا حالانکہ قبل اس کے بی بی نے مہر معاف کر دیا تھا اور بی بی نے اس غرض سے مکان منتقل کر لیا تھا کہ قرضہ سے بچ جائے۔

زید اس تحریر کے تیسرے روز مر گیا اور ایک لڑکا ایک لڑکی اور بی بی چھوڑے، اول بی بی نے سو سو روپے میں رہن رکھا اور اب فروخت کرتی ہے اور لڑکا لڑکی بدستور قابض و ذخیل ہیں ایسی صورت میں کس قدر حصہ پاسکتے ہیں اور یہ انتقال زید کا کیا حکم رکھتا ہے؟
بنیوا تو جروا۔

الجواب

انتقال کی یہ غرض اگر ثابت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انتقال فرضی ہو اور جب زید اقرار کر رہا ہے کہ اس پر زوجہ کا مہر باقی ہے اور اس کے عوض میں یہ جائداد دیتا ہے تو اس کے وارثوں کا دعویٰ کہ عورت پہلے اپنا مہر معاف کر چکی تھی مسموع نہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کے لئے ایک ہزار روپے مہر کا اقرار کیا اور وہ مر گیا۔ پھر اس بات پر گواہ قائم ہو گئے کہ عورت نے شوہر کی زندگی میں اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دیا تھا تو یہ گواہ قبول نہیں کئے جائیں گے اور شوہر کے اقرار کی وجہ سے مہر لازم ہوگا۔ خلاصہ میں یونہی ہے۔

سجل اقر لامرأته بمهر الف درهم
فی مرض موتہ ومات ثم اقامت
الورثة البینة ان المرأة وهبت مهرها
من نواجها فی حیاة الزوج لا تقبل
والمهر لا نزام باقرامه وكذا فی
الخلاصة له

مگر جبکہ مہر روپے تھے ان کے عوض مکان دینا بیع ہے اور زید کو مرض الموت تھا اور عورت اسکی وارث ہے اور وارث کے ہاتھ مریض کا کوئی چیز بیچنا اگرچہ برابر قیمت کو ہو بے اجازت دیگر ورثہ کے باطل ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا باع المريض فی مرض الموت من وارثه
مريض نے مرض الموت میں اپنے وارث کا ہاتھ

عینا من اعیان مالہ ان صحیح جاز بیعہ
وان مات من ذلک المرض ولم تجز
الورثۃ بطل البیع لہ

اپنے مال سے کوئی خاص شئی فروخت کی، پھر اگر
وہ مرضی صحت مند ہو گیا تو اس کی بیع جائز
ہوگی اور اگر وہ کسی بیماری سے مر گیا اور وارثوں نے

بیع کی اجازت نہ دی تو بیع باطل ہو جائیگی (ت)

پس اگر دیگر ورثہ اس انتقال کو جائز نہیں رکھتے تو یہ بیع باطل ہوگی مکان بدستور متر و کہ زید ہوا

البتہ دوسروں کے مہر کے دینے سے بعد اوائے مہر و دیگر دیون مکان و دیگر متر و کہ زید حسب شرائط فسر الفی
چوبیس سہام ہو کر تین سہم زوچہ چودہ سپرسات دختر کو ملیں، تنہا عورت کو اس کی بیع کا اختیار نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ مسلہ حافظ محمد ایاز از قصبہ نجیب آباد ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

بچہ نے اپنے ترکہ میں دو لڑکے زید، عمرو اور ایک مکان مسکونی چھوڑا۔ چند مدت کے بعد بڑے
بھائی زید کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی اور ایک لڑکا رہ گیا، اس متوفی کی جانب سے ایک شخص شریک
اور مختار کل کاروبار تھا۔ بچہ کے دوسرے لڑکے عمرو نے نصف حصہ مکان اپنے بھائی متوفی زید کا منجانب
پسر نابالغ متوفی معرفت مختار متوفی پچاس روپے کو بیع خرید کر بیعنامہ مختار سے لکھایا کہ جس پر مختار نے
پسر متوفی کے دستخط اپنے ہاتھ سے کر دیئے اور ایک دستخط اپنے خود کر دیئے لیکن رجسٹری نہیں ہوئی اور
گوایان حاشیہ بھی سب فوت ہو چکے بعد تحریر وغیرہ کے ایک مکان یا زمین جو زیر دیوار مکان بیع مذکور
کے تھی اسی پچاس روپے سے جو اوپر دے چکے تھے پسر متوفی و بیوہ متوفی مذکور کو بکر کے چھوٹے لڑکے عمرو
نے خرید دی اور اس کا بیعنامہ پسر متوفی یعنی اپنے برادر زادہ کے نام تحریر کرادیا جس کی عمر ۳، ۴ برس
کی تھی پس اُس وقت بیوہ متوفی زید اپنے پسر نابالغ کو لے کر اُس مکان میں چلی گئی جو ان کو خرید دیا تھا،
اب وہ مکان متروک بکر بالکل سارا اس کے چھوٹے لڑکے عمرو کے پاس رہا مکان متروک بکر کچھ پختہ و
کچھ خام تھا عمرو نے اپنی لاگت سے اُس خام کو بھی پختہ کر لیا قریب ماحص روپے کے اُس میں صرف ہوئے
اور عرصہ ۳۲ برس سے برابر اس عمرو کی اس میں سکونت و دخل ہے اب عرصہ دو تین برس کے عمرو کے
برادر زادہ نے اس مکان ترکہ بکر میں اپنے باپ متوفی زید کا نصف حصہ طلب کیا ہے اور اس برادر زادہ
کی عمر اس وقت قریب ۳۸ برس کی ہے جب سے بالغ ہوا تھا جب سے کوئی جھگڑا نہیں کیا تھا اب

کرتا ہے اور برادرزادہ یہ بیان کرتا ہے کہ وہ پچاس روپے جس سے مجھ کو مکان چھپا عمر و نے خرید کر دیا تھا وہ میں نے ۷۱ برس ہوئے کہ واپس چچا صاحب کو دے دیئے ہیں اور چچا یہ کہتے ہیں کہ ہم نے واپس نہ لئے تھے اور اس امر کا طرفین سے کوئی گواہ دیدہ موجود نہیں ہے شنیدہ معتبر نہیں۔ اب یہ معاملہ پنچایت میں پیش ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے:

(۱) جو بیعنامہ مختار نے نابالغ کی طرف سے کر دیا وہ بیع درست ہوتی یا نہیں؟

(۲) اگر بیع درست نہ ہوئی تو نصف حصہ چچا و نصف حصہ برادرزادہ کا ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو چچا نے بعد خرید لینے مکان متروکہ کے ماحضہ کی تعمیر اپنی لاگت سے کی وہ اس کو ملنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) ۳۲ برس سے جو چچا صاحب نے اس مکان متروکہ میں خالصاً سکونت کی ان کا کرایہ نصف کا حقدار برادرزادہ ہے یا نہیں؟

(۵) جو برادرزادہ بیان کرتا ہے کہ میں نے چچا کو پچاس روپیہ واپس دے دیئے ہیں اگر چچا حلف اٹھالیں تو میں مکان سے دست بردار ہوتا ہوں ورنہ میں حلف اٹھاتا ہوں اس صورت میں کس کا حلف معتبر ہے اور کس کو حلف دلایا جائے؟

(۶) اگر بیعنامہ مذکورہ ناجائز تسلیم ہو اور برادرزادہ نے پچاس روپے کا حلف کیا ہو تو اس کو پچاس روپیہ دلائے جائیں گے یا کیا ہوگا کیونکہ جب مکان کی بیع جائز ہو چکی ہو؟

(۷) اگر مکان کی بیع ناجائز ہے تو بعد حلف برادرزادہ کے نصف حصہ مکان برادرزادہ کا قرار پائیگا یا نہیں اور بابت لاگت اور کرایہ مکان کیا عمل درآمد ہوگا؟

مسائل متذکرہ بالا میں نہایت جھگڑے اور فساد واقع ہیں لہذا موافق شرع شریف ارشاد فرمادیتے اجر عظیم و ثواب داریں ہوگا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت) مکان ۳۴ برس سے عمر و کے قبض و تصرف میں ہے اور پسرزید کو بالغ ہوئے بھی سنیں برس سے زیادہ زمانہ گزرا اور وہ اتنی مدت مدید تک ساکت رہا یہ اگرچہ اسے مستلزم ہوتا کہ اب پسرزید کا دعویٰ دسنا جاتا مگر جبکہ عمر و تسلیم کرتا ہے کہ واقعی یہ نصف مکان پسرزید کی ملک کا اقرار اور اس سے اپنی طرف انتقال ملک کا دعویٰ ہوا اور کوئی دعویٰ بے دلیل مقبول نہیں اور ہر مقرر اپنے استدراپ

ماخوذ ہے اور بعد اقرار کوئی تہاوی مغل نہیں ہوتی، اگر سو برس کے بعد کوئی اقرار کرے کہ یہ شئی فلاں کی ملک ہے تو وہ اقرار اس مقرر پر حجت ہوگا اور سو برس گزر جانا کچھ خلل نہ ڈالے گا۔ علامہ خیر الدین رحیمی استاد صاحب در مختار رحمہما اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ خیر میں ہے:

دعوی تعلق الملك من المورث اقرار بالملك
لہ ودعوی الانتقال منه اليه فيحتاج
المدعى عليه الى بينة وصار المدعى عليه
مدعيا وكل مدع محتاج الى بينة
ينور بهما دعواه ولا ينفعه وضع البينة
المدة المذكورة مع الاقرار المذكور
وليس من باب ترك الدعوى بل من
باب المواخذة بالاقرار من اقرب شئ
لغيره اخذ باقراره ولو كان في يده احقبا
كثيرة لا تعد وهذا ما لا يتوقف فيه

مورث سے ملک حاصل کرنے کا دعویٰ مورث کی
ملکیت کا اقرار اور اس سے ملکیت کے مقرر کی نظر
مقتضی ہونے کا دعویٰ ہے، چنانچہ مدعا علیہ گواہ
لانے کا محتاج ہوگا اور مدعا علیہ مدعی بن جائے گا
اور ہر مدعی ایسی گواہی کا محتاج ہوتا ہے جس کے
ساتھ اس کا دعویٰ روشن ہو۔ اقرار مذکور کے
ہوتے ہوئے مدت مذکورہ تک اس کا قبضہ
اُسے کچھ نفع نہیں دے گا۔ یہ ترک دعویٰ کے باب
سے نہیں بلکہ اقرار کے سبب مواخذہ کے باب سے
ہے۔ جس شخص نے غیر کے لئے کسی شئی کا اقرار لیا

اس کے اقرار کے سبب سے وہ شئی اس سے لے لی جائیگی اگرچہ وہ بے شمار اس کے قبضے میں رہی ہو
اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر توقف نہیں کیا جاتا۔ (ت)

ذریعہ انتقال جو عمرو نے بتایا کہ مختار پدر سے بیعنامہ کر لیا محض باطل و بے اثر ہے اول تزید کی
زندگی میں اس کا مختار ہونا زید کے بعد اس کی اولاد پر وصی ہونا نہیں زید کے مرتے ہی وکالت ختم
ہوگئی۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ينعزل الوكيل بموت احدهما

دونوں میں سے کسی ایک کی موت کے سبب سے

وكيل معزول ہو جاتا ہے (ت)

اور اگر ثابت بھی ہو کہ یہ مختار وصی بھی تھا تو اگر یہ چھاپس روپے اس نصف مکان کی واقعی قیمت کے

پورے دو نے یا دو نے سے بھی زائد نہ تھے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو صورت مذکورہ میں اسے بیع مکان کا اختیار اصلاً نہ تھا وھی نابالغ کی جائداد غیر منقولہ دو چند قیمت سے کم کو تو صرف معدود صورت ضرورت میں بیع سکتا ہے میت پر کوئی دین ایسا ہو کہ بغیر اس کے نیچے ادا نہ ہو سکے گا یا اُس نے کچھ روپوں کی ایسی وصیت کی کہ اسے بیع ہی کہ پوری ہو سکے گی یا مکان گرا جاتا خراب ہو جاتا ہے اور مرمت کے لئے کچھ پاس نہیں یا کسی ظالم نے دبا لیا ہے کہ نہ بیچے تو مفت ہاتھ سے جائے یا نابالغ کے کھانے پینے کو اس کے سوا کچھ نہیں وہ جائداد یا کرایہ و محصول کی چیز ہے اور اس کی آمدنی اسی کو لگ جاتی ہے۔ درمختار میں ہے :

وجانز بیعہ عقار صغیر بضعف قیمتہ
اولنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة مرسلۃ
لانفاذ لہا الامنہ اولکونہ غلاتہ لاتزید
علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ
او کونہ فی ید متغلب، درر و اشباہ ملخصاً
نہیں ہو سکتا نیز اس جائداد کی پیداوار اس پر فرح سے زائد ہو یا اس جائداد کے ویران ہونے
یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے ہاتھ لگ جانے کا ڈر ہو تو بھی اس کو بیع سکتا ہے، درر و اشباہ (ملخصاً)
ظاہر ہے کہ یہاں ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا ان بلاد میں نہ ہرگز یہ امید ہے کہ نصف مکان جس
میں نچتر عمارت بھی ہے صرف پچیس روپے یا اس سے بھی کم ہو تو نظر بظاہر ہو کہ عمر و نے اپنا نفع
خیال کیا اپنے لئے مکان خالص کر لینا چاہا اور جو قیمت اپنی خواہش کے موافق چاہی اُس پر ایک
اجنبی سے جسے یتیم کا کیا ورد ہوتا فیصلہ کر لیا اور اس کے عوض دوسرا مکان یتیم کو خرید دیا غرض
صورت مذکورہ میں مختار کو اس بیع کا کچھ اختیار نہ تھا تو یہ بیع فضولی ہوئی اور وقت عقد اس کا کوئی اجازت
دینے والا نہ تھا کہ ان چند عذروں کے سوا جب خود وھی کو اختیار بیع نہیں تو غیر وھی بدرجہ اولیٰ کہ
فضولی جو ایسا عقد کرے جس کا نفاذ کرنا اس وقت کسی کا منصب نہ ہو وہ عقد محض باطل ہوتا ہے۔
درمختار باب الفضولی میں ہے ،

کل تصرف صدر منہ ولہ مجیز ہر تصرف جو فضولی سے صادر ہو دران حالیکہ

حال وقوعہ انعقد موقوفاً و مالاً مجیزاً
حالة العقد لا ینعقد اصلاً

بوقت عقد اس کی اجازت دینے والا کوئی موجود ہو
تو وہ عقد اس کی اجازت پر موقوف ہو جائے گا

اور جس کی اجازت دینے والا بوقت عقد کوئی نہ ہو وہ بالکل منعقد نہیں ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں جامع الفصولین سے ہے،

وطلق او وهب مالہ او تصدق به او باع
مالہ محاباة فاحشة او شری شیئاً باكثر
من قیمتہ فاحشاً او عقد عقداً مالاً لوفعله
ولیه فی صباہ لم یجز علیہ فہذا کلہا باطلہ
وان اجازتھا الصبی بعد بلوغہ لم تجز
لانہ لامجیز لہا وقت العقد

نابالغ نے اگر طلاق دی یا اپنا مال ہبہ کیا یا اسے
صدقہ کیا یا اپنا مال بہت زیادہ کم قیمت پر فروخت
کیا یا کوئی شئی اس کی اصل قیمت سے بہت
زیادہ قیمت کے بدلے خریدی یا کوئی ایسا عقد کیا
کہ اگر اس کا ولی اس کی صغر سنی میں وہ عقد
کرتا تو جائز نہ ہوتا۔ یہ تمام عقود باطل ہیں۔

اور اگر نابالغ نے بالغ ہونے کے بعد ان کی اجازت دے دی تو وہ جائز نہیں ہوں گے اس لئے
کہ وہ وقت عقد ان کی اجازت دینے والا کوئی نہیں تھا۔ (ت)

فتاویٰ خیریہ میں ہے،

یتیم کے دادا نے یتیم کی غیر منقولہ جائیداد بلا جواز
بیع دی، تانا رخانیہ میں منقحی سے اس بات
پر تصریح منقول ہے کہ یہ بیع باطل ہے (ت)

یتیم باع جدہ عقارہ بغیر مسوغ
صرح فی التارخانیة عن المنتق
انہ باطل

اور جب بیع باطل ہوئی تو پچاس روپے جو قیمت کے قرار دیئے تھے وہ بھی ملک عمرو سے
نہ نکلے کیلئے مجتمع البدلت فی ملک واحد (تاکہ ملک واحد میں دونوں بدل جمع
نہ ہوں۔ ت) اگر عمرو نے یہ روپے پسر زید کو نہ دیئے تھے جب تو ظاہر کہ اس کی ملک اس کے
پاس تھی اور اگر دے دیئے تھے اور پھر دوسرا مکان خریدنے کے لئے اس سے لے کر یا ن مکان
دوم کو دیئے تھے تو جس وقت پسر زید سے واپس لے عمرو کے روپے کو پہنچ گئے اور پسر زید
پر ان کا مطالبہ نہ رہا۔ درمختار میں ہے،

۳۱/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع
۱۳۶/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"
۲۱۶/۲	دار المعرفہ بیروت		کتاب الوصایا

ضابطہ یہ ہے کہ کسی شئی میں ایک جہت سے استحقاق ثابت ہو اور وہ کسی دوسری جہت سے مستحق تک پہنچ گئی تو اس میں اسی جہت مستحق سے موصول ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ شئی مستحق تک اس شخص کی طرف سے پہنچی ہو

والاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الى المستحق بجهة اخرى اعتبر واصلا بجهة مستحقه ان وصل اليه من المستحق عليه والا فلا وتامه في جامع الفصولين ليه

جس پر استحقاق ثابت ہو اور نہ یہ حکم نہیں ہوگا۔ اس کی مکمل بحث جامع الفصولین میں ہے (ت) پھر جبکہ عمر نے بھتیجے کو دوسرا مکان خرید دیا اور اس کی قیمت اس روپے سے ادا کی جو عمر ہی کی ملک تھا تو یہ مکان عمر کی طرف سے اس کو ہبہ ہو ا قیمت کا مطالبہ پسر زید سے نہ ہوگا۔

احكام الصغار پھر عقود دريہ میں ذخیرہ و بجنیس سے ہے؛

ایک عورت نے اپنے مال سے اپنی نابالغ اولاد کے لئے جائیداد خریدی تو وہ خریداری ماں کے لئے واقع ہوگی کیونکہ وہ اولاد کے لئے خریداری کی

امراة اشترت ضیعة لولدھا الصغیر من مالھا وقع الشراء للام لانھا لا تملك الشراء للولد وتكون الضیعة للولد لان الام تصیر و اہبة ليه

مالک نہیں اور وہ جائیداد اولاد کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوئی۔ (ت)

پسر زید جو چھپا پس روپے عمر کو واپس کرنے کا دعویٰ کرتا ہے جب تک شہادت شرعیہ سے ثبوت نہ ہو مقبول نہیں، ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت ہو جائے یا پسر زید حاکم کے یہاں گواہ نہ دے اور عمر سے حلف مانگے اس پر عمر و حلف سے انکار کر دے تو یہ چھپا پس روپے عمر پر ثابت ہو جائیں گے اور از انجا کہ پسر زید نے اس گمان سے دیئے کہ یہ حق عمر ہیں ان کی واپسی شرعاً مجھ پر لازم ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہ تھا تو یہ روپے بھی عمر و پسر زید کو واپس دے گا۔ خیر یہ پھر حامد یہ میں ہے؛

شیخ الاسلام عبدالبرکی تصنیف شرح لنظم الوہبانی میں ہے اگر کوئی کسی کو ایسی شئی دے جس کا دینا اس پر واجب نہیں تو وہ اس شئی کو واپس لے سکتا ہے مگر اس وقت نہیں لے سکتا جب

فی شرح النظم الوہبانی لشیخ الاسلام عبد البرات من دفع شیئا لیس بواجب فله استردادہ الا اذا دفعه علی وجه الهبة واستهلكه

القابضاء وقد صرحوا بان من ظن ان عليه ديناً فبان خلافه يرجع بما ادى ولو كان قد استهلكه رجع ببدله
اس نے وہ شئی بطور ہبہ دی اور اس پر قبضہ کر لیا نے اسے ہلاک کر دیا الخ تحقیق مشائخ نے تصریح فرمائی کہ کسی کو گمان ہو کہ اس پر کسی کا قرض ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو جو کچھ اس نے ادا کیا اس میں رجوع کر سکتا ہے، اور اگر اسکو وصول کرنے والے نے ہلاک کر دیا ہو تو اس کے بدل کے ساتھ رجوع کرے گا۔ (ت)

ان روپوں کے دعویٰ میں حلف چھاپا ہے پس زید کا حلف معتبر نہیں، اور اگر چہ حلف کرے تو یہ روپے اس پر لازم نہ آئیں گے مکان پر اس کا اثر نہ ہو گا پس زید کا کہنا کہ چہ حلف کر لیں تو میں مکان سے دستبردار ہوتا ہوں مہمل و باطل ہے کہ دستبرداری ان اشیاء سے نہیں جن کو کسی شرط پر معلق کر سکیں۔ ردالمحتار میں ہے :

علل فی الخلاصة لعدم صحة تعليق الرجعة بالشرط بانہ انما یحتمل التعلیق بالشرط ما یجوز ان یحلف بہ ولا یحلف بالرجعة اذ معنی انہ لا یقال انت فعلت کذا فعلى انت اس اجمع نرا وجتی کما یقال فعلی حج او عمرة او غیرہما ما یحلف بہ۔
رجوع کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنے کی عدم صحت کے بارے میں خلاصہ میں یہ تعلیل بیان کی کہ شرط کے ساتھ معلق کرنے کا احتمال وہ چیز رکھتی ہے جس پر حلف جائز ہو جبکہ رجوع کا حلف جائز نہیں ہے معنی یہ ہے کہ یوں نہیں کہا جائے گا اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنی بیوی سے رجوع کروں جیسا کہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر حج یا عمرہ وغیرہ لازم ہو گا یعنی ایسی چیز کا ذکر کیا جس کے ساتھ حلف جائز ہے۔ (ت)
اسی میں ہے :

وعزل الوکیل (ای لا یصح تعلیقہ) بان قال عزلتک علی انت تمہدی الیٰ شئاً او انت قدم فلان لانہ لیس ما یحلف بہ فلا یجوز
اور وکیل کو معزول کرنے کی تعلق صحیح نہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر تو مجھے کوئی شئی ہدیہ دے یا اگر فلاں شخص آئے تو میں نے تجھے معزول کیا اس لئے کہ یہ چیزیں ایسی نہیں

لہ العقود الدرۃ کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۲۶/۱
لہ ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد ویصح تعلیقہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۴

تعلیقہ بالشرط عینی

جن کے ساتھ حلف جائز ہو لہذا ان کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (ت)

پھر جب نصف مکان پسر زید کا ٹھہرا اور اس میں عمرو نے اپنے روپے سے عمارت جدید بنائی مکان تقسیم کیا جائے جتنی عمارت عمرو حصہ پسر زید میں آئے عمرو پر لازم ہے کہ اپنی عمارت اس کے حصے سے اکھیر کر خالی کر دے اور اگر اس میں زمین پسر زید کو نقصان کثیر پہنچے تو پسر زید کو اختیار ہوگا کہ وہ عمارت خود لے لے اور اس کی اتنی قیمت عمرو کو دے دے جو اکھیر لے ہوئے عملہ کی ہوتی ہے اور اس میں سے اس کے اکھیرنے کی اجرت بجا کر لے مثلاً یہ عمارت حالت موجودہ پر زرخ رائج سے ساٹھ روپے کی ہوتی ہے اور اکھیر لی جائے تو ٹوٹا ہوا عملہ تیس روپے کا رہ جائے اور دو روپے اس کے اکھڑوانے کی مزدوری میں صرف ہوتے تو پسر زید اٹھائیس روپے عمرو کو دے اور عمارت اپنی ملک کر لے۔ تنویر الابصار میں ہے :

من بنی او غریب فی ارض غیرہ بغیر
اذنہ امر بالقلع والرد وللمالك ان
یضمن له قيمة بناء او شجر امر
بقلعه ان نقصت الارض به
کہ وہ اس عمارت یا درخت جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے کی قیمت کا ضمان دے دے اگر اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہوتا ہو۔ (ت)

کسی شخص نے دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر بنا دی یا درخت لگا دئے تو اس کو درخت اکھاڑنے اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا اور زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ اس عمارت یا درخت جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے کی قیمت کا ضمان دے دے اگر اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہوتا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وہی اقل من قیمتہ مقلوعا مقدار اجرة
القلع فان كانت قيمة الارض مائة و
قيمة الشجر المقلوع عشرة واجرة القلع
درہم بقیت تسعة درہم
فالارض مع هذا الشجر
اور اس قیمت میں اکھاڑی ہوئی عمارت یا درخت کی قیمت سے اکھاڑنے کی اجرت کے برابر کمی کی جائے گی چنانچہ اگر زمین کی قیمت سو درہم ہو اور اکھڑے ہوئے درخت کی قیمت دس درہم ہو جبکہ اکھاڑنے کی اجرت ایک درہم ہو تو اس

ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۴
ردالمحتار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۶/۲

تقوم بمائة وتسعة دس اہم فیضمن
المالك التسع منج

ایک درہم کونکال کے درخت کی قیمت نو درہم بھی لہذا
اس درخت کی قیمت سمیت ایک سو نو درہم میں
بڑی تو مالک نو درہم ضمان دے گا، منج۔ (ت)

اور جبکہ نصف مکان بدستور لیسر زید کی ملک ٹھہرا اور وہ اس وقت یتیم تھا تو جس دن کہ کل
مکان پر عمرو نے قبضہ کیا اس وقت سے لیسر زید کے بالغ ہونے تک جتنی مدت گزری کہ زیادہ سے زیادہ
گیارہ برس اور کم سے کم آٹھ برس ہوگی اس مدت میں ملک زید کا کرایہ مثل عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے
جب تک عمرو نے عمارت جدید نہ بنائی تھی اس حیثیت موجودہ پر نرخ عام سے جو اس مکان کا کرایہ ہوتا ہے
کا نصف دینا آئے گا اور جس نے عمارت جدید بنائی اگر عمارت قدیم بھی قائم رکھی تو اتنا ہی واجب رہے گا
جو قبل عمارت جدید کے تھا اور اگر عمارت قدیم منہدم کر دی تو جو کچھ اس میں قابل تاوان تھا اس کا تاوان
عمرو پر آئے گا اور اس کے بعد سے جو خالی زمین کا کرایہ مثل ہو زمان بلوغ تک وہ واجب آئے گا کہ یہ
مال یتیم کا تھا اور مال یتیم پر قبضہ کرنے سے بلا عقد اجارہ اجرت مطلق لازم آتی ہے اگرچہ تصرف کرنے والا
یتیم کا شریک ہو خواہ بدعویٰ خریداری وغیرہ تصرف کرے۔ در مختار میں ہے :

منافع الغصب استوفاهَا او عطلها
لا تضمن الا في ثلاث فيجب
اجرا المثل ان يكون
المغصوب وقفا او مال
اليتيم فعلى المعتمد تجب
الاجرة على الشريك وبه افتى
ابن نجيم او معد الاستغلال
الا في المعد اذا سكن
بتاويل ملك كبيت سكنه
احد الشركاء او عقد
كبيت الرهن سكنه المرتهن

غصب کے منافع پر ضمان نہیں چاہے غاصب
نے ان منافع کو حاصل کیا ہو یا انھیں معطل رکھا
ہو سوائے تین صورتوں کے کہ ان میں غصب
کے منافع پر مثلی اجرت واجب ہوتی ہے وہ
یہ ہیں کہ مغصوب وقف ہو یا مغصوب یتیم کا
مال ہو تو معتمد مذہب کی بنیاد پر شریک پر اجرت
واجب ہوگی اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا
ابن نجیم نے، یا وہ مغصوب کرایہ حاصل کرنے
کے لئے تیار کیا گیا ہو سوائے اس مغصوب کے
جسے کرایہ حاصل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہو
مگر غاصب اس میں ملک کی تاویل کے ساتھ

لہ ردالمحتار کتاب الغصب دار احوال التراث العربی بیروت ۱۲۴/۵

سکونت پذیر ہوا ہو جیسے وہ گھر جس میں اس کے
شرکار میں سے کوئی ایک سکونت اختیار کرے
یا عقد کی تاویل کے ساتھ اس میں رہائش پذیر ہو

جیسے رہن کا مکان جس میں مرتہن نے سکونت اختیار کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ مکان کسی غیر شخص کا ہے
جو اجارہ کے لئے بنایا گیا ہے تو اس پر کچھ بھی ضمان نہیں ہوگا (التقاط)۔ (ت)
ردالمحتار میں ہے :

ماتن کے قول "الافی المعد" (مگر یہ اس کو
بنایا گیا ہو) نے اس بات کا فائدہ دیا ہے
کہ استثناء فقط ماتن کے قول "معداً"
سے ہے اور یہ کہ بے شک وقف اور مال یتیم
کسی صورت میں ہو بہر حال اجرت واجب ہوگی
اسی واسطے شارح پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کسی نے
کوئی گھر خریدا اس میں سکونت اختیار کی پھر
ظاہر ہوا کہ وہ وقف ہے یا کسی نابالغ کا ہے
تو اس پر اجرت لازم ہوگی ان دونوں کی حفاظت

قوله الافى المعد افاد ان الاستثناء من
قوله او معداً فقط وانت الوقت
ومال الیتیم يجب فيه الاجر على كل
حال ولذا قدم الشارح انه لو
شرى داراً وسكنها فظہرت وقفا
اول صغیر لزمه الاجر صيانة لهما وقد منا
انه المختار مع انه سكنها بتاویل
ملك او عقد فاحفظه فقد يخفى
على كثير

کے لئے۔ اور ہم نے پہلے بیان کیا کہ بیشک یہی مختار ہے حالانکہ وہ ملک یا عقد کی تاویل کے
ساتھ اس گھر میں سکونت پذیر ہوا۔ اس کو یاد کر لے۔ تحقیق یہ بہت سے افراد پر مخفی
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

اسے مثلی اجرت لازم ہے۔ جموی نے کہا کہ وہ
محیط کی تصحیح پر مبنی ہے اور وہ وہی ہے جس پر
اعتماد چاہئے۔ شیخ شرف الدین نے کہا وہی

لزمه اجر المثل قال الحموی هو
مبنى على تصحيح المحيط و
هو الذي ينبغي اعتماده وقال الشيخ شرف الدين

هو المختار كما في التجنيس والمزيد
قلت وهو ما اعتمده في وقف البحر
ومشى عليه الشارح وافق به في
الخيرية وغيرها فليحفظ له

مختار ہے، جیسا کہ تجنیس اور مزید میں ہے۔
کہتا ہوں اسی پر بجر کے باب الوقف میں اعتماد
کیا ہے اور اسی پر شارح علیہ الرحمہ چلے ہیں
اور اسی کے ساتھ تخریر وغیرہ میں فتویٰ دیا گیا،
اسے یاد رکھنا چاہئے۔ (ت)

اسی کے آخر کتاب الشکرہ میں ہے؛

ولو كان وقفا او مال يتيم يلزمه
اجرة شريكه على ما اختاره المختارون
وهو المعتمد له

اگر وہ وقف یا مال یتیم ہے تو اس کے شریک
کی اجرت لازم ہے جیسا کہ اس کو اختیار کیا ہے،
اختیار کرنے والوں نے۔ اور وہی معتمد ہے (ت)

یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ یتیم کے مال میں بے احتیاطی برتی۔ ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت
ہو جائے کہ مختار زید نے عمر کے ہاتھ پسر زید کا حصہ بیع کیا اور وہ مختار زید کا وصی تھا اور اس
وقت یہ نصف مکان مع اس وقت کی عمارت کے پچیس روپے یا اس سے بھی کم قیمت کا تھا تو
البتہ عمر و اس دعویٰ سے بری ہو جائے گا پھر اس صورت بعید از قیاس میں کہ بیع مذکور جائز ٹھہرے
پچاس روپے واپس دینے پر جس کا دعویٰ پسر زید کرتا ہے اس سے حلف نہ لیا جائے گا بلکہ
وہی حکم ہے کہ پسر زید اس واپسی کے گواہ دے اور نہ دے سکے تو عمر و کا حلف چاہے تو عمر و سے
حلف لیں اگر حلف کر لے پسر زید کا دعویٰ واپسی باطل ہو اور عمر و حلف سے انکار کر دے تو پچاس
روپے پسر زید کو دے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ

مسئلہ مستولہ بنگالی
۱۵۳

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک یتیم نے کنویں میں سے پانی اپنے واسطے یا
دوسرے شخص کے واسطے بھرا اور اس پانی کو یتیم نے بکھریا اپنی خوشی سے پھر کنویں میں ڈال دیا
ان دونوں صورتوں میں اس کنویں کا پانی قابل استعمال رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغ نے کنویں سے پانی اپنے یا کسی

۱۱۸/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب النصب

رد المحتار

۳۵۴/۳

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الشکرہ فصل فی الشکرۃ الفاسدۃ

۵

دوسرے شخص کے واسطے بھرا اس پانی سے بالغ شخص کو وضو کرنا پینا وغیرہ جائز ہوگا یا نہیں؟
اور ہرشی نابالغ کی خریدی ہوئی یا لائی ہوئی کا شخص بالغ کو استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟
اور وہ نابالغ خود اپنی اولاد ہو یا غیر سب کا ایک حکم ہے یا نہیں؟ بیوا تو جردا

الجواب

(۱) نابالغ جس پانی کا مالک ہو خواہ یوں کہ اس نے اپنے یا کسی کے لئے کنویں سے
بھرا اور کنویں کی حد سے باہر نکال لیا یا اس کے پاس برتن میں اپنی ملک پانی اس کنویں سے جدا تھا
اور وہ خود اس نے بخوشی یا بجز کنویں میں ڈال دیا یا کسی اور نے اس کی اجازت سے خواہ بے اجازت
کنویں میں الٹ دیا غرض کسی طرح نابالغ کی ملک پانی کنویں میں مل گیا تو اب جب تک اس میں وہ
پانی رہے گا اس بچہ کے سوا کوئی کسی طرح اس کا پانی استعمال نہیں کر سکتا، اس میں بچہ کی ملک
ملی ہوئی ہے اس کے ہبہ یا مباح کر دینے کا کسی کو اختیار نہیں، نہ اس کی بیع ممکن کہ بیع میں تسلیم
پر قدرت شرط ہے اور اس پر قبضہ دلانا ممکن نہیں۔ اشباہ میں ہے:

ملا الصبی کو نرا من حوض ثم صبه فيه نابالغ بچے نے حوض سے کوزہ بھرا پھر اسی میں
لم یحصل لاحداث یشرب منه لیه اندیل دیا تو کسی کے لئے حلال نہیں کہ
اس سے پانی پئے۔ (ت)

اس کا چارہ کار یہ ہے کہ جتنا پانی اس نے کنویں میں ڈالا اتنا یا اس سے زائد بھر کر
اُس نابالغ کو دے دیا جائے یا وہ خود بھر لے اس کے بعد باقی پانی مباح ہو جائے گا کا حقیقتہ
علیٰ ہامش الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ کے حاشیے میں ہم نے اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) واللہ
تعالیٰ اعلم۔

(۲) کنویں کی من سے جب پانی باہر نکلتا ہے بھرنے والے کی ملک ہو جاتا ہے، نابالغ
کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں، ہاں ماں باپ کے فقیر ہوں بقدر حاجت تصرف کر سکتے ہیں، یہ
کلیہ ہے جو چیز نابالغ کی ملک ہو خواہ خریدی ہوئی یا کسی طرح کی لائی ہوئی اس میں فقیر والدین کے
سوا کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور اس کی ملک نہ ہو تو مالک کی اجازت سے تصرف ہو سکتا ہے۔

فی غمز العیون عن شرح المجمع غمز العیون میں بحوالہ ذخیرہ شرح الجمع سے

عن الذخيرة اذا جاء صبي بالكوز من ماء مباح لا يحل لابويه ان يشربا منه اذا كانا غنيين لان الماء صاس صلو كاله ولا يحل لهما الا كل من ماله بغير حاجة - والله تعالى اعلم -

منقول ہے اگر بچہ مباح پانی سے کوزہ بھر لائے تو اس بچے کے والد ارمان باپ کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس کوزے سے پانی پیئیں کیونکہ وہ پانی اس بچے کی ملکیت ہو گیا اور ماں باپ کو حاجت کے بغیر بچے کا مال کھانا حلال نہیں۔

والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲ از شہر کہنہ قاضی ٹولہ مرسلہ قاضی محمد عبوض صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ لاولد نے بحالت مرض سوروپے زید کے پاس امانت جمع کئے اور وصیت کی کہ تندرست ہو گئی تو یہ روپیہ لے کر حج کو جاؤں گی اور اگر مر گئی تو تم کو اختیار ہے کہ کسی کار خیر میں صرف کر دینا اس میں سے میرے کسی رشتہ دار کو ایک جہت نہ دیا جائے، دوبارہ اس ماہ کے بعد سوروپے اور زید کے پاس جمع کئے اور وصیت کی کہ یہ رقم دوبارہ جمع شدہ بعد میرے مرنے کے تجہیز و تکفین اور ایک سال تک میری فاتحہ درود میں خرچ ہوں اور رقم سابقہ جس کی وصیت کر چکی ہوں اس کار خیر میں اٹھائی جائے اب وصیت سے ایک ماہ بعد مسماۃ کا انتقال ہو گیا للہ اس کی تجہیز و تکفین فاتحہ میں صرف ہوئے جس کو ابھی سال نہ ہوا ماسے باقی ہیں اور پہلی رقم بجنسہ موجود ہے کل ماسے باقی ہیں ہندہ کی ایک ہمشیرہ حقیقی دوسری بھتیجی جس کا باپ بیس سال سے مفقود الخیر ہے اور ایک ہندہ کے شوہر ثانی کی لڑکی ہے وہ ہندہ کی دختر نہیں اب کس طرح تقسیم ہو؟ بیٹو تو جو دا۔

الجواب

ہندہ کی بہن کے بیان سے واضح ہوا کہ ہندہ نے ان روپوں کے سوا اتنی چیزیں اور چھوڑیں چوڑیاں (صر)، توڑا (صر)، بالی پتے (صر)، کڑے (صر)، پانچ برتن وزنی ٹھنڈا سویر، ان میں چوڑیاں اپنی موت سے آٹھ دن پہلے اپنے جلیٹھ کی نو اسی کو دے دیں اور توڑے اور بالی پتوں کی بھی اسی کے لئے وصیت کی، کڑوں اور برتنوں میں کوئی وصیت نہ کی، اس کی تجہیز و تکفین میں بیس روپے اٹھے اور چالیس روپے کے کھانے پکوانے صرف مساکین دینے ہندہ کا بھائی جس وقت مفقود ہوا اس کی عمر چالیس سال تھی اور ہندہ پر کوئی قرض نہیں بر تقدیر صدق جملہ بیانات مذکور بیس روپے کہ

لہ غزعیون البصار مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارة القرآن کراچی ۱۵۰/۱

تہیز و تکفین میں صرف ہونے وہ تو حاجتِ اصلیہ میں اٹھے شامل و صایا نہیں، وصیت گویا ان روپوں میں ایک سو اتسی کی ہے اور پندرہ کی اس نو اسی کے لئے کل وصیت ایک سو پچانوے کی ہے اور جملہ متروکہ دو سو آٹھ روپے، اس کی تہائی انہتر روپے پانچ آنے چار پائی، یہاں تک بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی اور ثلث جب وصایا پر تنگی کرے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو وصیت ثلث کو مجموع وصایا سے ہے اسی نسبت سے ہر وصیت نفاذ پائے گی مثلاً ثلث اگر مجموع وصایا کا نصف ہے تو ہر وصیت اپنے نصف میں نافذ ہوگی اور تہائی تو تہائی، و علیٰ ہذا القیاس۔ غایۃ البیان میں شرح الطحاوی للامام الاسیجیابی سے ہے:

الوجه فی ذلک ان تجمع الوصایا کلہا وینظر الیہا و الی الثلث و الی نقصانہ من الوصایا فان کان النقصان مثل نصف الوصایا ینقص من کل وصیة نصفہا وان کان النقصان مثل ثلثہا ینقص من کل وصیة ثلثہا و ان بلغت الوصایا الف و درہم لاحدہم مائۃ و للآخر مائتان و للآخر ثلثمائۃ و للآخر اربعمائۃ و ثلث مالہ خمسائۃ فالنقصان من خمسائۃ الی مبلغ الوصایا مثل نصفہا خمسائۃ فینقص من کل وصیة نصفہا لصاحب المائۃ خمسون و لصاحب المئتین مائۃ و علیٰ

اس میں توجیہ یہ ہے تمام وصیتوں کو جمع کر کے ان وصیتوں اور میت کے مال کی ایک تہائی کو دیکھا جائے گا کہ وہ تہائی مال وصیتوں کے مجموعے سے کتنا کم ہے اگر وہ کمی وصیتوں کے نصف کے برابر ہے تو ہر وصیت سے اس کا نصف کم کر دیا جائے گا، اور اگر کمی وصیتوں کے مجموعے کی تہائی کے برابر ہے تو ہر وصیت میں سے اس وصیت کا تیسرا حصہ کم کر دیا جائیگا جیسے کسی شخص نے مجموعی طور پر ہزار درہموں کی وصیت کی یعنی ایک شخص کے لئے سو درہم، دوسرے کے لئے دو سو درہم، ایک اور شخص کے لئے تین سو درہم، اور مزید ایک شخص کیلئے چار سو درہم کی وصیت کی جبکہ اس کے مال کا تہائی حصہ پانچ سو درہم ہے، تو اس طرح وصیتوں کے مجموعے سے کمی نصف کے برابر ہوتی یعنی پانچ سو درہم کم ہیں چنانچہ ہر وصیت میں سے نصف کم کر دیا جائے گا یعنی سو کی وصیت والے کو پچاس اور دو سو والے کو سو درہم دیں گے اور اسی پر دیگر کو قیاس

هذا القياس -

کھ لو - (ت)

اقول (میں کہتا ہوں - ت) یا یوں کریں کہ ہر وصیت کو جو نسبت مجموعہ وصایا سے ہے ہر ایک کے لئے اتنا ہی حصہ ثلث سے دیں جو وصیت مجموعہ وصایا کی نصف ہو اس کے لئے ثلث کا نصف دیں اور جو ربع ہو اس کے لئے ربع، و قس علیہ، دونوں طریقوں کا حاصل ایک ہے اگر ثلث کا حصہ دریافت کرنا ہو کہ اس میں سے فلاں وصیت کو کیا ملے گا تو یہ طریقہ کہ فقیر نے ذکر کیا عمل میں لائیں، اور اگر وصیت کسی عین مثلاً گھنے یا برتن یا مکان وغیرہ کی ہے اور معلوم کرنا چاہیں کہ اس عین کا کتنا حصہ دیا جائے گا تو وہ پہلا طریقہ برقیں مثلاً پہلے طریقہ پر جو نسبت لے کر مال لے یا دوسرا آٹھ کو پانچ سو پچاسی بلکہ سولہ کو پچاسی سے ہے اسی نسبت پر ہر وصیت دی جائے گی یعنی ہر وصیت سے $\frac{1}{5}$ نافذ کریں گے، چوڑیاں اور توڑا اور بالی پتے ہر ایک سے اتنا ہی حصہ جیٹھ کی نو اسی کا ہے اور ہر ایک سے $\frac{2}{5}$ وارثوں کا، اگر ان تینوں چیزوں کی قیمت $\frac{1}{5}$ ہے تو ان میں سے وصیت کا حصہ پانچ روپیہ پانچ آنے چار پائی ہوگی، اور دوسرے طریقہ پر جبکہ ان کی قیمت $\frac{1}{5}$ ہے اور مجموعہ وصایا ۱۹۵ تو یہ وصیت اس مجموعہ کا تیرھواں حصہ ہوتی تو ثلث یعنی لے کر $\frac{2}{5}$ پائی کا تیرھواں حصہ اس کا نصیب ہوگا جس کے وہی $\frac{2}{5}$ پائی ہوئے۔

یوں ہی دونوں حسابوں پر کار خیر کے لئے سو روپوں کی وصیت تھی اُس کا حصہ پینتیس روپے پونے نو آنے ایک صحیح دو تہائی پائی $\frac{2}{5}$ پائی آئے گا اور فاتحہ کی وصیت اسی روپے میں رہی تھی اس کا حصہ اٹھائیس روپے سات آنے ایک صحیح ایک تہائی پائی $\frac{1}{5}$ پائی۔ فاتحہ میں اس کے حصہ سے زائد اٹھائیے مگر فاتحہ بھی جبکہ صرف مساکین پر صرف کی گئی کار خیر ہے اور مجموعہ ان دونوں وصیتوں کے حصول کا جو کار خیر فاتحہ کے لئے تھیں چولٹھ روپے ہوئے ان میں سے چوالیس اٹھ گئے اور اس نے سال بھر میں اٹھانے کو کہا تھا وہ سال سے پہلے ہی اٹھا دئے اس میں بھی کچھ عرج نہ ہوا بلکہ جلدی ہی بہتر تھی،

ہندیہ میں بحوالہ جامع و خانہ سے منقول ہے
اگر کسی نے اپنا تہائی مال مسکینوں کو دینے کی
وصیت کی اس طور پر کہ ہر سال اسکے تہائی مال

فی الہندیۃ عن الخانیۃ عن
الجامع اذا وصی بثلث
مالہ للمساکین یتصدق منہ

لے غایۃ البیان

كل سنة ثمانية دراهم او قال اوصيت
بان يتصدق من ثلثي كل سنة
مائة درهم فالوصي يتصدق بجميع
الثلث في السنة لاولي ولا يوزع على
السنة

سے ان پر اٹھارہ درہم صدقہ کئے جائیں یا یوں
کہا میں نے اس بات کی وصیت کی ہے کہ میرے
مال کے تہائی حصہ سے ہر سال سو درہم صدقہ
کئے جائیں یا یوں کہا میں نے اس بات کی
وصیت کی ہے کہ میرے مال کے تہائی حصہ

سے ہر سال سو درہم صدقہ کئے جائیں، تو اس صورت میں وصی پورے تہائی مال کو پہلے ہی سال صدقہ
کردے اور اس کو سالوں پر تقسیم نہ کرے۔ (ت)

تو اب فقط بیس روپے کا رخیہ میں اور خرچ کر دیں اور اٹھارہ حصہ چوڑیوں، توڑے، بالی پتوں کا
یعنی ہر ایک میں سے $\frac{1}{5}$ اس وصیت کا حصہ ہوا باقی ان تین گھنوں میں ہر ایک کا $\frac{2}{5}$ اور کڑے اور
برتن پورے اور ایک سو سو روپے۔ یہ سب حق و رشتہ ہے، بھتیجی یا شوہر ثانی کی لڑکی تو اصلاً وارث نہیں
صرف بہن وارث ہے اور وہ مفقود الخیر بھائی، لہذا وہ جسے ہندہ نے امین و وصی کیا تھا بیس روپے
کا رخیہ میں خرچ کرے، بہن اور بیٹی کی نو اسی تقسیم چاہیں تو ان تینوں گھنوں کے $\frac{1}{5}$ بیٹی کی نو اسی کو
دے دے اور ان کے $\frac{2}{5}$ اور کڑے اور برتن اور 116 روپے سب میں سے ایک تہائی بہن کو دے دے
اور ہر ایک کی دو تہائی بھائی کے لئے اٹھارہ حصے یہاں تک کہ اس مفقود کی عمر سے ستر برس گزر جائیں،
اگر یہ صحیح ہے کہ چالیس برس کی عمر میں مفقود ہوا تھا اور مفقود ہوئے بیس برس گزرے تو دس برس اور
انتظار کریں اگر اس دس برس میں وہ زندہ ظاہر ہو تو یہ دو تہائی اسے دے دیں، اور اگر معلوم ہو کہ
وہ ہندہ کے بعد مر گیا تو یہ دو تہائی اس کی بیٹی وغیرہ اس کے ورثہ کو دے دیں جو مفقود کی موت کے وقت
اس کے وارث تھے، اگر یہی بہن بیٹی اس کے وارث تھے تو ان دو تہائی کا نصف مفقود کی بیٹی کو دیں
اور نصف بہن کو، اور اگر معلوم ہو کہ وہ ہندہ سے پہلے مر گیا یا اس کی عمر سے ستر برس گزر جائیں اور اسکی
موت حیات کا کچھ حال نہ معلوم ہو تو یہ دو تہائی بھی ہندہ کی بہن ہی کو دے دیں۔ ادب الاوصیاء میں ہے:
ذكر في الذخيرة والخانية والخلصة
والحافضية أن قسمة الاب و
وصيه ولو بمراتب جائزة على

ذخیرہ، خانہ، خلاصہ اور حافظیہ میں مذکور ہے
کہ باپ اور وصی کی تقسیم نابالغ پر ہر شی میں
جائز ہے اگرچہ کسی مرحلوں میں ہو جب تک کہ

بعضهم صغاراً او غائباً تجوز مقاسمة الوصى فيما سوى عقار الغائبين أما لو قاسم للورثة على الموصى له بات كان الموصى له هو الغائب و امسك له الثلث لم تجز مقاسمته و مثله في الولو الجية و استدلال بان الوصى قائم مقام الموصى و الورثة خلفن عن الموصى فكان الوصى قائماً مقام الورثة فتصح مقاسمته للموصى له عن الورثة و الموصى له ليس بخلف عن الموصى فلا يقوم الوصى مقامه فلا تجوز مقاسمته للورثة عن الموصى له و هذا معنى ما في الجامع الصغير و الهداية و السراجية و الخلاصة و المنية و الغنية و البنية و غيرها **أهم مختصراً**۔

اور اگر ان میں سے بعض نابالغ یا غائب ہیں تو وصی کا مقاسمہ غائب وارثوں کی غیر منقول جائداد کے ماسوا میں جائز ہوگا، اور اگر اس نے وارثوں کے لئے وصیت والے شخص پر مقاسمہ کیا باہی صورت کہ وہ وصیت والا شخص غائب تھا اور وصی نے اس کے لئے تہائی مال روک لیا تو اس کا مقاسمہ جائز نہیں، اور اسی کی مثل ولو الجیہ میں ہے، اور استدلال یوں کیا گیا ہے کہ وصی موصی کے قائم مقام ہے اور ورثہ موصی کے پسماندگان ہیں تو گویا وصی وارثوں کے قائم مقام ہو گیا لہذا وصیت والے شخص کے لئے اس کا وارثوں سے مقاسمہ کرنا صحیح ہے، اور وصیت والا شخص موصی کا جانشین نہیں لہذا وصی اس کے قائم مقام نہیں ہوگا تو وصیت والے شخص سے وارثوں کے لئے اس کا مقاسمہ جائز نہیں

ہوگا، اور یہی معنی ہے اس کا جو کچھ جامع صغیر، ہدایہ، سراجیہ، خلاصہ، غنیہ، غنیہ اور بنیہ وغیرہ میں ہے الخ (اختصاراً)۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از جالس ضلع رائے بریلی محلہ غوریانہ خورد مرسلہ عبد الحمید صاحب معرفت حافظ علی بخش صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرحوم نے اپنے دم واپس اپنے زیورات کے بارہ میں یہ وصیت کی کہ اس کو فروخت کر کے میرے نام کا ایک چاہ بنوادیا جائے کہ جس میں مجھ کو ثواب ملے لیکن یہاں جامع مسجد میں جب کثرت نمازیوں کی ہوتی ہے تو صحن مسجد میں بھی دو ایک صفیں نمازیوں کی ہو جایا کرتی ہیں ایام گرام میں بوجہ تمازت آفتاب زمین بھی نہایت گرم رہتی ہے اور اوپر کی دھوپ اور بھی ان نمازیوں کے لئے جو صحن میں ہوتے ہیں

بکے آداب اللادھیاء علی بخش جامع المصولین فصل فی القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶-۲۵۶

باعث تکلیف ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اگر مرحومہ کی وصیت کو نہ خیال کیا جائے اور بجائے تعمیر چاہ کے صحن مسجد میں ایک سائبان ٹین کا تعمیر کرایا جائے کہ جس سے نمازیوں کو آرام ملے تو وصیت مرحومہ کی وجہ سے کسی قسم کا نقص شریعت کی رو سے تو نہیں ہے کیونکہ مرحومہ کی وصیت چاہ کے بارے میں ہوئی ہے۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب

وصیت میں ایسی تبدیلی جائز نہیں،

لان حفرة البرقربة مقصودة فلا تغير
كما حققناه في ما على رد المحتار
علقناه - والله تعالى اعلم۔

اس لئے کہ کنواں کھودنا قربت مقصودہ ہے
لہذا اسے غیر سے بدلنا جائیگا جیسا کہ ہم نے اس کی
تحقیق رد المحتار پر اپنی تعلیق میں کر دی ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۶ از سہلی بھیت مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ساکن درتیس برہ

۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کل جائداد اپنے بیٹے عمرو کے نام
ہبہ کر دی اور قبضہ تام کر دیا بعد کو عمرو کا انتقال ہو گیا اور عمرو نے دو لڑکے نابالغ اور ایک لڑکی
نابالغہ اور ایک زوجہ اور والدین چھوڑے، ان میں سے ہر ایک کو موافق فرائض کے حصص پہنچے اور
کاغذات مال میں عملدرآمد ہو گیا، اس کے بعد لڑکی کا بھی انتقال ہو گیا اس نے ایک دادا اور دادی
اور ایک دختر اور شوہر چھوڑے ان کو اس کی جائداد سے حصص شرعی پہنچے اور کاغذات مال میں تکمیل
ہو گئی لیکن چونکہ اس گھر میں ذکور میں سے عاقل و بالغ کوئی سوائے زید کے نہ رہا لہذا زید ہی سب کی
طرف سے کل حصص کا کارکن و منتظم رہا بالغان کی طرف سے باجائز اور نابالغان کی طرف سے بولایت
اور کسی کا حساب و روپیہ اپنی حیات بھر علیحدہ نہ کیا اور نہ کسی کی آمدنی اس کے قبضہ میں دی بلکہ اپنی او
سب کی آمدنی مخلوط اپنے ہی پاس رکھی اور جہاں چاہا محض اپنی رائے سے اس مشترک آمدنی سے
صرف کرتا رہا یعنی سب شرکار کے ضروری اخراجات علاوہ خیرات و میراث مثل بنا مسجد و چاہ و پل
اور جائداد خرید کر وقف کرنا اور روپیہ غریب و عجم کو تقسیم کرنا اور حج کے واسطے ضرورت سے زائد
ہمراہ لے جانا اور اپنے دوست و احباب و رعایا کو قرض اتنا دینا جس کی امید وصول نہیں اور ان
امور میں سے کچھ نہ کسی شریک بالغ یا نابالغ کی اجازت سے تھا اور نہ ان میں کوئی راضی تھا بلکہ نابالغوں

نے بعد بلوغ اور بالغان نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو شاق گزرا مگر چونکہ زید سب کا بزرگ اور ذی رتبہ شخص تھا اس واسطے کوئی اس سے تاہین حیات نہ اپنا حساب اور نہ اپنی آمدنی طلب کر سکا اور نہ اپنا حصہ اس کے قبضہ سے نکال کر خود قابض ہو سکا البتہ زید نے اول حصہ جائداد کا جو تزکہ پسر سے اس کو پہنچا تھا ہر دو نبیرگان کے نام بیع کر کے امین باز زرمن یہ الفاظ تحریر کرائے کہ کل زرمن ہم نے بوجہ محبت قتلبی مشترکان کو بخش دیا اور دوسری حصہ جائداد کا جو تزکہ دختر پسر سے پہنچا تھا دونوں نبیروں کے نام بیع نامہ لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ زرمن تمام و کمال وصول پایا زید نے اس کے بعد اس مشترکہ آمدنی سے اپنے نام سے خرید کی اور زید کا ایک مکان بھی ذاتی تھا اس نے اس جائداد اور مکان کا بیع نامہ بھی نبیرگان مذکور کے نام کر دیا اور اس میں بھی کل زرمن کی وصولیائی تحریر کر دی مگر یہ دونوں وصولیائیاں فرضی تھیں اور اس سے بھی زرمن کا معاف کرنا مقصود تھا پہلے اور دوسرے بیع نامہ کے وقت ایک نبیرہ بالغ اور دوسرا نابالغ تھا اور تیسرے بیع نامے کے وقت دونوں بالغ تھے ان بیع ناموں میں کسی سے قبل زبانی کوئی بیع نہ ہوتی تھی نہ کسی طرف سے کوئی ایجاب یا قبول ہوا سوائے اس کے کہ زید نے تحریر بیع نامہ سے پہلے اپنے مکان پر نبیروں سے کہا ہم چہراغ سحری ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اپنی جائداد تم دونوں کے نام نصف نصف کر دیں کہ ہمارے بعد جھگڑا نہ ہو۔ نبیروں نے کہا بہت اچھا۔ اس کے بعد شہر جا کر انہوں نے یہ بیع نامے تحریر کر دیئے اور اس کی تکمیل کو نبیروں نے قبول رکھا اور جس قدر زرمن بیع ناموں میں لکھا گیا کسی وقت وہ اس مال کی قدر نہ تھا جو زید اول مصارف بالائی میں بلا رضا و اجازت نبیرگان صرف کرتا رہا وہ مال زرمن سے ہمیشہ زائد تھا اب زید کا انتقال ہو گیا اس نے آمدنی مشترکہ سے کچھ نقد اور اثاث البیت چھوڑا اور کچھ اپنا ذاتی روپیہ چھوڑا اور اشخاص مذکورین مشارکین الحصاص میں سے یہ یہ ورثہ چھوڑے دو نبیرگان ایک زوجہ علاوہ ازین ایک زوجہ مع دختر اپنی چھوڑی کہ مذکورین سابق سے نہ تھی، اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ اس جائداد کا زید منظم و کارکن تھا اور زید نے بلا رضا مندی مالکان تصرفات مذکورہ بالا کئے وہ زید پر قرضہ ہو گا یا نہیں؟ در صورت قرضہ قرار پانے جو نقد بلکہ زید تھا وہ قرضہ میں دیا جائے گا یا ترک تقسیم ہو گا اور جو جائداد زید نے اپنے نبیرگان کے نام بیع نامہ بصورت مختلف مذکورہ بالا بیع کی وہ یا زرمن معاف شدہ قرضہ میں مجرا ہو گا یا نہیں؟ اور مشترکہ روپیہ اور اثاث البیت کس طرح تقسیم ہو گا؟ بیوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مال مشترک سے جس قدر روپیہ زید نے خیرات و مبرات مذکورہ میں

صرف کیا اس میں سے حصہ نابالغان کا تاوان اس پر لازم ہونا تو ظاہر ہے لانہ لایملاک التسبوع
بمالہم (اس لئے کہ وہ نابالغوں کے مال میں تصرف کا مالک نہیں۔) یونہی قرض مذکورہ کہ وہ
بھی تبرع ہے۔ ادب الاوصیاء میں عمدہ و ولوالجیہ وقینہ و خلاصہ سے ہے؛

لایقرض الاب ولا وصیہ مال باپ اور وصی یتیم کے مال کو قرض پر نہیں
الیتیم یتیم دے سکتے۔ (ت)

یوں ہی جبکہ بالغوں کی بھی رضا و اجازت نہ تھی تو ان کا بھی تاوان زید پر عائد اگرچہ انہوں نے زید
کو صرف کرتے دیکھا اور اس کے رعب سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اشباہ میں ہے؛

لو رأی غیرہ یتلف مالہ فسکت لایکون اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مال برباد کرتے دیکھ کر
اذنابا تلافہ یتیم چپ رہا تو یہ اس کی طرف سے برباد کرنے کی
اجازت نہیں ہوگی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ زر نقد یا جو ترکہ زید نے چھوڑا اس سے ادائے دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے اور یہ
تاوان بھی زید پر دین ہیں تو جب تک ادا نہ ہو لیں ورثائے زید کو ترکہ نہ پہنچے گا جاہد ادا کہ زید نے
اپنے نام خریدی اسی کی ملک ہوئی اگرچہ اس کی قیمت زید مشترک سے ادا کی اس سے شریکار کا جب ادا
خرید کردہ میں حصہ نہیں ہو جاتا ہاں زید مشترک سے دیا ہے ہر شریک کا اس میں جتنا حصہ تھا
اُتے کا تاوان زید پر آیا کہ یہ بھی اگلے تاوانوں میں شامل ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے؛

ما اشتراہ احدہم لنفسہ یکون لہ شریکار میں سے اگر کسی نے کوئی چیز اپنی ذات
ولیضمن حصۃ شراکئہ من ثمنہ کے لئے خریدی تو وہ اسی کی ہوگی اور وہ ثمن
اذا دفعہ من المال المشترك یتیم میں سے دیگر شریکار کے حصوں کا ضامن ہوگا
جبکہ اُس نے ادائیگی مال مشترک سے کی ہو (ت)

تو ظاہر ہوا کہ تعینوں بیعنا صحیح ہوتے ہر ایک میں زید نے اپنی ہی ملک نبیران کے نام بیع کی
اور نبیرے اُن سب بیعوں کے مالک ہو گئے۔

۱۴۴/۲ لہ آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی القرض اسلامی کتب خانہ کراچی
۱۸۵/۱ لے الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية عشر ادارة القرآن کراچی
۳۳۸/۳ لے ردالمحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت

والبیان الاولان وان لزم فیہما تفریق
الصفقة لان احد البیع منہما کان
صغیرا ثم البیع فی حقہ بمجرد
الایجاب والاخر بالغاتا خسر فی
حقہ الی قبولہ لکنہ لیس تفریقاً
علی البائع بل منہ فلا یضر لانه
انما کان یمنع لحقہ فاذا رضی بہ
فلا حرج کنت باع صبرة طعام
کل فقیز بدراہم جاننا البیع فی
فقیز واحد وللمشتری الخیار لتفرق
الصفقة علیہ کما فی الہدایۃ لا للبائع
وان تفرقت علیہ ایضاً لان التفرق جاء
منہ فیکون راضیا بہ کما فی البنیۃ

پہلی دونوں بیعوں میں اگرچہ تفریق صفقتہ لازم ہے
کیونکہ جن دو لڑکوں کے نام بیع کی گئی ان میں سے
ایک نابالغ ہے، پھر اس نابالغ کے حق میں
بیع فقط ایجاب سے ہوئی اور دوسرا چونکہ بالغ
ہے لہذا اس کے حق میں بیع اس کے قبول کرنے
پر موقوف ہوگی لیکن صفقتہ میں یہ تفریق بالغ پر
لازم نہیں آئی بلکہ اس کی طرف سے لازم آئی
چنانچہ یہ نقصان دہ نہیں۔ اس لئے کہ مانعت
تو اس کے حق کی وجہ سے تھی جب وہ اس پر
راضی ہے تو کوئی حرج نہیں جیسے کسی نے گندم کا
ڈھیر بیچا کہ ہر بوری ایک درہم کی ہے تو یہ بیع
ایک بوری میں جائز ہوگی اور چونکہ مشتری پر
صفقتہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے لہذا اس کو

اختیار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے بائع کو اختیار نہیں ملے گا اگرچہ اس پر بھی صفقتہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے
کیونکہ یہ متفرق ہونا اس کی طرف سے لازم آیا ہے تو اس طرح وہ اس پر راضی ہوا، جیسا کہ بنیہ
میں ہے۔ (ت)

توپہ جائدادیں اس تاوان کی زیر پانہیں ہو سکتیں۔ رہے ان کے زر ثمن پچھلے دونوں بیعنامے
جن میں زر ثمن کا فرضی وصول لکھ دیا ان کا مطالبہ بیوروں پر سے ساقط نہ ہوا اگرچہ اس سے مقصود
یہی ہو کہ زر ثمن مشتریوں کو معاف ہو جائے کہ شرع میں دربارہ عقود و معاملات معافی الفاظ پر
نظر ہے، نہ مقاصد و اغراض پر، ورنہ حیل شرعیہ یکسر باطل ہو جائیں وقد حققناہ فی
کاسر السفیہ الواہم (اور اس کی تحقیق ہم نے رسالہ کاسر السفیہ الواہم میں
کروی ہے۔ ت) یہاں لفظ اقرار وصول ہے اور وہ نہ ہیہ ہے نہ ابرا بلکہ ایک غلط خبر تو مجرد

نیت سے دین سا قطن نہ ہو جائے گا اقرار کاذب و دیا نہ تو باطل و محض بے اثر ہے اور قضاء بھی جبکہ اس کا راضی ہونا ثابت ہو جیسا کہ یہاں ہے کہ خود نبیوں کو اُس کے فرضی ہونے کا اقرار ہے بلکہ یہاں جبکہ زید پر نبیوں کا مطالبہ تاوان حقیقہ موجود تھا تو اقرار وصول کو فرضی ٹھہرانے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ اپنا مطالبہ ثمن اُن کے مطالبہ تاوان کی مجرائی سے وصول پانا مراد ہو سکتا ہے اور معنی صحیح و صادق بنتے ہوئے اقرار غلط و کاذب پر محمول نہ کرینگے ہاں پہلا بیعنامہ جس میں ہبہ ثمن لکھا ہے یہ ہبہ نبیرہ نابالغ کے لئے صحیح ہو گیا اور بالغ کے حق میں صحیح نہیں کہ باپ یا دادا جب اپنے نابالغ بچے کے نام بیع کریں تو بیع کتے ہی بیع تمام ہو جاتی ہے اور یہی ایک لفظ ایجاب قبول دونوں مسترار پاتا ہے۔ درمختار میں ہے :

اس کا انعقاد ایک ہی لفظ کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ قاضی اور وصی کی بیع۔ اور باپ کی بیع و شرار اپنے نابالغ بیٹے کے لئے، اس لئے کہ کمال شفقت کی وجہ سے اس کی عبارت دو عبارتوں کی طرح بنا دی گئی ہے۔ (د ت)

وینعقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفله و شرائه منه فانه لو فور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین لہ

ادب الاوصیاء میں ہے :

فی شرح الطحاوی الجد الصحیح کالاب فی ذلک یعنی عند عد مدہ

شرح طحاوی میں ہے کہ اس مسئلہ میں جد صحیح بھی باپ کی طرح ہے یعنی باپ کی عدم موجودگی میں۔ (د ت)

اور شک نہیں کہ بیعناموں میں پہلے شئی کی بیع کرنا لکھا جاتا ہے اس کے بعد ثمن ہبہ کرنا تو یہ ہبہ حق نابالغ میں بعد تمامی بیع واقع ہوا اور صحیح ہو گیا تو اس بیعنامہ کے نصف ثمن کو جو نبیرہ نابالغ کے لئے ہبہ ہوا اس نابالغ کے آتے ہوئے تاوانوں میں مجرانہ کریں گے کہ ہبہ تملیک بلا عوض ہے اور مجرا ہونا معاوضہ تو خلاف تصریح زید سے معاوضہ نہیں کہہ سکتے۔ عالمگیری میں ہے :

من علیہ الدین اذا وهب مالا جس شخص پر قرض ہو اگر وہ کچھ مال قرض کے

لہ الدر المختار کتاب البیوع مطبع مجتہائی دہلی ۵/۲
لکھ آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الایاق اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۲/۲

من سب الدين يملكه سب الدين
بالهبة لا بالدين كذا في المحيط.

مالک کو بطور ہبہ دے دے تو وہ بطور ہبہ اس کا
مالک بن جائے گا نہ کہ بطور قرض کی وصولی کے۔
محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

مگر نصف ثمن کہ دوسرے نبیرہ نابالغ کو ہبہ کیا یہ ہبہ باطل ہوا کہ حسب تصریح مسائل یہاں
کوئی بیع پہلے نہ ہوئی تھی یہی بیعنا مرہ ایجاب بیع تھا اور اس میں ہبہ ثمن لکھا گیا اور حق بالغ میں
نفس ایجاب سے بیع تمام نہ ہوئی اور ثمن واجب نہیں ہوتا جب تک بیع کے دونوں رکن ایجاب و
قبول متحقق نہ ہو لیں تو یہ ہبہ اس وقت ہوا کہ ابھی ثمن اس نبیرہ بالغ پر واجب ہی نہ ہوا تھا اور
ہبہ قبل وجوب باطل ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

لو قال بعتك هذا الشيء بعشرة دراهم
ووهبت لك العشرة ثم قبل المشتري
البيع جائز البيع ولا يبرء المشتري
عن الثمن لان الثمن لا يجب الا بعد
قبول البيع فاذا ابرأ عن الثمن قبل
القبول كان ابرأ قبل السبب فلا يصح
اگر کسی شخص نے کہا یہ شے میں نے تیرے ہاتھ
دس درہم کے عوض فروخت کر دی اور دس
درہم تجھے ہبہ کر دئے پھر مشتری نے قبول کر لیا
تو بیعت جائز ہوگی اور مشتری ثمنوں سے بری
نہ ہوگا کیونکہ ثمن قبول بیع کے بعد واجب ہوتے ہیں
تو جب اس نے قبول سے پہلے ثمنوں سے مشتری

کو بری قرار دے دیا تو یہ بری کرنا سبب سے پہلے ہوا لہذا صحیح نہیں ہوگا۔ (ت)
مشترک روپے اور اثاث البیت سے اس زوجہ اور تبیران کے ذاتی حصے الگ کر لئے جائیں گے
جو اس میں شریک تھے اور جب کوئی ذریعہ تمیز نہ ہو تو زید اور یہ تینوں اس زرواثاث میں حصہ
مساوی شریک مانے جائیں گے،

كما هو حكم شركة الملك المنصوص
عليه في الخيرية وسداد المختار وغيرهما.
جیسا کہ شرکت ملک کا حکم ہے جس پر فتاویٰ
خیر یہ اور رد المختار وغیرہ میں اس پر نص
کی گئی ہے۔ (ت)

(تو حاصل یہ ٹھہرا کہ) زوجہ اور دونوں نبیرے کہ اس جائیداد میں شریک تھے جن کا کارکن زید تھا

۱۰ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الہبہ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۵/۲
۱۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی احکام البیوع نوکسور لکھنؤ ۳۲۹/۲

ان تینوں کی آمدنیاں حساب کی جائیں پھر ہر ایک کا خرچ اس سے مجرا کیا جائے باقی کہ زید نے مصارف مذکورہ خیرات و مبرات و قرض مردہ و خریداری جائداد بنام خود میں صرف کر دیا اس حصہ میں حصہ رسد زوجہ اور ہرنبیرہ کا تاوان زید پر آیا، اب زوجہ کا یہ تاوان تو پورا واجب الادا ہے اور دونوں نبیروں کے تاوانوں سے ہر دو بیعنامہ اخیر کے زرمن مجرا دیئے جائیں اور نبیرہ کہ وقت بیع اول بالغ تھا اس کے تاوان سے بیعنامہ اول کا نصف زرمن بھی ساقط کیا جائے جو باقی رہے وہ ان دونوں کا تاوان ہے، اب زید پر دونوں زوجہ سے جس جس کا جتنا مہر واجب الادا ہو اور ان کے سوا اگر کوئی اور دین زید پر آتا ہو وہ سب ان تینوں تاوانوں کے ساتھ ملا کر یہ مجموعہ دیون ترکہ زید سے حصہ رسد ادا کئے جائیں خواہ وہ اس کا ذاتی روپیہ ہو یا اس زرواثاث البیت مشترک کا حصہ اگر ان کے ادا سے کچھ نہ بچے کوئی وارث وراثت کچھ نہ پائے ورنہ باقی حسب شرائط فرائض سولہ سهام ہو کر ایک ایک سہم ہر زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور تین تین ہرنبیرہ کو ملیں گے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ محمد حسین ولد مولیٰ بخش ۲۰ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہنوں کی جائداد بطریقہ جائزہ خرید کر اپنی زوجہ کے نام لکھا دی اب اس شخص کے دو بیٹے ہیں (ایک بیٹی بھی تھی جس کا انتقال ہو گیا اور اب اس کی جانب سے کوئی دعویٰ نہیں مگر اس کا شوہر ہے آیا وہ شرعاً حقدار ہے یا نہیں) شخص مذکور نے اپنے انتقال سے پیشتر اپنے حصہ کی جائداد اور نیز نسی خرید کردہ جائداد جو بی بی کے نام لکھ دی تھی اپنے دونوں بیٹوں میں کسی طرح تقسیم نہ کی اب اس شخص کی بی بی نے ایک کاغذ بنوا کر باقی جائداد بھی بعض مہر اپنے نام کرا لی اور مشہور کر دیا کہ یہ کاغذ میرے خاوند کے سامنے کا لکھا ہوا ہے مگر یہ بات محلہ میں مشہور ہے کہ یہ کاغذ جعل سازی سے تیار کیا گیا ہے اور بات بھی یہی ہے اس شخص کے بڑے بیٹے نے اپنے والد کے حین حیات اس وجہ سے تنگ آ کر کہ ساکس ہو میں اکثر لڑائی رہتی ہے اپنا مکان تبدیل کر لیا تھا اب والد کے انتقال پر جب وہ بالکل مختار ہو گئیں تو محلہ کی مستورات اور چھوٹے بیٹے کی لگائی بھائی سے ان کی بخش اور بڑھ گئی اور مرنے سے پہلے تمام جائداد اسی چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کرا دی، ہبہ سے چند روز پیشتر بڑے بیٹے نے تمام اہل برادری کو اپنی والدہ کے سامنے جمع کیا اور اپنی خطا ہوتی ہو اور جب نہ ہوتی ہو جب معاف کرائی اور انھوں نے معاف کی پھر بھی پندرہ بیس روز بعد انھوں نے تمام جائداد کا ہبہ نامہ چھوٹے بیٹے کے نام کر دیا میں دیوانی میں اپنے بھائی پر اپنے حصے کی نالیش کی ہے آیا میں اس جائداد میں حقدار ہوں یا نہیں؟

الجواب

مجرد تحریر اگرچہ رجسٹری شدہ ہو کوئی چیز نہیں جب تک گواہان شرعی سے ثابت نہ ہو پس اگر دو گواہ عادل موجود ہوں کہ شخص مذکور نے اپنی صحت میں وہ جائیداد بعوض مہر بنام زوجہ کر دی تو دیگر ورنہ کا اس میں کچھ حق نہ رہا عورت نے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر دی اگر قبضہ نامہ اپنی حیات میں دلا دیا تو چھوٹا بیٹا اس کا مالک مستقل ہو گیا ہاں اگر قبضہ کاملہ نہ دلا یا اور عورت کا انتقال ہو گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور اب وہ جائیداد متروکہ زن قرار پا کر اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی جس میں سے بڑا بیٹا بھی اپنا حصہ شرعی پائے گا اور اگر گواہان شرعی سے مہر میں دینے کا ثبوت نہیں تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ مہر کچھ باقی تھا یا سب معاف یا ادا ہو گیا تھا اگر کچھ باقی نہ تھا یا جتنا باقی تھا وہ اس جائیداد کی قیمت سے جو شوہر کے نام تھی کم تھا تو عورت کو کوئی استحقاق نہ تھا کہ وہ سب جائیداد بعوض مہر اپنے نام کر لیتی اور اب جو اس نے اس جائیداد کا چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کیا محض باطل ہوا اگرچہ قبضہ دلا دیا ہو لانہا ہبہ مشاع وہی باطلہ حتی لا تملك بالقبض فی الصحیح۔

اس لئے کہ وہ غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور وہ باطل ہے یہاں تک اس میں قبضہ سے بھی ملک ثابت نہیں ہوتا، یہ صحیح قول کے مطابق ہے (ت)

اس تقدیر پر بعد ادا کے مہر وغیرہ دیون و نفاذ وصایا جو وارثان شخص مذکور ہوں ان پر حسب فرائض تقسیم ہوگی، دختر اگر باپ کے بعد زندہ رہی ہو تو وہ بھی حصہ پائے گی اور اگر پہلے مر گئی تو اس کا کچھ حق نہیں اس کے شوہر کا دعویٰ باطل ہے ہاں اگر مہر کل یا جتنا باقی تھا اس جائیداد کی قیمت کے برابر یا زائد تھا تو ایک فتویٰ اقطع کی بنا پر عورت اسے اپنے مہر میں لے سکتی تھی اور اب کہ وہ مالک ہوگی اس کا حکم وہی پہلی صورت کا ہو گیا کہ چھوٹے بیٹے کے نام اس کا ہبہ صحیح ہو گیا اگر قبضہ دلا دیا اور باقی وارثوں کا کچھ حق نہ رہا اور قبضہ کاملہ نہ ہوا تو جائیداد متروکہ زن ٹھہر کر وارثان زن پر تقسیم ہوگی جن میں بڑا بیٹا بھی ہے اور اس صورت میں سپر کلاں خواہ کسی وارث کو اس پر دعویٰ بیکار ہے مگر یہ کہ مہر اپنے پاس سے ادا کر دے تو حسب اصل مذہب جائیداد سے اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از کچہری چیف کورٹ ریاست بہاولپور مرسلہ محمد دین صاحب نج

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

(۱) آج یہ مسئلہ پیش ہوتے فتاویٰ مصدرہ میں جو سوال زیر بحث اکثر طے ہو چکے ہیں

اُن کے اس حکم درمیانی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ذیل میں اُن سوالات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں :

(۱) ابھی تک اطمینان کی ضرورت ہے موصی اگر دو شخصوں کے حق میں وصیت کرے جن میں سے کچھ مال وارث کے نام اور دوسرا کچھ مال ایک شخص اجنبی کے نام جیسا کہ اس مقدمہ کی صورت ہے تو کیا ایسی وصیتیں جائز اور قابل نفاذ ہیں، اگر سوال اول کا جواب جواز و صایا متعدد ہو تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ پہلے کون سی وصیت کو نافذ کرنا چاہئے، آیا اس وصیت کو جو ایک وارث کے حق میں کی گئی یا اس وصیت کو جو ایک اجنبی شخص کے حق میں کی گئی ہے، اجنبی شخص کے حق میں چونکہ وصیت زائد علی ثلث المال ہے اس لئے وارث کے اعتراض پر اس وصیت کا نفاذ ثلث المال تک محدود کرنا پڑے گا یا کس طرح ایسی صورت میں اگر بحق الوارث ناقابل نفاذ قرار دی جائے یا اس کا نفاذ نفاذ وصیت بحق وارث سے مقدم قرار دیا جائے تو ثلث المال میں جمیع مال موصی کا ثلث نفاذ وصیت کے لئے شمار کیا جائے گا یا زیورات کو جن کی نسبت متوفی نے شاہ محمد کے نام کوئی وصیت نہیں کی علیحدہ رکھ کر باقی ماندہ کے ثلث پر وصیت نافذ ہوگی دونوں صورتوں میں جو جائز قرار دی جائے اس کی سند ہونی چاہئے بعد نفاذ و صایا اور ادائے فرض و رثا کے جو مال باقی ترکہ متوفی کا پنج رہے اس کی تقسیم میں علماء میں بحث اور اختلاف ہے اس کا اقتباس یہ ہے :

(۱) باقی ماندہ مال اس اصول پر کہ نفاذ وصیت لزائد علی ثلث المال (ایک تہائی سے زائد مال کی - ت) کا اب کوئی مزاحم نہیں رہا اب موصی لہ بزائد علی ثلث المال کو ملنا چاہئے۔
(۲) باقی ماندہ مال کا اب چونکہ کوئی حقدار نہیں رہا اور زوجہ موجود ہے اس لئے رد علی الزوجین کے فتویٰ کے مطابق زوجہ کو دیا جائے۔

(۳) باقی ماندہ کی تقسیم بعد ادائے فرائض و دیون و فرائض و صایا کی جو ترتیب ہو سکتی ہے وہ حسب ذیل مستحق بالترتیب ہوں گے :

ذوی الفرائض، عصبات، مرد ذوی الارحام، مقررہ،
موصی لہ، بمان زاد علی الثلث، مرد علی الزوجین،
بیت المال۔

اس ترتیب کی رو سے بمان زاد علی الثلث کو دیا جائے۔

فقہرہ بالا کی صورت ۱ و ۲ میں علماء کا

عطردان ایک قیمتی مبلغ سے بازو بند نقرہ ایک جوڑہ قیمتی سے کنگن نقرہ دانوال ایک جوڑہ قیمتی مبلغ سے کل جملہ مبلغ سماعہ کے زیورات مندرجہ بالا اپنی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو ملے گا ان زیورات سے کسی کا تعلق اور واسطہ نہ ہوگا میری زوجہ مسماۃ عالم خاتون مذکورہ بالا کے ہیں اور ماسوائے اس کے میری جائیداد غیر منقولہ از قسم مکانات رہائش بمقام نوشہرہ ہیں اور وہ پیدا کردہ منظر کے ہیں ان کا انتظام اس طور پر رہے گا کہ وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں ولد مسکر خاں ذات نابوچی سکھ خان پور کے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر منظر کی عورت منظر کے حق میں رہ کر گزارہ کرے تو اس کو فقط حق آسائش کا حاصل رہے گا وہ یعنی آحق منظر آباد رہے گی رہن اور بیع مسماۃ عالم خاتون زوجہ ام کو اختیار ہرگز نہ ہوگا اور اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کر دے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن نہ رہن یا زیر بیع میری تجہیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دیگا یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن گلی و مسی و کٹ وغیرہ دیگر ہا مسی و تھالی کلاں مسی و کٹورہ کٹ و چار پائی ہائے وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا بموقع محفل امامین شہیدین شریفین شاہ محمد خاں جملہ برتن ہائے میں سے گلیم دری کلاں وغیرہ لے جائے اور استعمال کرے سب کچھ شاہ محمد خاں کے اختیار میں ہوگا زوجہ ام مسماۃ عالم خاتون کو ضرورت استعمال کے لئے دیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ فروخت یا بیع روپوش نہ کرے ورنہ کلام اشیا مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے جس نے میری خدمت گزاری اور وفاداری از حد کی ہے بعد انتقال میری بھی تجہیز و تکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت احسن کو پورا انجام دے گا۔ یہ جملہ شرائط بعد میں قابل تعمیل ہوں گی جب تک میں حیات موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے اور قابل عمل ہوں گی لہذا میں چند حروف بطور وصیت نامہ لکھ دیتا ہوں کہ سندر ہے اور وقت حاجت کے کام آئے۔

المرقوم ۲۲ صفر ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء

استفتاء

مسی واحد بخش مرگیا ہے صراحتاً مسماۃ عالمون چھوڑ گیا ہے دیگر کوئی اسکا وار نہیں مرنے سے قریب ایک دو ماہ یا پندرہ یوم وہ چہار پائی بند ہو گیا اس کو تپ و دق کی بیماری تھی اسی بیماری میں وہ فوت ہوا ہوش اس کو آخر تک رہی، مرنے سے ایک ہفتہ پہلے اس کے معالج نے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ اب نہ بچے گا اور اس

لئے اس کا علاج کرنا بھی چھوڑ دیا تھا مرنے سے قریب تین چار یوم پہلے ۲۳ فروری ۱۳۱۱ھ کو واحد بخش مذکور نے ایک وصیت تحریری تکمیل کی اس وصیت کی ایک نقل شامل ہذا کی جاتی ہے یہ شاہ محمد موسیٰ کا نہر شہہ دار نہ ہم قوم ہے متوفی ایک نو مسلم تھا جو اپنے آپ کو وصیت میں شیخ نو مسلم پیشہ نان بانی لکھتا ہے اسی شاہ محمد کے گھر میں وہ مراجس نے اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ کی، اب دعویٰ جائداد متوفی کا باہم اس شاہ محمد کے اور عالم خاتون بیوہ موسیٰ کے ہے مؤخر الذکر مدعیہ ہے وہ مانتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ نے پاس اس کو زیورات قیمتی سماعیے (جس کا ذکر وصیت میں ہے) بعد وفات موسیٰ دے دیئے ہیں لیکن وہ کہتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات و اثاث البیت ظروف وغیرہ مالیت ماعیے اور دو منزل مکانات قیمت آٹھ سو روپے از تر کہ شوہر شس مذکور موجود ہیں وہ بھی شرعاً تنہا مدعیہ کو ملنا چاہئے مدعا علیہ کا کوئی حق نہیں وصیت کی تکمیل اور جوازی دونوں کو وہ تسلیم نہیں کرتی جو زیورات قیمتی سماعیے و رثہ مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ یہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا ہے شاہ محمد مدعا علیہ کو وصیت کی تکمیل پر اقرار ہے وہ کہتا ہے کہ وصیت جائز ہے اور یہ کہ مدعیہ حرام کاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہیں رہی اور یہ کہ وصیت کو مدعیہ نے وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا سوال یہ ہیں :

- (۱) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی وصیت پر کیا اثر پڑتا ہے؟
- (۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد متوفی میں مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے؟
- (۳) جو خاص زیورات قیمتی سماعیے بروئے وصیت مدعیہ کو دلانے گئے ہیں کیا ان میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا یہ کہ ان زیورات کو چھوڑ کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال ۱ء ان کے پائے جائیں۔
- (۴) جو اخراجات تجہیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصے پر چارج ہوں گے یعنی یا یہ کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا؟
- (۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا ہے کیا وہ شرعاً جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اس کو بروئے سوال ۱ء ایک حصہ مکان تملیک قطعی دے دیا جائے۔

(۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر عیہ کے ظروف وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال ۱۲ اثر پذیر ہو سکتا ہے ؟

(۷) جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا سوال ۱۲ قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ میں جدا جدا دیا جاسکتا ہے یا کہ بالکل جائداد منقولہ غیر منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جاسکتی ہے۔ ۱۷ جنوری

سوال ۲ : زید اس طرح وصیت کر کے مر گیا ہے کہ بعد مرنے میرے کے میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز و تکفین بھی کرے گا اور لہذا میری ارواح کو بھی دے گا بعد وفات زید کے عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کر کے ایفاء امورات میں لگ گیا متوفی کا وارث بجز ایک زوجہ اور کوئی نہیں ہے اب زوجہ متوفی کہتی ہے کہ یہ تمام مال متروکہ شوہر خود صرف میرا ہی حق ہے میں دوسرے شخص کو دینا نہیں چاہتی، پس شرع شریف میں یہ وصیت جائز ہے یا کسی طرح اور، زوجہ کا حق مال متروکہ میں کیا ہے اور وصیت کا حصہ کیا ہے ؟ بینوا تو جروا

نقل جواب ۱

مندرجہ سوال حالات میں مسمی واحد بخش کی متروکہ جائداد میں سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین شرعی کا جس میں رواجی صدقات و خیرات شامل نہیں ہیں خرچ ادا کرنے کے بعد اس کی بیوہ مسماۃ لم خاتون کا حق مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کریں گے اس حق مہر ادا کرنے کے بعد جس قدر جائداد منقولہ یا غیر منقولہ باقی بچے اس کے تین حصے کر کے دو حصہ مسماۃ عالم خاتون بیوہ واحد بخش کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔ اس مختصر جواب کے بعد عدالت کے سوالات کا نمبر وار جواب دیا جاتا ہے:

(۱) یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور شرعاً جائز ہے۔

(۲) عالم خاتون مدعیہ کے اعتراض کرنے پر جائداد متروکہ کے جبکہ اس میں سے واحد بخش کی شرعی تجہیز و تکفین کا خرچ اور عالم خاتون کے حق مہر کی رقم نکالی جا چکی باقی کے تیسرے حصہ میں جائز ہوگی اس سے زائد میں جائز نہیں ہوگی اس لئے اس باقی ماندہ جائداد میں سے دو حصے عالم خاتون کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔

(۳) زیورات قیمتی سماعیہ کی بابت اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ زیورات عالم خاتون کے حق مہر کے عوض میں دئے گئے ہیں تو پھر ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ بھی حق نہیں ہے لیکن اگر ان تمام زیورات کے

تیسرے حصہ میں اور دوسری صورت میں باقی ماندہ زیورات کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہوگا اور دونوں صورتوں میں باقی دو حصے عالم خاتون کے حق ہوں گے۔

(۴) تجہیز و تکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہیں پڑے گا۔

(۵) مسماۃ عالم خاتون کو رہائش کا حق شرعاً حاصل نہیں ہے اس بات میں واحد بخش کی وصیت لغو اور بے اثر رہے گی۔

(۶) ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ ان کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہے اور دو حصے مسماۃ عالم خاتون کا حق ہے لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں کو دے دیئے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو ان ظروف میں ہے وہ واحد بخش کی جائداد غیر منقولہ سے پورا کر دیا جائے۔

(۷) فریقین یعنی عالم خاتون اور شاہ محمد خاں کا اصل حق تو موجودہ جائداد متروکہ واحد بخش ہی میں ہے لیکن اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اس کی قیمت لینے پر رضامند ہو جائے تو عدالت کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دے دے لیکن کسی فریق کو خواہ وہ عالم خاتون ہو یا شاہ محمد خاں اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور کرنا شرعاً عدالت کے اختیار سے باہر ہے۔

نوٹ : متوفی کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں بعد ادا کرنے فرج تجہیز و تکفین اور ادا کرنے حق مہر یا ایسی ہی اور قرضوں کے جس قدر باقی بچے اس باقی ماندہ ترکہ کے تیسرے حصہ میں سے وصیت ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس میں سے چہارم حصہ بیوہ کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو جیسا کہ موجودہ سوال کی صورت میں ہے تو بعد ادا کے فرج تجہیز و تکفین اور ادا کے حق مہر و دیگر قرضوں اور ادا کے حصہ وصیت کے جس قدر باقی بچے وہ سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ کتاب در مختار و رد المحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہوا ہے ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

نقل جواب ۲

(نقل فتویٰ مولوی صاحب براندہ مولویان)

هوالمہم بالحق والصواب (یہ حق اور درستگی کے ساتھ الہام کیا گیا۔ ت)

شرعاً یہ وصیت صحیح اور نافذ ہے کیونکہ وصیت کنندہ عاقل بالغ ہے اور زوجہ کا حق مال متروکہ متوفی

سے سدس ہے اور باقی عمر موصی لہ کا ہے اور لہ اسباب خیر میں بھی صرف کرے مثلاً تعمیر مسجد کی کراڈے یا پل تیار کراڈے یا طلبائے علم دین اسلام کو دے، روایات کتب معتبرہ اس پر دال صریح الدلالہ

اور واضح البیان ہے۔

شواہد:

ف فتاویٰ النواتل اوصی لرجل
بکل مالہ و مات و لم
یتزک و امرثا الا امرأته
فان لم تجز
فلها السدس و الباقی
للموصی لہ لان لہ
الثلاث بلا اجازة فیبقی
الثلاث فلها ربعہما
و هو سدس کل و مختار قولہ
فلها ربعہما لان الارث
بعد الوصیة ففرضہا
ربع الثلثین الباقین
شامی کذا لک
لومات الرجل عن
امراتہ و اوصی بمالہ
کلہ لاجنبی و لم تجز المرأة فللمرأة
السدس و خمسة اسداسہ للموصی
لہ لان الثلث صار
مستحقا بالوصیة بقیة
الشركة فی ثلثی المال

دلائل:

فتاویٰ نوازلی میں ہے ایک شخص نے اپنے تمام
مال کی کسی مرد کے لئے وصیت کی اور مرگیا درانحالیکہ
سوائے ایک بیوی کے اس نے کوئی وارث نہیں
چھوڑا، پھر اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس بیوی
کو کل مال کا چھٹا حصہ اور باقی اس شخص کو ملے گا
جس کے لئے وصیت کی گئی اس لئے کہ وصیت
والے مرد کو ایک تہائی تو بلا اجازت ملے گا باقی
دو تہائی بچا تو بس بیوی کو دو تہائی میں سے چوتھا
حصہ ملے گا اور وہ کل مال کا چھٹا حصہ بنتا ہے
(در مختار)۔ ماتن کا قول کہ "بیوی کو دو تہائی کا
چوتھا حصہ ملے گا" وہ اس لئے ہے کہ میراث وصیت
کے بعد ہوتی ہے چنانچہ بیوی کا فرضی حصہ باقی بچنے
والے دو تہائی میں سے چوتھا ہوگا (شامی)۔ اسی
طرح اگر کوئی شخص ایک بیوی چھوڑ کر مرے اور تمام
مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کر گیا اور عورت
نے وصیت کی اجازت نہیں دی تو اس صورت
میں عورت کو کل مال کا چھٹا (۱/۶) ملے گا، اور
باقی پانچ حصے (۵/۶) وصیت والے شخص کو
ملیں گے اس لئے کہ وہ شخص وصیت کے سبب
سے ایک تہائی مال کا مستحق ہو گیا اور دو تہائی

۳۱۹/۲ مطبع مجتہائی دہلی
دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۰/۵

کتاب الوصایا

لہ الدر المختار
لہ رد المختار

فللمرأة سابع ذلك والباقي للموصى
 له لان الوصية مقدمة
 على بيت المال فتاوى عالمگیری۔
 _____ وكذلك في الفتاوى
 الخلاصة، اوصى بثلث ماله للهِ
 تعالى فهمي باطلة وقال محمد
 رحمه الله تصرف لوجوه البر درمختار۔
 _____ قوله وقال محمد رحمه الله
 تصرف لوجوه البر قد منا
 عن الظهيرية انه المفتى
 به اى لانه وان كان
 كل شئ لله تعالى لكن المراد
 التصديق لوجهه تعالى تصحيحا
 لكلامه بقريظة الحال شامى،
 _____ ولو اوصى بالثلث في
 وجوه الخير يصرف الى القنطرة
 او بناء المسجد او طلبه العلم كذا في
 تاتارخانية فتاوى عالمگیری،
 وهكذا في فتاوى خلاصة،
 ولا من صبي غير مميز اصلا ولو في
 وجوه الخير حلا فالشافعي

مال میں شرکت باقی رہی، چنانچہ عورت کو اسی کا
 چوتھا حصہ ملے گا اور باقی وصیت والے شخص کو
 ملے گا کیونکہ وصیت بیت المال پر مقدم ہے (فتاویٰ
 عالمگیری)۔ اسی طرح فتاویٰ خلاصہ میں ہے
 اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی اللہ تعالیٰ کے لئے
 وصیت کی تو وہ باطل ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ
 نے فرمایا کہ اس کو نیکی کے کاموں میں خرچ
 کیا جائے گا (درمختار)۔ ماتن کا قول کہ امام محمد
 علیہ الرحمہ نے فرمایا اسے نیکی کے کاموں میں خرچ
 کیا جائے گا، ہم بحوالہ ظہیر یہ پہلے ذکر کر چکے ہیں
 کہ بیشک فتویٰ اسی پر ہے اس لئے کہ اگرچہ
 ہر شئی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن اس سے
 مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرنا ہے تاکہ
 قرینہ عالیہ کی وجہ سے موصی کا کلام صحیح و سترار
 دیا جاسکے (شامی)۔ اور اگر نیکی کے کاموں میں
 تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال پل، مسجد کی
 تعمیر اور طالب علموں پر خرچ کیا جائے گا، یونہی
 تاتارخانیہ میں ہے (فتاویٰ عالمگیری)۔ ایسا
 ہی فتاویٰ خلاصہ میں ہے اور نابالغ تمیز نہ رکھنے
 والے بچے کی وصیت بالکل نافذ نہیں ہوتی اگرچہ
 نیکی کے کاموں کے لئے ہو بخلاف امام شافعی

۱۰۵/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثالث	لہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا
۳۲۲/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	”	کلام الدر المختار
۴۲۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	کلام رد المختار
۹۰/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	کلام الفتاویٰ الہندیہ

و كذا لا تصح من صبيز الا في تجهيزه امر
دفنه و عليه تحمل اجازة عمر رضی اللہ
عنه لو وصية يافع مرضى اللہ عنه یعنی
المس اھق و در مختار، علی حسب اظہار
السائل - واللہ تعالیٰ اعلم۔

علیہ الرحمہ کے۔ اسی طرح تمیز رکھنے والے نابالغ کی
وصیت بھی صحیح نہیں مگر تجهیز و تدفین میں اسکی وصیت
صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
زیب البلوغ لڑکے کی وصیت کو جائز قرار دینا
اسی تجهیز و تدفین پر محمول ہے (در مختار)۔ یہ
حکم سائل کے سائل کے مطابق ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (ت)

بحقیقۃ الحال و صدق المقال (ہم) مستفتی نے بعد تکمیل استفتاء ہذا کے بیان کیا کہ متوفی نے
چند زیورات معدودہ شخصہ معہودہ کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا تھا یعنی کہہ گیا تھا کہ بعد
وفات میری کے ان زیورات مذکورات کی مالک میری زوجہ ہے، پس اس کا جواب شرعیاً یہ ہے
کہ جس چیز کی نسبت متوفی نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ چیز سہ الم متوفی کی زوجہ کی
حقیقت ہے جو بذریعہ وصیت کے اپنے خاوند سے لے سکتی ہے،

والشاهد فیہ لو اوصی لزوجتہ اوھی
لہ و لم یکن ثمة وارث آخر تصح
الوصیة ابن کمال در مختار، ہذا
ما عندی و لعل عند غیری ابلغ من ہذا۔
اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر مرد نے اپنی بیوی کے لئے
یا بیوی نے اپنے شوہر کے لئے وصیت کی
در انحالیکہ وہاں کوئی اور وارث نہیں تو وصیت
صحیح ہے، ابن کمال (در مختار)، یہ وہ ہے

جو میرے پاس ہے ہو سکتا ہے میرے غیر کے پاس اس سے بڑھ کر موجود ہو۔ (ت)
استفتاء: ما قولکم مرحمکم اللہ (تمہارا کیا ارشاد ہے؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔۔۔ ت)
اندریں صورت ایک شخص مسمی واحد بخش جو عرصہ سے مریض تھا اپنے مرض الموت میں مرنے سے
دو دن پہلے بدیں مضمون وصیت کی کہ چونکہ میں بیمار ہوں اور حیات ناپائیدار پر اعتبار نہیں ازاں بعد
میں وصیت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں زیورات قیمتی سماعت میرے مرنے کے بعد میری زوجہ مسماة عالم خاتون
کو بعوض حق المہر دیئے جائیں اور ما سوائے اس کے کل جائداد میری کا مالک مسی شاہ محمد خاں ہوگا

بعد کرنے اس وصیت کے فوت ہو گیا اور واضح رہے کہ واحد بخش متوفی وصیت کنندہ کا بغیر عالم خاتون کے جو اس کی زوجہ ہے اور کوئی وارث نہیں شاہ محمد موصیٰ لہ ایک اجنبی آدمی ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً ایسی وصیت کو کیا حکم ملتا ہے، بوقت موجودگی وارث دیگر اجنبی کے واسطے وصیت جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو جمیع مال سے یا ثلث میں عورت کو شرعاً اس کے متروکہ سے کچھ حصہ ملے گا یا نہ؟ اور اگر ملے گا تو کیا؟ بتینا تو جروا۔

نقل جواباً وباللہ التوفیق

شرعاً بوقت موجودگی ورثہ وصیت بجمیع مال نافذ نہیں ہو سکتی ثلث سے جاری ہوگی ثلث یعنی مال متروکہ سے تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کرنا ناجائز ہے جن جن زیورات کے بارہ میں مسمیٰ واحد بخش متوفی بعوض حق المہر مسماة عالم خاتون زوجہ خود کے دینے کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا فرض تھا اور اس کا ادا کرنا اس کو فرض تھا،

ويبدأ من تركة الميت بتجهيزه
ثم دينه - كزالدقائق ۱۶
ترکہ میت میں سے ابتداء اس کی تجہیز و تکفین سے
کی جائے گی پھر اس کا قرض ادا کیا جائے گا
(کزالدقائق) - (ت)

اس کے ماسوا باقی ماندہ اشیاء منقولہ وغیر منقولہ متروکہ واحد بخش متوفی موصیٰ میں سے ثلث یعنی تیسرا حصہ شاہ محمد موصیٰ لہ کو شرعاً دیا جائے گا،
ولا تصح بمانراد علی الثلث ۱۲ کنز
الدقائق ۱۶

تہائی مال سے زائد پر وصیت صحیح نہیں،
دکزالدقائق (ت)

وہ وارثوں کا حق ہے ۱۲ (ہدایہ) (ت)
اجنبی کے لئے تہائی مال کی وصیت جائز ہے
جبکہ کوئی مانع موجود نہ ہو اگرچہ وارث اس کی
اجازت نہ دے۔ تہائی سے زائد کی وصیت

۱۶ کنز الدقائق کتاب الفرائض
۱۷ " کتاب الوصایا
۱۸ الہدایہ
ص ۴۳۳ ایچ ایم سعید پبلی کراچی
۴۱۴ " مطبع یوسفی مکتبہ
۶۵۱/۴

علیہ ۱۲ الدر المختار۔

جائز نہیں ۱۲ الدر المختار۔ (ت)

اور باقی اس کی زوجہ مسماة عالم خاتون کو دیا جائے گا کیونکہ ربع اس کو بالفرض ملتا ہے،
فللزوجات حالات الرابع بلا ولد
والثمن مع الولد ۱۲ الدر المختار۔

بیویوں کی دو حالتیں ہیں، اگر مرنے والے شوہر کی
اولاد نہ ہو تو بیویوں کو کل مال کا چوتھا حصہ

اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملتا ہے ۱۲ در مختار (ت)

اور بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا اگر مرنے والے شوہر

کی اولاد نہ ہو ۱۲ جوہرہ نیرہ (ت)

والرابع للزوجات اذا لم يكن ولد و
ولدا بن ۱۲ جوہرہ نیرہ۔

اور باقی بھی مسماة عالم خاتون کو بالرد ملتا ہے یعنی بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے اس پر یعنی زوجہ پر
رؤ کیا جائے گا،

قلت وفي الاشباه انه يرد عليهما في
نرماننا لفساد بيت المال وقد مناه في
الولاء، الدر المختار۔

میں کہتا ہوں کہ اشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانے

میں بیت المال کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے

زوجین پر میراث کو رد کیا جائے گا۔ اس کا ذکر

ہم کتاب الولاء میں کر آئے، در مختار۔ (ت)

اور اس کا قول کہ "اشباہ میں ہے" قنیه میں

فرمایا ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد

ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا

اور زلیعی میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں سے

کسی ایک کے فرضی حصہ کی وصولی کے بعد

جو کچھ بچ جائے وہ اسی پر لوٹا دیا جائے گا۔ اسی

طرح رضاعی بیٹے اور بیٹی کی طرف میراث کو

قوله وفي الاشباه قال في القنية و
يفتي بالرد على الزوجين في
نرماننا لفساد بيت المال و
في الزيلعي عن النهاية ما فضل
عن فرض احد الزوجين
يرد عليه وكذا البنت والابن
من الرضاع يصرف اليهما

۴۱۶/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الوصایا

۱۱ الدر المختار

۳۵۵/۲

"

کتاب الفرائض

۱۲ " "

۲۰۹/۲

مکتبہ امدادیہ ملتان

"

۱۳ الجوہرہ النیرہ

۳۶۱/۲

مطبع مجتہبی دہلی

باب العول

"

۱۴ الدر المختار

وقال في المستصفى والفتوى اليوم بالرد
على الزوجين وهو قول المتأخرين
من علمائنا وقال المحمدي الفتوى
اليوم بالرد على الزوجين وقال المحقق
احمد بن يحيى ابن سعد التفتازاني افق
كثير من المشايخ بالرد عليهما اذا
لم يكن من الاقارب سواهما
لفساد الامام - رد المختار شرح الدر المختار

لوٹا جائے گا اور مستصفیٰ میں کہا آج کے دور میں
فتویٰ زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے۔ یہی قول
ہمارے متاخر علماء کا ہے۔ حدادی نے کہا کہ
آج کل فتویٰ زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے۔
احمد بن یحییٰ بن سعد تفتازانی نے کہا بہت سارے
مشایخ نے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جبکہ ان کے
علاوہ عزیز واقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو کیونکہ
حکم ان بگڑ چکے ہیں رد المختار شرح الدر المختار (ت)

عبارت کتب معتبرہ مرقمۃ الفوق سے ظاہر ہے کہ جمیع مال سے ایک تہ
مستحق شاہ محمد خاں موصی لہ لے گا اور دہلیت مسماۃ عالم خاتون زوجہ متوفی کو ملیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب
عندہ ام الكتاب۔ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ۔ (مستحق مولوی محمد مجید صاحب لاہوری نے تحریر فرمایا ہے)
مگر ائمہ متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلی قسم کے حصے داران پر حصہ رسی رد ہو سکتا ہے
اسی طرح دوسری قسم کے حصے داران پر بھی رد ہو سکتا ہے اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ
بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین کو دے دیں گے یعنی موصی لہ بکل المال کو نہ دیں گے انتہی خلاصہ و ورق
کا یہ دو سطر ہیں

نقل جواب ۴

(تریدینجانب علمائے ریاست بہاولپور)

ہمارے بھی مسلم اور باعلیہ العمل یہی قول متاخرین کا ہے جو الیوم مرد علی الزوجین (آج کل زوجین پر
رد۔ ت) پر فتویٰ ہے اور سیدنا امیر المؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور
ان سے بیان و جرد علی الزوجین کا اگرچہ در مختار میں اس کا ما علیہ اور شامی میں اس سے جواب
نقل عن مروح الشروح کمال الموضوح (روح الشروح سے کامل وضاحت کے ساتھ نقل
کرتے ہوئے۔ ت) کے مبین ہے تاہم مع قطع النظر ان دونوں امروں کے ہم کو بالراس والعین
منظور ہے مگر تا سب اس کم تو جہی مفتی صاحب پر ہے کہ رد علی الزوجین کا محل الوقوع اور موقعہ
لمحوظ نہ کرنا اور بلا تامل اس کے موصی بجمیع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل اور نقل ہے اور ہر اس
تحکم و تعسف اور دعویٰ بلا دلیل ہے فقہاء نے رد علی الزوجین کی علت مراراً یہ بیان فرمائی ہے

کہ لفساد بیت المال (بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے - ت) چنانچہ مفتی صاحب نے بھی خود تحریر کیا ہے اور یہ تو ایک دفعہ بھی نہیں لکھا کہ لفساد الوصیۃ لجميع المال (کل مال کی وصیت کے فاسد ہونے کی وجہ سے - ت) اس سے صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین جو بنا علی مذہب المتاحسین قول مفتی بر ہے اس کا درجہ صرف بیت المال سے مقدم ہے چنانچہ بنات المعتق و ذوی الارحامہ والبنات والابن من الرضاع (معتق کی بیٹیوں، اس کے ذوی الارحام، اس کی رضاعی بیٹی اور اس کے رضاعی بیٹے - ت) کو بیت المال سے تقدیم ہے،

کما حققه الشافعی رحمہ اللہ تحت قوله
فی الاشباہ نقل عن معراج الدراية -
جیسا کہ اس کی تحقیق علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے
مصنف کے قول فی الاشباہ کے تحت
معراج الدراية سے نقل فرمائی ہے - (ت)

نہ یہ کہ رد علی الزوجین کو مستحقین پر تقدیم ہے بلکہ رد علی ذوی الفروض النسبیہ و ذوی الارحام
موصی لہ بکل المال (نسبی ذوا الفروض پر رد، ذوی الارحام اور وہ جس کے
حق میں تمام مال کی وصیت کی گئی - ت) جو اہل استحقاق ہے یہ سارے قرنی رد علی الزوجین
سے مقدم ہیں اب جس نے صریح اس امر کی کہ:

الوصی لہ بجميع المال مقدم علی
الرد علی الزوجین -
ہدیہ ناظرین ہے -
جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی وہ زوجین
پر رد سے مقدم ہے - (ت)

وفی السراجی ثم الموصی لہ بجميع
المال ثم بیت المال ان
لم یکن احد المذکورین فالمال
کله للموصی لہ لان منعه
عن زیادة الثلث کان للمضرة
بالورثة وقد انتفی بہا
سراجی میں ہے پھر وہ جس کے لئے کل مال کی
وصیت کی گئی پھر بیت المال، اگر ان میں سے
کوئی موجود نہ ہو جن کا ذکر کیا گیا ہے تو سارا
مال اس شخص کو دیں گے جس کے لئے کل مال
کی وصیت کی گئی، اس لئے کہ اس کے لئے
تہائی مال سے زائد کی ممانعت وارثوں کے

لہ رد المختار کتاب الفرائض باب العول وارجاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲
لہ السراجی فی المیراث خطبۃ الکتاب مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۶۵۵

سارے فریق رد علی الزوج سے مقدم ہیں۔
 ثم رد علی ذوی الفروض النسبیه بقدر
 حقوقهم ثم ذوی الارحام
 ثم بعدہم مولی الموالاة کما مر
 فی کتاب الولاء وله الباقی بعد فرض
 احد الزوجین ثم المقر له
 بنسب علی غیرہ لم یثبت فلو ثبت
 حقیقۃ و نراحم الورثۃ ثم بعدہم
 الموصی له بما نراد علی الثلث
 ولو بالکل ثم یوضع فی
 بیت المال ۱۲ در مختار۔

پھر نسبی ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق
 رد کرنا پھر ذوی الارحام پھر ان کے بعد
 مولی الموالاة۔ جیسا کہ کتاب الولاء میں گزرا۔
 اور اس کو زوجین میں سے ایک کا فرضی حصہ
 نکالنے کے بعد جو باقی بچے گا وہ ملے گا پھر وہ
 شخص جس کے لئے کسی غیر پر نسب کا اقرار
 کیا گیا ہو اور نسب ثابت نہ ہو اور اگر حقیقہً
 اس کا نسب ثابت ہو گیا تو وہ وارثوں میں
 شریک ہو جائے گا۔ پھر ان کے بعد وہ شخص
 جس کے لئے تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی ہو
 اگرچہ کل مال کی ہو پھر بیت المال میں رکھا
 جائے گا۔ (در مختار)۔ (ت)

ماتن کا قول ”پھر ذوی الارحام“ اسکا مطلب
 یہ ہے کہ ذوی الارحام سے ابتداء ہوگی جبکہ
 نسبی ذوی الفروض اور عصبیات نہ ہوں تو
 وہ ذوی الارحام کل مال لیں گے یا وہ مال
 لیں گے جو زوجین میں سے ایک کے فرضی

حصہ وصول کرنے کے بعد باقی رہ جائے کیونکہ زوجین پر رد نہیں ہوتا ۱۲ شامی (ت)

ماتن کا قول کہ ”اس کے لئے باقی ہے“ یعنی اگر
 ماقبل میں مذکور افراد میں سے کوئی موجود
 نہ ہو تو کل مال اسی کا ہے مگر جب زوجین میں

قولہ ثم ذوی الارحام ای یبدأ
 بہم عند عدم ذوی الفروض النسبیه
 والعصبیات فی اخذون کل المال او ما بقی
 عن احد الزوجین لعدم الرد
 علیہما ۱۲ شامی

قولہ وله الباقی ای ان لم یوجد
 احد ممن تقدم فله کل المال
 الا ان وجد احد الزوجین

۲۵۲ - ۵۲/۲ مطبع مجتہد دہلی
 دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۸۷/۵

کتاب الفرائض

لہ در مختار
 لہ رد المحتار

فله الباقي عن فرضه ۱۲ شامی۔

کوئی موجود ہو تو اس کے فرضی حصہ کے بعد باقی بچے گا وہ اس کو ملے گا ۱۲ شامی (ت) ماتن کا قول کہ ”پھر وہ جس کے لئے غیر بنسب کا اقرار کیا گیا ہے“ یعنی اس کو کل مال دیا جائیگا مگر جب زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہو تو اس کے فرض حصہ کے بعد جو باقی بچا وہ اس کو ملے گا ۱۲ شامی (ت)

ماتن کا قول کہ ”نسب ثابت نہیں ہوا“ یعنی یہ اقرار باعتبار معنی کے وصیت ہے اسی لئے اس سے رجوع کرنا صحیح ہے اور یہ اقرار نہ تو مقررہ کی فرع کی طرف منتقل ہوگا اور نہ ہی اس کی اصل کی طرف ۱۲ شامی (ت)

ماتن کا قول ”پھر ان کے بعد“ یعنی مقدم الذکر تمام مفقود ہوں تو ابتداء اس شخص سے کی جائے گی جس کے لئے تمام مال کی وصیت کی گئی ہے اور اس کے لئے وصیت کی تکمیل ہوگی کیونکہ تہائی مال سے زائد کی وصیت وارثوں کی وجہ سے ممنوع تھی، جب وارثانہ سے کوئی ایک بھی موجود نہیں تو ہمارے نزدیک وہ تمام وصیت والے کو دیں گے جس کا تعین موصی نے اس کے لئے کیا ہے (سید) اور

قوله ثم المقر له بنسب على غيره فيعطى كل المال الا اذا كانت احد الزوجين فيعطى ما فضل بعد فرضه ۱۲ شامی۔

قوله لم يثبت اى يكون هذا الاقرار وصية معنى ولذا صح رجوعه عنه ولا ينتقل الى فرع المقر له و لا اصله ۱۲ شامی۔

(قوله ثم بعد هم) اع اذا عدم من تقدم ذكره يبدأ بمن اوصى له بجميع المال فيكمل له وصيته لان منعه عما تراد على الثلث كان لاجل الورثة فان لم يوجد احد منهم فله عندنا ما عين له كما سجد ولا يخفى ان المراد انه

دار احياء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۷

کتاب الفرائض

لے ردالمحتار

دار احياء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۸

کتاب الفرائض

لے ردالمحتار

رد علی الزوجین مقدم ہے بیت المال پر اور الیوم فی نرماننا ہذا مفتی بہ (اور آج کے ہمارے زمانے میں اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ت) یہ قول ہے اور ہمارا مسلک بھی یہی ہے اور عمل ہمارا بھی اس پر ہے۔

وفي القنیة ویفتی بالرد علی الزوجین فی نرماننا لفساد بیت المال ۱۲ شامی
قنیہ میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا ۱۲ شامی (ت)

صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین مقابل اور مربوط بیت المال سے ہے نہ کہ وصیت بکل المال سے وهدایۃ الانصاف من اللہ الہادی (اور انصاف کی ہدایت ہدایت دینے والے اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ ت) بڑے تعجب کی بات ہے کہ اتنے دراز عرصہ تک علمائے لاہور نے اپنے دعویٰ الرد علی الزوجین مقدم علی الوصیۃ لجمیع المال (زوجین پر رد اس شخص پر مقدم ہے جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی۔ ت) کی ضعیف جزئی بھی ثابت نہ کی صرف نکی تطویل سے اور اقل کچھ لکھ کر تضحیح اوقات عزیزہ کی فرمائی صرف رد علیہما کے مسئلہ معروف کو لکھ کر بھیجا جن کا انکار بھی کسی کو نہ تھا سو وہ مسئلہ ایسا بے موقعہ فرمایا جس کی تردید سے کتب مملو و مشحون ہیں علمایان ریاست نے اپنے دعویٰ الوصیۃ بکل المال مقدم علی الزوجین (تمام مال کی وصیت مقدم ہے زوجین پر رد کرنے سے۔ ت) پر، پہلے ابتدائے مسئلہ میں اور اب اس تردید کے ضمن میں کیا صاف صاف واضح جزئیات اظہر من الشمس ہدیہ ناظرین کئے ہیں انصاف فرمایا جائے۔

تذییل ۱ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ جن مفتی صاحبان لاہور نے پہلے استفتاء بھیجا تھا اب ہماری تردید پہلے کو ملاحظہ فرما کر وہ صاحبان موصوفہ تو بنظر الانصاف خیر الاوصاف لب بسکوت ہو رہے ہیں اب اس دوسری مرتبہ مولوی مفتی محمد مجید صاحب کو اشتعال آیا تو انہوں نے قلم اٹھایا اب یقین ہے کہ اس جواب کو ملاحظہ فرما کر وہ بھی تسلیم فرمائیں گے اور تحسین کا تحفہ ہم داعیان بالخیر کی طرف ارزانی فرمائیں گے خداوند کریم کرے کہ ان کا شعلہ اس پانی سے مطفی ہو اور بجھ جائے،

ورجاء القبول والثواب من اللہ تعالیٰ
قبول و ثواب کی امید تعالیٰ سے ہے درستی کو خوب
وہو اعلم و احکم بالصواب۔
جاننے والا اور مضبوط و بہتر حکم والا ہے۔ (ت)

محررہ بتاریخ ۱۶ اگست ۱۹۶۲

بکے رواتقار کتاب الفرائض باب العول وارجاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

نقل جواب: متوفی کے اقرار نامہ میں یہ الفاظ ہیں مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے یعنی غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے یہ جملہ شرائط میرے قابل قبول ہوں گے جب تک میں حیات میں موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گی، ان لفظوں سے تملیک بعد الموت جس کو وصیت کہتے ہیں ثابت نہیں ہوتی تو شرعاً اس کا کیا نام ہے بیان کیجئے۔

سوالات عدالت

(۱) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوتی، اور اگر ہوتی تو اس سے جوازی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

(۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت مدعیہ اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے؟

(۳) جو خاص زیورات قیمتی سامان بروئے وصیت مدعیہ کو دلانے گئے ہیں اس میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا کہ ان زیورات کو حصہ بنا کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال ۲ اس کے پائے جائیں۔

(۴) اخراجات تجمیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں وہ مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصہ میں چارج ہوں گے یا کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا؟

(۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا وہ شرعاً جائز ہے اور اٹریڈر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اس کو بروئے سوال ۲ ایک حصہ مکان تملیک قطعی دیدیا جائے؟

(۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کو کسی ظروف وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال ۲ اثر پذیر ہو سکتا ہے؟

(۷) جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا بروئے سوال ۲ قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ ۲ وغیر منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جاسکتی ہیں۔

جواب شرع شریف

شرعاً یہ وصیت مرض الموت میں ہوتی اور اس سے جوازی وصیت پر یہ اثر پیدا ہوا کہ حق الارث

شرعی مدعیہ کے ماسوائے مدعا علیہ کو ملے جو موصیٰ لہ ہے جیسا کہ جواب سوال ۲ میں ہر ایک کا حق ظاہر کیا جائے گا مدعیہ نے اس وصیت پر اعتراض کیا اس پر شرعاً جائداد متوفیٰ میں سے مدعیہ وارث شرعیہ کو ۱/۲ حصہ ملنا چاہئے مدعیہ وارث شرعی ہے اس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث شرعی کے واسطے وصیت ناجائز ہے بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کا متحمل قوی یہ ہے اور حق مہر دین ہوتا ہے اس لئے وصیت اور وارث دونوں سے مقدم ہے مدعا علیہ موصیٰ لہ کا تعلق ان زیورات کے ساتھ نہ سمجھا جائے ماسوائے زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملے گا جیسا کہ بالا تشریح ہو چکی ہے اخراجات تجیر و تکفین کا بار حصہ مدعا علیہ پر جو اس نے اپنے اختیار سے اپنے مال سے خرچ کیا ہے صرف خرچ کرنے دفن میت کا چھ سات روپیہ تک آفروشل روپیہ تک اس کا بار فریقین پر ہے اس قدر سے زیادہ خرچ کا بار خرچ کرنے والے پر ہے بعد وفات متوفیٰ کے مدعیہ کا حق سوائے چارم مابقی من الدین والوصیۃ کے کوئی حق رہائش مکان و نان نفقہ وغیرہ کا نہیں ہے صورت تنازعہ میں مال متوفیٰ منقولہ وغیر منقولہ سے اگر مدعیہ کو ۱/۲ حصہ تقسیم کر کے بطور تملیک قطعی دے دیا جائے تو حق سے اس کے پورے ہو چکے اس میں کوئی اثر نہیں ہے۔

شرعاً ظروف وغیرہ کا بھی بلحاظ سوال ۲ ۱/۲ حصہ مدعیہ کو تقسیم کر کے دے دیا جائے فوت ہونے متوفیٰ کے بعد مال متروکہ متوفیٰ کا علی حسب حصص شرعی جبراً تملیک و وثا رہ باقی ماندہ کے ہو جاتا ہے بعد فوتیگی صرف تقسیم کرنے متروکہ کے حاجت ہوتی ہے اس صورت میں مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے ہر حصہ سے ۱/۲ حصہ بجنس لے سکتی ہے اگر باختیار خود اپنے حصہ ۱/۲ فریق ثانی سے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اب ہم احناف کی معتبر کتابوں سے فقہی روایات تحریر کرتے ہیں۔ فتاویٰ نوازل میں ہے کوئی شخص کل مال کی وصیت کسی مرد کے لئے کر کے مر گیا اور سوائے بیوی کے کوئی وارث نہیں چھوڑا اگر بیوی نے اس وصیت کی اجازت نہ دی تو اس کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی موصیٰ لہ کو ملے گا کیونکہ وہ ثلث کا بغیر اجابت حقدار ہے باقی دو ثلث بچے جن میں سے بیوی چوتھائی کی حقدار ہے جبکہ یہ چوتھائی کل کا چھٹا حصہ ہے در مختار۔

الآن نکتہ الروایات الفقہیۃ عن
المعتبرات الحنفیۃ و فی فتاویٰ النوازل
اوصی لرجل بكل مالہ و مات
ولم یتروک وارثاً الا امرأۃ فان
لو تجز فلہا السدس والباقی
للموصی لہ لان لہ الثلث
بلا احبازۃ فبقی الثلثان
فلہما بعہما و هو
سدس الكل در مختار

وعلیٰ هذا اذا ترك
 زوجة لا وارث له حمیرها و اوصی لرجل بجميع
 ماله كان لها سدس و للموصی له خمسة
 اسداس لانها لا تستحق من الميراث شيئا
 حتى يخرج الثلث للموصية فاذا اخرج
 الثلث استحققت ربع الباقي و ما بقى بعد
 ذلك يكون للموصی له بالجميع و اصله من
 اثني عشر للموصی له اربعة و هو الثلث
 يبقى الثلثان ثمانية للزوجة ربعها اثنان
 يبقى ستة تعود للموصی له فيكون له
 عشرة من اثني عشر و ذلك خمسة اسداسها
 جوهرة النيرة شرح قدوری
 و هكذا في فتاوى الهندية
 ورد المحتار و الدر المختار و هذه الكتب
 من معتبرات الحنفية و ان لو تجز و
 اوصی لها ايضا و لا فقد اوضحه في
 الجوهرة فراجعها رد المحتار في قوله لا الزيادة
 عليه الخ -

اسی بنیاد پر اگر کسی نے بیوی کے علاوہ کوئی وارث
 نہ چھوڑا اور کسی مرد کے لئے کل مال کی وصیت
 کر گیا تو بیوی کو کل مال کا چھٹا (۱/۶) حصہ اور
 وصیت والے مرد کو باقی پانچ چھٹے (۵/۶) ملیں گے
 اس لئے کہ جب تک کل مال سے تہائی حصہ بطور
 وصیت نہ نکال لیا جائے اس وقت تک بیوی
 میراث میں سے کسی شئی کی مستحق نہیں اور جب
 تہائی حصہ نکال لیا گیا تو باقی کے چوتھائی کی مستحق
 ہوگی، پھر جو باقی پنج گیارہ کل مال کی وصیت والے
 شخص کو ملے گا، اس کی اصل بارہ سے ہے یعنی
 کل مال کے بارہ حصے بنائے جائیں گے جن سے
 ایک تہائی یعنی چار حصے بطور وصیت وصیت والے
 شخص کو ملیں گے باقی دو تہائی یعنی دو حصے بیوی کو
 ملیں گے پھر جو چھ باقی پنج گئے وہ وصیت والے
 شخص کی طرف لوٹ جائیں گے تو اس طرح وصیت
 والے شخص کو بارہ میں سے دس حصے مل گئے جو کہ
 چھ میں سے پانچ (۵/۶) ہوں گے (جوہرہ نیرہ شرح
 قدوری) ایسا ہی فتاویٰ ہندیہ، رد المحتار اور

در مختار میں ہے جو کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابیں ہیں، اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی جبکہ اس نے پہلے اس
 کے لئے بھی وصیت کی تھی اس کی وضاحت جوہرہ میں ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے، یہ بات شامی
 میں ماٹن کے قول "لا الزيادة عليه" کے تحت مذکور ہے الخ (ت)

اور صاحبان انجمن مستشار العلماء لاہور نے جو اس صورت موجودہ میں ۱/۶ حصہ یعنی سوم حصہ
 مدعا علیہ کا بتایا جو موصی لہ تھا اور ۲/۶ حصہ یعنی دوثلث حصہ مدعیہ کا بتایا یہ اثر بے غوری اور کمال بے توہمی

لہ الجوهرة النيرة كتاب الوصايا مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۹۰/۴
 دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۱۶/۵
 رد المحتار

صاحبان کا ہے اور محض رائے اپنی لکھ دی اور اس بارہ میں روایت ندارد دراصل مسئلہ شرعی اس طور پر نہیں ہے بلکہ مسئلہ شرعی اس طور پر ہے جو مولوی صاحبان خانپور نے لکھا ہے یعنی $\frac{1}{4}$ حصہ مدعیہ وارثہ کا ہے اور $\frac{3}{4}$ حصہ مدعا علیہ موصیٰ لہ کا ہے اور اسی مطلب پر روایات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ ناطقہ ہیں اور میرا بھی اتفاق ان صاحبان سے ہے اور جو غلطی صاحبان انجن کی یہ ہے کہ انہوں نے یہ قول دیکھا ہے کہ فی زماننا مذہب متاخرین کی ایک صورت خاص ہے اور صورت متنازعہ مغائر اس کے ہے یعنی صورت خاص یہ ہے کہ متوفی کے حقداروں میں سے صرف ایک زوجہ اس کی موجود ہے اور باسوائے اس کے کوئی حقدار نہ ہوئے اور صورت متنازعہ میں زوجہ کے سوائے دوسرے حقدار بھی موجود ہے جو موصیٰ لہ بجمیع المال ہے تو اس صورت خاص میں $\frac{1}{4}$ یعنی چہارم حصہ ارثی یعنی سہ ربع باقی ماندہ زوجہ کو بالرد ملنا چاہئے کیونکہ اگر سہ ربع باقی ماندہ اس کو نہ دیتے جائیں تو مذہب متقدمین کے مطابق بیت المال کے سوائے دوسری جگہ نہیں ہے سو بسبب فساد ہونے بیت المال کے فتویٰ متاخرین کا یہ ہے کہ یہ سہ ربع باقی ماندہ بھی زوجہ متوفی پر رد کئے جائیں کہ وہ وارث شرعی ہے اور بیت المال سے فائق ہے اور یہ فتویٰ متاخرین کا عند الكل مسلم ہے اگرچہ آج تک اس کا رد عمل نہیں ہوا، الا ما نحن فیہ میں جاری نہیں ہو سکتا،

جیسا کہ گزر چکا ہے محقق احمد بن یحییٰ بن سعد تفتازانی نے کہا کہ اکثر مشائخ نے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر اقارب معدوم ہوں کیونکہ ہمارے زمانے میں پیشوا خراب اور حکام ظالم ہو چکے وہ بیت المال کو صحیح مصرف میں حشرچ نہیں کرتے اھ اقول (میں کہتا ہوں) ہم نے یہ بھی نہیں سنا کہ ہمارے زمانے میں کسی نے ایسا فتویٰ دیا ہے شاید اس کے مخالف متون ہونے کی وجہ سے۔ تو اس میں تامل چاہئے۔ یہ بات ردالمحتار کے کتاب الفرائض، بیان الرد باب العول میں ماتن کے قول "وفی الاشباہ والنحو" کے تحت

کما مرو قال المحقق احمد بن یحییٰ بن سعد التفتازانی افقی کشیر من المشائخ بالرد علیہما اذ لم یکن من الاقارب سواہما لفساد الامام وظلم المحکام فی ہذا الایام اھ و فی المستصفی والفتویٰ الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ الظلمۃ لا یصرفونہ الی مصرفہ اھ اقول ولسم نسمع ایضا فی زماننا من افقی بثنیٰ ففی ذلک ولعلہ لمخالفته للمتون فلیتأمل ما ردالمحتار فی قولہ وفی الاشباہ والنحو

ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۵

فی کتاب الفرائض فی بیان الرد فی باب
العول قال علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ
تعلق بترکہ المیت حقوق اربعہ مرتبہ
الاول یبدأ بتکفینہ و تجہیزہ بلا تبذیر
ولا تقیرثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقی
من مالہ ثم تنفذ وصایا من ثلث
ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین
ورثتہ بالکتاب والسنة واجماع الامة
سراجی — ولا لو ارثہ وقاتلہ مباشرة
لا تسببا کما مر الا باجازة ورثتہ لقولہ علیہ
السلام ولا وصیة لو ارث الا ان یجیزہا
الورثة یعنی عند وجود وارث اخر کما
یفیدہ اخر الحدیث و سنحقیقہ ۱۲ در مختار

مذکور ہے۔ ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا
کہ میت کے ترکہ کے ساتھ بالترتیب چار حقوق
والبتہ ہوتے ہیں سب سے پہلے میت کے مال سے
زیادتی یا کمی کے بغیر تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا جائیگا
پھر باقی بچے ہوئے تمام مال سے میت کے قرضے
ادا کئے جائیں گے۔ پھر قرض کی ادائیگی سے بچ
جانے والے مال کے تہائی سے اس کی وصیت
نافذ کی جائے گی۔ پھر جو باقی بچ گیا اسے کتاب اللہ
سنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم
کیا جائیگا (سراجی)۔ وارث اور قاتل بالباشرة
نہ کہ بالسبب کے لئے وصیت جائز نہیں مگر
یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں جیسا کہ
گزر چکا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس
ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں

مگر یہ کہ دوسرے ورثاء اس کی اجازت دے دیں یعنی جب کوئی دوسرا وارث موجود ہو جیسا کہ حدیث کا آخر
اس کا فائدہ دیتا ہے۔ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے (در مختار)۔ (ت)

نقل جواب ۶

یہ فقہ کا مسلم الثبوت ہے کہ مصارف تجہیز و تکفین شرعی اور اداے قرض کے بعد جس قدر جائداد
منقولہ غیر منقولہ باقی بچے اس کے تیسرے حصہ میں وصیت جاری اور نافذ ہو سکتی ہے اور اگر متوفی
نے تیسرے حصے سے زیادہ کی وصیت کی تھی تو اس زائد علی الثلث پناذ ہونا وارثوں کی اجازت پر
موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ نفاذ کی اجازت دیں تو نافذ ہوگی ورنہ نافذ نہ ہوگی، کتاب ہدایہ میں ہے؛
ولا تجوز بہا نراد علی الثلث الا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں مگر

لہ السراجی مقدمۃ الکتاب مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۳ و ۴
لہ الدر المختار کتاب الوصایا ۳۱۹/۲

ان یجیزھا الورثۃ بعد موتہ وہم کبما
لان الامتناع لحقہم وہم اسقطوا لہ

یہ کہ دیگر ورثاء موصی کی موت کے بعد اسکی اجازت
دے دیں اور وہ ورثاء بالغ ہوں کیونکہ ممانعت

ان کے حق کی وجہ سے ہے اور انھوں نے اپنا حق ساقط کر دیا ہے۔ (ت)

چونکہ مسئلہ زیر کتب زیر بحث میں متوفی واحد بخش کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے
اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے $\frac{1}{4}$ حصہ سے زیادہ ہے بغیر اجازت عالم خاتون بیوہ متوفی کے نافذ
نہیں ہو سکتی اداۓ وصیت کے بعد جس قدر جائداد بچے اس میں سے $\frac{1}{4}$ حصہ یعنی چہارم حصہ کی
جو اصلی ترکہ کا $\frac{1}{4}$ یعنی چھٹا حصہ ہوتا ہے، عالم خاتون بیوہ واحد بخش کا حق ہے کتاب سراجی
میں ہے :

ابدأ بمیت کی تجیز و تکفین سے کی جائے گی
نہ تو اس میں فضول خرچی اور نہ ہی ضرورت سے
کمی کی جائے گی، پھر جو باقی بچا اس تمام سے
میت کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ پھر قرض
کی ادائیگی کے بعد بچ جانے والے مال کی
تہائی سے میت کی وصیتیں نافذ کی جائیں گی،

یبدأ بالتکفین و تجہیزہ بلا تبذیر و
لا تفتیر ثم تقضی دیونہ من جمیع
ما بقی من مالہ ثم تنفذ وصایا
من ثلث ما بقی بعد الدین ثم
یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنة
واجماع الامة۔ لہ

پھر جو باقی بچا اسے کتاب و سنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (ت)

نیز کتاب مذکور میں ہے :

بیویوں کی دو حالتیں ہیں، اگر مرحوم خاوند کی
اولاد یا اس بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی نہ ہو
تو ان کو کل مال کا چوتھائی حصہ ملتا ہے چاہے
ایک بیوی ہو یا متعدد۔ (ت)

للزوجات حالتان السبع للواحدة
فصاعدة عند عدم الولد او ولد
الابن وان سفلی لہ

جب ترکہ میں سے $\frac{1}{4}$ حصہ یعنی تیسرے حصہ من حیث الوصیۃ اور $\frac{1}{4}$ یعنی چھٹا حصہ عالم خاتون

۶۵۱/۴

مطبع یوسفی لکھنؤ

کتاب الوصایا

لہ الہدایہ

۴ و ۳

مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی

مقدمۃ الکتاب

لہ السراجی

ص ۱۱

۱۱

فصل فی النساء

۱۱

کے من حیث الارث دے دیا گیا تو اب واحد بخش کے ترکہ میں سے $\frac{1}{4}$ یعنی آدھا ترکہ باقی رہ جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ باقی ترکہ کس کو دیا جائے، شاہ محمد کو یا عالم خاتون کو؟

یہ مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ اگر حصہ داروں کو جس میں کوئی عصبہ نہ ہو ان کے مقرری حصہ دینے کے بعد ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو وہ بھی حصہ داران پر بکھریں۔ سدی رد کر دیا جائے لیکن حصہ دار ذوقسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ حصہ دار جو متوفی کے برادری کے ہیں مثلاً متوفی کی دختر، اس کی ماں اس کی ہمیشہ وغیرہ۔ دوسرے وہ حصہ دار ہیں کہ جن سے صرف نکاح کا تعلق ہے یعنی وہ متوفی کا شوہر ہے اگر متوفی عورت ہو یا وہ متوفی کی بیوہ ہو اگر متوفی مرد ہو ائمہ متقدمین کا یہ مذہب ہے کہ وہ بچا ہوا ترکہ پہلے ہی قسم کے حصہ داران پر رد کیا جائے گا اور دوسرے قسم کے حصہ داران پر یعنی شوہر یا بیوہ پر اس کا رد نہیں ہوگا اور در صورتیکہ صرف دوسرے ہی قسم کے حصہ دار ہوں گے اور بچا ہوا ترکہ بہ ترتیب ان کو دے دیا جائیگا جو رد کے درجہ کے بعد والے ہیں مثلاً ذوی الارحام کو اور ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالات اور مولی الموالات بھی نہ ہوں تو مقرلہ النسب پر غیر کو مقرلہ النسب پر غیر بھی نہ ہوں تو موصی لہ بالزائد علی الثلث کو موصی لہ بالزائد علی الثلث بھی نہ ہو یا اسے دے کر بھی کچھ بچ رہے تو بیت المال کو دیں گے، علمائے علاقہ بہاولپور نے بزار میں جو نقل فرمائے ہیں وہ اس مذہب متقدمین کے موافق ہیں مگر ائمہ متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلے قسم کے حصہ داران پر بکھریں سدی رد ہو سکتا ہے اسی طرح دوسرے قسم کے حصہ داران پر بھی رد ہو سکتا ہے اور اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین یعنی شوہر کو در صورتیکہ متوفی عورت ہو یا عورت کو در صورتیکہ متوفی مرد ہو دے دیں گے۔ یہی قول حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور اسی قول متاخرین پر فتویٰ دیا گیا ہے، پس اس مفتی بہ قول کے موافق واحد بخش متوفی کے ترکہ میں سے جو $\frac{1}{4}$ یعنی آدھی جائیداد عالم خاتون کو بحیثیت رد کے ملے گی اور $\frac{1}{4}$ اس کو بحیثیت میراث کے پہلے ہی مل چکی ہے تو ظاہر ہے کہ عالم خاتون کو اس کے شوہر کے ترکہ میں سے $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{2}$ مل جائے گی اور شاہ محمد موصی لہ صرف وصیت کی حیثیت سے $\frac{1}{4}$ حصہ دار رہے گا، اب ہم وہ روایتیں نقل کئے دیتے ہیں جن سے متاخرین کے رد علی الزوجین کا قائل ہونا ہو اور پھر اس کا مفتی بہ ہونا ثابت ہو۔ کتاب در مختار میں ہے:

فان فضل عنہا ای عن الفروض
والحاصل انہ لا عصبۃ ثمة یرد
اگر میت کا ترکہ فروض سے بچ جائے در انحالیکہ
کوئی عصبہ موجود نہ ہو تو وہ بچا ہوا مال پھر

ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق
 ٹوٹا دیا جاتے گا کیونکہ بیت المال میں فساد آچکا
 ہے، مگر زوجین پر رد نہیں کیا جائے گا۔ عثمان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد
 کیا جائیگا۔ مصنف وغیرہ نے یونہی کہا ہے،
 میں کہتا ہوں اختیار میں یقین کیا ہے کہ یہ راوی
 کا وہم ہے تو اس کی طرف رجوع کر۔ میں کہتا ہوں
 اشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں بیت المال
 کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کسا
 جائے گا۔ (ت)

ذلك الفاضل عليهم بقدر سها مهم
 اجماعاً لفساد بيت المال الاعلى الزوجين
 فلا يرد عليهما وقال عثمان رضي الله
 عنه يرد عليهما ايضا قاله المصنف
 وغيره قلت وجزم في الاختيار بان
 هذا وهم من الراوي فراجع
 قلت وفي الاشباه انه يرد عليهما في
 زماننا لفساد بيت المال

کتاب رد المختار میں ہے :

مصنف کا قول "الاشباہ میں ہے" قنیه میں کہا
 کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی
 وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔
 زیلعی میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں ایک
 کے فرضی حصہ قبول کرنے کے بعد جو کچھ جائے
 وہ اسی پر رد کر دیا جائیگا۔ یونہی رضا غمی بیٹی او
 رضا غمی بیٹی کی طرف رد کیا جائے گا۔ مستصفیٰ
 میں کہا کہ آج کے دور میں زوجین پر رد کا فتویٰ
 ہے اور یہ ہی ہمارے متاخرین علماء کا قول ہے
 عداوی نے کہا آج کے دور میں زوجین پر رد کا
 فتویٰ ہے۔ محقق احمد بن یحییٰ بن سعد
 تفسیرانی نے کہا کہ بہت سے مشائخ نے

قوله وفي الاشباہ الخ قال في القنية
 ويفتى بالرد على الزوجين في زماننا
 لفساد بيت المال وفي الزيلى عن
 النهاية ما فضل عن فرض احد
 الزوجين يرد عليه وكذا
 البنت والابن من الرضاع
 يصرن اليهما وقال في
 المستصفى والفتوى اليوم بالرد
 على الزوجين وهو قول المتأخرين
 من علمائنا وقال الحدادى الفتوى اليوم
 بالرد على الزوجين وقال المحقق
 احمد بن يحيى بن سعد التفتازانى افق

کثیر من المشائخ بالرد علیہما اذا
لم یکن من الاقارب سواہما۔
زوجین پر رد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ
دیگر اقارب معدوم ہوں۔ (ت)

مندرجہ بالا روایتوں سے رد علی الزوجین کا مذہب متاخرین نیز اسی کا مفتی بہ ہونا بوضاحت ثابت
ہو گیا اور اب معلوم ہو گیا کہ علماء علاقہ بہاولپور کی منقولہ روایتیں متقدمین کے مذہب کے موافق ہیں مگر
مفتی بہ متاخرین کا قول ہے اراکین مستشار العلماء کو معلوم تھا کہ عام اور مشہور قول عدم الرد علی الزوجین
کے موافق عالم خاتون کو صرف پانچ حصہ مل سکتا ہے لیکن کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایک عام اور مشہور قول کے
واسطے قول بالرد علی الزوجین کو جس پر فتویٰ بھی دیا گیا ہے چھوڑ دیں اور خاص کر جبکہ وہ بالکل معقول بھی
ہو کیونکہ بعض صورتوں میں جبکہ تمام حصے داروں کے مقرری حصے دینے سے متوفی کا ترکہ قاصر ہو جس کو
علم الفرائض کی اصطلاح میں عول کہتے ہیں تو سب حصے داروں کے حصوں میں سے کسی طور پر
کم کر لیتے ہیں اور اس میں زوجین کو مستثنیٰ کرتے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب متوفی کے ترکہ میں سے کچھ
بچ جائے تو اس بچے ہوئے کے دینے سے زوجین کو مستثنیٰ کر دیں اور ان کو کچھ بھی نہ دیں خاص کر
جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار بھی موجود نہ ہو غرض قول بالرد علی الزوجین کو جو معقول بھی ہے اور مفتی بہ بھی ہے
جیسا کہ مندرجہ بالا روایتوں سے ثابت ہوتا ہے چھوڑ دینا اور قول بعدم الرد علی الزوجین پر عمل کرنا خصوصاً
جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو روایت اور روایت دونوں کے برخلاف ہے۔

نوٹ : وصیت نامہ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واحد بخش متوفی نے شاہ محمد خاں کے حق
میں کچھ بھی وصیت نہیں کی ہے بلکہ اس کو صرف اپنا کارپرداز اور وصی مقرر کیا ہے چنانچہ وہ اسی
وصیت نامہ میں لکھتا ہے کہ بعد فروخت یا کہ رہن زر رہن یا زربیع میرے تجیز و تکفین اور میری
ارواح پر بخش دے گا اب اگر وصیت بختی شاہ محمد ہوگی تو واحد بخش کا یہ کہنا کہ بعد فروخت یا
رہن زر رہن یا زربیع میری تجیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا بے معنی ہو جاتا ہے
کیونکہ اگر شاہ محمد خاں موصی ہوتا تو وہ وصیت کا خود مالک ہوتا اور جو چاہتا وہ کرتا اس لئے
شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت کے تیسرا حصہ جائداد کا ملے گا وہ اس لئے ملے گا کہ وہ بختی واحد بخش
کو دے یا نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

لہ رد المحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۲

نقل جواب ۷

عائد اوصیاء میں نے کاغذ مندرجہ مسل مقدمہ استفتار عدالت وصیت نامہ فتویٰ علمائے لاہور، فتویٰ علمائے ریاست دیکھے جواب استفتار چند مقدمات کی تمہید پر موقوف ہے جو مسلم فقہ میں مسہلین و مہربین ہے۔ تمہید، میت کے ترکہ میں سے سب سے مقدم جمع مال سے خرچہ تجمیز و تکفین ہے اس کے بعد باقی میں سے ادائے دیون اس کے بعد باقی میں سے تنفیذ وصیت بالثلث اس کے بعد باقی کی تقسیم علیٰ فیرض اللہ، وصیت زائد علی الثلث اس وقت ناجائز ہے جبکہ متضمن ابطال حق ورثہ ہو، اور اگر ورثہ مال متروکہ کے متعلق نہ ہو مثلاً کوئی وارث موجود نہ ہو یا وارث موجود ہو اور ابطال حق نہ ہو، یا ورثہ اپنے اضرار اور ابطال حق کو قبول کر لیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی۔

جوہرہ میں کہا اس لئے کہ ممانعت وارثوں کے حق کی وجہ سے ہے لہذا ان کی اجازت سے جائز ہو جائے گی۔ علامہ ابوالسعود نے کہا اگر کوئی وارث موجود نہ ہو ————— اگرچہ حکمی طور پر تو کل مال کے ساتھ وصیت صحیح ہوگی کیونکہ صحیح ہونے سے رکاوٹ تو حق وارث کا اس سے متعلق ہونا ہے۔ فتح القدر میں کہا تہائی سے زائد کی وصیت وارثوں کے حقوق کے ابطال کو متضمن ہے اور وہ ان کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ (ت)

اگر زائد علی الثلث اجنبی کو وصیت کی اور صرف احد الزوجین وارث موجود ہے اور اس نے اس وصیت کو قبول نہ کیا تو اس کا اثر صرف اسی قدر ہوگا کہ اول ثلث بطور وصیت نکال کر باقی ماندہ

قال فی الجوہرۃ لان الامتناع لحقہم فیجوز باجائزہم، وقال العلامة ابوالسعود فلولم یکن وارث ولو حکما صحت الوصیۃ بالکل لان المانع من الصحۃ تعلق حق الوارث، وقال فی فتح القدر فالوصیۃ بالزیادۃ علی الثلث تتضمن ابطال حقہم و ذلك لا یجوز من غیر اجائزہم

۳۸۹/۲

مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۰ الجوہرۃ النیرۃ - کتاب الوصایا

۵۲۸/۲

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۱ فتح المعین

۳۲۶/۹

المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکرم

۱۲ نتائج الافکار (تکملہ فتح القدر)

تمام مال میں سے ربع یا نصف حصہ احد الزوجین نکالا جائے گا اور باقی بعد احد الزوجین کل یا جسز موصیٰ لہ کو بقدر وصیت دیا جائے گا اور بعد ازاں اگر کچھ باقی رہے گا تو بیت المال میں داخل کیا جائے گا تو وصیت ثلث المال اس مال کی وصیت سے مقدم ہے جو مال ثلث کے بعد باقی رہا ہے اور اس کی بھی یہی وصیت کی گئی ہے زوجین کے لئے عدم جواز وصیت کا بھی مشروط بایں شرط ہے کہ کوئی دوسرا وارث موجود ہو۔ اور اگر دوسرا کوئی وارث موجود نہ ہو تو احد الزوجین کی وصیت للاخر صحیح و نافذ ہے، حاصل یہ کہ زوجین کی وصیت سے مانع مزاحمت حق و رثہ ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعت۔

ردالمحتار میں کہا ورنہ صحیح ہے جیسا کہ خاوند نبوی میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے وصیت کرے اور اس کے علاوہ کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔ (ت)

قال فی رد المحتار والاصح کمالو اوصی احد الزوجین للاخر ولا وارث غیرہ یلہ

رد علی الزوجین کا حق بیت المال سے اضعف ہے لفساد بیت المال۔ اشباہ میں ہے: انہ یرد علیہما فی نہ ماننا لفساد بیت المال یلہ ردالمحتار میں ہے:

قال فی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی نہ ماننا لفساد بیت المال یلہ

قنیۃ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا۔ پس اگر بیت منتظم ہے تو مستحقین سے باقی ماندہ مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا، اور اگر بیت المال نہیں ہے یا ہے اور منتظم نہیں ہے اور اندیشہ ہے کہ وکیل بیت المال سے اس مال کو بیت المال میں داخل نہ کرے اور اپنے اور اپنے خدام کے صرف میں لائے تو اس صورت میں ضرورۃً زوجین پر حسب فتویٰ متاخرین رد کیا جائیگا اور بعد تمہید مقدمہ مذکورہ اس استفتاء کا صحیح جواب

۱۶/۵	داراجیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوصایا	ردالمحتار
۳۶۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الفرائض باب العول	ردالمحتار بحوالہ الاشباہ
۵۰۲/۵	داراجیاء التراث العربی بیروت		ردالمحتار

یہ ہے کہ واحد بخش متوفی کے جمیع مال متروکہ میں سے سب سے اول اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ نکالا جائیگا جس میں رواجی صدقات و خیرات داخل نہیں بشرطیکہ مدعا علیہ نے یہ خرچ اپنے ذاتی مال میں سے بلا اجازت مدعیہ کو نہ کیا ہو، اور اگر ایسا کیا ہو تو تبرع ہو کر اس کا بار اس کی ذات پر رہے گا، نہ مدعیہ پر، بعد ازاں اگر متوفی نے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی وصیت کی ہے چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے تو زیورات اس کو دین مہر میں دیتے جائیں گے اور اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیتے بلکہ محض وصیت کی تو اس صورت میں باقی ماندہ تمام مال میں سے دین مہر زوجہ ادا کیا جائے گا بعد ازاں وصیت جاری کی جائے گی صورت موجودہ میں واحد بخش نے تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں ایک وصیت زوجہ کو کی ہے جو صرف زیورات کے متعلق ہے خواہ یہ وصیت محض ہو یا وصیت ادا دین مہر کے لئے ہو جیسا کہ زوجہ کا اقرار ہے اور دوسری وصیت زوجہ کو ہے جو مکان کے سکنی اور ظروف کے استعمال کے متعلق ہے اور تیسری وصیت باقی ماندہ تمام مال کی شاہ محمد جاں کو کی ہے جس کو مدعیہ نے قبول نہیں کیا ہے اور وہ وصیت ثلث مال سے زائد کی ہے پس صورت موجودہ میں بعد خرچ تجہیز و تکفین و ادائے دین مہر اس طرح نفاذ وصیت کیا جائے گا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہو اسے تو زیور چھوڑ کر باقی ماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظروف وغیرہ ایک ثلث یعنی $\frac{1}{3}$ اول شاہ محمد کو دیا جائے گا اور باقی ماندہ میں سے چوتھائی حصہ $\frac{1}{4}$ جو زوجہ کا ہے یعنی سدس کل $\frac{1}{2}$ اس کو دیا جائے گا پھر باقی ماندہ $\frac{1}{4}$ بھی بعد المزاحم شاہ محمد کو دیا جائے گا اور تصحیح سہامات کی بارہ سے ہوگی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ علاوہ زیورات بارہ سہام ہو کر، اول چار سہام بحکم وصیت بالثلث شاہ محمد کو دئے جائیں گے بعد ازاں باقی ماندہ آٹھ سہام میں سے دو سہام جو ربع مابقی ہے اور سدس کل ہے عالم خاتون زوجہ کو دئے جائیں گے، بعد ازاں چھ سہام باقی ماندہ بحکم وصیت زائد علی الثلث لعدم المزاحم شاہ محمد کو دئے جائیں گے، پس شاہ محمد کو اس مال میں سے $\frac{1}{4}$ سہام ملیں گے اور عالم خاتون زوجہ کو اس مال میں سے جس کی وصیت شاہ محمد کو کی ہے $\frac{1}{4}$ سہام دئے جائیں گے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں :

علامہ ابوالسعود نے: فتح المعین میں فرمایا اگر عورت نے اپنے شوہر کے لئے کل مال کی وصیت کی تو تمام مال شوہر کا ہوگا نصف بطور میراث اور نصف بطور وصیت۔ قستانی میں بحوالہ قاضیان منقول ہے یونہی خاوند کل مال کا مستحق ہوگا جبکہ

قال العلامة السعدي في فتح المعين ولو اوصت بكل مالها للزوجها كان الكل له نصفه بطريق الاثر ونصفه بطريق الوصية قهستاني عن قاضيان وكذا يستحق الزوج الكل اذا

اوصت له بالنصف ثم قال و انما
 قيدا وبالزوجين لان غيرهما
 لا يحتاج للوصية لانه يرث الكل
 برد اور حتم ، قال العلامة
 ابن عابدیت فی رد المحتار
 فاذا اوصى بما زاد على الثلث
 ولم يكت الا و ارث يرد عليه
 واجبا نرها فالبقية له و ان
 اجابا من لا يرد عليه ففرضه
 في البقية و باقيةا
 لبیت المال فلو اوصى
 بثلاثي ماله و اجابا ثلث
 الزوجة فلها ربع
 الثلث و احد من اثني
 عشر مخرج الثلثين
 و ربع الباقي و لبیت المال
 ثلثة و لزيد ثمانيه
 و ان لم تجز و اوصى لها
 ايضا او لا فقد اوضحه
 في الجوهرة فراجعها
 قال في الجوهرة في
 شرحه و لا يجوز ما زاد

عورت نے اس کے لئے نصف مال کی وصیت
 کی ہو، پھر کہا کہ مشائخ نے زوجین کے ساتھ قید
 لگائی ہے کیونکہ ان دونوں کے علاوہ جو ورثہ ہیں
 انھیں وصیت کی محتاجی نہیں اس لئے وہ رد یا
 رشتہ داری کی وجہ سے کل کے وارث بن جاتے
 ہیں۔ علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں کہا
 اگر تہائی سے زائد کی وصیت کی اور اس کا صرف
 ایک ایسا وارث موجود ہے جس پر رد کیا جاتا ہے
 اور اس نے وصیت کی اجازت دے دی تو
 باقی مال اس کا ہے۔ اور اگر ایسے وارث نے
 اجازت دی جس پر رد نہیں کیا جاتا تو اس کا
 فرضی حصہ باقی سے نکال کر جو بچ گیا وہ بیت المال
 میں رکھا جائے گا۔ اگر کسی نے دو تہائی مال کی
 وصیت کی اور اس کی بیوی نے اجازت دیدی
 تو بیوی کو ایک تہائی کا چوتھا حصہ ملے گا جو کہ
 بارہ میں سے ایک بنتا ہے اور بارہ مخرج ہے
 دو تہائی اور باقی کی چوتھائی کا چنانچہ بارہ میں سے
 بیت المال کے لئے تین اور زید جس کے لئے
 وصیت کی گئی تھی کے لئے آٹھ حصے ہوں گے۔
 اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی حالانکہ یہ پہلے
 اس کے لئے بھی وصیت کر چکا ہے تو اس کو
 جوہرہ میں خوب واضح کیا ہے اسی کی طرف رجوع کرو،

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۹/۳ - ۵۲۸
 دارالاجیاء التراث العربی بیروت ۲۱۶/۵

کتاب الوصایا

الفتح المعین
 رد المحتار

خوپرہ میں اس کی شرح میں کہا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں اگر وہاں کوئی ایسا وارث موجود ہو جو کل مال کا وارث بن سکتا ہے لیکن کل مال کا مستحق نہیں بن سکتا جیسے خاوند اور بیوی تو وہ تہائی مال سے زائد کی وصیت کر سکتا ہے۔ اور زوجین جس حصہ میراث کے مستحق ہیں وہ اس سے مانع نہیں کیونکہ وہ میراث کے ایک خاص حصہ کے وارث ہوتے ہیں اس پر کسی حال میں اضافہ نہیں ہوتا، جو اس سے زائد ہے وہ مریض کا مال ہے اس میں کسی کا حق نہیں لہذا جائز ہے کہ وہ اس کی وصیت کر جائے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا اگر کوئی عورت خاوند کے علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑے اور کسی اجنبی شخص کے لئے نصف مال کی وصیت کر جائے تو وصیت جائز ہوگی۔ اس صورت میں شوہر کو ایک تہائی اور وصیت والے شخص کو نصف ملے گا۔ باقی رہا چھٹا حصہ وہ بیت المال کا ہے۔ اور شوہر کے لئے کل کا تہائی حصہ اس لئے ملے گا کہ شوہر وصیت کا مال نکالنے کے بعد ہی میراث کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ پہلے وصیت والے شخص کے لئے کل مال سے تہائی حصہ بطور وصیت نکالنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ شخص ہر حال میں اس کا مستحق ہے باقی دو تہائی مال بچا تو شوہر اس دو تہائی میں سے نصف یعنی ایک تہائی کا بطور میراث مستحق ہوگا۔ باقی ایک تہائی بچ گیا اس میں سے

على الثلث یعنی اذا كان هناك وارث يجوز ان يستحق جميع الميراث اما اذا كان لا يستحق جميع المال كالزوج والزوجة فانه يجوز ان يوصى بما نراد على ذلك ولا يمنع من ذلك استحقاقهما ما يرثانه لانهما يستحقان سهمهما من الميراث لا يزداد عليه بحال فما نراد على ذلك فهو مال المريض لاحق فيه لاحد فجاز ان يوصى به و على هذا قال محمد رحمه الله اذا تركت المرأة زوجها و لم تترك وارثا غيره و اوصت لاجنبي بنصف مالها فالوصية جائزة و يكون للزوج ثلث المال و للموصى له النصف و بقى السدس لبیت المال و انما كانت للزوج الثلث لانه لا يستحق الميراث الا بعد اخراج الوصية فيحتاج الى ان يخرج الثلث اولا للموصى له لانه يستحقه بكل حال فيبقى الثلثان يستحق الزوج نصفه ميراثا يبقى الثلث السدس للموصى له تكملة للنصف و يبقى السدس

وصیت والے شخص کو چھ حصہ دیں گے تاکہ کل کا نصف مکمل ہو جائے اور ایک چھ حصہ باقی بچا جس کا کوئی مستحق نہیں لہذا وہ بیت المال کا ہے یونہی اگر اس عورت نے شوہر کے لئے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال شوہر کا ہو جائے گا نصف بطور میراث اور نصف بطور وصیت، کیونکہ شوہر میراث سے پہلے وصیت کا مستحق نہیں ہوتا بخلاف اجنبی کے اس لئے کہ شوہر وارث ہے۔ بیشک شوہر کے لئے یہ وصیت جائز ہے کیونکہ کوئی ایسا وارث موجود نہیں جس کی اجازت پر وصیت کا صحیح ہونا موقوف ہو۔ اور اسی کی بنیاد پر اگر کسی کا بیوی کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور وہ اجنبی شخص کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کر جائے تو بیوی کو چھ حصہ (۶) ملے اور جس کیلئے وصیت کی گئی اس کو پانچ حصے (۵) ملیں گے کیونکہ بیوی میراث میں سے کسی شئی کی اس وقت تک مستحق نہیں ہوگی جب تک وصیت کیلئے ایک تہائی مال ترکہ سے نکال نہ لیا جائے جب ایک تہائی مال نکل گیا تو بیوی باقی (جو کہ دو تہائی ہے) کے چوتھے حصے کی مستحق ہوگی، پھر بیوی کے حصے کے بعد جو بچ گیا وہ اس شخص کو دے دیا جائے گا جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی ہے اس میں کل مال کے بارہ حصے بنائے جائیں گے جن میں سے وصیت والے کو ایک تہائی یعنی چار حصے دیں گے باقی دو تہائی یعنی آٹھ حصے بچے جن کا

لا یتحق له فيكون لبیت المال
 وكذا اذا وصت بذلك لزوجها كان
 المال كله له نصفه ميراثا
 ونصفه وصية لانه لا یتحق
 الوصية قبل الميراث
 بخلاف الاجنبي لان الزوج
 وارث وانما جازت له
 الوصية لانه لا وارث لها
 تقف صحة الوصية على
 اجازته وعلى ذلك اذا
 ترك نروجة لا وارث له
 غيرها او وصى لرجل بجميع
 ماله كان لها السدس
 وللموصى له خمسة اسداس
 لانها لا تستحق من الميراث
 شيئا حتى يخرج الثلث
 للوصية فاذا خرج الثلث
 استحققت ربع الباقي وما
 بقى بعد ذلك يكون للموصى
 له بالجميع واصله من
 اثني عشر للموصى له اربعة
 وهو الثلث يبقى الثلثان
 ثمانية للزوجة ربعها
 اثنان يبقى ستة تعود للموصى
 له فيكون له عشرة

من اثني عشر و ذلك خمسة
اسد اسما۔

چوتھائی یعنی دو حصے بیوی کے ہیں باقی چھ حصے
وصیت والے شخص کی طرف لوٹ جائیں تو اس

طرح اس کے کل حصے بارہ میں سے دس ہو جائیں گے جو کہ چھ میں پانچ ($\frac{5}{6}$) بنتے ہیں۔ (ت)

بعد ازاں سوالات عدالت کا نمبر اور جواب تفصیل ہے یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی ہے اور
موافق اس تفصیل کے جو محل جواب میں گزر چکی ہے شرعاً صحیح و نافذ ہے وصیت بحق شاہ محمد زائد علی الثلث
ہے عالم خاتون زوجہ نے اگر اس کو قبول نہیں کیا تو اس کا نفاذ حسب ذیل تقسیم ہو کر ہوگا۔ زیورات
اگر متوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار ہوگا بلکہ تمام زیورات اس کو ملیں گے

ورنہ زیورات میں سے مدعیہ کو $\frac{2}{3}$ سهام مدعا علیہ کو $\frac{1}{3}$ سهام اور دیگر جائداد و مکانات و
ظروف وغیرہ میں سے مدعیہ کو $\frac{2}{3}$ اور مدعا علیہ کو $\frac{1}{3}$ سهام ملیں گے کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت
مدعا علیہ کو ملے گا پھر ربع باقی ماندہ $\frac{2}{3}$ یعنی سدس کل $\frac{1}{3}$ مدعیہ کو ملے گا بعد ازاں باقی ماندہ یعنی نصف
 $\frac{1}{3}$ مدعا علیہ کو ملے گا جو زیورات قیمتی سماعتے بروئے وصیت مدعیہ کو دیئے گئے ہیں اگر وہ مہر میں
دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں ہے اور اگر محض بطور وصیت دیئے گئے
ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا اور اس صورت میں تمام زیورات میں $\frac{1}{3}$ سهام
مدعا علیہ کو اور $\frac{2}{3}$ مدعیہ کو ملیں گے لیکن اس شق ثانی پر نفاذ وصیت سے بیشتر مدعیہ کا مہر کل مال سے
ادا کیا جائے گا اگر مدعا علیہ نے بھیز و تکلفین متوفی کی اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے چونکہ
یہ صرف تبرع ہے لہذا اس فرج کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہے اور مدعیہ پر اس کا مطلق بار نہ ہوگا اور اگر
باجازت مدعیہ اپنے مال سے بھیز و تکلفین کی ہے یا متوفی کے ترکہ میں سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر
ہوگا جو ہر دو مدعا علیہ اور مدعیہ کے متعلق ہوگا۔ حق سکنی مکانات اور حق استعمال ظروف وغیرہ کے جو
موصی نے عالم خاتون زوجہ کو وصیت کی ہے اس وصیت کے بار سے ثلث مال جو بطور وصیت شاہ محمد کو
اول ملے گا بری رہے گا البتہ علاوہ ثلث مال کے جو شاہ محمد کو بعد اخراج ثلث ملے گا اس میں مدعیہ کو تاج ثانی
حسب وصیت حاصل ہے گا کیونکہ زوجہ کی وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاجم نہیں ہو سکتی ہاں زائد
علی الثلث کے مساوی ہے لہذا زائد علی الثلث یعنی $\frac{1}{3}$ میں اس کا نفاذ اس طرح ہوگا کہ رقبہ کی
وصیت شاہ محمد کے لئے اور منفعت کی وصیت مدعیہ کے لئے قرار دی جائے گی جو حصہ مدعیہ کا اور مدعا علیہ کا
جائداد منقولہ یا غیر منقولہ میں ہے اس کے متعلق ہر ایک فریق کو اختیار ہے کہ وہ فریق ثانی سے بشرطیکہ

وہ رضامنہ بھی ہو قیمت لے ورنہ حسب سہامات مذکور تقسیم کرالے شرعاً قیمت لینے کے متعلق کسی فریق پر جبر نہیں ہو سکتا۔

المحاصل تعیین حصص مدعیہ و مدعی کے متعلق جواب علمائے ریاست صحیح ہے اور مستشار العلماء لاہور صحیح نہیں ہے زیورات کے متعلق شرعی بایں تفصیل ہے کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیکاً دے دیتے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں اُن پر کوئی بار حتیٰ کہ تجہیز و تکفین اور وصیت کا بھی نہیں ہوگا اور اگر مرض موت میں وصیت کی ہے تو اگر بعوض دین مہر ہو تو البتہ اس صورت میں تجہیز و تکفین کے بار سے حسب حصہ زیورات مستثنیٰ نہ ہوں گے بشرطیکہ مدعا علیہ نے بلا اجازت مدعیہ اپنے مال سے خرچ نہ کیا ہو لیکن وصیت بالثلث کے بار سے مستثنیٰ ہوں گے یعنی بعد خرچ تجہیز و تکفین باقی ماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے اور اگر بعوض دین مہر نہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین اول دین مہر ادا کیا جائیگا، بعد ازاں بحکم وصیت بالثلث زیورات میں سے بھی $\frac{1}{3}$ یعنی $\frac{2}{3}$ ثلث مدعا علیہ کو ملے گا باقی ماندہ $\frac{1}{3}$ حصہ زیورات مدعیہ کو ملیں گے، پس حکم عدم جواز وصیت صحیح نہیں اور نیز حکم بعدم جواز وصیت بالمنفعت بھی صحیح نہیں بلکہ اس کا نفاذ علاوہ ثلث کے ہوگا، صورت موجودہ میں علماء انجمن مستشار العلماء کا دعویٰ بطلان وصیت اور جواز رد علی الزوجین کے متعلق صحیح نہیں ہے کیونکہ رد علی الزوجین کا تعلق اس صورت کے ساتھ جس جگہ حقوق متقدمہ سے باقی ماندہ کو بیت المال کے لئے قرار دیا ہے اور جس صورت میں حقوق تمام ترکہ کو مستغرق ہوں اور بیت المال تک نوبت نہ پہنچے جیسا کہ وہاں بیت المال کے لئے کچھ نہیں باقی رہا تو رد علی الزوجین کا حکم ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ حکم مقدمہ خامسہ رد علی الزوجین کے جواز کا حکم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بیت المال کے فساد کے ساتھ مشروط ہے اگر بیت المال منقظم موجود ہو تو رد علی الزوجین نہیں ہو سکتا لہذا حکم رد علی الزوجین حکم تفویض بیت المال سے بھی مؤخر ہوا صورت موجودہ میں اور فرض زوجہ تمام باقی ماندہ ترکہ کو مستغرق ہیں باقی ماندہ ترکہ کا کوئی فرد ان حقوق متقدمہ کے بعد باقی نہیں رہتا، پس نہ تفویض بیت المال کا حکم ہو سکتا ہے نہ رد علی الزوجین کا۔ پس یہ بحث اس جگہ نہایت تعجب انگیز ہے، چنانچہ اس کی تشریح اور تردید اپنی تحریر مندرجہ مسل کافی طور پر کر دی ہے اپنی دوسری تحریر میں ایک نوٹ لکھتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ واحد بخش نے شاہ محمد کو حفاظت جائداد کی وصیت کی ہے نہ تملیک کی، لہذا وہ وصی ہے نہ موصی لہٰذا چونکہ اس کی تردید علمائے ریاست نے کافی طور پر فرمائی ہے لہذا ہم کو اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے فقط واللہ اعلم وعلہ

نقل جواب ۸

میں نے حضرات علمائے کرام کے فتاویٰ معہ کاغذات متعلقہ مسل مقدمہ کو غور سے پڑھا اور بار بار بغرض تنقیح امر متنازعہ فیہ حوالہ جات کتب فقہ میں تدبر کیا چنانچہ حسب ذیل فیصلہ پر آگاہ ہوا، توفیقہ تعالیٰ اس میں تو کلام نہیں کہ رد علی الزوجین میں فقہائے متاخرین کا اختلاف ہے یعنی فقہائے متقدمین قطعاً رد علی الزوجین کے قائل نہیں ہیں اور فقہائے متاخرین رد مذکور کے قائل ہیں نیز اس میں کلام نہیں کہ فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے چنانچہ صاحب رد المحتار فرماتے ہیں :

قال فی القنیة ویفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال و فی الزلیعی عن التہایة ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ و کذا البنت و الابن من الرضاع یصرف الیہما و قال فی المستصفی الفتوی الیوم بالرد علی الزوجین و قال المحقق احمد بن یحیی بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المتأخر بالرد علیہما اذ لم یکن من الاقارب سواہما لفساد الامام و ظلم الحکام فی ہذہ الایام الخ اخرہ۔

قنیہ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا، زلیعی میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے فرضی حصہ کو وصول کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اسی پر رد کر دیا جائیگا، یوں ہی رضاعی بیٹی اور رضاعی بیٹے کی طرف لوٹایا جائے گا۔ مستصفیٰ میں کہا آج کے زمانے میں فتویٰ زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے محقق احمد بن یحیی بن سعد تفتازانی نے کہا بہت سے مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے گا جبکہ ان کے علاوہ اقارب

میں سے کوئی موجود نہ ہو، کیونکہ ان دنوں میں پیشوا خراب اور حکام ظالم ہو چکے ہیں الخ۔ (ت) اب بحث طلب بات رہ جاتی ہے کہ فقہائے متاخرین جن کے قول پر فتویٰ ہے ذوی الارحام مولی الموالاة مقررہ بالنسب علی الغیر موصی لہ بجمع المال ان چاروں کے نہ ہونے کی صورت میں رد مذکور کے قائل ہیں، صاحب درمختار کی عبارت مندرجہ ذیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد علی ذوی الفروض النسبیہ ہی کے درجہ میں اور انھیں کے ساتھ رد علی احد الزوجین کے

قائل ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

والرد ضدہ (ای ضد العول) كما مر
وحینئذ فان فضل عنہا اع
الفروض والحال انه لا عصبۃ ثمة یرد
الفاضل علیہم بقدر سہما مہم اجماعا
لفساد بیت المال الاعلیٰ الزوجین
فلا یرد علیہما وقال عثمان رضی اللہ
عندہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف
وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار
بان هذا وہم من الراوی فراجعہ
قلت و فی الاشباہ انه یرد علیہما فی
زماننا لفساد بیت المال وقد مناه
فی الولاء

رد ضد ہے عول کی، جیسا کہ گزرا، تو اب جب
فروض سے کچھ بچ جائے در انحالیکہ کوئی عصبہ
وہاں موجود نہ ہو تو وہ بچا ہو اماں بالاعتق
ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق رد
کیا جائیگا سو از زوجین، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عندہ نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے گا،
ایسا ہی مصنف وغیرہ نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں
اختیار میں جزم کیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے تو
تم اسی کی طرف رجوع کرو۔ میں کہتا ہوں اشباہ
میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے
فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائے گا۔ اسکا
ذکر پہلے ہم کتاب الولاء میں کر آئے ہیں (ت)

اگر فقہائے متاخرین کے نزدیک رد علی الزوجین کا درجہ موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد ہوتا تو
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف صاحب اشباہ کے اختلاف کو یہاں یعنی رد علی ذوی الفروض
النسبۃ کے ساتھ ملا کر بیان کی کیا ضرورت تھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر جو دلیل
کتاب روح الشرح سے منقول ہے اس سے یہی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عندہ رد علی الزوجین اور رد علی ذوی الفروض النسبۃ ایک ہی درجہ پر رکھتے ہیں کیونکہ اس میں رد کو
عول پر قیاس کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عول میں ذوی الفروض النسبۃ اور احد الزوجین برابر ہیں
تو پھر رد میں بھی ان کو برابر ہونا چاہئے متاخرین کی طرف سے رد علی الزوجین کی دلیل میں فساد
بیت المال بیان کیا جاتا ہے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ترکہ کے بیت المال میں جانے کا
موقعہ ہو تو اس کے فاسد ہو جانے کے باعث رد علی الزوجین ہونا چاہئے اور جب بیت المال
میں جانے کا موقعہ موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد ہے تو رد علی الزوجین بھی موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد

ہونا چاہئے لیکن درمختار کی عبارت مسطورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی ذوی الفروض
النسبہ کی دلیل سے ہی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے تو چاہئے کہ رد علی ذوی الفروض النسبہ
بھی موصیٰ لہ بجمیع المال کے بعد ہی ہو اور اس کا تو کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ حاشیہ ضیاء السراج
وغیرہ سے جو جزئیات علماء نے نقل کئے ہیں وہ سب متقدمین کے مذہب پر مبنی ہیں جو زیادہ تر
مروج اور مشہور ہے، اسی لئے ردالمختار میں فرماتے ہیں :

اقول ولم نسمع ایضا فی نہ ماننا من
افقی بثنی من ذلك ولعله لمخالفتہ
للمتون فلیتأمل لکن لا یخفی ان
المتون موضوعة لنقل ما هو المذهب
وهذه المسئلة مما افتی بہا المتأخرون
على خلاف اصل المذهب لہ

میں کہتا ہوں ہم نے اپنے زمانے میں سنا بھی نہیں
کہ کسی نے ایسا فتویٰ دیا ہو شاید متون سے
اس کے مخالف ہونے کی وجہ سے۔ پس تامل
چاہئے، لیکن پوشیدہ نہیں کہ متون نقل مذہب
کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اور یہ مسئلہ ان
مسائل میں سے ہے جن میں متأخرین نے
اصل مذہب کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

بہر کیف اگر کسی صاحب کو کوئی ایسی صریح روایت مل جائے کہ فقہائے متأخرین موصیٰ لہ
بجمیع المال کے نہ ہونے کی صورت میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں تو خاکسار اور دیگر اراکین مستشار
العلماء کو اپنی رائے بدل دینے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا لیکن حضرات مفتیان نے ابھی تک اس
امر کو پایہ ثبوت تک نہیں پہنچایا وہ روایات و جزئیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موصیٰ لہ بجمیع المال
کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین نہیں ہوگا وہ تمام فقہائے متقدمین کے قول پر مبنی نہیں ہے
اور اس قول کے موافق اگر موصیٰ لہ بجمیع المال موجود نہ ہو تو بھی رد علی الزوجین نہیں ہو سکتا مجھے
کسی ایسی روایت کا علم نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ موصیٰ لہ بجمیع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین
ہوگا ورنہ نہیں، اور میرے خیال میں یہ کسی کا بھی مذہب نہیں، بہر صورت جزئیات مندرجہ فتاویٰ متعلقہ
مسئلہ ہذا جن سے موصیٰ لہ بجمیع المال کو رد علی الزوجین پر مقدم رکھا گیا ہے وہ مذہب متقدمین
پر مبنی ہیں نہ متأخرین پر جو مفتی بہ مذہب ہے اور اگر یہ امر قطعاً ثابت ہو جائے کہ وہ مذہب
متأخرین پر مبنی ہیں تو حضرات علماء ریاست کا فتویٰ صحیح ہے مگر بنظر امان صاف معلوم ہوتا ہے

لہ ردالمختار کتاب الفرائض باب العول وادحیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

کہ اس امر کو کسی مفتی نے صاف نہیں کیا لہذا خاکسار کا فیصلہ اس مسئلہ میں وہی ہے جس کو مخبر مستشار العلماء لاہور نے اپنے فتویٰ میں لکھ دیا ہے اور جس کے ساتھ یہی متفق ہیں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث فضول ہے اور فیصلہ عدالت کے لئے کافی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ فقط

الجواب

(جواب امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین وبه ثم
برسوله نستعین صلی الله تعالیٰ علیہ
وسلم وبارک علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ
اجمعین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو کل جہانوں
کا پروردگار ہے اور اسی سے پھر اس کے رسول
سے ہم مدد چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول

پر درود، سلام اور برکتیں فرماتے اور آپ کی تمام آل و اصحاب پر۔ (ت)
الحمد للہ یہاں فتویٰ پرفیس نہیں لی جاتی ان اجری الاعلیٰ رب العالمین (میرا اجر تو اسی پر
ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ت) منی آرڈر واپس کر دیا، سوالات اور ان کے متعلق آٹھ
فتوے ملاحظہ ہوئے، مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجیب نہ تھا ایک کے فتویٰ میں دوسرے کا جو ذکر تھا وہ
لکھ کر محو کر دیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بعونہ عزوجل تحقیق حق سے کام ہے
مگر اتنی گزارش مناسب ہے بجزہ تعالیٰ یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے، ہمارے رب
عز و علا نے نہ فرمایا:

یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط
شہداء، اللہ ولو علیٰ انفسکم
اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ
اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے چاہے اس
میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

نہ کسی مخالفت سے ضد اور نفسانیت۔ کیا ہمارے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے نہ فرمایا :

لا یجرمنکم شأن قوم علی ان لا تعدلوا اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے
اعدلوا ہوا قرب للتقویٰ لے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے

زیادہ قریب ہے۔ (ت)

مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت پھر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت سے امید واثق ہے کہ لاینخافون لومۃ لائم سے بہرہ وافی عطا فرمایا ہے، ولہ الحمد، اسی بنا پر بہت افسوس کے ساتھ گزارش کہ آٹھوں فتووں میں اصلاً ایک بھی صحیح نہیں اکثر سر ایا غلط ہیں اور بعض مشتمل بر اغلاط۔ اب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ اولاً کچھ مسائل کا افادہ کریں اور ہر افادہ پر جو فوائد متفرع ہوئے اس کے ساتھ لکھیں جن سے وضوح احکام کے ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ ان فتووں نے کہاں کہاں کیا غلطیاں کیں اور ان کے علاوہ کیا کیا ضروری باتیں ان کی نظر سے رہ گئیں۔ مفتی صاحبوں نے انصاف فرمایا تو یہ امر باعث ناراضی نہ ہوگا بلکہ وجہ شکر کہ مقصود بیانِ حق و اظہار احکام ہے نہ کہ کسی کے طعن و الزام، اور یہ امر قدیم سے معمول علمائے اسلام۔

ثانیاً پانچوں سوالات حال کے جواب دیں۔

ثالثاً ساتوں سوالات سابق کے جواب لکھیں جو ان مضامین سے کئے گئے اور جواب

غلط و ناقص ہے، یہ اس لئے کہ محکمہ قضا نے جن امور کی نسبت تحریر فرمادیا ہے کہ فتاویٰ مصدرہ میں جو سوال زیر بحث آکر طے ہو چکے ہیں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ان میں بھی اظہارِ حق ہو کہ قابل اطمینان بات صاف نہ ہوتی تھی اس کا حق ہمیں خود ہی تھا اور اس تحریر دار القضا کے بعد بدرجہ اولیٰ کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں۔

سابعاً حکم اخیر لکھیں کہ اس مقدمہ میں دار القضا کو کیا کرنا چاہئے۔ وہما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ت)

الافادات و التفریعات (افادے اور تفریعیں)

افادۃ اولیٰ

شاہ محمد خاں مکانات و اثاث البیت کا ضرور موصیٰ لہ ہے آغاز وصیت نامہ میں ہے وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں کے رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر صرف زیر حفاظت کہتا شاہ محمد خاں وصی ہوتا مگر اس فقرہ نے کہ مالک بھی رہے گا ظاہر کر دیا کہ مقصود وصیت ہے نہ کہ وصایت۔ پھر کہا مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے، پھر کہا غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے اس وغیرہ کی یوں تشریح کی ہے علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ پھر کہا کل اشیاء متدرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے۔ غرض جا بجا تملیک کی تصریح کی اور پُر ظاہر کہ یہ تملیک بلا معاوضہ بروہ تبرع و احسان ہے اور آخر میں کہا یہ جملہ شراط بعد میرے قابل تعمیل ہونگے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے، صاف واضح کر دیا کہ یہ تملیک مضاف الیہ مابعد الموت ہے تو قطعاً وصیت ہوئی۔ امام اکمل الدین بابر قی عنایہ میں فرماتے ہیں:

الوصیة فی الشریعة تملیک مضاف
الح مابعد الموت بطریق التبوع
وصیت شریعت میں ایسی تملیک کو کہتے ہیں جو
بطور تبرع موت کے مابعد کی طرف منسوب
ہوتی ہے۔ (ت)

ہاں وصیت نامہ میں مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن زر رہن یا زریع میری تجیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا اسے منافی تملیک سمجھنا صریح غلط ہے وہ خود اس کے متصل ہی کہتا ہے یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے خود اسی کلام کی تفسیر تملیک سے کر رہا ہے تو اسے تملیک سے جدا کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ (قول کی ایسی توجیہ کرنا جس پر قائل

لہ العنایۃ علی ہاشم فتح القدر کتاب الوصایا باب صفۃ الوصایا الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۴۲/۹

راضی نہ ہو۔ ت) ہے اور جب مالک شاہ محمد خاں ہو تو جملہ مذکورہ کسی طرح وصایت یعنی اُسے وصی بنانے کا مفید نہیں ہو سکتا کہ وصی وہ ہے جسے موصی مال موصی میں تصرف کا اختیار دے نہ وہ جسے ایک مال کا مالک کر کے پھر اس سے درخواست کرے کہ وہ اپنا مال بیچ کر اس کے کام میں خرچ کر دے یہ سوال ہوا نہ کہ ایسا ظاہر ہے کہ وصایت مثل وکالت دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ہے بلکہ وصایت عین وکالت ہے فرق اس قدر کہ وکالت حیات میں ہوتی ہے اور وصایت بعد موت۔ خانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

انت وکیل بعد موتی یكون وصیانت وصی فی حیاتی یكون وکیلان کلا منہما اقامة للغير مقام نفسه فینعقد کل منہما بعبارۃ الآخریہ

تو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ وصی بن جائے گا۔ اور تو میری زندگی میں میرا وصی ہے تو اس سے وہ وکیل بن جائے گا کیونکہ ان دونوں میں ہر ایک کسی غیر کو اپنا قائم مقام بنانا ہے لہذا

ان میں سے ہر ایک دوسرے کی عبارت کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ (ت)

مال اگر اپنی ملک پر رکھ کر اُس سے کسی تصرف کے لئے کہتا تو ضرور اسے اپنی جگہ قائم کرنا ہوتا اور جب مال اس کی ملک کر چکا تو اب موصی کا اس میں کیا مقام رہا جس پر اسے قائم کرنا ہے ولوجہ اجلی وصایت باب ولایات واطلاقات سے ہے یعنی دوسرے کو اختیار دینا اُسے نافذ التصرف بنانا، ولو الجبہ پھر ادب الاوصیاء میں ہے:

ایضاً المیت نقل الولاية الی الوصی۔ میت کا وصیت کرنا اپنی ولایت کو وصی کی طرف منتقل کرنا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان فی الوكالة والاذن للعید اطلاقاً عماکانا ممنوعین عنہ من التصرف فی مال المؤکل والمولیٰ

اس لئے کہ وکالت اور اپنے غلام کو اذن دینے میں اس چیز کی اجازت دینا ہے جس سے پہلے اس کے لئے ممانعت تھی یعنی مؤکل اور مولا کے مال میں تصرف کرنا۔ (ت)

۱۔ ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۵
 ۲۔ آداب الاوصیاء علی ہمش جامع الفصولین فصل فی الاوصیاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶
 ۳۔ ردالمحتار کتاب البیوع مایبطل بالشطر الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۳-۲۲۲

توضیح ہے کہ اس کے اختیار دینے سے اُسے اختیار ملے اور جس مال کا آدمی خود مالک ہو گیا اس کا اختیار خود اس کی مالکیت اُسے دے گی اگرچہ شہسی کی مالکیت دوسرے کے دیئے سے ہو جیسے ہبہ کہ موہوب لہ بعد ملک جو اس میں تصرفات کریگا اپنے اختیار ذاتی سے کریگا نہ کہ واہب کی نیابت سے اگرچہ موہوب لہ پر ملک واہب کے دیئے سے ملی تو جس طرح تملیک عین بلا عوض فی الحیاة یعنی ہبہ سے حصول اختیارات کے باعث موہوب لہ واہب کا وکیل نہ ہو جائے گا یوں ہی تملیک عین بلا عوض بعد الممات یعنی وصیت مال سے حصول اختیارات کے سبب موصی لہ موصی کا وصی نہیں ہو سکتا۔ وھذا ظاہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت۔)

و بوجہ انحصار یہ تملیک ہے اور کوئی اطلاق تملیک نہیں تو یہ اطلاق نہیں اور ہر وصایت اطلاق ہے تو یہ وصایت نہیں وھو المطلوب قیاس ثانی کا صغری پہلے کا نتیجہ ہے اور کبری کا ثبوت ردالمختار سے گزرا اور قیاس اول کا صغری بدیہی ہے اور کبری کا ثبوت اس عبارت درمختار سے ہے،

جو کچھ تملیکات و تصفیعات میں سے ہے وہ اسکی تعلیق شرط کے ساتھ باطل ہے ورنہ صحیح ہے، لیکن استقاطات و التزامات جن پر قسم کھائی جاتی ہے ان میں شرط کے ساتھ تعلیق مطلقاً صحیح ہے جبکہ اطلاق، ولایات اور توغیبات میں بشرط مناسب جائز ہے، بزازیہ۔ (ت)

كل ما كان من التملیکات او التقییدات يبطل تعلیقه بالشروط والاصح لکن فی استقاطات و التزامات یحلف بہما یصح مطلقاً و فی اطلاق و ولایات و تحریضات بالملائم بزانیة یلہ

تشبیہ : قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ اگر مملک بالکسر کہ تملیک بلا عوض کے ساتھ مملک بالفتح کی کسی مصلحت میں خرچ یا استعمال کرنا ذکر کرے تو اُسے مشورہ کھڑا تے ہیں مملک پر اس کی پابندی ضرور نہیں ہوتی کہ جب وہ مالک ہو گیا اُسے اختیار ہے جہاں چاہے اٹھائے مثلاً یہ کپڑا میں نے تجھے دیا کہ تو اسے پہنے یا یہ مکان تجھے ہبہ کیا کہ تو اس میں سکونت کرے۔ تویر الابصار میں ہے، تصح با یجاب کو هبت و نحل و اطعمتك هذا الطعام و داری لك هبة تسكنها۔ یہ ایجاب سے صحیح ہو جاتا ہے جیسے کہا کہ میں نے ہبہ کیا، میں نے بخوشی بخشا، میں نے یہ طعام تجھے دے دیا اور میرا گھر تیرے لئے ہبہ ہے کہ تو اس میں رہا نش رکھے۔ (ت)

لہ الدر المختار کتاب بیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ مطبع مجتہبی دہلی ۵۳/۲
لہ الدر المختار شرح تویر الابصار کتاب الہبۃ " " " " ۵۹/۲ - ۱۵۸

در مختار میں ہے :

لان قوله تسكنها مشورة فقد اشار عليه
في ملكه بان يسكنه فان شاء
قبل مشورة وان شاء لم يقبل له

کیونکہ اس کا قول کہ ”تو اس میں رہائش رکھے“
ایک مشورہ ہے جو واہب نے موہوب لہ کی
ملکیت میں دیا اگر چاہے تو مشورہ قبول کرے
ورنہ نہ کرے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

كقوله هذا الطعام لك تاكله او هذا
الثوب لك تلبسه ، بحر۔

جیسے واہب کا قول کہ یہ کھانا تیرے لئے ہے
کہ تو اس کو کھائے یا یہ کپڑا تیرے لئے ہے کہ
تو اس کو پہنے، بحر۔ (ت)

اور اگر خود اپنی یا اس چیز یا صالح استحقاق شخص ثالث کی کوئی مصلحت ذکر کرے تو اسے
شرط فاسد قرار دے کر تملیک کو صحیح اور شرط کو باطل کرتے ہیں، مثلاً یہ غلام میں نے تجھے ہبہ کیا اس
شرط پر کہ مہینہ بھر میری یا زید کی خدمت کرے، یا اس شرط پر کہ تو اسے آزاد کر دے۔ در مختار
میں ہے :

حكما انها لا تبطل بالشروط الفاسدة
فهبة عبد على ان يعتقه تصح و
تبطل الشرط۔

ہبہ کا حکم یہ ہے کہ وہ شرط فاسدہ سے باطل
نہیں ہوتا، چنانچہ غلام کا ہبہ اس شرط پر کہ
موہوب لہ اس کو آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط
باطل ہو جائے گی۔ (ت)

نہ یہ کہ جب اپنی مصلحت ذکر کرے تو سرے سے تملیک ہی اڑا دیں اور اسی ذکر مصلحت کو اس کے
بطلان کا قرینہ ٹھہرا دیں۔ یوں ہوتا تو یہ کہنا کہ میں نے زید کو اس غلام کا مالک کیا اس شرط پر کہ
مہینہ بھر بعد مجھے واپس کر دے ہبہ نہ ہوتا عاریت قرار پاتا حالانکہ یہ باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہے۔
عالمگیریہ میں ہے :

۱۵۹/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب الہبہ	۱۰ الدر المختار
۵۰۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۱ ردالمختار
۱۵۸/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	"	۱۲ الدر المختار

قال اصحابنا جميعا من حمهم الله تعالى
اذا وهب هبة و شرط فيها شرطا
فاسدا فالهبة جائزة والشرط باطل
ومن وهب لرجل امة فاشترط عليه
ان يرد ها عليه بعد شهر كذا في
السراج الوهاج يه

ہمارے تمام اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
جب کسی نے ہبہ کیا اور اس میں کوئی فاسد شرط
لگا دی تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے۔ جیسے
کسی نے لونڈی اس شرط پر ہبہ کی کہ ایک ماہ
بعد موہوب لے وہ لونڈی و اہب کو لوٹا دے گا
سراج و ہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

افادہ ثانیہ

جس طرح الفاظ مذکورہ سے شاہ محمد خاں کو وصی سمجھنا باطل ہے یوں ہی ان مکانوں کی وصیت
تجزیہ و تکفین و ایصالِ ثواب کے لئے ٹھہرانا علیہ صواب سے عاری و عاقل ہے وہ تو مکانات
کو شاہ محمد خاں کی ملک کر چکا اور اختیار بیع و رہن کا ملک پر متفرع ہونا بدہی۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ
شاہ محمد پر لازم ہے کہ ان کو بیع یا رہن کر کے روپیہ میری تجزیہ و تکفین فاتحہ میں اٹھا دے بلکہ یہ کہتا ہے کہ
شاہ محمد انکا مالک ہے اسے بیع و رہن کا اختیار ہے ہاں اگر بیع یا رہن کرے تو اس صورت میں کہتا ہے
کہ روپیہ میری ارواح پر بخش دے گا۔ اس جملہ کو اگر اس کے ظاہر پر رکھیں تو خبر ہے جس کا حاصل
شاہ محمد خاں اور موصی کی دوستی کا بیان ہے کہ مجھے اس سے یہ امید ہے و لہذا میں اسی کو اپنے
مال کا مالک کرنا چاہتا ہوں جس طرح آخر میں کہا کہ کل اشیائے مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے
جس نے میری خدمت از حد کی ہے بعد انتقال میری تجزیہ و تکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت
آخر کو پورا انجام دے گا اور اگر خبر بمعنی امر لیں تو حاصل یہ ہوگا کہ شاہ محمد خاں اگر بیع یا رہن کرے
تو روپیہ میری ارواح پر بخش دے یہ ایصالِ ثواب کی وصیت نہیں ہو سکتا بعد اس کے کہ مکانات
ملک موصی لہ کر چکا پراتی ملک میں اسے وصیت کا کیا اختیار رہا، وصیت ایجاب ہے اور ملک غیر
میں اس کے لئے سے کوئی بات واجب نہیں ہو سکتی مالک کو اختیار ہے کہ مانے یا نہ مانے
ایضاح پھر نہایت شرح ہدایہ پھر نتائج الافکار میں ہے؛

الوصیۃ ما اوجبها الموصی
فی مالہ بعد موتہ او مرضہ
وصیت وہ ہے کہ موصی اپنے مال میں اس کا
ایجاب کرے اس کی موت کے بعد یا ایسی

تفریحات

(۱) فتویٰ ۶ کا ادعا کہ وصیت نامہ پر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی نے شاہ محمد کے حق میں کچھ بھی وصیت نہ کی بلکہ صرف اپنا وصی مقرر کیا ہے، محض باطل ہے۔

(۲) فتویٰ ۶ کا اس ادعا پر جملہ مذکورہ میری ارواح پر بخش دے گا سے استدلال کہ وصیت بقی شاہ محمد متوفی ہوتی تو یہ کہنا بے معنی ہو جاتا خود بے معنی اور صحیح و باطل کا قلب کر دینا ہے جیسا کہ تنبیہ میں واضح ہوا۔ اس نے مطلقاً کہا ہے کہ مالک محمد شاہ خاں مذکور ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ کہ بعد فروخت یا رہن الخ جملہ مستقلہ ہیں کہ اس جملہ کی قید و شرط نہیں ہو سکتے۔ بحر الرائق متفرقات البیوع جلد ۶ میں ہے :

فی بیوع الذخیرۃ اشتری حطباً فی
قریۃ شراء صحیحاً وقال موصولاً
بالشراء من غیر شرط فی الشراء، حملہ
الی منزلی لا یفسد العقد لان هذا لیس
بشرط فی البیع بل هو کلام مبتدأ بعد تمام
البیع فلا یوجب فسادہ ام فعلى هذا
لو استاجر قریۃ او ارضاً للزراعة ثم قال
بعد تمامها ان المحرث علی المستأجر
لا تفسد لانه لم یکن شرطاً فیها وانما یكون
شروطاً لو قال علی ان المحرث علیہ فلیحفظ
هذا فانه ینخرج علیہ کثیر من
المسائل الخ

بیوع ذخیرہ میں ہے کسی نے ایک قریہ میں ایندھن
خریدا صحیح خریداری کے ساتھ۔ پھر اس سے متصل
بلا شرط کہا اس کو میرے گھر تک لے چلو تو عقد
فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع میں شرط نہیں بلکہ
بیع مکمل ہو جانے کے بعد نیا کلام ہے جو موجب
فساد نہیں اہ اسی پر مبنی ہے یہ مسئلہ کہ کسی
نے زراعت کے لئے دیہات یا زمین کرایہ پر لی
پھر بیع کے مکمل ہونے کے بعد کہا کہ کاشت کرنا
کرایہ دار کے ذمہ ہوگا تو اجارہ فاسد نہ ہوگا ،
کیونکہ یہ اجارہ میں شرط نہیں وہ تو تب ہوتی کہ
یوں کہتا اس شرط پر کہ کاشتکاری کرایہ دار
کے ذمہ ہوگی، اس کو محفوظ کر لینا چاہئے کیونکہ
اس سے بہت سے مسائل کی تخریج ہو سکتی ہے۔ (ت)

اور اگر بفرض غلط اس کے معنی یہ قرار دے لیجئے کہ شاہ محمد کی تملیک کو اس شرط سے مشروط

۱۔ نتائج الافکار (تکملہ فتح القدر) کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۲۱/۹
۲۔ بحر الرائق کتاب البیوع باب المتفرقات ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۱۸۸/۶

کرتا ہے یعنی میں نے شاہ محمد خاں کو وصیتاً ان مکانات کا مالک کیا اس شرط پر کہ اگر وہ بیع یا رہن کرے تو روپیہ میری فاتحہ میں اٹھائے، تو اولاً ہم ثابت کر چکے کہ تملیک بلا عوض میں ایسی شرط باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہوگی۔

ثانیاً ہم پوچھتے ہیں اس صورت میں بعد موت موصی کے مکانات ملک موصی سے خارج ہو گئے ملک موصی لہ میں داخل ہوتے یا نہیں، اگر کہتے ہو ہاں تو مقصود حاصل کہ مالک پر اس کی ملک میں جبر کیا معنی، اور اگر کہتے ہو نہیں تو کیوں، حالانکہ موصی نے وصیت کی اور موصی لہ قبول کر چکا اور وصیت بعد قبول ناقل ملک ہے۔ اشباہ میں ہے:

الموصی لہ یملک الموصی بہ بالقبول۔ جس کے لئے وصیت کی گئی وہ وصیت والی چیز کو قبول کرنے سے اس کا مالک ہو جاتا ہے (ت)

اور یہ کہنا محض نادانی ہو گا کہ وصیت تو مشروط تھی جب تک شرط نہ پائی جائے گی، یہ شرط فی الوصیۃ بالشرط اور تعلیق الوصیۃ بالشرط میں فرق نہ کرنے سے ناشی ہو گا یہاں اگر ہے تو اول ہے نہ ثانی کہ سرے سے مبطل وصیت ہے کہ وصیت تملیک ہے اور تملیکات تعلیق بالخطر قبول نہیں کرتیں درمختار میں ہے:

كل ما كان من التملیکات او التقیدات جو کچھ تملیکات یا تقیدات میں سے ہے اس بیطل تعلیقہ بالشرط لہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے (ت) معہذا وہ کیا شرط تھی کہ نہ پائی گئی آیا روپیہ صرف فاتحہ کرنا نہ ہو تو یہ تو بحال بیع و رہن شرط تھا بیع و رہن خود ہی نہ پائے گئے، رہا بیع و رہن کرنا تو یہ شرط ہی نہ کئے گئے تھے شرط لازم کی جاتی ہے اور بیع و رہن کا اس نے اختیار بتایا ہے نہ کہ ایجاب۔

(۳۷) فتویٰ ۶ کا قول کہ اس لئے شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت تیسرا حصہ جائیداد کا ملے گا اس لئے کہ بحق واحد بخش خیرات کر دے نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے بنائے فاسد علی الفاسد ہے بلکہ بلاشبہ وہ وصیت بحق شاہ محمد ہے اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک کر چکا

لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارة القرآن کراچی ۲/۲۰۳
لہ الدر المختار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ مطبع مجتہبی دہلی ۴/۵۳

موصی نے جا بجا جس کی صریح تصریح کی مگر فتویٰ کہتا ہے کہ موصی خود اپنی مراد نہ سمجھا مراد یہ ہے جو ہم کہتے ہیں۔
 (۴) بفرض باطل ایسا ہوتا بھی تو یہ الفاظ کہ میری ارواح کو بخش دے گا موصی نے صرف مکانات کی نسبت لکھے ہیں باقی وصیت کی نسبت نہیں فتویٰ ۶ کا تو مطلقاً سب جاہد اور یہی حکم لگا دینا اور پورا ثلث خیرات کے لئے ٹھہرا دینا صریح ظلم یا عدم فہم ہے نسأل اللہ العفو والعافیة (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

(۵) یہی خطا فتویٰ ۲ کو آڑے آئی کہ لکھا زوج کا حق متروکہ متوفی سے سدس ہے باقی موصی لہ کا ہے اور لہ اسباب خیر میں صرف کرے جب باقی موصی لہ کا ہو چکا پھر وجوہ خیر میں صرف کرنے کا اس پر الحجاب کیا معنی، اگر وہ کرے گا تبرع ہوگا اور تبرع پر جبر نہیں ما علی المحسنین من سبیل (احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ت)

(۶) بلکہ فتویٰ ۲ کی غلطی فتویٰ ۶ سے بڑھ کر ہے اس نے تو شاہ محمد کے لئے وصیت مانی ہی نہ تھی تو اسے گنجائش ملی کہ خیرات کے لئے وصیت ٹھہرا دے اگرچہ یہ سہرا یا غلط تھا اس نے اس سے عجیب تر راہ اختیار کی کہ تمام باقی بعد فرض الزوجہ کی وصیت شاہ محمد کے لئے مانی پھر اسی پر خیرات کا حکم لگا دیا یعنی شئی واحد کی وصیت عمر کے لئے بھی ہے اور بعینہ اس شئی کی وصیت اللہ عزوجل کے لئے بھی ہے حالانکہ یہ بدابہرہ محال ہے۔

(۷) فتویٰ ۲ نے اس مطلب پر عبارات یہ نقل کیں :

(۱) اوصی بثلث مالہ للہ تعالیٰ
 اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے اپنے تہائی مال کی

وصیت کی (ت)

(۲) لو اوصی بالثلث وجوہ

الخیر۔

اگر اس نے نیکی کے کاموں کے لئے تہائی مال

کی وصیت کی (ت)

(۳) لا تصح من ممیز الا

فی تجہیزہ۔

با تمیز صغیر کی وصیت صحیح نہیں مگر صرف اسکی

تجہیز میں۔ (ت)

اور نہ دیکھا کہ جب میں باقی کی وصیت عمر کے لئے مان چکا تو ان عبارات کا کیا محل رہا۔ نسأل

اللہ العفو والعافیة۔

۱۔ القرآن الکریم ۹/۹۱
 ۲۔ ردالمحتار کتاب الوصایا ۳۲۲/۲
 ۳۔ الفتاویٰ الہندیۃ الباب الثانی ۹۷/۶
 ۴۔ الدرالمختار ۳۱۹/۲

افادہ ثالثہ

عالم خاتون بھی ضرور موصیٰ لہا ہے مکانات و اثاث البیت کے باب میں اس کیلئے وصیت المنفعة ہونا تو بدیہی اور نظر برسیاق و سباق وصیت نامہ اس زیور کی بھی اُس کے لئے وصیت ہے ابتداء وصیت نامہ میں ہے مجھ کو اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا انتظام ضروری ہے کہ پس ماندگان میں تکرار نہ ہو اس کا انتظام یہ ہے کہ زیورات ذیل زوجہ کو ملے گا الخ پھر مکانات و اثاث البیت کے وصیت بنام شاہ محمد خاں کی جس کا حاصل تقسیم ہوتی کہ وہ زیور عالم خاتون کے اور مکانات و اثاث البیت شاہ محمد خاں کے۔ آخر میں لکھا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہونگے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے صاف واضح ہو گیا کہ دونوں کے لئے تملیک بعد الموت کر رہا ہے تو اس کا زیور مذکور کی نسبت کہتا میری زوجہ کے ہیں ایسا ہی ہے جیسا مکانات کو کہا مالک شاہ محمد خاں ہے اور وارث کے لئے وصیت بلاشبہ جائز ہے جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو، ردالمحتار بیان شرائط وصیت میں ہے :

اور اس کا غیر وارث ہونا، یعنی جب وہاں کوئی اور وارث ہو ورنہ صحیح ہے، جیسا کہ زوجین میں ایک دوسرے کے لئے وصیت کرے اور اسکے علاوہ کوئی اور وارث نہ ہو (ت)

وكونه غير وارث اي ان كان ثمة وارث
اخر والا تصح كما لو اوصى احد الزوجين
للاخر ولا وارث غيره

در مختار میں ہے :

وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر اس وقت دیگر ورثاء اجازت دے دیں یا کوئی اور وارث موجود ہی نہ ہو جیسا کہ خانیم میں ہے، یہاں تک اگر خاوند نے بیوی کے لئے یا بیوی نے خاوند کے لئے وصیت کی اور وہاں کوئی دوسرا وارث موجود نہیں تو وصیت صحیح ہوگی، ابن کمال۔ (ت)

لاوارثه الا باجازة ورثته اولم يكن
له وارث سواه كما في الخانية حتى لو
اوصى لزوجته او هي له ولم يكن ثمة وارث
اخر تصح الوصية ابن كمال

دار احیاء التراث العربی بیروت
مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الوصایا

رد المحتار
لے الدر المختار

۴۱۶/۵
۳۱۹/۴

تفریعات

(۸) فتویٰ ۵ کا قول مدعیہ وارث شرعی ہے اس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث کے واسطے وصیت جائز ہے۔ مسئلہ وارث واحد کے حکم سے غفلت ہے۔

(۹) طرفیہ کہ خود فتویٰ ۵ نے سند میں عبارت در مختار لا لوارثہ الخ (وارث کے لئے جائز نہیں۔ ت) نقل کی جس کے آخر میں موجود یعنی عند وجود وارث آخر (دوسرے وارث کی موجودگی میں۔ ت)

(۱۰) زیور بعد موت عوض مہر میں دیئے جانے کو لکھنا بھی وصیت ہوا لکن نہ ایجاباً بعد الموت (موت کے بعد ایجاب ہونے کی بنا پر) تو فتویٰ ۵ کا کہنا کہ بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں اور اسے منافی وصیت جانتا عجیب ہے۔

(۱۱) استفتاء مرتبہ ڈسٹرکٹ ججی خانپور کے سوال میں آتا ہے کہ جو زیورات مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا ان سے بھی ہرگز منہوم نہ ہوا کہ یہ دیا جانا صحت میں تملیک فی الحال تھا جب وہ لکھ گیا کہ میرے بعد یہ زیور میری زوجہ کے ہیں تو ضرور وصیت ہی ہوتی اگرچہ بعض مہر دینا مراد ہو اور اس صورت میں عورت کا کہنا کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا بلاشبہ صادق ہے تو فتویٰ ۵ کا قول کہ بلکہ زیورات مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے محض نامفید مقصود ہے۔

(۱۲) ہم واضح کر چکے ہیں کہ وصیت نامہ کا صریح مفاد تملیک بعد الموت ہے وہ نص کر چکا کہ جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں تقسیم ہوں گے تو فتویٰ ۵ کا قول کہ خود عیارت وصیت نامہ کا محل قوی یہ ہے عجیب ہے۔

اقادہ رابعہ

وصیت جس طرح رقبہ ششی کی صحیح ہے یوں ہی تنہا منفعت کی 'یونہی یہ بھی کہ ایک کے لئے رقبہ کی وصیت کرے دوسرے کے لئے منفعت کی پہلی صورت میں مترکہ ملک ورثہ ہوگا اور اس کی

منفعت ملک موصی لہ اور دوسری صورت میں پہلا موصی لہ رقبۂ ششی کا مالک ہوگا۔ اور دوسرا اسکی
منفعت کا۔ بہر حال وہ ششی بغرض انتفاع موصی لہ بالمنفعت کے قبضہ میں رہے گی ورنہ یا موصی لہ بالرقبہ
کو اس کی بیع کا اختیار نہ ہوگا جب تک موصی لہ بالمنفعۃ کو اس سے انتفاع کا حق باقی رہے مثلاً سال بھر
کے لئے وصیت منافع کی تو سال بھر تک اور موصی لہ کی زندگی تک تو اس کی حیات تک۔ ہدایہ
میں ہے؛

تجوز الوصیۃ بخدمة عبدة و سکنی
دارا ستین معلومة و تجوز بذالك ابدان
خروجت مراقبة العبد من الثلث
یسلم الیہ لیخدمہ وان کانت
لامال لہ غیرہ خدام الورثة
یومین والموصی لہ یوما بخلاف
الوصیۃ بسکنی الدار اذا کانت لا تخرج
من الثلث حیث تقسم عین الدار
اشلاثا للانتفاع لانه یمكن القسمة
بالاجزاء وهو عدل للتسوية بینهما
نرمانا و ذاتا ولو اقتسما
الدار مہایاة تحبون
ایضالان الحق لہم، و
لیس للورثة ان یبیعوا
ما فی ایدیہم من
ثلث الدار لان حق
الموصی لہ ثابت فی
سکف جمیع الدار ولہ
حق المزاحمة فیما فی
ایدیہم اذا خرب ما فی

اپنے غلام کی خدمت اور اپنے گھر کی سکونت کی
وصیت معین سالوں کے لئے جائز ہے اور دائمی
وصیت بھی جائز ہے، پھر اگر غلام کی گردن یعنی
اس کی قیمت موصی کے تہائی مال سے نکل سکتی ہے
تو غلام موصی لہ کو سونپ دیا جائے گا تاکہ اسکی
خدمت کرے، اور اگر موصی کا سوائے اس غلام
کے کوئی اور مال نہیں تو وہ غلام دو دن وارثوں
کی اور ایک دن موصی لہ کی خدمت کریگا بخلاف
گھر کی سکونت سے متعلق وصیت کے کہ اگر گھر
تہائی مال سے نہیں نکل سکتا تو اس سے نفع
اٹھانے کے لئے تہائیوں کے اعتبار سے خود
گھر کو تقسیم کر لیا جائے گا کیونکہ گھر کے اجزاء
کی تقسیم ممکن ہے اور یہ تقسیم زمان و ذات کے
اعتبار سے زیادہ عدل پر مبنی ہے، اور اگر
انھوں نے باریوں کے اعتبار سے تقسیم کر لیا تب
بھی جائز ہے کیونکہ یہ ان کا اپنا حق ہے وارثوں
کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے زیر قبضہ دو تہائی
گھر کو فروخت کریں کیونکہ موصی لہ کے لئے تمام گھر
میں سکونت کا حق ثابت ہے، جب موصی لہ کے
زیر قبضہ تہائی حصہ خراب ہو جائے تو اس کو وارثوں

يداه والبيع يتضمن ابطال ذلك
فمنعوا عنه (ملخصاً)

اسی میں ہے :

ولو اوصى له بخدمة عبده و لآخر
برقبته وهو يخرج من الثلث
فالرقة لصاحب الرقة والخدمة
عليها لصاحب الخدمة لانه اوجب
لكل منها شيئاً معلوماً ثم لما صحت
الوصية لصاحب الخدمة فلو لم
يوص في الرقة بشئ لصارت
الرقة ميراثاً للورثة مع كون
الخدمة للموصى له فكذا اذا اوصى
بالرقة لانسان اخراذ الوصية
اخت الميراث من حيث ان الملك
يثبت فيهما بعد الموت (ملخصاً)

کے زیر قبضہ دو تہائی مکان میں مزاحمت کا حق ہے
جبکہ بیع اس حق کے ابطال کو متضمن ہے لہذا
وارثوں کو اس سے روکا جائے گا۔ ملخصاً (ت)

اگر ایک شخص کے لئے غلام کی خدمت اور دوسرے
کے لئے اس کے رقبہ کی وصیت کی در آنحالیکہ
وہ تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو رقبہ صاحب رقبہ
کے لئے جبکہ اس پر خدمت صاحب خدمت
کے لئے ہوگی کیونکہ موصی نے ہر ایک کیلئے وصیت
میں کچھ معین شئی ثابت کر دی پھر جب
صاحب خدمت کے لئے وصیت صحیح ہو جائے
اور رقبہ میں وہ کسی کے لئے وصیت نہ کرے تو
رقبہ وارثوں کی میراث ہوگا باوجودیکہ خدمت
موصی لہ کے لئے ہوگی۔ اور یہی حکم ہوگا اگر اس
نے رقبہ کی وصیت کسی دوسرے انسان کیلئے
کر دی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے اس
حقیقت سے کہ ان دونوں میں ملک موت کے
بعد ثابت ہوتی ہے۔ ملخصاً (ت)

اسی طرح اور کتب جلیلہ میں ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر دو یا دس مکانوں کے سکنی کی زید
کے لئے وصیت کی تو اگرچہ وہ ان میں سے ایک ہی میں سکونت کرے گا جس کا اُسے اختیار ہوگا
کہ ان میں سے جس مکان میں چاہے رہے مگر وہ سب مکان اس کے حق کے لئے مدتِ حق
تک مجبوس رہیں گے ورثہ یا موصی لہ بالرقبہ کو ان کی بیع کا اختیار نہ ہوگا کہ اس کا حق ہر مکان میں

لہ الهدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنی الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۸۰/۴ - ۶۷۹
۶۸۲/۴

ثابت ہے اور ہر مکان کی نسبت محتمل ہے وہی باقی رہے اور سب کسی آفت سے منہدم ہو جائیں تو اگر ان میں بعض کو مالکان رقبہ بیچ سکیں تو موصلیہ بالمنفعة کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہے۔

وانظر الى قول الهداية حق المزا حمة
فيسا في ايد يهم ثم لم تثبت له الوصية
الا في الثلث فكيف وقد اوصى له بكل

ہدایہ کے قول پر نظر کرو کہ موصلیہ کو وارثوں کے
زیر قبضہ گھر میں مزاحمت کا حق ہے اور پھر
نہیں ثابت ہوئی اس کے لئے وصیت مگر تہائی

مال میں تو کیسا حال ہوگا جبکہ اس نے کل مال کی وصیت کر دی ہے۔ (ت)

اور اس کے لئے ہرگز شرط نہیں کہ وہ اپنی ملک میں کوئی شے ایسی نہ رکھتا ہو جس سے منفعت حاصل کر سکے جو اپنا ذاتی مکان رکھتا ہو اس کے لئے وصیت یا سکنی کی مانعت نہیں نہ یہ امر مانع نفاذ وصیت ہو، وھذا ظاہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

تفریعات

(۱۳) یہیں سے ظاہر کہ فتویٰ، کہ اس احتمال کی کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیکاً دے دیئے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

(۱۴) تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگرچہ حالت صحت میں ہو وصیت ہے کہ فتویٰ، کا یہاں مطلق تملیک کہنا اور شق مقابل کو اگر مرض الموت میں وصیت کی ہے مرض سے مقید کرنا ضیق بیان ہے، ہدایہ میں فرمایا،

كل ما اوجبه بعد الموت فهو من الثالث
وان اوجبه في حال صحته اعتبارا
بحال الاضافة دون حال العقد

ہر وہ تملیک جس کا ایجاب موت کے بعد کیا ہو
تو وہ تہائی مال میں نافذ ہوگی اگرچہ اس کا
ایجاب حالت صحت میں کیا ہو حالت اضافة

کا اعتبار کرتے ہوئے نہ کہ حال عقد کا۔ (ت)

(۱۵) فتویٰ ۵ کا قول بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا کوئی حق رہائش مکان و نان نفقہ وغیرہ کا

لہ الهدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنی والخدمۃ الخ مطبع ریسفی لکھنؤ ۶۸۰/۴
لہ " " " باب العتق فی مرض الموت " " " ۶۶۹/۴

نہیں۔ نہ فقط وصیت نامہ بلکہ سوال سائل کو بھی نہ سمجھنے پر مبنی ہے سائل نے یہ نہ پوچھا تھا کہ جس طرح حیات میں زوجہ کا نفقہ و سکنی شوہر پر ہے آیا بعد وفات شوہر بھی یہ حق باقی رہتے ہیں جس کا جواب نفی میں دیا جائے وہ تو اس حق سکنی کو پوچھتا ہے جس کی اس کے لئے موصی نے وصیت کی ہے اس کا انکار کرنا اور اپنی طرف سے اس میں نان نفقہ دلا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

(۱۶) یوں ہی مستفتی نے وصیت مذکورہ دربارہ ظروف کو دریافت کیا تھا کہ زوجہ کے لئے جائز اور اپنا حصہ پانے کے بعد بھی نافذ ہے یا نہیں فتویٰ ۵ نے وصیت نامہ و سوال سائل و مسئلہ وصیت بالمنفۃ سب سے ذہول فرما کر لکھ دیا کہ اس میں کوئی اثر نہیں۔

(۱۷) اس سے عجیب تر فتویٰ ۱ کا قول ہے کہ عالم خاتون کو رہائش کا حق حاصل نہیں اس باب میں واحد بخش کی وصیت لغو و بے اثر رہے گی، فتویٰ ۵ نے تو وصیت سے ذہول کیا حیات کے نفقہ و سکنی کے مثل کسی حق بعد الوفا سے استفسار سمجھا مگر فتویٰ اولیٰ نے صراحتاً وصیت مان کر محض بلاوجہ شرعی اُسے لغو و بے اثر کر دیا یہ عجیب منطقی ہے کیا شرعاً وصیت باسکنی باطل ہے یا خاص زوجہ تنہا وارثہ کے لئے باطل ہے اور جب کچھ نہیں تو اسے لغو کہنا ہی لغو نہیں صریح باطل ہے۔

(۱۸) سوال ۶ کو فتویٰ ۱ بھی مثل فتویٰ ۵ نہ سمجھا کہ استفسار اُس وصیت کے جواز سے ہے جس کا جواب اثبات میں دینا واجب تھا یا یہاں بھی اپنی اُسی منطقی کی بنا پر وصیت کو لغو ٹھہرایا ہے۔

نَسْأَلُ اللّٰهَ العَفْوَ والعَافِیَةَ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

افادہ خامسہ علیہ مشتمل بر فوائد جزیلہ

فائدہ اول یہ ہے کہ ترکہ میں تجیز و تکفین کے بعد سب سے مقدم دین ہے پھر اجنبی کے لئے ثلث تک وصیت پھر وارث کی میراث پھر وارث منفرد کے لئے وصیت اور اجنبی کے لئے ثلث سے زائد کی وصیت ہے یہ دونوں مرتبہ واحدہ میں ہیں ثلث پیش کی تقدیم اور باہم ترتیب معروف و مشہور ہے اور میراث کا وصیتہ للوارث اور ما فوق الثلث وصیتہ للاجنبی پر تقدم ہے اگر وہ وارث کل مال بذریعہ ارث پاسکتا ہے تو ثلث وصیت کے بعد کل میراث ہی بٹھرے گا اس کی وصیت اپنے نفاذ کا محل ہی پائے گی یونہی اجنبی کی وصیت قدر زائد علی الثلث میں معطل رہ جائے گی یعنی جبکہ وارث اہازت نہ دے ورنہ وصیت ثلث کے مثل ارث مجیز پر تقدم پائیگی اور اگر بذریعہ میراث صرف بعض کا مستحق ہے اور وہ نہیں مگر زوجین کہ ربع یا نصف سے زائد کے مستحق نہیں تو ثلث وصایا کے بعد

باقی کا ربع یا نصف انہیں ارثاً پہنچے گا پھر جو بچا اُس میں اُن کی وصیت اور اجنبی کی زیادہ از ثلث وصیت حصہ رسد نفاذ پائیگی اگرچہ ان کے خواہ اجنبی خواہ ہر ایک کے لئے کل مال کی وصیت ہو بالجملہ وصیت زائد للاجنبی حصہ میراث میں نافذ نہ ہوگی اور وصیت للوارث نہ اس میں نافذ ہو نہ ثلث اجنبی میں اس مراعات ترجیح پر ہر ایک کی وصیت ملحوظ رہے گی یہ ہے ان دونوں کی باہم تساوی اور میراث کا ان پر تقدم۔ مثلاً میت نے صرف ایک زوجہ وارث چھوڑی اور کل مال کی وصیت اس کے لئے جدا کی اور زید کے لئے جدا کہ ہر ایک موصیٰ لہ تجمیع المال ہو اس صورت میں ترکہ بارہ سہم ہو کر پانچ سہم زوجہ کو ملیں گے اور سات زید کو۔ اس لئے کہ اولاً زید کو ثلث دیا کہ میراث پر مقدم ہے ۴ ہو کر، باقی ۸ کا ربع یعنی ۲ زوجہ نے ارثاً لئے، ۶ بچے زید کی وصیت کل مال یعنی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ حصہ میراث ۱۲ میں نافذ نہیں ۱۲ بچے جن میں سے ۱۲ پانچکا ہے باقی ۹ رہے اور زوجہ کی وصیت بھی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ نہ اس ۱۲ میں جاری ہو سکتی ہے جو زید نے ابتداءً پائے نہ اُن ۱۲ میں جو خود زوجہ نے ارثاً لئے تو اس کی وصیت بھی ۱۲ رہی دونوں برابر ہوئے تو ۶ باقی اُن میں نصف نصف ہو کر زوجہ کے ۵ زید کے ۷ ہوئے، قس علیہ۔

اقول ولعل السوفی تقدیم ارث الوارث
 علی الوصیة لہ ان الارث جبری
 فبمجرد مامات المورث اوفی
 اخرجہ من اجزاء حیاتہ علی
 القولین فیہ لمشاخ بلخ والعراق
 انتقل الملك فی قدس المیراث
 الی الوارث غیر متوقف علی شیئ
 بخلاف الوصیة فانہا متوقف علی
 قبولہ فنفاذہا یعقب القبول وقبولہ
 یعقب الموت والارث یقارن الموت او یقتد
 فناخرت ضرورۃ اما الوصیة للاجنبی
 فالمال باق فیہا الی الثلث علی ملک
 الموصی نظر الہ من الشارح کما نصوا

میں کہتا ہوں شاید وارث کی میراث کو اس کے
 حق میں وصیت سے مقدم کرنے میں راز یہ ہے
 کہ میراث جبری ہے، محض مورث کی موت یا
 اس کی زندگی کے آخری جوڑ میں جیسا کہ مشائخ
 بلخ و عراق کے قول ہیں بقدر میراث ملک وارث
 کی طرف منتقل ہو جاتی ہے بخلاف وصیت کے
 کہ وہ قبول پر موقوف رہتی ہے چنانچہ وصیت کا
 نفاذ قبول اور قبول موت کے بعد ہوتا ہے
 جبکہ میراث موت کے ساتھ مقترن یا اس سے
 مقدم ہوتی ہے تو وصیت میراث سے بداہتہ
 موخر ہوتی۔ رہی اجنبی کے لئے وصیت تو اس میں
 مال ایک تہائی تک شارع کی طرف موصیٰ کی
 ملک پر باقی رہتا ہے جیسا کہ اس پر مشائخ نے

نص کی ہے اور اسی کی طرف ہدایہ نے اشارہ فرمایا ہے تو اس میں اس وقت تک میراث جاری نہیں ہوگی جب تک موصی لہ اس کو رد نہ کر دے اگر وہ اس وصیت کو قبول کر لے تو اس کی ملکیت مقدم ہوگی بغیر اس کے اس کے ساتھ کسی وارث کا حق ملحق ہو۔ (ت)

عليه واشار اليه في الهداية فلا يجزى فيه الا ارث الميرد الموصى له فاذا قبل فقد تقدم وملكه مندوت ان يلحقه ملك الوارث -

در مختار کتاب الاقرار میں ہے :

اگر کوئی اور وارث موجود نہ ہو خاوندی بیوی کیلئے یا بیوی خاوند کے لئے وصیت کرے تو یہ وصیت صحیح ہوگی، لیکن جوان دونوں کا غیر ہے وہ بطور قرض یا بطور رد کل مال کا وارث ہو جائیگا لہذا وہ وصیت کا محتاج نہیں، شریبلالیہ (ت)

لولو يكن وارث اخر او وصى لزوجته او هي له صحت الوصية واما غيرهما فيرث الكل فرضا ورضا فلا يحتاج لوصية شريبلالية -

اسی کے وصایا میں ہے :

زوجین کی قید مشائخ نے اس لئے لگائی کہ ان کا غیر وصیت کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ وہ بطور رد یا بطور رشتہ داری کل مال کا وارث بن جاتا ہے۔ (ت)

وانما قيدوا بالزوجين لان غيرهما لا يحتاج الى الوصية لانه يرث الكل برد او رحمة -

رد المحتار میں ہے :

کسی شخص نے بیوی چھوڑ دی اور اس کے لئے اپنے نصف مال کی وصیت کی جبکہ نصف مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کی تو پہلے اجنبی کو

ترك امرأة ووصى لها بالنصف و لاجنبى بالنصف يعطى للاجنبي اول الثلث وللمرأة ربع الباقي ارثا

تہائی مال دیں گے پھر باقی سے چوتھا حصہ بیوی کو
میراث دیا جائے گا اور جو باقی بچا وہ ان دونوں
میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائیگا، تاہم خانہ

والباقی یقسم بینہما علی قدر حقوقہما
تاتار خانیتہ

فتاویٰ خانیتہ و فتاویٰ ہندیہ میں ہے :

اذامات الرجل وتترك امرأة و ليس
لہ وارث غیرہا و اوصی للاجنبی
بجميع ماله و لامرأته بجميع
ماله یاخذ الاجنبی ثلث المال بلا منازعة
وللمرأة رابع ما بقى و هو
السدس بحکم الميراث و یبقی
نصف المال یكون بینہا و بین الاجنبی
نصفین

اگر کوئی مرد مرا اور ایک بیوی چھوڑی جس کے
علاوہ کوئی اور وارث موجود نہیں، اور اس نے
ایک اجنبی شخص کے لئے کل مال کی وصیت کی
اور بیوی کے لئے بھی کل مال کی وصیت کی تو اجنبی
شخص تہائی مال بغیر کسی منازعت کے لے گا
پھر باقی میں سے چوتھا حصہ بیوی کو بطور میراث
جو کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے باقی کل نصف بچ گیا
جو بیوی اور اجنبی پر برابر برابر تقسیم ہوگا۔ (ت)

امام اجل نسفی کافی شرح وافی کتاب الوصایا باب المتفرقات میں زوجہ موصی لہا کی نسبت

فرماتے ہیں :

جس حصہ کی مستحق وہ بطور میراث ہے اس کی
مستحق بطور وصیت نہیں ہوگی۔ (ت)

ماکان مستحقا لہا بحکم الامرات
لاستحقہ بحکم الوصیة

اُس کے ایک ورق بعد زوج موصی لہ کی نسبت فرمایا :

خاوند کا حق نصف میں بھی بطور وصیت تھا لیکن
وہ چھٹے حصے میں باطل ہو گیا کیونکہ وہ ایک تہائی
بطور میراث مشترکہ مال میں سے لے چکا ہے
لہذا وہ چھٹا حصہ وصیت کے محل سے نکل گیا تو

حق الزوج کان فی النصف ایضا
بالوصیة و لکن بطل فی السدس
لانہ اخذ الثلث بحکم الارث
شائعا فخرج السدس عن محل

لہ ردالمحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱/۵ - ۲۲۰

کے الفتاویٰ ہندیہ کتاب الوصایا الباب السادس نورانی کتب خانہ کراچی ۱۱۶/۶

کے الکافی شرح الوافی باب المتفرقات

الوصية فبطلت وصيته في ذلك ضربا و
استحقاقا عند الكل فبقى حقه
في الثلث

نیز اسی میں عبارت اولیٰ کے بعد فرمایا،
ان اوصی لكل واحد من الزوجة
والاجنبی بكل ماله له سبعة و
لها خمسة لان الوصیة للاجنبی
يقدم على الارث فيعطى له الثلث
من ستة ولها ربع ما بقى بحکم
الارث بقى ثلاثة بينهما نصفان
عند ابی حنیفة رحمه الله فحق
الاجنبی كان في كل المال و
قد استوفى سهمین فلا يضرب
بذلك ولا يضرب ایضا بما اخذت
بحکم الارث و ذلك سهم فانما
يضرب بثلاثة والمرأة لا تضرب
بالثلث الذی اخذ الاجنبی
اولا لان الوصیة للاجنبی
بقدر الثلث وصیة قوية
فتبطل وصيتها بذلك القدر
فلا تضرب المرأة بذلك
ولا بالسهم الذی اخذت اسثا و
انما يضرب بثلاثة فاستویا

اس میں سب کے نزدیک ضرب واستحقاق کے
اعتبار سے وصیت باطل ہوگی لہذا اس کا
حق تہائی میں باقی رہا۔ (ت)

اگر بیوی اور اجنبی میں سے ہر ایک کے لئے اپنے
کل مال کی وصیت کی تو اجنبی کے لئے سات
اور بیوی کے لئے پانچ حصے ہونگے کیونکہ اجنبی
کے لئے وصیت میراث سے مقدم ہوتی ہے،
چنانچہ اس کو چھ میں سے ایک تہائی دیا جائیگا
پھر بیوی کو باقی کا چوتھائی بطور میراث ملے گا
باقی تین بچے جو ان دونوں کے درمیان امام اعظم
علیہ الرحمہ کے نزدیک نصف نصف ہونگے کیونکہ
اجنبی کا حق کل مال میں تھا جبکہ وہ دو حصے وصول
کر چکا ہے تو اب ان کو وہ شامل نہیں کریگا
اور اس کو بھی شامل نہیں کیا جائے گا جو بیوی
بطور میراث لے چکی جو کہ ایک حصہ ہے چنانچہ
وہ فقط تین حصوں میں شریک ہوگا اور عورت
اس تہائی میں شریک نہ ہوگی جو اجنبی پہلے لے چکا
ہے کیونکہ وصیت تہائی مال تک اجنبی شخص کیلئے
مضبوط وصیت ہے لہذا عورت کی وصیت
اتنی مقدار میں باطل ہو جائے گی چنانچہ عورت
نہ تو اس حصہ میں شراکت کرے گی اور نہ اس
حصہ میں جس کو بطور میراث حاصل کر چکی شراکت

لہ الکافی شرح الوائی کتاب الوصایا باب المتفرقات

فی الضرب فی الثلاثة الباقیة فتخرج
المسئلة من اثنی عشریہ

صرف تین حصوں میں رہ گئی لہذا ان تین باقی حصوں
میں وہ دونوں برابر کے شریک ہیں اس لئے
مسئلہ بارہ سے بنے گا۔ (ت)

فائدہ ۲ : جب ایک شخص کے لئے وصیت رقبہ اور اس کے بعد متصلاً خواہ برسوں کے فصل
سے وصیت منفعت کی جائے تو موصی لہ اول صرف مالک رقبہ ہوتا ہے اور اسی قدر میں اُس کے لئے
وصیت مستفاد ہوتی ہے منفعت میں اس کا کوئی حق نہیں ہوتا مثلاً مکان کی وصیت زید کے لئے
اور اس کے دس برس بعد سکونت مکان مذکور کی وصیت عمرو کے لئے کہ دی تو زید صرف رقبہ مکان
پائے گا سکونت تا حیات عمرو یا جب تک کے لئے موصی نے کہا صرف حق عمر ورہے گی اور یہ ٹھہریگا
کہ زید کے لئے عالی رقبہ مکان کی وصیت تھی۔ ہدایہ میں فرمایا :

اسم الرقبۃ لا یتناول الخدمۃ وانما
یستخدمہ الموصی لہ بحکم ان
المنفعۃ حصلت علی ملکہ فاذا اوجب
الخدمۃ لغيرہ لا یبقی للموصی لہ
فیہ حق ی

رقبہ کا اسم خدمت کو شامل نہیں۔ موصی لہ، تو
اس سے خدمت اس وجہ سے لینا ہے کہ
منفعت اس کی ملکیت پر حاصل ہے، پس
جب خدمت اُس نے کسی اور کے لئے ثابت
کر دی تو اب موصی لہ کے لئے اس میں کوئی حق
نہ رہا۔ (ت)

اسی طرح کافی میں فرمایا اور اتنا اور بڑھایا :
وکذا اسم الدار لا یتناول السکنی
واسم النخیل لا یتناول الثمرۃ ی

عنا ۱۰ میں فرمایا :

وصیۃ الرقبۃ والخدمۃ فان الموصول والمفصول
فیہما فی الحکم سواء ی

خدمت و رقبہ کی وصیت چاہے اکٹھے
ہو یا الگ الگ ہو وہ حکم میں برابر ہے (ت)

لہ الکافی شرح الوافی کتاب الوصایا باب المتفرقات

لہ الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنی الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۶۸۳/۴

لہ الکافی شرح الوافی

لہ العنا ۱۰ علی ہاشم فتح القدر کتاب الوصایا باب السکنی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۱۳/۹

قائدہ ۳: وصیت شئی اگرچہ وضعاً تملیک منفعت شے نہیں مگر التزمًا ضرور مفید تملیک منفعت شے ہے ولہذا اگر پہلے عمر کے لئے وصیت منفعت کی اس کے بعد شئی کی وصیت زید کے لئے کی اگر دونوں وصیتیں متصلاً کیں جب تو منفعت والے منفعت اور رقبہ والے کو رقبہ کہ ایسا کلام متصل دلیل توزیع و تقسیم ہوتا ہے ولہذا اگر کہا کہ یہ انگشتری زید کو دینا اور اس کا ننگ عمر کو یا یہ مکان زید کو دیں اور اس کا عملہ عمر کو تو بالاتفاق صاحبین زید کے لئے خالی انگشتری بے ننگ اور زمین بلا عمارت ہوگی اور عملہ اور ننگ تنہا عمر کا حالانکہ انگشتری ننگ کو بھی شامل تھی اور مکان میں عملہ بھی داخل تھا، کافی میں ہے:

اگر یوں وصیت کی لونڈی فلاں کے لئے اور اسکا عمل فلاں کے لئے یا یہ مکان فلاں کے لئے اور اس کی عمارت فلاں کے لئے یا یہ انگوٹھی فلاں کے لئے اور اس کا نگینہ فلاں کے لئے ہے اگر یہ وصیتیں متصلاً کیں تو ہر ایک کو وہی ملیگا جس کی وصیت اس کے لئے کی ہے (اسنے اس قول تک) اس لئے کہ تخصیص و استثناء کی دلیل ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ موہی نے انگوٹھی والے کے لئے حلقہ خاص کیا ہے بغیر نگینہ کے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر لونڈی کی وصیت کی اور حمل کو مستثنیٰ کر دیا تو استثناء صحیح ہے (ت)

ان اوصی بہذہ الامۃ لفلان وبحملہا
لاخر او بہذہ الدار لفلان و ببنائہا
لاخر او بہذا الخاتم لفلان و
بقصہ لاخر فان وصل فلکل واحد
ما اوصی (الی قولہ) لان ذلك بمنزلة
دلیل التخصیص والاستثناء فیتبین
یہ انہ اوجب لصاحب الخاتم الحلقۃ
خاصۃ دون الفص الاثری انہ
لو اوصی بالجاریۃ واستثنی حملہ صح
الاستثناء

اور اگر وصیت رقبہ وصیت منفعت کے بعد کلام مفصول میں کی اور اس میں منفعت کا نام نہ بھی لیا جب بھی مالک رقبہ زید ہوگا اور منفعت عمر و زید میں نصف نصف ہو جائے گی۔ بدائع امام مالک العلماء مسعود پھر عالمگیری میں ہے:

اگر ان مسائل میں ابتداء تابع سے کی پھر اصل کی وصیت کی مثلاً پہلے خدمت کی وصیت کسی

لو ابتداء بالتبع فی ہذا المسائل
ثم بالاصل بان اوصی بخدمۃ

لے الکافی شرح الوافی

شخص کے لئے کی پھر خود غلام کی وصیت کسی دوسرے کے لئے کر دی یا سکونت کی وصیت کسی کے لئے کر کے پھر اسی گھر کی وصیت کسی دوسرے کیلئے کر دی یا پھل کی وصیت کسی کے لئے کر کے پھر درخت کی وصیت کسی دوسرے کے لئے کر دی اگر وصیتوں کا ذکر متصلاً کیا ہے تب

العبد لانسان ثم بالعبد لأخراو اوصى بسكنى هذه الدار لانسان ثم بالدار لأخراو بالثمرة لانسان ثم بالشجرة لأخرفان ذكر موصولا فلكل واحد منهما ماسى له به وان ذكر مفصولا فالاصل للموصى له بالاصل والتبع بينهما نصفان له
تو ہر ایک کو وہی ملے گا جس کا اس نے نام لیا اور اگر دونوں وصیتوں کے ذکر میں فاصلہ کیا تو پھر جس کے لئے اصل کی وصیت ہے اس کو اصل ملے گا اور تابع ان دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا۔ (ت)

تو اگر وصیت رقبہ اصلاً مفید تملیک منفعت نہ ہوتی تو بحال فصل تنصیف منفعت کی وجہ نہ تھی ہاں وصیت رقبہ کے بعد دوسرے کے لئے وصیت منفعت اول کے لئے استحقاق منفعت کے لئے مانع ہو کر اس کے لئے تملیک مجرد رقبہ رہ جاتی ہے اور جب مانع نہ ہوگا دونوں ثابت ہوں گی یہ وضعاً اور وہ التزاماً، کافی میں عبارت مذکورہ آنفا کے بعد فرمایا:

وانما تستحق هذه الاشياء بملك الاصل اذا لم يوجد المانع وهنا وجد المانع وهو الوصية للشاني له

ان تمام اشیاء میں ملک اصل کا استحقاق تب ہوگا جب کوئی مانع نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ ہے دوسرے کے لئے وصیت۔ (ت)

قائدہ ۴: وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے جس شئی کی منفعت کسی کیلئے وصیت قرار دی گویا اُسے خود وہ شئی اس کی حیات یا ایک زمانہ معین تک وصیت دی اور اگر ایک شئی کا رقبہ زید اور منفعت عمرو کے لئے رکھی تو گویا اس شئی کی دونوں کے لئے وصیت کی زید کے لئے مطلق اور عمرو کے لئے وقت محدود انتفاع تک ولہذا صاحب منفعت حساب ثلث و ضرب حصص میں صاحب رقبہ کا ہمسر ہوتا ہے اور تنگی ثلث کے وقت اس کا مزاجم ہو کر اس کی وصیت

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۵/۶
لہ الکافی شرح الوافی

گھٹاتا ہے جب اس کی مدت ختم ہو جاتی ہے عاصِبِ رَقَبَةٍ اُس وقت اپنی وصیت کی تکمیل پاتا ہے کافی میں فرمایا:

الوصية بالخدمة ما لم يستوف الموصي له
كمال حقه بمنزلة الوصية بالرقبة

جب تک خدمت کا موصیٰ لہ اپنا حق پورا وصول نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ بمنزلہ رقبہ کی وصیت کے ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لو كان له ثلاثة اعبدا وصى برقبة
احد هم لرجل وقيمه ثلثمائة و
وبخدمة الثاني لآخر وقيمه
خمسائة وقيمة الثالث الف
جانز لكل واحد ثلثة ارباع وصيته
يعطى لصاحب الرقبة ثلثة ارباعها
ويخدم لصاحب الخدمة
ثلثة ايام و للورثة
يومان الوصايا
جاوزت الثلث لان
ثلث المال ستائة والوصايا
كانت ثمانمائة وكان
ثلث المال ثلثة ارباع
الوصايا كذا في محيط
السرخسي، و اذا مات
صاحب الخدمة استكمل
صاحب الرقبة عبده كله

اگر کسی شخص کے تین غلام ہیں، اس نے ایک غلام کے رقبہ کی ایک شخص کے لئے وصیت کی جس کی قیمت تین سو درہم ہے، اور دوسرے غلام کی خدمت کی وصیت کسی اور شخص کیلئے کی جس کی قیمت پانچ سو درہم ہے جبکہ تیسرے غلام کی قیمت ایک ہزار درہم ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے تین چوتھائی (۳/۴) وصیت جائز ہوگی چنانچہ پہلے موصیٰ لہ کو اس کی وصیت کے غلام کا تین چوتھائی ملے گا اور صاحبِ خدمت کی وصیت کا غلام تین روز اس کی اور ایک روز وارثوں کی خدمت کرے گا کیونکہ وصیتیں تہائی مال سے بڑھ گئیں، تہائی مال تو فقط چھ سو درہم ہے جبکہ وصیتیں آٹھ سو درہم ہو چکی ہیں تو اس طرح کل مال کا تہائی حصہ وصیتوں کا تین چوتھائی (۳/۴) ہو گیا۔ محیط میں یوں ہی ہے۔ اگر صاحبِ خدمت مر گیا تو صاحبِ رقبہ اپنا وصیت کا غلام پورا لے لے گا۔ اسی طرح اگر وہ غلام مر جائے جو

لے کافی شرح الودانی

و كذلك ان مات العبد الذي كان
يخدم ولو كانت قيمة العبيد سواء
كان لصاحب الخدمة نصف خدمة
العبد ولصاحب الرقبة نصف رقبة
الاخر كذا في المبسوط له

خدمت کرتا ہے تب بھی یہی حکم ہوگا۔ اگر
غلاموں کی قیمت برابر ہو تو صاحب خدمت
کے لئے نصف خدمت اور صاحب رقبتہ کے لئے
نصف رقبتہ ہوگا۔ مبسوط میں یوں ہی ہے۔
(ت)

فائدة ۵ : یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس کے لئے وصیت رقبتہ ہو اسے وصیت منفعت کی حاجت
نہیں کہ وہ حکم ملک مختار انتفاع ہوگا اس کے ساتھ مطلقاً یا کسی وقت خاص میں اختیار انتفاع کا
ذکر اسی لازم کا اظہار ہوگا نہ کہ اس کے لئے وصیت بالمنفعة جو بوجہ عدم حاجت لغو و بے اثر ہے
جس طرح تنہا وارث غیر زوجین کے لئے وصیت کما تقدم عن الدر المختار و عن غنية
ذوی الاحکام (جیسا کہ در مختار اور غنیہ ذوی الاحکام کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ ت)

فائدة ۶ : وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔ ہدایہ و کافی میں دربارہ موصی لہ بخدمت
العبد ہے :

ليس للموصى له ان يخرج العبد من
الكوفة الا ان يكون الموصى له واهله
في غير الكوفة فيخرجهم الى اهله
للخدمة هنالك اذا كان يخرج من
الثلاث لان الوصية انما تنفذ على
ما يعرف من مقصود الموصى فاذا
كانوا في مصره فمقصوده ان يمكنه
من خدمته فيه بدون ان يلزمه مشقة
السفر واذا كانوا في غيره فمقصوده ان
يحمل العبد الى اهله ليخدمهم به

موصی لہ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ غلام کو نوف سے نکالے
ہاں اگر موصی لہ اور اس کے اہل خانہ غیر کوفہ
میں رہتے ہیں تو غلام کو نکال کر لے جاسکتا ہے
کیونکہ وصیت اس مقصود پر نافذ ہوتی ہے
جو موصی سے معلوم ہو۔ اگر موصی لہ اور اس کے
اہل خانہ موصی کے شہر میں رہتے ہیں تو اب
موصی لہ کا مقصود یہ ہے کہ وہ سفر کی مشقت
کے لزوم کے بغیر اس کی خدمت کر سکے اور اگر
وہ اس شہر کے غیر میں رہتے ہیں تو اب مقصود
یہ ہوگا کہ موصی لہ اس غلام کو وہاں اپنے اہل خانہ
کے پاس لے جائے تاکہ یہ ان کی خدمت کر سکے۔ (ت)

لے الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا الباب السابع ذرانی کتب خانہ کراچی ۱۲۶/۶
لے الہدایۃ باب الوصیۃ بالسکنی والخدمۃ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۸۲/۶-۶۸۱

فائدہ ۷ : دربارہ مہر مثل تک عورت کا قول مع الیمن بلا بینہ معتبر ہے جبکہ زوجیت معروف و معلوم ہو فتاویٰ خانہ میں قبیل فصل رجوع عن الوصیۃ ہے۔

ان ادعت المرأة مقداس مہر مثلها
یدفع الیها اذا کان النکاح ظاہراً
معروفا ویكون النکاح شاهدا لہا
اگر عورت نے مہر مثل کا دعویٰ کیا تو اس کو دیا جائیگا
جبکہ نکاح ظاہر و معروف ہو اور نکاح ہی اس
کا شہد ہوگا۔ (ت)

اسی کے باب الوصی پھر ہندیہ میں ہے :

ان کان النکاح معروفا کان القول
قول المرأة الی مہر مثلها یدفع
ذلک الیها
اگر نکاح معروف ہو تو عورت کا قول مہر مثل کی
حد تک مقبول ہوگا اور وہ اس کو
دیا جائے گا۔ (ت)

فائدہ ۸ : مہر بھی مثل سائر دیون ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے نہ عین سے
ولہذا ورثہ کو اختیار ہوتا ہے کہ دائن اپنے پاس سے دے کر ترکہ اپنے لئے بچالیں اگرچہ
دین مستغرق ہو جس کے سبب ورثہ کے لئے ترکہ میں اصلاً ملک ثابت نہیں ہوتی۔ جامع الفصولین و
اشباہ میں ہے :

لو استغرقها دین لا یملکها بالارث
الا اذا برأ المیت غریمہ او اداہ وارثہ الخ
اس قرض خواہ میت کو پری کر دے یا کوئی وارث اس کو ادا کر دے الخ (ت)
اشباہ میں اس کے بعد فرمایا :

وللوارث استخلاص التركة بقضاء
الدین لو مستغرقاً
وارث کو اختیار ہے کہ قرض ادا کر کے ترکہ کو
واگزار کر لے جبکہ قرض پورے ترکہ پر حاوی
ہو۔ (ت)

۸۴۶/۴	نوٹکشور لکھنؤ	فصل فی مسائل مختلفہ	لہ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوصایا
۸۵۹/۴	"	باب الوصی فصل فی تصرفات الوصی الخ	" " " "
۲۰۴/۲	ادارۃ القرآن کراچی	القول فی الملک	الاشباہ والنظائر الفن الثالث
۲۰۵/۲	"	"	" " " "

فائدہ ۹: وصیت جہت موصی سے تملیک ہے تو اس کے بتائے سے تجاوز نہیں کر سکتی وصیت اگر حصہ شائعہ مثل نصف مال یا ثلث متروکہ کی ہو تو ضرور ترکہ باقیہ بعد ادا ارالدین کے ہر جز میں شائع ہوگی مگر اعیان معینہ کی وصیت صرف انھیں اعیان پر مقصور رہے گی ان کے غیر سے ایک جہ نہ پاسکے گا یہاں تک کہ اگر وہ اعیان ثلث مال یا اس سے بھی کم ہوں اور تمام وکمال حکم وصیت اسے ملتے ہوں اور ان میں سے کسی منازعت کے سبب کچھ کم ہو جائے تو اس کی وصیت اسی کم میں نفاذ پائے گی باقی ترکہ سے اس کی تکمیل نہ کی جائے گی کہ یہ ایجاب بلا موجب ہے اور وہ محض باطل و لہذا اگر ترکہ پندرہ سو روپے نقد اور تین سو روپے کا اسباب یا زمین وغیرہ ہو اور اس تمام اسباب و زمین کی وصیت زید کے لئے کی اور اپنے مال کے ۱/۲ کی وصیت عمرو کے لئے تو مجموع ترکہ اٹھارہ سو ہو اور مجموع وصایا چھ سو کہ اس کا ثلث ہے اور ثلث تک وصیت بلا اجازت نافذ ہے تو چاہئے تھا کہ دونوں موصی کہ کی وصیت پوری نافذ کرتے اسباب و زمین زید کو دے دیتے اور تین سو روپے کہ سدس مال ہے عمرو کو مگر ایسا نہ کرینگے بلکہ عمرو کو دو سو پچاس روپے نقد دیں گے اور پچیس کی قدر زمین و اسباب اور باقی صرف پونے تین سو روپے کا اسباب زید پائے گا زر نقد سے اس کی وصیت پوری نہ کرینگے کہ زر نقد میں اس کا کوئی حق نہ تھا اس تقسیم کی وجہ وہی ہے کہ عمرو کے لئے سدس مال کی وصیت ترکہ کے ہر جز نقد و جنس و جائداد ہر شئی کے ۱/۲ کی وصیت ہے تو اسے پندرہ سو نقد کا بھی سدس چاہئے اور اسباب و زمین کا بھی سدس۔ سدس نقد میں اس کا کوئی منازع نہیں وہ مارا سے دے دئے ہیں سدس جائداد میں زید اس کا منازع ہے وہ کہے گا کہ تمام وکمال حکم وصیت میرا ہے عمرو کے گا اس میں سے بھی ۱/۲ میرا ہے تو اس مال کا ۱/۲ زید کے لئے بلا نزاع ہے اور ۱/۲ میں زید و عمرو متنازع ہیں تو حکم انصاف وہ ان میں نصف انصاف ہو کر اسباب و زمین کا ۱/۲ عمرو پائے گا اور ۱/۲ زید اور اس کے سوا زید کو نقد سے کچھ نہ ملے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

اگر کوئی کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیت کرے جس کی قیمت اس کے کل مال کے چھٹے حصے کے برابر ہے اور دوسرے شخص کے لئے اپنے کل مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی جبکہ تلوار کے علاوہ موصی کا مال پانچ سو درہم ہے۔ اس

لو اوصی لرجل بسيف قيمته مثل سدس ماله و لأخر بسدس ماله و ماله سوی السيف خمسمائة فلتأخي سدسها و لأول خمسہ

اسد اس السیف وسدس السیف بینہما
لا ت منازعتہما فی سدس السیف
فقط فی نصف بینہما۔

صورت میں دوسرا شخص پانچ سو درہم میں سے
چھ حصہ پائے گا اور پہلا شخص تلواری کی قیمت
کے چھ حصوں میں سے پانچ (۵/۶) حصے لے گا

جبکہ تلواری کا چھ حصہ ان کے درمیان تقسیم ہوگا کیونکہ دونوں کی منازعت فقط اسی چھ حصے میں
ہے لہذا ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ (ت)

فائدہ ۱۰: وصیت اجنبی کہ ثلث تک نافذ ہے اس کے حساب ثلث کے لئے کل متروکہ
بعد الدین ملحوظ ہوگا وہ چیزیں بھی جن کی اس کے لئے وصیت ہے اور وہ بھی جن کی اس کے لئے
وصیت نہیں مگر اُس کا حق ان اشیاء سے ہرگز متجاوز نہ ہوگا جن کی وصیت اُس کے لئے ہے جیسا ابھی
مسئلہ مذکورہ میں گزرا بالجملہ وصیت کا ثلث تک نفاذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ کو دے گا اس
کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ باقی بعد دین جس قدر مال ہے جس کی وصیت کی ہے اور جس کی نہیں سب کا
ثلث لے کر دیکھیں گے کہ جن اعیان مخصوصہ کی وصیت اس کے لئے کی ہے ان کی مالیت اس ثلث
کی مقدار سے کم ہے یا برابر یا زائد، دو صورت اولیٰ میں وہ تمام اعیان موصیٰ لہ کو دے دیئے جائیں گے
اور صورت ثانیہ میں ان میں سے صرف اتنا حصہ پائے گا جو ثلث کل باقی بعد ادا الدین کی مقدار
تک ہے نہ یہ کہ جس چیز کی اس کے لئے وصیت نہ کی اُس کا بھی ثلث محض بلا استحقاق اس کو
دے دیا جائے یہ سخت جہالت فاحشہ ہے کتب مذہب کے صمد با نصوص اس کے اوپر ناطق اور
یہی مسئلہ کہ ابھی ردالمحتار سے گزرا، کافی اور ادنیٰ خادم فقہ پر یہ امر خود بدیہیات واضحہ سے ہے
کمالا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

فائدہ ۱۱: اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں، نہ حقوق العباد میں بلا دعویٰ قاضی کو
اختیار حکم نہ اُسے ایسی بات کی تکذیب پہنچتی ہے جس میں کوئی معارض ہو کہ وہ قطع خصومت کیلئے
مقرر ہوا ہے نہ کہ الشاہ خصومت کے واسطے۔ ہدایہ میں فرمایا: الاقرار موجب بنفسہ (اقرار
خود موجب و مثبت ہے۔ ت) تنویر میں ہے:

القضاء فصل الخصومات و قطع
قضائر تو جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اور تنازعات کو

ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال و ارجاء التراث العربی بیروت ۲۲۸/۵
کتاب الدعویٰ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۲۰۱/۳
الہدایۃ

المنارعات

ورمختار میں ہے،

ختم کرنا ہے (ت)

بعد دعویٰ صحیحہ من خصم علی خصم
حاضر والاکان افتاءایک خصم کے دوسرے حاضر خصم پر صحیح دعویٰ کے
بعد ورنہ یہ افتاء ہوگا (ت)

ردالمختار میں فواکہ بدایہ سے ہے،

اتفق ائمة الحنفية والشافعية على انه
تشرط لصحة الحكم واعتباره في
حقوق العباد الدعوى الصحيحةاس پر ائمہ حنفیہ شافعیہ کا اتفاق ہے قضا کے
صحیح ہونے اور حقوق العباد میں اس کے معتبر
ہونے کے لئے صحیح دعویٰ کا ہونا شرط ہے (ت)

فائدہ ۱۲۵ : زوجہ کے لئے یہاں دو وصیتیں ہیں۔

وصیت منفعت کہ مکانوں میں رہنے پر ضرورت استعمال کرے یہ وصیت انہیں اعیان میں ہے جن کی وصیت شاہ محمد اجنبی کے لئے ہے تو ثلث کل مال بعد دارالدين کے جتنا حصہ مکانات و اسباب کا آئے اس میں نافذ نہ ہوگی کہ وصیت اجنبی وصیت وارث سے مقدم ہے کما فی الفائدة الاولى (جیسا کہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور یہاں اگر یہ وہم گزرتا کہ وصیت رقبہ کر کے اس کیلئے وصیت منفعت کر دینے سے اول کے لئے صرف رقبہ کی وصیت رہ جاتی ہے منفعت میں اس کا کچھ حق نہیں رہتا کما فی الفائدة الثانية (جیسا کہ دوسرے فائدہ میں ہے۔ ت) وصیت اجنبی کہ مقدم ہے اپنے محل نفاذ میں مقدم ہوگی نہ کہ اس شے میں جس کی اس کے لئے وصیت ہی نہیں یعنی منفعت کہ اس میں اجنبی کے لئے وصیت معدوم ہے معدوم کی تقدیم کیا معنی تو اس کا جواب ہماری تقریر سابق سے واضح وصیت منفعت بھی بمنزلہ وصیت رقبہ ہے ثابت ہو تو اس کی مزاحم ہوتی ہے کما فی الفائدة الرابعة (جیسا کہ چوتھے فائدہ میں ہے۔ ت) اور منفعت میں اس کا حق نہ رہنا اسی بنا پر ہوتا ہے کہ یہ مانع آتی ہے کما فی الفائدة الثالثة (جیسا کہ تیسرے فائدہ میں ہے۔ ت) اور وصیت وارث جب وصیت اجنبی سے مؤخر ہے تو اس کے مقابل مضحل ہوگی اور اس کے رقبہ میں کالعدم نہ کہ اس کی مانع و مزاحم پھر بقدر ثلث نفاذ وصیت اجنبی کے بعد مرتبہ وارث کا

لے الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتہائی دہلی ۶۱/۲

لے الدر المختار فصل فی الجبس ۶۸/۲

لے ردالمختار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۸/۴

ہے کافی الفائدة الاولى (جیسا کہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور جو کچھ ارثاً ملک زوجہ ہوگا اس میں اسے وصیت منفعت کی حاجت بھی نہیں ان دونوں کے بعد جو حصہ مکانات و اسباب کا بچا اس میں زوجہ کی وصیت نفاذ پائے گی اور اس میں سے موقع محفل حضرات طیبات امین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ جس قدر ظروف کی شاہ محمد کو حاجت ہوگی اس وقت خاص پر اتنے ظروف زوجہ کو استعمال کے لئے نہ دیئے جائیں گے موصی نے اس وقت شاہ محمد کے لئے ان کا استعمال لکھا ہے یہ اگرچہ شاہ محمد کے لئے وصیت بالمنفعة نہیں کافی الفائدة الخامسة (جیسا کہ پانچویں فائدہ میں ہے۔ ت) مگر وصیت زوجہ سے اتنے وقت اخراج کے لئے کافی ہے،

اس دلیل کے ساتھ جو ہدایہ و کافی کے حوالہ سے گزر چکا کہ عین کے موصی لہ کے لئے رقبہ میں ملکیت کے باوجود منفعت میں کوئی حق نہیں، اس لئے وصیت میں اس کے لئے رقبہ کی تخصیص اور منفعت کی وصیت کسی اور کے لئے کی گئی ہے لہذا موصی کے مقصود سے زائد اس کے لئے کچھ ثابت نہ ہوگا لیکن یہاں تو اس کے لئے خاص وقت میں انتفاع کا اثبات ہے، تو جس چیز کی وصیت اس کے غیر کے لئے ہے اس میں وہ معزول ہوگا گویا موصی یوں کہے میں نے عورت کے لئے نفع اٹھانے کی جو وصیت کی سوائے فلاں وقت کے اگر اسی پر اقتصار کرتا تو بھی بیوی کو مستثنیٰ وقت میں انتفاع کا حق نہ ہوتا اور یہ اجنبی شخص کیلئے بطور ملک ثابت ہوتا جب اس نے اس کی تصریح کر دی تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (ت)

لما تقدم عن الهداية والكافي انه انما لم يكن للموصي له بالعين حق في المنفعة مع ملكه للرقبة للايصاء بها لغيره وتجريد الرقبة في الوصية له فلم يثبت له فوق ما اثبت الموصي اما هنا فقد اثبت له الانتفاع في الوقت الخاص فكان معزولا عما اوصى به لغيره وكان كالتا قول اوصيت لها بالمنفعة الا وقت كذا ولو اقتصرت على هذا لم يكن للزوجة الانتفاع في الوقت المستثنى وكان ذلك للاجنبي الموصي له بحكم الملك فاذا صرح بكونه له فيه فبالاولى۔

اور پُر ظاہر کہ اس کے بعد زوجہ کے لئے وصیت استعمال سے یہ مقصود موصی نہیں کہ محفل امین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت استعمال شاہ محمد کو منع کرے یا اس وقت کی ضروری اشیاء سے

صرف نصف حاجت روائی شاہ محمد کے لئے رکھے نصف زوجہ کو دے بلکہ مقصود یہی ہے کہ اس وقت خاص جن اشیاء کی حاجت ہو شاہ محمد استعمال کرے باقی اوقات میں زوجہ اپنے صرف میں رکھے اور مقاصد موصی پر نظر لازم ہے کما فی الفائدة السادسة (جیسا کہ چھٹے فائدہ میں ہے۔ ت) وصیت زیور، جس کی نسبت اگرچہ وصیت نامہ میں کوئی تصریح معاوضہ نہیں مگر زوجہ کہتی ہے کہ میرے مہر میں دیئے ہیں اور اس کا یہ کہنا دعویٰ نہیں بلکہ اقرار ہے مہر مثل تک اس کا قول بلا بینہ معتبر تھا کما فی الفائدة السابعة (جیسا کہ ساتویں فائدہ میں ہے۔ ت) اور وصیت نامہ میں زیور کی خالص وصیت اس کے نام لکھی ہے یہاں نہ کوئی دوسرا وارث ہے کہ زوجہ کا معارض ہو اس سے کہے کہ تیرا حق دین میں ہے نہ عین میں کما فی الفائدة الثامنة (جیسا کہ آٹھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یا کہ تیرے لئے وصیت بے میری اجازت کے باطل ہے۔ نہ زیور کے کسی جز کی شاہ محمد کے لئے وصیت ہے نہ اس کی وصیت کہ ثلث کل مال کی مقدار تک حق تقدم رکھتی ہے اسے اس زیور کے کسی ذرہ کی مستحق بنا سکتی ہے کما فی الفائدة التاسعة (جیسا کہ نویں فائدہ میں ہے۔ ت) اگرچہ وصیت محضہ للزوجہ ہو جب بھی اجنبی کے لئے صرف حساب ثلث میں ملحوظ ہو گا نہ کہ اس کا کوئی جہ اُسے ملے کما فی الفائدة العاشرة (جیسا کہ دسویں فائدہ میں ہے۔ ت) نہ کل زیور زوجہ کے لئے بعوض مہر ماننا شاہ محمد کے حساب ثلث پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے۔ اگر زیور مہر مثل سے کم یا برابر ہے جب تو ظاہر کہ مہر مثل کی مقدار تک زوجہ کا قول مسلم اور وہ شاہ محمد کی وصیت پر مقدم اور اگر بالفرض مہر مثل سے زائد ہو جب بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ سب زیور بعوض مہر حق زوجہ ماننے میں شاہ محمد کا حصہ ثلث مکانات و اسباب میں کم ہو جائے گا فرض کیجئے کہ زیور ۳۲۲ روپے کا ہے اور مہر مثل ۲۰۲ کا اور مکانات و اسباب جن کی وصیت شاہ محمد کے لئے ہے ۱۲۰۰ کے تو اگر کل زیور بجز مہر زوجہ کے لئے مانا جائے تو وہ ثلث جس میں وصیت اجنبی جاری ہوگی صرف مکانات و اسباب کا ثلث رہا جبکہ اُس کے سوا اور کوئی متروکہ نہ ہو شاہ محمد ان میں سے صرف ۴۰۰ کے قدم بحکم وصیت مقدمہ پائے گا اور اگر فقط مہر مثل تک زوجہ کو مہر میں دیں تو بعد ادا کے مہر متروکہ ۱۳۲۰ بچے گا ۱۲۰۰ کے مکانات اسباب اور ۱۲۰ کا باقی زیور جس کا ثلث ۴۰۰ تو مکانات و اسباب سے ۴۰ روپے کے قدر شاہ محمد کے حق مقدم میں بڑھ جائیں گے یہ وہم اس وقت ہو سکتا ہے کہ بحال کی مہر مثل کل زیور زوجہ کو مرتبہ مہر مثل تک تقدم ہے اور زیادہ ان مہر مثل بعوض مہر مثل ہونا محاباة ہے اور وہ زوجہ کے لئے وصیت ہے اور زوجہ کے لئے وصیت خود اس کی میراث سے بھی متحضر ہے

کسانی الفائدۃ الاولیٰ (جیسا پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) تو وصیت اجنبی سے دو درجہ مؤخر ہے جب تک وصیت مقدمہ اجنبی ادا نہ ہو لے زیور زائد از مہر مثل ضرور متروکہ ہی ٹھہر کر حساب ثلث میں محفوظ رہے گا اور شاہ محمد کو مکانات و اسباب کے حصہ مقدمہ میں کچھ نقصان نہ پہنچے گا بہر حال اس کے اس قول سے کسی کا کچھ ضرر نہیں تو اس میں اس کا کوئی محاصم نہیں پھر قاضی کس وجہ سے اس کی تکذیب کر سکتا ہے کسی الفائدۃ الحادیۃ عشرۃ (جیسا کہ گیارھویں فائدہ میں ہے۔ ت) زوجہ اگر اس بیان میں سچی ہے فہا اور اگر اس نے غلط کہا تو یہ اسی کے حق میں مضر ہوا اسے صاف اختیار تھا کہ مہر کا دعویٰ جد اکر تہ جس میں ہر مثل تک اس کا قول معتبر رہتا اور یہ زیور حکم وصیت جدا لیتی کہ اس میں اس کا معارض نہ تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ اس زیور ہی کو اپنے مہر میں دیا جانا بتایا تو یہ اس کا اپنے ہی حق میں اضرار ہوا، لہذا نہ دعویٰ بلکہ اقرار ہوا اور بعد اقرار حاجت تفتیش کیا معنی کسی الفائدۃ المدکو سماء (جیسا کہ مذکورہ بالا فائدہ میں ہے۔ ت) اور سب پر علاوہ یہ کہ ادھر زوجہ نے یہی زیور اپنے مہر کے عوض بتائے ان سے جدا کوئی دعویٰ مہر نہ رکھا اور شاہ محمد نے وہ تمام و کمال زیور اس کے تسلیم کر کے اسے سپرد کر دیئے اب خواہ ان سب کو اس کا وہ حق مہر مانا جو وصیت شاہ محمد پر مقدم رہتا یا بعض کو حق مہر بعض کو اور اس کے لئے وصیت یا کل کو وصیت جو وصیت شاہ محمد سے مؤخر رہتی مگر جب یہ اسے نافذ کر چکا اپنے حق کو ساقط کر دیا جیسے وارث کہ زائد از ثلث میں وصیت اس کے حق ارث سے مؤخر ہے مگر وہ اجازت دے دے تو وہ مؤخر ہی مقدم ہو جاتی اور اس قدر میں اجازت دہندہ کا حق ارث ساقط ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر وصیت کل مال کی تھی اور سب ورثہ عاقلین بالغین نے اجازت دے دی کل مال موصی لہ کا ہو جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پائے گا تو عالم خاتون کا مہر اور کل زیور اس کی ملک ہونا اور شاہ محمد کا ضرباً یا استحقاقاً اس سے کچھ متعلق ہونا یہ سب مسائل طے شدہ اور فریقین کے متفق علیہ ہیں جن میں انہیں کوئی نزاع نہیں اور وہ ان کے خالص حقوق تھے جن کے بقا اسقاط کا انہیں اختیار مطلق تھا تو اب قاضی مفتی کسی کو اصلاحی نہیں کہ ان طے شدہ امور کو زیر بحث لائے ان کے لئے کوئی تفتیش اپنی طرف سے قائم کرے فریقین میں ایک کو دوسرے پر اس بارے میں کوئی دعویٰ نہیں یہ خود مدعی بنے اور اس متفق علیہ کو نزاعی قرار دے کسی الفائدۃ المدکو سماء ایضاً (جیسا کہ یہ بھی فائدہ مذکورہ میں ہے۔ ت)

تفریحات

(۱۹) فتویٰ کا قول بعد اس کے عالم خاتون کا مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کرینگے
ناہمی ہے۔

(۲۰) فتویٰ کا کہنا ہے اگر ثابت ہو جائے کہ یہ زیور مہر کے عوض دیئے گئے اقرار میں تفتیش ہے۔

(۲۱) فتویٰ کی اس پر تفریح کہ تو ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں مفہوم غلط ہے شاہ محمد خاں
کا زیور میں کسی طرح کچھ حق نہیں اگرچہ مہر کے عوض دیا جانا ثابت نہ بھی ہو۔

(۲۲) فتویٰ نے اس مفہوم باطل ہی پر قناعت نہ کی بلکہ آگے اس ظلم صریح کی تصریح کر دی کہ

لیکن اگر ان زیورات کا مہر میں دیا جانا ثابت نہ ہو تو زیورات کے تیسرے حصہ میں شاہ محمد خاں

کا حق ہوگا اور دو حصے عالم خاتون کے، انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالیٰ

کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت) شاہ محمد خاں وارث نہیں زیور کی اس

کے لئے وصیت نہیں، وصیت نہ ہونا درکنار موصی نے صراحتاً زیور کو اس کی وصیت سے جدا کر دیا

کہ بعد ذکر زیور کہا ما سوا اس کے میری جائداد الخ مگر یہ فتویٰ کہتا ہے کہ موصی کے دینے نہ دینے

سے کیا ہوتا ہے ہم جو دیتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بلندی و

عظمت والے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ لڑائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے

کی۔ ت)

(۲۳) فتویٰ نے اور کمال کیا زوجہ کا وہ قول اقرار مان کر پھر اگر مگر کو دخل دیا کہ اگر دین مہر

تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائے گا۔

(۲۴) فتویٰ نے اور بھی قدم عشق پیشتر بہتر کی ٹھہرائی یعنی زوجہ کا قول اقرار بھی ٹھہرایا اور

شاہ محمد کی تسلیم بھی مانی پھر بھی فریقین کی متفق علیہ بات بات طے شدہ نہ جانی کہ سب سے

اول تجیز و تکفین کا خرچ ادا کیا جائے گا بعد ازاں اگر متوفی خاتون مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی

وصیت کی ہے (چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کر کے قبول

کر لیا ہے) تو زیورات اس کو دین مہر میں دیئے جائیں گے۔

(۲۵) فتویٰ نے ان دونوں کی تصریحوں خود اپنے اقراروں اعترافوں کے ساتھ ایک فرض غلط کی

راہ نکالی ہے اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو باقی تمام مال میں سے مہر نہ

ادا کیا جائے گا یہ فرض ہے معنی کس لئے اور فتویٰ متعلقہ دارالقضا میں اس کا کیا محل۔
 (۲۶) فتویٰ نے اس تفریح میں ڈگری بلا دعویٰ بھی فتویٰ اول کی طرح دی اور آگے چل کر کہا مدعیہ کا مہر کل مال سے ادا کیا جائے گا زوجہ تو کہہ رہی ہے کہ مجھے یہ زیور مہر میں دیا فتویٰ کہتا ہے نہیں نہیں تمام مال میں سے تجھے مہر ملے گا اگرچہ کل مال کو مستغرق ہو اور موصی لہ کے لئے کچھ نہ بچے۔
 (۲۷) فتویٰ کو منظور نہیں کہ یہاں کسی غلطی میں فتویٰ اول سے پیچھے رہے بلا وصیت استحقاق اجنبی میں بھی اس کا ساتھ دیا کہ زیورات اگر مہر میں دیئے تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہو گا ورنہ زیورات میں سے مدعیہ کو $\frac{2}{3}$ مدعا علیہ کو $\frac{1}{3}$ ۔

(۲۸) بلکہ فتویٰ کا یہاں بھی قدم پشتر ہے اس نے صاف مانا کہ زیوروں کی وصیت شاہ محمد خاں کے لئے نہیں پھر بھی اسے تہائی کا حصہ دار کر دیا۔ زیور کا یہ حکم لکھ کر آگے کہا اور دیگر جاہد مسکنات ظروف وغیرہ سے مدعیہ $\frac{1}{12}$ مدعا علیہ $\frac{1}{12}$ کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت مدعا علیہ کو ملے گا چہرہ ربع باقی ماندہ یعنی سدس کل مدعیہ کو ملے گا بعد ازاں باقی ماندہ مدعا علیہ کو، اگر یہ فتویٰ زیور کی بھی اس کیلئے وصیت مانتا تو یہی حکم اس پر بھی کرتا نہ کہ شاہ محمد کو زیور کا تو $\frac{1}{12}$ اور باقی اموال کے $\frac{1}{12}$ ۔

(۲۹) فتویٰ نے اس باطل صریح پر استدلال کی بھی جرات کی یوں بھی اسے فتویٰ ا پر فوقیت رہی کہ اس کے آگے زیوروں کو کہا اگر محض بطور وصیت دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا برفے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا، پھر کہا اگر بعض دین مہر نہ ہو تو حکم وصیت بالثلث زیورات میں بھی $\frac{1}{12}$ مدعا علیہ کو ملے گا $\frac{1}{12}$ زیورات مدعیہ کو۔ اس کا منشا وہی غلط شدید و بعید ہے کہ ثلث کل مال کے لحاظ سے وصیت کی تنفیذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ کر دی ہے جس کا رد بلیغ فائدہ نہم و دہم میں گزرا۔ سبحان اللہ۔
 حساب کے لئے ثلث ہر شئی کا لحاظ کیا ہوا کہ ثلث ہر شئی میں اس کی ملک ہی پیدا ہوگی اگرچہ اس شئی کا اسے اصلاً استحقاق نہیں نہ اس کے لئے وصیت، بلکہ اس کی وصیت سے جدا ہونے کی صاف تصریح، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بلندی و عظمت والے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

(۳۰) فتویٰ نے یہاں ایک اور غلطی کی اگر زیور بعض مہر دیا جانا ثابت نہ ہونے کی حالت میں اسکے نزدیک ان کا ثلث شاہ محمد کو ملنا تھا تو مطلقاً یہ کہتا کہ اگر زیور مہر کے عوض دیئے گئے تو ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں غلط بر غلط ہے اگر زیور مقدار مہر سے زائد ہوئے تو قدر زیورات میں زوجہ کے لئے وصیت بالمحاباة ہوئی اور وہ اجنبی کے حق ثلث کو باطل نہیں کرتی بلکہ خود اس کے حضور مضمل ہو جاتی ہے۔

(۳۱) فتویٰ نے بھی یہاں غلطی میں اس کا ساتھ دینے کی منت مانی ہے اس نے بھی جا بجا وہی تصریحات کیں بلکہ صافتر کہا کہ زیورات اگر متوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہوگا تمام زیورات اس کو ملیں گے ورنہ مدعا علیہ کو ملے، پھر کہا اگر وہ مہر میں دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ ہی نہیں اور محض بطور وصیت دیئے گئے تو مدعا علیہ کا ثلث۔ پھر کہا وصیت اگر بعوض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بار سے مستثنیٰ ہوں گے گویا ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مال بعوض دین دینے کی وصیت کرنا خود اس مال کو دین کر دینا ہے کہ اس کا ادا کرنا مطلقاً وصیت سے مقدم ہو جاتا ہے اگرچہ ایک روپیہ دین کے عوض ہزار روپیہ کا مال دینے کی وصیت کی ہو۔

(۳۲) فتویٰ نے یہاں بھی قدم پیشتر کی ان نہ چھوڑی یہ ٹھہری کہ بعوض مہر کے وصیت ہونا تمام و کمال زیوروں کو دین کے مرتبہ میں کر دے گا کہ ان کا ادا کرنا وصیت لاجنبی سے مقدم ہوگا اور بعوض مہر دیئے جانے کا ثبوت نہیں مگر بیان زوجہ تو اب اس ادعا سے اپنا نفع اور موصی لہ کا ضرر چاہتی ہے کہ وہ وصیت جو وصیت نامہ میں بلا معاوضہ لکھی ہے جو وصیت اجنبی سے موخر رہتی بمعاضہ بتا کر وصیت اجنبی سے مقدم کئے لیتی ہے تو اب اس کا قول تو صرف اقرار بلکہ صاف دعویٰ ہوا اور اگر مدعی محض اپنے زبانی دعویٰ پر ڈگری نہیں پاسکتا تو یہ کہنا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر باقی ماندہ ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائیگا عجب در عجب ہے۔

(۳۳) اگر فتویٰ نے وہ بھاری غلطی کہ ایک صورت میں کہ بلا وصیت و بلا استحقاق شاہ محمد کو زیوروں میں تنہائی کا حصہ دار کر دیا نہ بھی کرتا جب بھی اس کا مطلقاً یہ کہنا کہ اگر وصیت بعوض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بار سے مستثنیٰ ہونگے یعنی بعد فرج تہیز و تکفین باقی ماندہ مال سے تمام زیورات تہیزہ کو ملیں گے صحیح نہ تھا کہ اگر زیور مہر سے زائد ہیں تو قدر زیورات میں وصیت بالثلث کے بار سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے ثلث میں وہ بھی محسوب ہوتے اگرچہ ان میں سے شاہ بڈخاں کو کچھ نہ دیا جاتا انھیں مطلقاً مستثنیٰ شاہ محمد کی تسلیم نے کر دیا نہ کہ وصیت بعوض مہر ہونے نے۔

(۳۴) یونہی فتویٰ کا قول کہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کی محل قوی ہے اور مہر دین ہے اس لئے وصیت اور ارث دونوں سے مقدم ہے وہی طرف منطقی ہے محل وصیت نامہ کا حال تو اوپر گزرا اور بالفرض اس کی عبارت محل ہو تو محض قوت احتمال غایت درجہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت استحقاق نہیں ہو سکتا، ہدایہ وغیرہ تمام کتب محلہ میں تصریح ہے کہ،

الظاہر یصلح حجة للدفع لا للاستحقاق۔ ظاہر حجت و دفاع ہے حجت استحقاق نہیں (ت۔)
اب نہ رہا مگر خود مدعیہ کا قول اُسے اپنے حق میں حجت مان لینا زالا قانون ہے زیور اگر مہر سے
زائد ہیں تو وہ سب کیونکر دین سمجھ کر وصیت وارث دونوں سے مقدم کر دیئے جائیں۔

(۳۵) فتویٰ ۳ نے اور بھی دون کی لی کہ جن زیورات کے بارے میں متوفی بعوض مہر زوجہ کے دینے
کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا قرض تھا اس کا ادا کرنا اس کو فرض تھا قرض و فرض کا قافیہ ملا لیا
اگرچہ مہر شرعاً قرض نہیں ہوتا قرض و دین میں عموم و خصوص ہے خیر یہ بات کہ بعوض مہر دینے کی وصیت
کر گیا ہے وصیت نامہ میں تو کہیں نہیں عورت کا بیان ہے اور ہو بھی تو بحال کمی مہر محاباة ہے
نہ قرض ہے نہ فرض۔

(۳۶) فتویٰ ۷ نے یہاں ایک اور غلطی کی کہ زوجین کی وصیت سے مانع مزاحمت حق و رثہ ہے اگر نہ ہو
تو پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمتفعة، وہ حصہ اور یہ سب کلی دونوں غلط ہیں اجنبی
کی وصیت بالثلث بھی اُس کی مانع اور اس سے مقدم ہے۔

(۳۷) فتویٰ ۷ کو خود اپنا کہا یا د نہ رہا، آگے چل کر کہا حق سکنی مکانات و حق استعمال ظروف وغیرہ کی
جو زوجہ کو وصیت کی ہے اس کے بار سے ثلث مال جو شاہ محمد کو اول ملے گا بری رہے گا کیونکہ زوجہ
کے لئے وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اب یہ وصیت للزوجہ کا بے مزاحمت
حق و رثہ اور مزاحم قوی و مزاحم کدھر سے نکل آیا یہ صاف تناقض ہے۔

(۳۸) یونہی فتویٰ ۲ کا قول کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ سالم زوجہ کی حقیقت
ہے جو بذریعہ وصیت لے سکتی ہے اس سے ذہول ہے کہ وارث کے لئے وصیت میراث سے
مؤخر ہے تو بعد اہل میراث جو باقی بچے اتنی چیز بذریعہ وصیت لے سکے گی نہ کہ سالم۔ تسأل
الله السلامة۔

افادہ سادہ

وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے اور وہ زبان موصی پر ہے ایک شخص کے لئے متعدد وصایا
میں اگر ایک وصیت کو کسی شرط سے مقید کر دے دوسری کو نہ کرے یا ایک کو ایک شرط سے مقید کرے

لہ الہدایۃ کتاب ادب القاضی باب التحکیم مسائل شتیٰ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۴۷/۳

دوسری کو دوسری سے تو جس طرح اس نے کہا ہے اسی پر عمل واجب ہوگا، جو جس شرط سے مقید ہے اسی سے مقید رہے گی نہ کہ دوسری کی قید سے، اور جو مطلق ہے مطلق رہے گی نہ کہ از پیش خود اسے بھی مقید کر لیا جائے المطلق یجری علی اطلاقہ (مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ ت) قاعدہ اجماعیہ ہے اور القران فی الذکر لا یتلزم القران فی الحکم (ذکر میں اقتران حکم میں اقتران کو مستلزم نہیں۔ ت) ضابطہ وفاقیہ جمع محققین ہے اور المطلق لا یحمل علی المقید فی حادثین (دو حادثوں میں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ ت) قاعدہ مطروہ حنفیہ ہے موصی نے زوجہ کے لئے صرف وصیت سکونت کو اس شرط سے مقید کیا کہ منظر کی عورت منظر کے عقد میں رہ کر گزارہ کرے تو اس کو فقط حق اسائش کا حاصل رہے گا یعنی تا حق منظر آباد رہے گی، وصیت ظروف میں یہ شرط نہ لگائی تو صرف وصیت سکونت مکانات اس قید سے مقید ہوگی یعنی جب تک نکاح ثانی نہ کرے اسے حق سکونت رہے گا اور اگر نکاح کر لے گی یہ حق جاتا رہے گا مگر وصیت ظروف مطلق رہے گی استعمال ظروف کا اسے اختیار رہے گا اگرچہ نکاح ثانی کر لے۔

وہہنا فی تقييد الوصية بعدم التزوج
دقیقہ انیقہ نہہنا علیہا فیما علقنا
مراد المحار من متفرقات البیوع۔
اور یہاں وصیت کو شادی نہ کرنے کی قید سے
مقید کرنے میں انتہائی نفیس باریک نکتہ ہے
جس پر ہم نے ردالمحتار باب متفرقات البیوع
پر اپنی تعلیق میں خبردار کیا ہے۔ (ت)

رہا شاہ محمد خاں کا ادعا کہ مدعیہ (معاذ اللہ) حرام کاری کرتی ہے اس لئے بڑے وصیت
مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہ رہی اول تو ایسی ناپاک بات ہے جس کی نسبت رب عزوجل کا
ارشاد ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا المثلہ ابدان
کنتم مؤمنین یہ
اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر
ایمان رکھتے ہو۔

اور جس کی نسبت ہم کو ہدایت فرماتا ہے کہ اُسے سنتے ہی فوراً کہیں: سبحنک ہذا بہتان
عظیم پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے اور جس کی نسبت حکم فرماتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائیں

(چاروں مرد ثقہ عادل جنھوں نے نہ کوئی گناہِ کبیرہ کیا ہو نہ کسی گناہِ صغیرہ کے عادی ہوں نہ کوئی حرکت خلافِ مروت ان سے صادر ہوئی ہو اور چاروں یکر زبان گواہی دیں کہ ہم نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا اور اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی ایسے چار گواہ نہ لاسکیں، فاؤ لہیک عند اللہ ہم الکذوبون تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ پھر ان کی سزا بیان فرماتا ہے،
فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا ان کو اتنی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی
لہم شہادۃ ابدانہ

کیا شاہ محمد خاں اپنے اس اتہام پر ایسے چار گواہ پیش کر سکتا ہے اور جب نہیں لا سکتا تو وہی عند اللہ جھوٹا ہے اور اتنی کوڑوں کا مستحق ہے، اور اگر بفرض باطل وہ سچا بھی ہوتا جب بھی اس کا کہنا کہ اب وہ نشست کی بھی حقدار نہ رہی غلط تھا موصی نے حق سکونت کو عورت کی پارسائی سے مشروط نہ کیا بلکہ اس شرط سے کہ وہ نکاحِ ثانی نہ خود کرے نہ دوسرے کی وکالت و وساطت سے وہ خود اپنی شرط کا مفہوم بتاتا ہے کہ اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرائے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا عورت کہ نکاحِ ثانی نہ کرے روزِ قیامت اپنے شوہر کو ملے گی جبکہ دونوں نے ایمان پر وفات پائی ہو۔

اللہم ارزقنا الوفاة علی الایمان
بجاء حبیبک الکریم یا رحمن
علیہ وعلی الہ افضل واکمل
التسلیمات ما بقیت الجنان۔
اے اللہ اے مہربان! ہمیں اپنے حبیبِ کریم
کے صدقے ایمان پر وفات نصیب فرما، اپنے
حبیبِ کریم اور ان کی آل پر افضل و اکمل درود
سلام نازل فرماتا رہ جب تک جنتیں باقی
ہیں (ت)۔

اور اگر دوسرا شوہر کرے تو اگر اس کے نکاح میں مر جائے اس دوسرے کو بشرطِ ایمان ملے گی، کما فی حدیث۔ اور اگر اس سے بھی بیوہ ہوگی غرض کسی شوہر کے نکاح میں نہ مری تو اسے روزِ قیامت اختیار دیا جائے گا کہ ان شوہروں میں جسے چاہے پسند کر لے وہ اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ زیادہ نیک سلوک سے معاشرت کرتا تھا،
کما فی حدیث آخر والتطبیق بینہما
جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے ان دونوں حدیثوں

ماذکرنا کما بینا کہ فی فتاویٰ سنا۔

میں تطبیق وہ ہے جیسا ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا۔ (ت)

بہر حال نکاح ثانی سے عورت یا تو شوہر اول کے لئے رہتی ہی نہیں یا اس کے لئے اس کا رہنا مشکوک ہو جاتا ہے بخلاف بدکاری کہ وہ اُسے حق شوہر سے باہر نہیں کرتی حق کا ابطال حق اقویٰ سے ہوتا ہے نہ کہ حق و باطل طغویٰ سے جیسے بحال حیات اس کے باعث نہ نکاح میں فرق آئے نہ شوہر کو اس سے جدائی لازم ہو۔ درمختار میں ہے :

لا ینجب علی الزوج تطلیق الفاجرة یلہ بدکار عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں۔ (ت)
(۳۹) فتویٰ کا وصیت سکنی و وصیت ظروف وغیرہ دونوں کو قید عدم نکاح ثانی سے مقید کرنا کہ حق سکنی و حق استعمال ظروف وغیرہ مدعیہ کو تا نکاح ثانی حاصل رہے گا صحیح نہیں۔

افادہ سابعہ

وصیت نامہ کے کسی لفظ کا مفاد نہیں کہ شاہ محمد خاں موصی لہ بجمع المال ہو زیوروں کو جدا کر کے بھئی اُس کے لفظ یہ ہیں ماسوا اس کے میری جائیداد وغیر منقولہ از قسم مکانات ہیں وہ پیدا کردہ منظر کے ہیں وہ زیر حفاظت شاہ محمد خاں رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا۔ یہاں سے صرف مکانات کی وصیت ہوئی آگے کہا علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن و چارپائی وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ اس سے اثاث البیت کی وصیت ہوئی خاتمہ پر اس نے انھیں اشیائے معینہ میں وصیت کا انحصار کر دیا کہ کل اشیائے مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے تو مندرجہ بالا مکانات و اثاث البیت کے سوا اگر کچھ ترکہ ہو وہ زیر وصیت نہ آیا اور استفتائے مرتبہ حجتی خانپور سے واضح کہ زوجہ دعویٰ کرتی ہے کہ مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات از ترکہ شوہر شمس موجود ہیں تو جب تک اس دعویٰ کا بطلان ثابت نہ ہو شاہ محمد خاں موصی لہ بجمع المال کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ ہاں موصی نے ذکر مکانات و اختیار فروخت و رہن مکانات کے بعد یہ لفظ بھی لکھا کہ غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے۔ یہ وغیرہ اسی اختیار بیع و رہن پر محمول ہے کہ اس نے اس کے متصل ہی بلا فصل یہ لفظ لکھے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری الخ

لے الدر المختار کتاب الخطر والاباحہ فصل فی البیع مطبع مجتہاتی دہلی ۲/۲۵۴

اگر وغیرہ سے کل متروکہ جمیع ملوکہ مراد ہوتا تو اس کے علاوہ کہنا باطل ہو جائے گا اور کلام عاقل بالغ کا
 ہما ممکن محل صحیح پر حمل کرنا واجب۔ معہذا اگرچہ یہ محل متعین نہ ہو تو احد الاحتمالین بلکہ انصافاً اقوی الاحتمالین،
 ہے تو مکانات و اثاث البیت کے غیر میں وصیت ثابت نہ ہوئی اور یہاں عدم ثبوت ثبوت عدم ہے۔
 اذ الوصیۃ ایجاب یحدثہ الموصی
 فلا وجوب بلا ایجاب فلا ثبوت لوجوب
 بلا ثبوت ایجاب والوجوب فی القضاء
 مرہون بالثبوت فاذا لا ثبوت لا وجوب
 وهو المطلوب۔
 کیونکہ وصیت ایک ایسا ایجاب ہے جس کو
 موصی صادر کرتا ہے، تو ایجاب کے بغیر وجوب
 نہیں ہوتا، چنانچہ ایجاب کے ثبوت کے بغیر
 وجوب کا ثبوت نہیں ہوتا اور قصار میں وجوب
 محتاج ہے ثبوت کا۔ جب ثبوت نہیں تو وجوب
 نہیں، وہی مطلوب ہے۔ (د ت)

تفریعات

(۲۰) فتویٰ اکا قول مہر کے بعد جس قدر جائداد بچے تین حصے کر کے ایک حصہ شاہ محمد خاں
 کو دیں۔

(۲۱) فتویٰ ۵ کا قول شرعاً جائداد متوفی میں سے مدعیہ کو ۱/۲ ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو ۱/۲ پھر اس کا
 قول ماسوی زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملے گا جیسا کہ بالا تشریح ہو چکی ہے پھر
 اس کی تصریح کہ صورت تنازعہ میں زوجہ کے ساتھ دوسرا حقدار بھی موجود ہے جو موصی لہ بجمع
 المال ہے۔

(۲۲) فتویٰ ۶ کا قول جب ترکہ میں سے ۱/۲ من حیث الوصیۃ اور ۱/۲ عالم خاتون کو من حیث الارث
 دے دیا گیا تو ادھا ترکہ باقی رہتا ہے۔

(۲۳) یونہی فتویٰ ۷ کا قول کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر
 باقی ماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظروف وغیرہ ۱/۲ اس کو دیا جائے گا ۱/۲ شاہ محمد کو نیز اس کی تصریح
 کہ تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں نیز اس کی صاف تر تصریح کہ تیسری وصیت
 باقی ماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے، یہ سب بے ثبوت محض و بلا افادہ وصیت نامہ صرف
 اپنی طرف سے شاہ محمد کو موصی لہ بجمع المال یا بجمع ماسوی علی المہر ٹھہرا لینا ہے اور اگر دعویٰ زوجہ
 ثابت ہو جائے کہ ان کے سوا اور زیور بھی متروکہ موصی شاہ محمد کے پاس موجود ہیں تو تصریح حق تلفی

اور دوبار ظلم ہو گا کہ مستحق کو نہ دینا اور نامستحق کو دینا شاہ محمد کیونکر بلا وصیت کل جائداد یا قیامزہ کو
 ۱/۴ لے لے گا۔

(۴۴) فتویٰ ۵ نے اس مطلب پر عبارت در مختار جو پہرہ پیش کیس اول میں صراحت تھا،
 اوصی لرجل بكل مالہ فلہا السدس
 خاوند نے کسی مرد کے لئے پورے مال کی
 وصیت کی تو بیوی کو کل مال چھٹا حصہ (۱/۴) اور
 اور باقی موصی لہ کو ملے گا۔ (ت)

دوم (جوہرہ) میں تھا:

اوصی لرجل بجميع مالہ کانت لہا
 السدس وللموصی لہ خمسة اسداس
 اگر خاوند نے اجنبی مرد کے لئے اپنے تمام مال کی
 وصیت کی تو اس کی بیوی کو کل مال کا چھٹا حصہ
 (۱/۴) ملے گا اور موصی لہ کو چھ میں سے پانچ (۵/۴) حصے ملیں گے۔ (ت)
 حکم وہ نقل کرنا جو اجنبی کے لئے وصیت بجمع المال کی حالت میں ہو اور اسے وہاں منطبق
 کر دینا جہاں اس کا ہرگز ثبوت نہیں۔

(۴۵) یونہی فتویٰ نے بھی اس پر یہی عبارت جو پہرہ نقل کی یعنی حدِ اوسط کا اشتراک ثابت نہیں اور
 تعدیہ ہو گیا۔

(۴۶) فتویٰ ۲ نے بھی یہی حکم لکھا کہ زوجہ کا حق سدس ہے باقی موصی لہ کا مگر اس پر اس حکم میں
 اعتراض نہیں کہ سوال جو اس کے یہاں پیش ہوا اس میں سائل ہی نے ایک غلط عبارت موصی
 کی طرف سے لکھ دی تھی کہ بعد میرے میری جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے اس کا مفاد فرد
 وصیت بجمع المال ہے اگرچہ وصیت نامہ میں اس کا کہیں نشان نہیں تو مجیب سے جیسا سوال ہوا
 ویسا جواب دیا مگر اب فتویٰ ۲ کا یہ اطلاق حکم کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی وہ سالم
 زوجہ کی ہے بذریعہ وصیت لے سکتی ہے صریح غلط ہے اس کے سامنے سائل کا یہ بیان ہوا ہے
 کہ چند زیورات کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا یعنی کہ گیا کہ بعد میرے ان زیورات
 کی مالک میری زوجہ ہے اس بیان پر وہ جواب باطل ہے زوجہ کے لئے وصیت وارث کیلئے ہے

۲۱۹/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

کتاب الوصایا

لے الدر المختار

۳۹۰/۲

مکتبہ امدادیہ طمان

۱۰

لے الجوہرۃ النیرہ

اور وارث کی وصیت اجنبی کی وصیت سے دو درجہ مؤخر ہے باقی کلام مباحث سابقہ سے واضح۔

افادہ ثامنہ

یونہی استفتائے مرتبہ حجتی خانپور سے واضح کہ شاہ محمد خاں دعویٰ کرتا ہے کہ وصیت کو مدعی نے بوقت وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا، یہ دعویٰ بہت واجب الحاظ ہے اگر اس کا ثبوت ہو جائے تو پھر زوجہ مکانات و اثاث البیت سے بچی میراث کچھ بھی نہ پائے گی اور بعد قبول اس کا اعتراض ہرگز نہ مسموع ہوگا اور اس کا دعویٰ بوجہ تناقض مدفع ہوگا، ہدایہ میں فرمایا:

تہاتی سے زائد کی وصیت جائز نہیں سوائے اس کے دیگر ورثاء موصی کی موت کے بعد اس کی اجازت دے دیں، اس کی زندگی میں اجازت معتبر نہیں کہ وہ ثبوت حق سے قبل ہوئی کیونکہ حق تو موصی کی موت کے وقت ثابت ہوگا لہذا انھیں موصی کی موت کے بعد رد کرنے کا اختیار ہے بخلاف موت کے بعد کی اجازت کے کیونکہ وہ ثبوت حق کے بعد ہوئی لہذا اس سے

لا تجوز بانراد علی الثالث الا ان یجیزھا الورثۃ بعد موتہ ولا معتبرا باجازتھم حال حیاتہ لانھا قبل ثبوت الحق اذ الحق یشیت عند الموت فکان لھم ان یردوہ بعد وفاتہ بخلاف ما بعد الموت لانه بعد ثبوت الحق فلیس لھم ان یرجعوا عنہ لان الساقط متلاش ۱۰

رجوع نہیں کر سکتے اس لئے کہ جو ساقط ہو جائے وہ لاشتی ہو جاتا ہے۔ (ت)

البتہ منفعت کی وصیت کہ ثلث کے بعد میں نافذ ہوگی نافذ رہے گی اور یہ خود اسی دعویٰ موصی لہ سے ظاہر کہ وصیت کو مدعی نے بعد وفات شوہر قبول کیا وصیت میں وصیت منفعت کی تصریح ہے تو اس کا قبول اس کا قبول ہے نہ کہ اس سے عدول۔ قبول کا حاصل یہ کہ موصی جو کر گیا منظور ہے اور وہ یہ کر گیا کہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد کو اور منفعت کا اختیار زوجہ کو۔

اور یہ خوب ظاہر ہے ہاں جس کو شرع نے باطل کیا ہے وہ تہاتی کے حق تک اس کی وصیت

وہذا ظاہر جدا نعم ما ابطالہ الشرع وھو وصیتھا الی حق الثلث

ہے جسے قبول کرنے کا اختیار اس کے پاس
نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

تفریعات

اس امر مہم کے لحاظ سے سب فتووں نے ذہول کیا جن جن کے سامنے استغنائے ججی خانپور
پیش ہوا۔

(۴۷) فتویٰ اکا قول مہر کے بعد جس قدر بچے دو حصے عالم خاتون کو دیں۔

(۴۸) فتویٰ ۵ کا قول مدعیہ نے وصیت پر اعتراض کیا اس پر مدعیہ کو پاپا ملنا چاہئے۔

(۴۹) فتویٰ ۶ باقی سے ۱/۴ عالم خاتون کا حق ہے سب محل تفصیل میں یکطرفی حکم ہے۔

(۵۰) فتویٰ ۵ نے اعتراض مدعیہ کے ساتھ استناد کیا اور لحاظ نہ کیا کہ اگر بعد موت شوہر قبول کر چکی تو
اب اعتراض کا اُسے کیا حق رہا۔

(۵۱) یونہی فتویٰ ۱ نے کہا کہ مدعیہ کے اعتراض پر تیسرے حصہ کے زائد میں جائز نہ ہوگی کیا اگر اعتراض
بعد القبول ہو گیا تو دونوں فتوے تو وصیت بالمنفعت کے بھی قابل نہیں انھیں تو یہ کہنا لازم تھا کہ اگر زوجہ
قبول کر چکی تو دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہو اُس کے لئے میراث و وصیت کچھ نہیں نہ کہ مطلقاً اسے پورے دولت
دے دیں۔

(۵۲) فتویٰ ۵ نے خود ہی درمختار سے عبارت نقل کی،

ان لم تجز فلہا السدس۔

اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس کو کل مال کا

چھٹا حصہ ملے گا۔ (ت)

اور حکم میں یہ قید بھلا دی۔

(۵۳) فتویٰ ۶ نے آپ ہی کہا تھا کہ اگر وہ اجازت دے دیں نافذ ہوگی پھر کس طرح مطلقاً حکم مذکور
لگا دیا۔

(۵۴) فتویٰ ۷ نے خود ہی کہا کہ اگر ورثہ اپنے اضرار کو قبول کر لیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز
و نافذ ہوگی پھر مطلقاً یہ حکم کس لئے کہ دو سهام جو ربح مابقی ہے عالم خاتون کو۔

(۵۵) ہاں فتویٰ ۷ نے یہ علاج کیا کہ وصیت باقی تمام مال کی شاہ محمد کو کی ہے جس کو مدعیہ نے

قبول نہ کیا۔ پھر چوبی حکم کس بنا پر حالانکہ سوال میں دونوں پہلو تھے۔

افادہ تاسعہ

اگر زوجہ کا قبول ثابت نہ ہو تو وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہونا ان ورثہ کے ساتھ ہے جن کے حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچے زوجین کہ کسی حال میں ان کا حق ارث رابع یا نصف سے زائد نہیں، وصیت میں ثلث پر زیادت جہاں تک ان کے حق کے معارض نہیں یعنی زوجہ کے ساتھ ثلث کے علاوہ نصف مال اور زوج کے ساتھ ثلث کے علاوہ دوسرے ثلث میں اس کا تقاضا ان کی اجازت و رضا پر موقوف نہیں، ہاں ارث پر حق تقدم صرف ثلث تک ہے جس کا بیان اوپر گزرا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثلث سے زیادہ موصیٰ لہ بالزائد کو بے ان کی اجازت کے ملتے ہی نہیں یہ محض باطل ہے نوازل امام فقیہ ابواللیث پھر فناوی حامد، جوہرہ نیرہ پھر عقود الدریہ وغیرہا میں ہے:

الوصیۃ بما نراد علی الثلث غیر جائزۃ
اذا کان هناك وارث یجبون ان یتحق
جميع المال اما اذا کان لا یتحق جميع
المیراث كالزوج والنزوجة فانه یجبون
ان یوصی بما نراد علی الثلث لہ
تہائی مال سے زائد کی وصیت ناجائز ہے جبکہ کوئی
ایسا وارث موجود ہو جو تمام مال کا مستحق بن سکتا ہے
لیکن اگر وہ وارث تمام مال کا مستحق نہ بن سکتا ہو
جیسے خاوند اور بیوی، تو دو تہائی سے زائد کی
وصیت کرنا جائز ہوگا۔ (ت)

تفریحات

(۵۶) فتویٰ اکا وصیت شاہ محمد کے لئے کہنا کہ مدعیہ کے اعتراض کرنے پر تیسرے حصہ میں جائز ہوگی زائد میں جائز نہ ہوگی اس لئے دو حصے عالم خاتون کو دینگے۔

(۵۷) یونہی فتویٰ کا قول کہ بوقت موجودگی ورثہ وصیت ثلث سے جاری ہوگی ثلث سے زیادہ ناجائز ہے۔

(۵۸) اسی طرح فتویٰ ۶ کا ادعا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں متوفی کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے $\frac{1}{4}$ سے زیادہ ہے بدون اجازت عالم خاتون کے نافذ نہیں

ہو سکتی سب باطل اور مسئلہ لا تجوز بما تراد علی الثلث الا ان یجیزھا الورثة (تہائی مال سے زائد کی وصیت وراثہ کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتی۔ ت) میں وراثہ سے مراد علماء کی نافرہی پر مبنی ہے۔

(۵۹) فتویٰ ۳ نے اور ترقی کی کہ صریح مخالف عبارت اپنی سند ٹھہرائی عبارت ہدایہ: لا تجوز بما تراد علی الثلث لانہ تہائی مال سے زائد کی وصیت اس لئے جائز حق الورثة ہے نہیں کہ وہ وارثوں کا حق ہے (ت)

صاف ارشاد فرما رہی تھی کہ یہ عدم جواز معارضہ حق وراثت کے سبب ہے زوجہ کا حق وراثت ربع سے زیادہ کہاں ہے کہ باقی نصف مال میں معارضہ کرے۔

(۶۰) یہی خوش فہمی فتویٰ ۶ نے دکھائی عبارت ہدایہ پسنائی، لا تجوز بما تراد علی الثلث الا ان یجیزھا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں سوائے الورثة لان الامتناع لحقہم ہے اس کے وراثہ اجازت دے دیں کیونکہ مخالفت ان کے حق کی وجہ سے ہے۔ (ت)

اور جملہ تعلیل کو نہ دیکھا کہ صراحتاً اُس کے خلاف ہے مگر یہ اغلاط ان فتاویٰ کے ساتھ گانہ کی اس شدید غلط فہمی پر مبنی ہیں جس کا کشف افادہ آخر میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

افادہ عاشرہ

کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو روا ہے کہ بے رضائے دیگر بجائے عین قیمت لے مگر مجبوری محض جہاں بے اس کے مساوات ناممکن ہونہ زہار حاکم کو یہ اختیار کہ بے رضائے فریقین مختلف الجنس اشیاء میں ایک کا حصہ کہ اس جنس میں ہو دوسرے کو دے اور اس کے بدلے دوسری جنس دوسرے کے حصے سے اسے دلائے۔ درمختار میں ہے:

اعلم ان الدرہم لا تدخل فی یہ جان لے کہ درہم زمین اور گھر کی تقسیم میں داخل

۶۵۱/م	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الوصایا	۱۰۰
"	"	"	۱۰۰
"	"	"	۱۰۰

نہیں ہوتے مگر اُس وقت جب شرکار اس پر راضی ہوں۔ چنانچہ اگر زمین، عمارت یا مال مشغول ہو تو اس کی تقسیم امام ابو یوسف کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ہوگی، اور امام مگر کے نزدیک زمین کو عمارت کے مقابل پھیر دیا جائے گا، پھر اگر کچھ عمارت زائد بیچ جائے زمین دے کر دونوں میں عمارت سے جائیں گے۔ اختیار میں اس کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے،

شرکار کی باہمی رضامندی کے بغیر دراہم و دنانیر تقسیم میں داخل نہیں ہوتے کیونکہ دراہم میں کوئی شراکت نہیں اور تقسیم حقوق اشتراک میں سے ہے، اس لئے بھی کہ اس سے تقسیم برابری فوت ہو جاتی ہے۔ اور جب زمین مع عمارت ہو تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگی کیونکہ اس کے بغیر برابری کا اعتبار ممکن نہیں (ت)

القسمة لعقار او منقول الا برضاهم فلو كان امراض و بناء او منقول قسم بالقيمة عند الثاني وعند الثالث يرد من العراصة بمقابلة البناء فان بقي فضل ولا يمكن التسوية مرد الفضل دراهم للضرورة و استحسنه في الاختيار

برابری ممکن نہ ہو تو مجبوراً اس زیادتی کے برابر درہم پھیرے جائیں گے۔ اختیار میں اس کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)

لا تدخل في القسمة الدراهم والدنانير الا برضاهم لانه لا شركة في الدراهم والقسمة من حقوق الاشتراك لانه يفوت به التعديل في القسمة واذا كان امراض و بناء فعن ابي يوسف انه يقسم على اعتبار القيمة لانه لا يمكن اعتبار المعادلة الا بالتقويم

اور روایت مذکورہ امام محمد کے بیان میں فرمایا،

جب عمارت میں کچھ زیادتی باقی رہی اور زمین کی قیمت لگا کر بھی وصیت میں مساوات ممکن نہیں تو اب وہ زیادتی با مر مجبوری دراہم سے لوٹائی جائے گی کیونکہ مجبوری فقط اتنی ہی مقدار

اذا بقي فضل ولا يمكن تحقيق التسوية بان لا تقف الوصية بقيمة البناء حينئذ يرد للفضل دراهم لان الضرورة في هذا القدر

میں ہے لہذا سوائے اس کے اصل کو نہیں
چھوڑا جائے گا۔ اور یہ مبسوط کی روایت کے
موافق ہے (ت)

فلا يترك الاصل الا بها وهذا يوافق
سواية الاصل

اُسی میں ہے:

دو جنسوں کی تقسیم میں بعض کو دوسری بعض میں
داخل نہیں کیا جائے گا کیونکہ دو جنسوں میں اختلاط
نہیں ہوتا تو اس طرح تقسیم تمیز کے لئے نہیں
بلکہ معاوضہ کے لئے واقع ہوگی اور اس کی
صورت صرف باہمی رضامندی ہے نہ کہ
جبر قاضی۔ (ت)

لا يقسم الجنين بعضهما ف بعض
لانه لا اختلاط بين الجنين
فلا يقع القسمة تميزا بل تقع معاوضة
وسبيلها التراضي دون جبر القاضى

تفریعات

(۶۱) فتویٰ اکا قول کہ اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اس کی قیمت پر رضامند ہو جائے تو عدالت
کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دے دے لیکن کسی فریق کو اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور کرنا
عدالت کے اختیار سے باہر ہے ناقص و قاصر ہے ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت کو لازم درکار
جائز بھی نہیں کہ اسے قیمت دلا دے جب تک دوسرا فریق بھی قیمت دینے پر راضی نہ ہو اسے قیمت لینے پر
مجبور کرنا اختیار سے باہر ہے تو اسے قیمت دینے پر مجبور کرنا کب اختیار میں داخل ہے۔

(۶۲) فتویٰ ۵ نے اس سے بھی زیادہ بے تکان کہا کہ مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر حیز سے $\frac{1}{4}$
حصہ بچسہ لے سکتی ہے اگر با اختیار خود قیمت اپنے حصے کی فریق ثانی سے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۶۳) طرفہ فتویٰ اکا یہ قول ہے کہ ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ تیسرے حصہ
میں شاہ محمد کا حق اور دو حصے مسماۃ کا حق ہیں لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں
کو دے دیئے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو ان ظروف میں ہے وہ جائداد غیر منقولہ سے پورا

۲۱۴ - ۱۵/۴
۲۱۲/۴

کتاب القسمة فصل فی کیفیت القسمة مطبع یوسفی لکھنؤ

لے الہدایۃ
۵

کر دیا جائے۔ اب یہاں ایک فریق کی رضا بھی شرط نہ رہی خود ہی حاکم کو مشورہ دیا جا رہا ہے کہ یوں کر دو۔ لطف یہ کہ یہاں اس سے سوال بھی نہ تھا سوال یہ تھا کہ ظروف وغیرہ کا دیا جانا بھی راجح وصییت ہے کیا یہ جائز ہے، اس کا جواب یہ ہوتا ہے جو پیش نظر ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

افادہ حادیہ عشر

اجنبی کہ نہ وارث ہو نہ وصی اگر میت کی تجہیز و تکفین بطور خود کرے تو اسے ترکہ میں رجوع کا اختیار نہیں وہ اس کا تبرع پھہرے گا جب تک وارث کے اذن و اجازت سے نہ ہو اور وارث کی اجازت بھی کافی نہیں جب تک اس کا امر نہ ہو اور تحقیقاً اس کا امر بھی کافی نہیں جب تک واپسی کی شرط نہ کر لی ہو مثلاً زید نے وارث سے کہا میں اس کی تجہیز و تکفین کئے دیتا ہوں جو فرج ہو گا ترکہ سے لے لوں گا وارث نے سکوت کیا زید نے اس کتنے پر لوگوں کو گواہ کر لیا اور اپنے مال سے تجہیز و تکفین کی ایک جتہ واپس نہ پائے گا کہ یہ بلا اذن وارث تھی یا زید نے وارث سے کہا میت میرا دوست یا میرا معظّم تھا میں چاہتا ہوں کہ اس کی تجہیز و تکفین میں خود کروں اس نے کہا اچھا یا وارث ہی نے اس سے کہا کہ اگر تم اس کی تجہیز و تکفین کا ثواب لینا چاہو تو تمہیں اجازت ہے اس نے کہا منظور، دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت ہوتی اور اختیار رجوع نہیں کہ بے امر وارث ہے، یا وارث نے کہا میت تمہارا دوست تھا یا تمہارا پیر یا استاذ تھا تم پر بھی اس کا حق ہے اسکی تجہیز و تکفین تمہیں اپنے مال سے کرو، اس نے کہا بسرو چشم، اس میں وارث کا بھی امر ہوا اور رجوع نہیں کہ اس کی شرط نہ کی گئی، ہاں وارث نے کہا تم اس کی تجہیز و تکفین کر دو جو فرج ہو گا ترکہ سے تمہیں دے دیا جائے گا ثواب بلا شبہ اختیار رجوع ہے۔ عیون پھرتا تا رخانیہ پھر نہج النجاة پھر تنقیح الحامیہ میں ہے:

اذا کفن الوارث المیت من مال نفسه
یرجع والاجنبی لا یرجع
اگر وارث نے میت کو اپنے مال سے کفن پناہیا
تو رجوع کر سکتا ہے اور اجنبی ایسا کرے تو
رجوع نہیں کر سکتا۔ (ت)

ردالمحتار متفرقات البیوع مسئلہ تکفین میں ہے:

لو کفن المیت غیر الوارث من مال نفسه
لیرجع فی ترکته بغیرا من الوارث
فلیس له الرجوع اشهد علی الوارث
اولم یشهد ولو کفن الوصی من
مال نفسه لیرجع کان له الرجوع
اگر غیر وارث نے میت کو وارث کے حکم کے بغیر
اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع
کرے تو اس کو رجوع کا اختیار نہیں ہوگا چاہے
وارث کو گواہ بنایا ہو یا نہیں اور اگر وصی نے
اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع
کرے تو اس کو رجوع کا اختیار ہوگا۔ (ت)

مجمع الفتاویٰ پھر نور العین پھر تنقیح مغنی المستفتی میں ہے:

امراحد الورثة انسانا بات یکفن
المیت فکفنا امره لیرجع علیہ
یرجع کما فی النفق فی بناء داری و هو
اختیار شمس الاسلام و ذکر السرخسی
ان له ان یرجع بمنزلة امر القاضی
قلت والتعلیل دلیل التعویل ثم التقدیم
دلیل التقدیم ثم الاختیار من الفاظ
الفتویٰ۔

اگر وارثوں میں سے ایک نے کسی شخص کو کہا
کہ وہ میت کو کفن پہنادے اور اس نے
پہنادیا اب اگر وارث نے اس کو رجوع کا کہا
تو رجوع کر سکے گا، جیسا کہ کوئی کسی کو کہے تو میرے
گھر کی عمارت میں خرچ کر۔ وہی شمس الاسلام کا
اختیار ہے، اور امام سرخسی نے ذکر فرمایا کہ
اس کو بمنزلة امر قاضی رجوع کا اختیار ہے
میں کہتا ہوں کہ تعلیل دلیل تعویل ہے، پھر

تقدیم دلیل تقدیم ہے پھر اختیار فتویٰ کے الفاظ میں سے۔ (ت)

یہاں شرط رجوع درکنار امر زوجہ برکنار اجازت زوجہ کا بھی ثبوت نہیں بلکہ ظاہر ہی ہے کہ
شاہ محمد نے بطور خودیہ تجہیز و تکفین کی موہبی نے اسی کے گھر میں وفات پائی اُس کا اس کا یارا نہ تھا
اور اس نے اس پر احسان کیا کہ اپنے دونوں مکان اور جملہ اسباب خانہ داری اپنی زوجہ سے
چھڑا کر اس کو وصیت کر گیا اور اس نے وصیت نامہ میں دو جگہ اس سے اپنی تجہیز و تکفین
درخواست تھی اور سوال فتوئے دوم جس کی طرز ادا بتا رہی ہے کہ وہ شاہ محمد کا مرتب کرایا ہوا ہے

لے العقود الدریۃ کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۲۷/۲
لے .. بحوالہ مجمع الفتاویٰ کتاب الکفالة ۳۰۲ - ۳۰۳

اس میں یہ لفظ ہیں زید وصیت کر گیا کہ بعد میرے میری جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز و تکفین بھی کرے گا اور اللہ میری ارواح بھی دے گا بعد وفات زید عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کر کے ایفائے امورات ایصا میں لگ گیا، جس سے عفاف واضح کہ یہ تجہیز و تکفین بر بنائے درخواست وصیت نامہ تھی نہ بر بنائے امر عالم خاتون، تو کوئی امر ایسا ثابت نہیں جس سے یہ خرچ اُسے واپس دلایا جائے بلکہ اس کے خلاف کا ثبوت ظاہر ہے تو حکم واپسی نہیں ہو سکتا تم اقول یہاں ایک دقیقہ اور ہے تجہیز و تکفین ضرور جمع حقوق متعلقہ بہ ترکہ پر مقدم ہے،

اما المتعلق بعین کالمس ہون والمبیع المجوس بالثمن ودار مستأجرة قدم اجرتمہا وعین جعلها مہرا والمقبوض بالبیع الفاسد فانہ اذا مات الراہن او المشتري او الاجرا او الزوج او البائع فی ہذہ الصور علی الولاء قدم حق المرتمہن او البائع او المستاجر او المرأة او المشتري علی تجہیز المیت فانہا ذلک لتعلقها بالمال قبل صیور مرتہ تزکة کما فی فی الدر المختار ورسد المختار

لیکن وہ حق جو عین سے متعلق ہے جیسے رہن رکھی ہوئی چیز، وہ بیع جو ثمن کے بدلے روکا گیا ہے، وہ اجارہ کا مکان جس کا کرایہ پیشگی ادا کیا گیا ہے، وہ عین شئی جس کو مہر بنایا گیا ہے اور وہ شئی جس پر بیع فاسد کے ذریعے قبضہ کیا گیا۔ ان صورتوں میں اگر راہن، مشتری، آجر، خاوند یا بائع اسی حال پر مر گیا تو مذکورہ حقوق یعنی مرتہن، بائع، مستاجر، بیوی یا مشتری کا حق تجہیز میت پر مقدم ہوگا یہ اس لئے ہے کہ یہ حقوق مال کے ترکہ ہونے سے پہلے ہی

اس سے متعلق ہو گئے ہیں، جیسا کہ در مختار اور رد المحتار میں ہے۔ (ت)

مگر یہ تقدیم تجہیز و تکفین کو ہے نہ اُس دین کو کہ بسبب تجہیز و تکفین عائد ہو وہ اگر ہے تو مثل سائر دیون ایک دین ہے نہ کہ اور جملہ دیون پر مقدم اولاً تمام علمائے یبداً بتجہیز (اس کی تجہیز سے ابتداء کی جائے گی۔ ت) فرمایا ہے کہیں یبداً بدین تجہیز (اس کی تجہیز سے ابتداء کی جائے گی۔ ت) بھی آیا ہے۔

ثانیاً علماء نے اسے لباس حیات پر قیاس فرمایا ہے کہ زندگی میں تن کے کپڑے دامن کو

لے الدر المختار کتاب الفرائض مطبع مجتہبی دہلی ۳۵۲/۲ دار اجار التراث العربی بیروت ۵/۸۴ - ۲۸۳ رد المختار

نہ دیئے جائیں گے یا کپڑوں کی حاجت ہے تو اس قدر دین میں نہ دیں گے، شریفیہ میں فرمایا :
 انما كان قضاء الدين مؤخرًا عن الكفن
 لانه لباسه بعد وفاته فيعتبر بلباسه
 في حياته الا ترى انه يقدم على دينه
 اذ لا يباع ما على المديون من ثياب به مع
 قدرته على الكسب (ملخصاً)
 بیشک قرض کی ادائیگی کفن سے مؤخر اس لئے ہے
 کہ کفن مرنے کے بعد میت کا لباس ہے، لہذا
 اس کو اس کی زندگی کے لباس پر قیاس کیا جائیگا
 کیا نہیں دیکھتے ہو کہ زندگی میں لباس قرض پر
 مقدم ہوتا ہے، اس لئے کسب کی قدرت
 رکھنے والے مدیون کے کپڑے فروخت نہیں
 کئے جاتے۔ (ملخصاً)۔ (ت)

اور پُر ظاہر کہ زید کے مدیون نے اگر عمر و سے قرض لے کر کپڑے بنائے تو عمر و کو زید پر کوئی ترجیح نہ ہوگی
 دونوں دین یکساں ہوں گے دین پر تقدم لباس کو تھی نہ کہ دین لباس کو شرع میں اس کی کہیں اصل
 نہیں تو واجب کہ دین تکفین بھی دیگر دیون پر اصلاً مقدم نہ ہو بلکہ کفن دہندہ اسوہ غریب ہو۔ درستی پھر
 ردالمحتار میں ہے :

الاصل ان كل حق يقدم في الحياة
 يقدم في الوفاة ^{الله} و يضم منه على العرف
 الفقهي ان ما لا يقدم في الحياة
 لا يقدم في الوفاة -
 اصل یہ ہے کہ جو حق زندگی میں مقدم ہوتا ہے وہ
 موت میں بھی مقدم ہوتا ہے اور عرف فقہ
 میں اس کے ساتھ یہ ضابطہ ملایا جاتا ہے کہ
 جو زندگی میں مقدم نہ ہو وہ وفات میں بھی مقدم
 نہیں ہوتا۔ (ت)

مثلاً علماء اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان مردہ و
 زندہ کی یکساں ہے۔ تبیین الحقائق میں فرمایا :
 المرء يقدم نفسه في حياته فيما يحتاج
 اليه من النفقة والسكنى والكسوة
 على اصحاب الديون فكذا
 انسان اپنی ذات کو زندگی میں اپنی ضروری
 حاجات یعنی نفقہ، سکونت اور لباس میں
 قرضخواہوں پر مقدم رکھتا ہے اسی طرح وفات

بعد وفاتہ يقدم تجهيزه وهو محترم
حيا وميتا فلا يجوز كشف عورتہ و
في الاثر لعظام الميت من المحرمة
مالعظام الحية (ملخصاً)

کے بعد اس کی تجہیز و تکفین کو مقدم رکھا جائے گا
انسان زندہ و مردہ دونوں حالتوں میں محترم ہے
لہذا اس کو برہنہ کرنا جائز نہیں، حدیث میں
ہے میت کی ہڈیوں کا احترام وہی ہے جو
زندہ کی ہڈیوں کا ہے۔ (ملخصاً ت)

اور پُر ظاہر کہ یہ علت نفس تجہیز میں ہے نہ دین تجہیز میں۔

رالبعثا علماء فرماتے ہیں یہاں دو چیزیں ہیں؛ حق للمیت اور وہ تجہیز ہے، اور حق

على الميت اور وہ دین ہے، اور اول ثانی پر مقدم ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی الریث
المختوم شرح قلائد المنظوم میں فرماتے ہیں؛

اعلم ان الحقوق المتعلقة بالتركة
هنا خمسة بالاستقراء لان الحق
امال للميت او عليه اولا والا اول التجهيز
والثاني الدين الخ۔

تو جان لے کہ بیشک میت کے ترکہ سے متعلق
حقوق بطور استقرار پانچ ہیں اس لئے
کہ حق یا تو میت کے لئے ہوگا یا اس پر ہوگا
یا ایسا نہیں ہوگا بصورت اول تجہیز ہے
اور بصورت ثانی قرض الخ (ت)

ظاہر ہے کہ دین تجہیز مثل سائر دیون حق علی المیت ہے نہ کہ حق للمیت، تو مرتبہ دیون
ہی میں ہوگا نہ مرتبہ تجہیز میں۔

خامساً جس طرح یہ دین حاجت ستر کے لئے تھا اور بہت دیون بھی آدمی اپنے کھانے پینے
پہننے رہنے وغیرہ حاجات اصلیه کے اپنی حیات میں لیتا ہے تو شئی اپنے مثل پر کیسے مقدم
ہو سکتی ہے یوں ہی مہر مثل بھی وہ دین کہ حاجت اصلیه کے سبب لازم آتا ہے۔ ہدایہ
باب اقرار المرئین میں ہے؛

النكاح من الحوائج الاصلية وهو
بمهور المثل الخ
نکاح حاجت اصلیه میں سے ہے اور وہ
مہر مثل کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

لے تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۶/۳۰-۲۲۹
لے الریث المختوم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۱۹۳
لے الهدایہ کتاب الاقرار باب اقرار المرئین مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۰

تو دین تجہیز اُس پر مقدم ہونے کے کوئی معنی نہیں فقیر نے جد الممتار میں اس مسئلہ کا استظہار کیا تھا اور اب یہ اس کی تحقیق تام ہے وباللہ التوفیق عبارت اُس کی یہ ہے :

وَنصوا علیٰ ان الوصی او الوارث اذا کفن من مال نفسه کفن المثل یرجع فی التركة ویظہر لی انه یكون المکفن حیثذا اسوة للغرباء لا تقدیم لحقه علی حقوقہم وان کان دینہ لاجل التکفین فان تقدیم التجهیزات لحاجة الميت اعتبارا بحالة الحیاة وقد اندفعت حاجته ولم یبق الا اداء الدین فیکون کمثل ساثر الدیون الا تری ان المدیون انکانت محتاجا الی اللباس یقدم علی اداء الدیون وان البسه رجل من مال نفسه شاسر طاعلیہ الرجوع کان کاحد الدائنین وایضا بما یستدیت الرجل فی حیاة لاکله وشریبه و ما لابد منه فالذی ادا نہ لهذا کیف یتأخر عن الذی ادا نہ لمثل الحاجة بعد الموت، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۰

مشائخ نے اس پر نص فرمائی کہ وصی یا وارث جب اپنے مال میں سے میت کو مثلی کفن پہنا دے تو وہ ترکہ میں رجوع کرے گا۔ میرے لئے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس صورت میں وہ کفن دینے والا باقی غرباء کے مساوی ہوگا دوسروں کے حق پر اس کا حق مقدم نہ ہوگا اگرچہ اُس کا یہ قرض تکفین کی وجہ سے ہے کیونکہ تجہیز کو مقدم کرنا میت کی حاجت کے لئے اس کی زندگی کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے۔ اور تحقیق وہ حاجت پوری ہو چکی اور نہ باقی رہا مگر قرض کا ادا کرنا تو وہ مثل باقی قرضوں کے ہو گیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مقروض جب لباس کا محتاج ہو تو وہ قرض کی ادائیگی پر لباس کو مقدم رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے مال سے اس کو لباس پہنا دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس پر رجوع کر لے گا تو وہ دیگر قرضوں میں سے ایک ہو جائے گا نیز بسا اوقات کوئی شخص اپنی زندگی میں کھانے پینے اور دیگر ضروری اشیاء کے لئے قرض لیتا ہے، تو جس شخص نے ان ضروریات کے لئے قرض دیا وہ اس شخص سے کیسے متاخر ہوگا جس نے موت کے بعد ایسی ہی حاجت کے لئے اس کو قرض دیا، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

۱۰ جد الممتار علی رد الممتار

تو اگر شاہ محمد بامر زوجہ بشرط رجوع تجہیز و تکفین کرتا جب بھی غایت درجہ میں دین مرتبہ دین میں رہتا نہ کہ مرتبہ تجہیز و تکفین میں ہو کہ مہر وغیرہ دیوں پر مقدم ہو جاتا کہ یہ محض بلا وجہ بلکہ بے معنی ہے
ومن ادعی فعلیہ البیان ولا یستطیع
جو دعویٰ کرے دلیل بیان کرنا اس کے ذمے ہے
الحی ان یؤب القاسم طان۔
اور وہ دلیل نہیں لاسکے گا یہاں تک کہ سلم کے پتے چننے والے واپس آئیں (ت)

تفریحات

(۶۴، ۶۵) فتویٰ کا قول تجہیز و تکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہ پڑے گا۔

(۶۶، ۶۷) فتویٰ ۵ کا قول خرچ دفن کرنے کا چھ سات روپے تک آخر دس روپے تک اس کا بار فریقین پر ہے۔

(۶۸، ۶۹) فتویٰ ۷ کا قول جمع متروکہ میں سے سب سے اول تجہیز کا خرچ نکال لیا جائے گا نیز اس کا قول وصیت اگر بعوض دین مہر ہو تو تجہیز و تکفین کے بار سے حسب حصہ زیورات مستثنیٰ نہ ہوں گے اگر سب دو وجہ سے غلط ہیں اولاً بلا ثبوت موجب رجوع بلکہ بعد ظہور مانع رجوع حکم رجوع دینا، ثانیاً اسے مرتبہ تجہیز و تکفین میں رکھنا۔

(۷۰) فتویٰ ۷ کا قول اگر مدعا علیہ نے تجہیز و تکفین اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے اس کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہوگا اور بلا اجازت مدعیہ اپنے مال سے کی ہے یا متوفی کے ترکہ سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر ہوگا بھی صحیح نہیں فقط اجازت مدعیہ رجوع کے لئے کافی نہیں طرفہ یہ کہ شق اول میں بلا اطلاع کا لفظ بڑھا دیا جو اس کا موہم کہ صرف با اطلاع وارث ہونا ہی رجوع کو بس ہے۔

افادہ ثانیہ عشر جامع فوائد غرر

قائدہ ۱۳: ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب یہ ہے کہ اصحاب فیہ الضمن میں کہ زوجین پر رد نہیں ان کے فرض سے جو بچے اور کوئی عصبہ سببی و سببی نہ ہو تو باقی ماندہ ذوی الارحام کو دیں گے وہ نہ ہوں تو مولیٰ الموالاة کو، وہ نہ ہو تو مقررہ بالنسب علی الغیر کو، وہ نہ ہو تو موصیٰ لہ بالزائد

کو، وہ نہ ہو یا اُسے دے کر بھی بچے تو وہ باقی فقرا مسلمین کا حق ہے مسلمانوں کے بیت المال میں رکھیں مثل تمام اموال ضائعہ کے جن کا کوئی مالک وارث نہ ہو ان تمام مراتب اور ان کی ترتیب میں ائمہ و علمائے حنفیہ کرام متقدمین و متاخرین کسی کو اصلاً خلاف نہیں جمیع کتب سلف و خلف میں آج تک برابر اسی طرح لکھتے اور اسی پر عمل کرتے فتوے دیتے آئے اور جبکہ ترتیب مراتب کے یہ معنی ہیں کہ محل استحقاق رتبہ متقدمہ میں رتبہ متاخرہ کو نہ دیا جائے گا بلکہ وہ اس وقت پائے گا کہ رتبہ متقدمہ موجود نہ ہو جیسے جمیع صورت میں یا اس کے حق کے بعد بھی کچھ باقی بچے جیسے اصحاب فرالض و عصبات یا احد الزوجین و مراتب نازلہ یا موصی لہ بالزائد دون الکل و بیت المال میں اور بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں کہ اس کے بعد کچھ بچے نہ زمان برکت نشان سلف میں اس کے عدم کی صورت تھی لہذا ائمہ متقدمہ نے اسے آخر المراتب رکھا زمانہ متاخرین میں جبکہ بیت المال فاسد ہو اور فاسد مثل معدوم ہے تو اب بیت المال آخر المراتب رہا اور صورت یہ پیدا ہوئی کہ ذوی الارحام نہ ہوں تو مولی المولاہ کو وہ نہ ہو تو مقررہ کو، وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد کو، وہ نہ ہو تو بیت المال کو، اور وہ بھی نہ ہو جیسے زمانہ متاخرہ میں تو اب کس کو۔

اس کے لئے ائمہ متاخرین نے نواں مرتبہ رد علی الزوجین نکالا اور زوجین بھی نہ ہوں تو بنات معتق کو، وہ بھی نہ ہوں تو معتق کے ذوی الارحام کو، وہ بھی نہ ہوں تو میت کے اولاد رضاعی کو، کوئی عاقل نہ کہے گا کہ ان مراتب اربعہ کے احداث سے علماء متاخرین اُس ترتیب مجمع علیہ مراتب سابقہ کو توڑنا چاہتے ہیں حاشا اُس پر تو ہمارے تمام علماء کا قطعی اجماع بلا نزاع ہے بلکہ از انجا کہ مرتبہ اخیرہ اب مرتبہ اخیرہ نہ رہا اس کے بعد اور مراتب بڑھاتے ہیں تو یہ چاروں مراتب جدیدہ بالیقین بیت المال منتظم سے مؤخر ہیں اور بیت المال منتظم موصی لہ بالزائد سے مؤخر ہے تو قطعاً یقیناً یہ چاروں مراتب موصی لہ بالزائد سے بدرجہا مؤخر ہیں، علمائے جس طرح رد علی الزوجین کا مرتبہ نکالا یہ تینوں مراتب بنات معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی بھی نکالے۔ نہایہ پھر تبیین الحقائق پھر اشباہ والنظائر پھر منج الغفار پھر درمختار کتاب الولاء میں ہے:

اور لفظ درمختار کے ہیں کہ اگر معتق مر گیا اور سوا معتق کی بیٹی کے اس کے پسماندگان میں کوئی نہیں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اور معتق کا مال بیت المال میں رکھ دیا جائیگا یہ ظاہر الروایۃ، اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے

واللفظ لہ لومات المعتق ولم یترك
الا ابنة معتقه فلا شیء لها
ویوضع مالہ فی بیت المال
هذا ظاہر الروایۃ و ذکر
الزیلعی معزیا للنہایۃ ان

بنت المعتق توث في زماننا لفساد بيت
المال وكذا ما فضل عن فرض احد
الزوجين يرد عليه وكذا المال يكون
لابت او البنت رضاعا كذا في
فرائض الاشباہ واقراء المصنف وغيره۔
ملے گا۔ الاشباہ کی کتاب الفرائض میں یونہی ہے،
رکھا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ومثله في الذخيرة قال وهكذا
كان يفتي الامام ابو بكر البرزنجري
والقاضي الامام صدر الاسلام لانها
اقرب الى الميت من بيت المال
فكان الصرف اليها اولي اذ لو كانت
ذكرا تستحق المال، قوله توث
في زماننا عبارة الزيلعي يدفع
المال اليها لا بطريق الامرات بل
لانها اقرب الناس الى
الميت ح، قوله وكذا ما فضل الخ
عزاة في الذخيرة الى فرائض الامام
عبد الواحد الشهيد، قوله لابن
اوبنت رضاعا عزاة في الذخيرة
الى محمد رحمه الله تعالى۔

ذکر کیا کہ معتق کی بیٹی ہمارے زمانے میں بیت المال
کے فساد کی وجہ سے وارث ہوگی یونہی زوجین
میں کسی ایک کے فرضی حصہ قبول کرنے کے بعد
جو بچ جائے وہ اسی پر رد کر دیا جائے گا۔
اور اسی طرح ترکہ کا مال رضاعی بیٹے یا بیٹی کو
اور مصنف وغیرہ نے اس کو برقرار

اسی کی مثل ذخیرہ میں فرمایا، اور ایسے ہی
فتویٰ دیتے تھے امام ابو بکر البرزنجری اور قاضی
امام صدر الاسلام۔ کیونکہ معتق کی بیٹی بیت المال
کی نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ
مال کو اس کی طرف پھرنے والی ہے، کیونکہ اگر
وہ مذکر ہوتی تو مال کی مستحق ہوتی۔ ماتن کا قول
”وہ ہمارے زمانے میں وارث بنے گی۔“ زیلعی
کی عبارت ہے اس کو مال بطور میراث نہیں
دیا جائے گا بلکہ اس لئے دیا جائے گا کہ وہ
لوگوں میں سے میت کے قریب ترین ہے۔ ح۔
ماتن کا قول ”اور یونہی جو بچ جائے الخ“ اس کو
ذخیرہ میں فرائض امام عبد الواحد شہید کی طرف
منسوب کیا ہے۔ ماتن کا قول ”رضاعی بیٹا
یا بیٹی“ اس کو ذخیرہ میں امام محمد علیہ الرحمہ کی طرف
منسوب کیا ہے۔ (ت)

۱۹۲/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الوارث

لہ الدر المختار

۵/۶

دار احیاء التراث العربی بیروت

”

لہ رد المختار

الرحیق المَحْتَموم میں ہے :

بنت المعتق فلا شیئ لها فی ظاہر الروایة
وافتی بعضهم بدفعه لها لکن لا بطریق
الامراث بل لكونها اقرب الناس الیه
بل ولذی ارحامه بل وللولد
رضاعا کما یرد علی الزوجین فی
نرماننا کما فی القنیة والزیلعی
عن النهایة والاشباه اقراة فی المنع
وسکب الانهریة

ظاہر الروایہ میں معتق کی بیٹی کے لئے کچھ نہیں، اور
بعض مشائخ نے اس کو دینے کا فتویٰ دیا ہے
لیکن بطور میراث نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ لوگوں
میں سے میت کے زیادہ قریب ہے بلکہ معتق
کے ذوی الارحام بلکہ اس کی رضاعی اولاد کو
دینے کا بھی فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے
میں زوجین پر رد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قنیہ،
زیلعی بحوالہ تہایہ، اور الاشباہ میں ہے اسی کو
برقرار رکھا ہے منخ اور سکب الانہرنے۔ (ت)

کیا کوئی عاقل وہم کر سکتا ہے کہ یہ مراتب موصی لہ بالزائد پر مقدم ہیں زید اگر اپنے کل مال کی وصیت
عمرو کے لئے کر جائے اور کوئی وارث نہ رکھتا ہو ایک لڑکی ہو جس نے اس کی زوجہ کا دودھ کہ اس سے تھا
پیا ہے تو زید کی وصیت نافذ نہ کرینگے اور ثلث سے زائد اس دودھ کی لڑکی کو دے دینگے یہ بلاشبہ
باطل و مردود و خلاف اجماع ہے یہ سب مراتب جدیدہ اس امر میں یکساں ہیں کہ سبب مرتبہ اخیرہ
کے بعد رکھے گئے ہیں۔

قائد ۱۲ : اقول زیادت علی الثلث میں موصی لہ کا حتی صرف وارث سے مؤخر ہے اور
غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے کہ بیت المال ہمارے نزدیک وارث نہیں۔
علامہ سید شریف شرح سراجیہ پھر علامہ شیخی زادہ مجمع الانہر پھر علامہ شامی رد المحتار میں
فرماتے ہیں :

جب وہ معدوم ہو جائیں جن کا پہلے ذکر ہوا تو
پھر اس سے ابتداء کی جائے گی جس کے لئے
میت نے کل مال کی وصیت کی۔ چنانچہ اسکی
وصیت پوری کر دی جائے گی اس لئے کہ

اذا عدم من تقدم ذكره يبدأ
بمن اوصى له بجميع المال
فتكمل له وصيته لان منعه
عما نراد على الثلث كان لاجل

لہ الرحمیق المَحْتَموم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) سہیل اکید بی لاہور ۲/۲۱۸

الناس اليه ولا يوضع في بيت المال
وكذا الابن والبنت من الرضاع
يصرف اليهما اذا لم يكن هناك
اقرب منهما ذكر هذه المسائل في
النهاية۔

پر رد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں میں سے میت
کے قریب ترین ہے اور وہ بچا ہوا مال
بیت المال میں رکھ لیا جائے گا، اسی طرح
رضاعی بیٹے اور بیٹی کی طرف مال کو لوٹایا جائیگا
اگر وہاں ان سے بڑھ کر کوئی قریبی موجود نہ ہو یہ
مسائل نہایت میں مذکور ہیں۔ (ت)

یہ کلام فہیم کے لئے نص صریح ہے کہ رد علی الزوجین وراثۃً نہیں بلکہ اسی طرح ہے جیسے
مفاسد بیت المال فاسد سے بچنے کو رضاعی اولاد کو دیا جاتا ہے نیز اس پر دلیل انھیں امام حلیل کا
ارشاد ہے کہ اصحاب رد پر رد و جہت عصوبت ہے۔

حيث قال الاخذ بطريق الرد ليس
بفرض انما هو بطريق العصوبة۔

جہاں فرمایا بطور رد لینا یہ فرض کے طور پر نہیں
بلکہ عصوبہ کے طور پر ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ زوجیت عصوبت نہیں، نیز انھیں کا ارشاد ہے،

الرد على ذوى السهام اولاً من
ذوى الارحام لانهم اقرب الا
الزوجين فانهما لا قرابة لهما
مع الميت۔

ذوی الفروض پر رد کرنا ذوی الارحام سے اولیٰ
ہے کیونکہ وہ میت سے زیادہ قرب رکھتے ہیں
سوائے زوجین کے اس لئے کہ ان دونوں
کی قرابت سے کوئی قرابت نہیں۔ (ت)

نیز امام اجل نسفی کا شرح وافی میں ارشاد :

الرد باعتبار الرحم حتى لا يرد على
الزوجين لعدم الرحم۔

رد قرابت کے اعتبار سے ہے یہاں تک
کہ زوجین پر قرابت کے نہ ہونے کی وجہ سے
رد نہیں کیا جاتا۔ (ت)

۱۷۸/۵	المطبعة الكبرى بولاق مصر	کتاب الولاء	لہ تبیین الحقائق
۲۲۶/۶	" " "	کتاب الفرائض	" "
۲۲۲/۶	" " "	" "	" "
			کے الکافی شرح الوافی

لاجرم ریحق المختوم میں تصریح فرمائی :

ان الرد انما يستحق بالرحم والنزوحان
لیسا بذوی رحم فلذا استثناهما و
قیل یود علیہما لفساد بیت المال و
قد منافی عصبۃ العتق ان ذلک
لا بطریق الامراث لہ (ملخصاً)

بیشک رد کا استحقاق قرابت کی وجہ سے ہے
زوجین چونکہ قرابت نہیں رکھتے اس لئے وہ
دونوں مستثنیٰ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ بیت المال
کے فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد
کیا جائے گا اور ہم معتق کے عصبہ میں بیان کر چکے
ہیں کہ وہ بطور میراث نہیں۔ ملخصاً (ت)

تو زوجین کہ باہم اجنبی ہوں اور کوئی رشتہ نہ رکھتے ہوں ان پر رد بہت اہم نہیں ہو سکتا اور
اسے ارث ٹھہرانا کتاب اللہ پر زیادت ہے تو وہ نہیں مگر اسی وجہ مذکور اولاد رضاعی پر اور موصی لہ
کا مانع نہ تھا مگر حتیٰ ارث تو رد علی الزوجین اس کا مانع نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے مؤخر رہنا واجب
وہو المقصود والحمد لله الودود۔

فائدہ ۱۵: اقول رد علی الزوجین اگر مرتبہ رد میں فرض کیا جائے تو رد کی چار صورتوں سے
جن پر متقدمین متاخرین سب کی کتب اجماع کتے ہوئے ہیں دو منسوخ ہو جائیں کہ اب ذوی الفروض
میں من لایر وعلیہ کوئی نہ رہا مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو جمیع کتب متقدمین متاخرین
حنفیہ میں مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں ایک زوجہ کا کہ صرف اس کا فرض ہے اور سات دختر کے
چار فرضاً اور تین رداً، ہم بہت شکر گزار ہوں گے اگر کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد مثلاً
علامہ طحاوی یا علامہ شامی وغیرہما کسی کے کلام میں دکھادیں کہ صورت مذکورہ میں زوجہ و
دختر کو نصف نصف دلایا ہو۔ اگر کہتے زوجین پر رد ہے تو مگر ذوی الفروض النسبیہ پر رد سے
مؤخر ہے یعنی وہ ہوں تو انھیں پر رد ہوگا نہ ان پر تو اسی کی سند کسی معتمد اگلے پچھلے کے کلام سے
دکھائیے جب مذہب منسوب با امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیا گیا اور عول پر قیاس
کیا گیا اور اسی زعم پر عدم رد کے خلاف روایت و درایت بتایا گیا تو وجہ تفرقہ کیا۔

فائدہ ۱۶: اقول نہ سہی اگر رد علی الزوجین کو متاخرین نے مرتبہ رد میں رکھا ہے تو آخر
کسی متاخر نے ذوی الارحام پر مقدم کیا ہوگا کہ باجماع حنفیہ رد ان پر مقدم ہے اسی کی تصریح

لہ الریحق المختوم شرح قلام المنظوم (رسائل ابن عابدین) باب الرد سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۲۳۶

کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد کے کلام میں دکھائی گئی کہ آدمی مرے اور زوج یا زوج اور حقیقی نواسا نواسی بھتیجی بھانجا بھانجی چھوڑے تو سارا مال زوج یا زوجہ کو ملے گا نواسا کچھ نہ پائے گا اور کیونکر دکھائے گئے ہیں کہ وہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں،

اجمعوا علی ان ذوی الارحام لایعجبون
بالزوج والزوجة اکی یرثون معهما
فیعطی للزوج او الزوجة نصیبہ ثم
یقسم للباقی بین ذوی الارحام کما لو
انفردوا مثالہ تزوج و بنت بنت و
خالہ و بنت عم فللزوجة النصف و
الباقی لبنت البنت۔^۱

مشائخ کا اس پر اجماع ہے کہ ذوی الارحام
خاوند اور بیوی کی وجہ سے محروم نہیں ہوتے یعنی
ان دونوں کی موجودگی میں وارث بنتے ہیں چنانچہ
خاوند یا بیوی کو فرضی حصہ دے کر باقی ذوی الارحام
میں تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ ان کے منفرد
ہونے کی صورت میں کیا جاتا، اس کی مثال
یہ ہے کہ کوئی عورت فوت ہوئی اور اس نے یہ
ورثہ چھوڑے خاوند، نواسی، خالہ اور چچا کی بیٹی تو اس صورت میں نصف خاوند کو ملے گا باقی تو اس
کو ملے گا۔ (ت)

اس مسئلہ بدیہہ میں تشکیک کرنے والے اگر اپنے ہی کارنامے یاد کریں تو غالباً ایسا
بے معنی فتویٰ کبھی نہ دیا ہوگا بلکہ ہمیشہ فرض احد الزوجین دلا کر باقی تو اسے وغیرہ کو پہنچایا ہوگا۔
فائدہ ۱۷: اقول اگلی کاروائیاں یاد دلانے کی کیا حاجت اور ممکن کہ بہتوں کو کبھی مسئلہ
ذوی الارحام کا اتفاق ہی نہ ہوا ہو اب حال کے یہی فتاویٰ نہ دیکھے جو کہ مقدمہ میں پیش نظر ہیں،
فتویٰ اولیٰ میں ہے اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بعد اوائے حصہ وصیت
جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ در مختار و رد المحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے۔ فتویٰ
سوم میں ہے بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے زوجہ پر رد کیا جائے گا۔ فتویٰ ششم میں ہے اگر متوفی
کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دے دینگے۔ فتویٰ سوم ششم و ہشتم نے
اس پر عبارت بھی نقل کی ہے:

الرد علیہما اذا لم یکن من الاقارب
سواہما۔^۲

زوجین پر رد اس صورت میں ہوگا جب ان کے
ما سوا اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ (ت)

۱۔ کافی شرح الوافی

۲۔ رد المحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵

مگر کسی ما قدمت یداءہ کا کیا علاج ۔

فائدہ ۱۸ : تمام کتب شاہد ہیں کہ اس فتویٰ متاثرین کی علت فساد بیت المال ہے کہ عبارات سابقہ سے واضح اور خود ان خلائی فتوؤں نے نادانستہ اُسے بار بار نقل کیا ۔ فتویٰ سوم و ششم و

ہفتم سب میں بحوالہ ردالمحتار فقہیہ سے ہے :

یفتی بالرد علی الزوجین فی نہ ماننا لفساد بیت المال ہے
بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے ہمارے
زمانے میں زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا۔ (ت)

نیز ان میں بحوالہ شامی محقق علامہ تفتازانی سے ہے :

افتی کثیر من المشائخ بالرد علیہما
اذالم یکن من الاقارب سواہما
لفساد الامار ہے
بہت سارے مشائخ نے زوجین پر رد کا فتویٰ
دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ اقارب میں سے کوئی
موجود نہ ہو کیونکہ پیشوا بگڑ چکے ہیں ۔ (ت)

نیز ان سب میں بحوالہ درمختار اشباہ سے ہے :

یرد علیہما فی نہ ماننا لفساد بیت
المال ہے
بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے ہمارے
زمانے میں زوجین پر رد کیا جائیگا۔ (ت)

اللہ عزوجل عافیت بخشے ہر تھوڑی عقل والا بھی ان عبارات کو بنگاہ اولین دیکھتے ہی فوراً سمجھ
لیتا کہ زوجین پر رد اس عارض کے سبب ضرورہ مانا ہے اگر یہ عارض نہ ہو یعنی بیت المال منظم ہو
تو باقی ماندہ اسی میں رکھا جائے گا اور زوجین پر رد نہ کیا جائے گا تو رد علی الزوجین موصی لہ بالزائد
سے دو مرتبہ موخر ہوا کہ زبردستی اس پر مقدم کر دیا جائے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
نسأل اللہ العفو والعافیۃ (بلندی اور عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی
طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں ۔) (ت)
فائدہ ۱۹ : اقوال شافعیہ جمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیت المال وارث ہے ولہذا وہ
بجالت عدم عصیہ اصحاب فرایض نسبیہ پر بھی رد نہیں کرتے بعد کے مراتب ذوی الارحام و مولی المولاء

۵۰۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب العول	كتاب الفرائض	ردالمختار
"	"	"	"	"
۳۶۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	"	"	ردالمختار

ومقرله وموصی له، بالزائد کا کیا ذکر ہے تو ان کے نزدیک مستحقین صرف چار ہیں، اصحابِ فرائض پھر عصبیات نسبیہ پھر سببیہ پھر بیت المال بس۔ کافی میں ہے:

ما فضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم الا علی الزوجین عندنا وهو قول عامة الصحابة رضوان الله تعالى عليهم، وقال نزید الفاضل لبیت المال ولا یرد علیهم و به قال مالک و الشافعی رحمهم الله تعالى وقیل مسألة الرد مبنیة علی مسألة ذوی الارحام اذ الرد باعتبار الرحم حتی لا یرد علی الزوجین لعدم الرحم و عند مالک و الشافعی رحمهما الله تعالى لم یرد ذوی الارحام شیئا و مصیب المال بیت المال فكذا الفاضل عن فرض ذوی الفروض مصیبه بیت المال اھ اقول وعندی الاظهر عکسہ ای تبنی مسألة ذوی الارحام علی مسألة الرد فان قرابة ذوی السهام اقوی فلما تعارض عندنا بیت المال و

ذوی الفروض سے جو کچھ بچ جائے اور اس کا کوئی مستحق نہ ہو تو ہمارے نزدیک زوجین کے علاوہ ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے برابر رد کیا جائیگا یہی قول عام صحابہ کرام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو بچ گیا وہ بیت المال کا ہے ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائے گا، اور یہی فرمایا امام شافعی اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما نے۔ اور کہا گیا ہے کہ رد کا مسئلہ ذوی الارحام کے مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ رد قرابت و رشتہ داری کے اعتبار سے ہوتا ہے یہاں تک کہ رشتہ داری نہ ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد نہیں کیا جاتا امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوی الارحام کسی شئی کے مستحق نہیں اور مال رکھنے کی جگہ بیت المال ہے، یونہی جو ذوی الفروض کے فرضی حصوں سے بچ گیا اس کو رکھنے کی جگہ بھی بیت المال ہے اھ میں کہتا ہوں میرے نزدیک زیادہ ظاہر اس کا عکس ہے یعنی ذوی الارحام کا مسئلہ رد کے مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ ذوی الفروض کی قرابت زیادہ قوی ہے تو جب وہ امام

لہ الکافی شرح الوافی

شافعی اور امام مالک کے نزدیک بیت المال کے معارض ہے تو بیت المال ذوی الفروض پر رد سے مقدم ہو گیا، ذوی الارحام کی قرابت

قد مر على الرد عليهم لم تعارضه قرابة
ذی الرحم بالاولیٰ وکانہ رحمہ اللہ تعالیٰ
لذا عبرہ بقیل۔

بدرجہ اولے مزاحم نہیں ہوگی گویا مصنف علیہ الرحمہ نے اسی واسطے اسے قیل سے تعبیر فرمایا ہے۔ (ت)

کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے :

وارث بننے کے اسباب قرابت، نکاح، ولایت اور اسلام ہیں پس قرابت تو نسبی ذوی الفروض اور نسبی عصبہ کے لئے ہے اور نکاح نسبی ذوی الفروض کے لئے ہے اور ولایت نسبی عصبہ کے لئے ہے اور اسلام بیت المال والوں کیلئے ہے۔ (ت)

اسباب التورث القرابة والنكاح والولاء
والاسلام اھ فالقرابة لذی سرھم
والعصبۃ النسبیین والنكاح لذی السھم
السببی والولاء للعصبۃ السببیۃ والاسلام
لاھل بیت المال۔

اسی میں ہے :

قلنا لا یرد علی اصحاب الفروض
ولا یورث ذو الارحام

ہم کہتے ہیں کہ ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائیگا اور نہ ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے گا (ت)

مگر فساد بیت المال کے وقت وہ بھی رد علی اصحاب الفروض النسبیۃ اور ان کے بعد تورث ذوی الارحام کے قائل ہوتے ہیں اور اس کی علت وہی فساد بیت المال بتاتے ہیں سید علی السراجی میں ہے :

شافعیہ کے نزدیک بیت المال اگر منتظم ہو تو وہ ذوی الارحام اور رد پر مقدم ہوتا ہے اور اگر وہ منتظم نہ ہو تو پھر اولاً نسبی ذوی الفروض پر ان کے فرضی حصوں کے مطابق رد کیا جائیگا پھر ذوی الارحام کی طرف پھیرا جائیگا ان کے

عند الشافعیۃ ان بیت المال
ان کان منتظماً یقدم علی
ذوی الارحام والرد
ان لم ینتظم مرد اولاً علی
ذوی الفروض النسبیۃ بنسبۃ قرانھم ثم یصرف

الی ذوی الارحام ولا میراث عندہم
اصلاً لمولی الموالاة ولا للمقر له
بالنسب علی الغیر ولا للموصی له
یجمع المال لہ

تبیین میں ہے :

ان کثیرا من اصحاب الشافعی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ منہم ابن سریج خالفوا
وذهبوا الی توریت ذوی الارحام
وہو اختیار فقہائہم للفتویٰ فی زماننا
لفساد بیت المال و صرفہ فی
غیر المصارف لہ

انوار شافیہ میں ہے :

ان لم ینتظم ای بیت المال فالصیح
المرجع المفتی بہ انہ یورد الفاضل
منہم علیہم ویورث ذوی الارحام
ان فقد وایہ

اگر بیت المال منتظم نہ ہو تو صحیح راجح مفتی بہ قول
یہ ہے کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا انھیں پر
رذ کیا جائے گا اور اگر وہ مفقود ہوں تو
ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے گا۔ (ت)

تو فساد بیت المال کے وقت مسئلہ رذ میں ہمارا اُن کا اتفاق ہو گیا ہم تو رذ مانتے ہی تھے
اور اب بوجہ فساد وہ بھی ماننے لگے یہ معنی ہیں عبارت در مختار :
ان فضل عن الفروض ولا عصبہ
یورد الفاضل علیہم اجما عا لفساد

اگر ذوی الفروض سے کچھ بچ جائے اور کوئی
عصبہ موجود نہ ہو تو بچا ہوا بالاجماع ذوی الفروض

مطبع علمی اندرون لوباری گیٹ لاہور ص ۱۱
۲۴۲/۶ بلاق مصر
مطبعة الجالیة مصر ۲/۲

لہ الشریفہ شرح السراجیہ مقدمۃ الکتاب
لہ تبیین المحققین کتاب الفرائض
لہ الانوار الاعمال الابار

بیت المال الاعلیٰ الزوجین لہ

پر لوٹا دیا جائیگا بوجہ بیت المال کے فاسد
ہونے کے سوائے زوجین کے۔ (ت)

تو فساد بیت المال علت اتفاق ہے نہ کہ ہمارے نزدیک ذی سہم سببی پر رد کی علت جسے
ادنیٰ طالب علم بھی نہ کہے گا پھر علت ہے تو صرف اتفاق شافعیہ کی ورنہ مالکیہ سے منقول کہ بحال
فساد بھی رد نہیں کرتے۔ لاجرم رد المختار میں ہے :

قوله لفساد بیت المال علة لقوله
اجماعا ولا ینظر لان المشهور من
مذهب مالک انه لبیت المال و
ان لم یکن منتظما۔

مصنف کا قول "بوجہ فساد بیت المال" علت
ہے اس کے قول اجماعاً کی اور یہ ظاہر
نہیں کیونکہ امام مالک کے مذہب سے مشہور ہے
کہ ذوالفروض کے فرضی حصوں سے بچا ہوا
مال بیت المال کا ہے اگرچہ بیت المال منتظم
نہ ہو۔ (ت)

طحاوی علی الدر المختار میں ہے :

قوله اجماعا لفساد بیت المال هذه العلة
غیر ظاہرۃ بالنظر للقول بالرد عندنا
فان الرد عندنا مقدم علی بیت المال
وان کان منتظما وان کان علة لقوله
اجماعا لا ینظر ایضاً لان القول بالرد
حینئذ قول بعض الشافعیة والمشہور
من مذهب المالکیة انه لبیت المال
وان لم یکن منتظما۔

ماتن کا قول "بالاجماع بوجہ فساد بیت المال" یہ
علت ہمارے نزدیک رد کے قول کی طرف نظر
کرتے ہوئے ظاہر نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک
رد بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم
ہو اور اگر یہ ماتن کے قول اجماعاً کی علت ہو تو
بھی ظاہر نہیں کیونکہ اس صورت میں رد کا قول
بعض شافعیہ کا قول ہے، اور مالکیہ کے مذہب
سے مشہور یہ ہے کہ وہ بیت المال کے لئے ہے
اگرچہ بیت المال منتظم نہ ہو۔ (ت)

۳۶۱/۲

مطبع مجتہدی دہلی

لہ الدر المختار کتاب الفرائض باب العول

۵۰۲/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

لہ رد المختار

۳۹۴/۴

المکتبۃ العربیہ کوئٹہ

مکملہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

فائدہ ۲۰: اقول ذی سہم نسبی پر رد کی علت ہمارے نزدیک فساد بیت المال ٹھہرانا افسد فاسد ہے، اولاً ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ کوئی امر عارضی نہیں کہ بضرورت مانا گیا بلکہ عصوبیت کے بعد حق راجح قوی مستقل ہے کہ قرابت ذوی الارحام پر بھی مقدم ہے نہ کہ دیگر مراتب نازلہ۔ ہمارے علمائے اُسے آیت و احادیث و ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت فرمایا ہے نہ کہ فساد بیت المال کی ناچاری سے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لنا قوله تبارك وتعالى واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله وهو الميراث فيكون اولى من بيت المال ومن الزوجين الا فيما ثبت لهما بالنص وكان ينبغي ان يكون ذلك لجميع ذوى الارحام لاستوائهم في هذا الاسم الا ان اصحاب الفرائض قدموا على غيرهم من ذوى الارحام لقوة قرابتهم الا ترى انهم يقدمون في الارث فكانوا احق به ومن حيث السنة ما روى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دخل على سعد يعوده فقال يا رسول الله صلى الله عليك وسلم ان لي ما لا ولا يرثني الا ابنتي الحديث ولم ينكر عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم حصص الميراث على ابنته

ہماری دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ”اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں الآیۃ“۔ اور وہ میراث ہے چنانچہ ان پر روایت المال سے اولیٰ ہوگا اور زوجین سے بھی اولیٰ ہوگا سوائے اس کے جو زوجین کے لئے نص سے ثابت ہے اور چاہئے کہ بچے ہوئے کا رد تمام رشتہ داروں کے لئے برابر ہو کیونکہ اس نام میں سب برابر ہیں مگر اصحاب فرائض باقی رشتہ داروں پر اپنی قرابت کی قوت کی وجہ سے مقدم ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ میراث میں مقدم ہیں تو وہ رد کے بھی زیادہ حقدار ہونگے اور یہ حکم سنت سے بھی ثابت ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا کچھ مال ہے اور سوائے میری ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں (الحديث) انہوں نے اپنی بیٹی پر میراث کو منحصر کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اگر

ولولات الحکم كذلك لانکر علیہ
ولم یقرّہ علی الخطا لاسیما فی موضع
الحاجة الی البیان وکذا روی ان
امراة اتت الی النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی
تصدقت علی امی بجارية فماتت
امی وبقیت الجارية فقال وجب
اجرک ورجعت الیک فی المیراث جعل
الجارية سراجة الیہا بحکم
المیراث وهذا هو الردیہ

حکم ایسا نہ ہوتا تو آپ ضرور انکار فرماتے اور انہیں
خطا پر برقرار نہ رہنے دیتے خصوصاً جبکہ بیان
کی ضرورت ہو۔ یونہی مروی ہے کہ ایک عورت
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی
اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم
میں نے اپنی ماں پر ایک لونڈی صدقہ کی
اب میری ماں فوت ہو گئی اور وہ لونڈی باقی رہ گئی
تو آپ نے فرمایا تیرا اجر ثابت ہو چکا اور وہ لونڈی
میراث میں تیری طرف لوٹ آئی۔ تو آپ نے
بطور میراث وہ لونڈی اس کی طرف لوٹائی، اور
یہی رد ہے۔ (ت)

اقول پہلی حدیث صحیح بخاری کی ہے اور دوسری حدیث عبدالرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور
نے سنن اور ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اور بریدہ بن الحصبی الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں:

فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لك اجرک وردھا علیک المیراث
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
تیرے لئے تیرا اجر ثابت ہے اور وہ لونڈی میراث
نے تیری طرف لوٹادی۔ (ت)

یہ لفظ لفظ مذکور تبیین سے ادل علی المقصود ہیں کمالاً یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)
علامہ سید شریف نے آیت کریمہ سے استدلال کر کے حدیث اول سے اور زیادہ نفیس وجہ
سے استدلال کیا اور بعض اور احادیث جلیلہ زائد کیں فرماتے ہیں:

وایضاً لما دخل صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم علی سعد بن ابی وقاص یعودہ
جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

لے تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعة الکبری الامیریة بولاق مصر ۲۲۶/۶
لے کنز العمال برمز عب، ص و ابن جریر فی التہذیب حدیث ۳۰۷۰۶ مؤسسة الرسالہ بیروت ۸۳/۱۱

عیادت کرنے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے کہا سوائے ایک بیٹی کے میرا کوئی
وارث نہیں کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت
کردوں؛ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نہیں۔ انھوں نے عرض کی: نصف کی وصیت
کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں (الحديث)
یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا: تہائی بہتر ہے اور تہائی بہت ہے۔ اس
حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ
عندہ کا اعتقاد تھا کہ بیٹی تمام مال کی وارث
بن سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے انکار نہیں فرمایا اور آپ نے تہائی مال سے
زائد کی وصیت سے انھیں منع فرمایا باوجودیکہ
سوائے ایک بیٹی کے ان کا کوئی وارث نہیں تھا
تو یہ دلیل ہے اس بات پر کہ رد کا قول صحیح ہے
کیونکہ اگر وہ بیٹی بذریعہ رد نصف سے زائد کی
مستحق نہ ہوتی تو ان کے لئے نصف کی وصیت
جائز ہوتی۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور
وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعان والی عورت کو
اپنی ولد کے تمام مال کا وارث بنایا۔ اور یہ
بذریعہ رد ہی ہو سکتا ہے۔ اور واثلہ بن
اسقع کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے لقیط
یعنی جو بچہ اسے گمشدہ ملا ہے اور اپنے آزاد شدہ

قال سعد اما انه لا يرثني الا
ابنة لي فاوصي بجميع مالي
قال لا قال فاوصي بنصفه قال
لا الحديث الى ان قال
صلى الله تعالى عليه وسلم
الثلاث خبير والثلاث كثير
فقد ظهرات سعدا
اعتقدت البنت ترث
جميع المال ولم ينكر
صلى الله تعالى عليه
وسلم ومنعه عن الوصية
بما مر ادعى الثلاث مع
انه لا وارث له الا ابنة
واحدة فدل ذلك على صحة
القول بالرد اذ لو لم تستحق
الزيادة على النصف بالرد
تجبون له الوصية بالنصف
وفي حديث عمرو بن شعيب
عن ابيه عن جده انه صلى الله
تعالى عليه وسلم وراث
الملاعنة اي جميع المال
عن ولد هسا ولا يكون ذلك
الا بطريق الرد وفي حديث واثلہ بن الاسقع
انه صلى الله تعالى عليه وسلم قال
تحرض المرأة ميراث لقيطها وعتيقها

والابن الذی لو عنت به۔ لہ غلام یا لونڈی اور اپنے اس بیٹے جس کے سبب اس عورت کے ساتھ لعان کیا گیا کی میراث کو سمیٹ لیتی ہے۔ (ت)

ثانیاً سراجیہ و تبیین و عامۃ کتب حنفیہ میں ہے،

هو قول عامة الصحابة رضي الله تعالى عنهم و به اخذ اصحابنا۔
عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہی قول ہے اور ہمارے اصحاب نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ (ت)

اقول امام سفین ثوری کتاب الفرائض و عبد الرزاق مصنف اور سعید بن منصور سنن میں عام شعبی سے راوی،

قال كان على كرم الله تعالى وجهه يرد
حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا
على كل ذي سهم سهمه الا الزوج
ہر ذی فرض پر اس کا حصہ دو کیا جائے گا
والمراة۔
سوائے شوہر اور بیوی کے۔ (ت)

سعید بن منصور و سہیقی انھیں سے راوی:

ان عليا رضي الله تعالى عنه قال في
بیشک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
ابن الملا عنه ترك اخاه وامه لامه الثلث
لعان والی عورت کے ایسے بیٹے کے بارے میں
ولاخيه السدس وما بقى فهو رد عليهما
فرمایا جو ایک بھائی اور ماں چھوڑ کر مر گیا کہ اس
بحساب ما ورثا۔
کی ماں کا حصہ کل مال سے تہائی ہے جبکہ بھائی
کا حصہ چھٹا ہے اور جو باقی بچا وہ ان دونوں پر ان کے میراث والے حصہ کے حساب کے مطابق
رد ہوگا۔ (ت)

امام اجل طحاوی سويد بن غفله سے راوی:

ان رجلا مات و ترك ابنة
ایک مرد فوت ہوا جس کے پسماندگان میں ایک بیٹی

۱۔ الشرفیہ شرح السراجیہ باب الرد مطبع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷۵

۲۔ تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۲۲۷/۶

۳۔ المصنف لعبد الرزاق " حدیث ۱۹۱۲۸ المجلس علمی بیروت ۲۸۶/۱۰

۴۔ السنن الکبری " " باب میراث ولد الملائعنة دار صادر بیروت ۲۵۸/۶

وامرأة ومولاة قال سويد اني جالس
عند علي كرم الله تعالى وجهه اذ جاءته
مثل هذه القصة فاعطى ابنته
النصف وامراته الثمن ثم سد ما بقى
على ابنته ولم يعط المولى شيئاً له
بيوى کو آٹھواں حصہ دیا، پھر جو بچ گیا وہ اس کی بیٹی پر رد فرما دیا اور اس کے آزاد شدہ
غلام کو کچھ نہیں دیا۔ (ت)

بہقی نے اسے مختصراً روایت کیا :
كان على رضى الله تعالى عنه يعطى الابنة
النصف والمرأة الثمن ويرد ما بقى
على الابنة .

ایک بیوی اور ایک اس کا آزاد کیا ہوا غلام ہے،
حضرت سويد نے کہا کہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ الکریم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس
ایک خاتون ایسا ہی قصہ لے کر آئی تو آپ نے
مرنے والے شخص کی بیٹی کو نصف اور اس کی
بیوی کی بیٹی پر رد فرما دیا اور اس کے آزاد شدہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرنے والے کی بیٹی
کو کل مال کا نصف اور بیوی کو کل مال کا آٹھواں
حصہ دیتے تھے اور باقی کو بیٹی پر رد فرما دیتے
تھے۔ (ت)

سعید بن منصور نے امام شعبی سے روایت کی :

حضرت ابو عبیدہ کے بارے میں امام شعبی کو کہا گیا
کہ انہوں نے بہن کو کل مال کا وارث بنایا ہے
تو امام شعبی نے فرمایا کہ جو ابو عبیدہ سے بہتر ہے
اس نے ایسا کیا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کرتے تھے (ت)

انه قيل له ان ابا عبيدة ورث اختا
المال كله فقال الشعبي من هو خير
من ابي عبيدة قد فعل ذلك كانت
عبد الله بن مسعود يفعل ذلك .

سنن بہقی میں ہے :

جریر نے مغیرہ سے انہوں نے آپ کے اصحاب
سے حضرت زید بن ثابت، حضرت علی بن ابی طالب

عن جرير عن المغيرة عن اصحابه
في قول زيد بن ثابت وعلي بن ابي طالب

۱۔ شرح معانی الآثار کتاب الفرائض باب موارث ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۷۱/۲
۲۔ السنن الکبریٰ باب المیراث بالولاء دار صادر بیروت ۲۴۲/۶
۳۔ کنز العمال برمز ص حدیث ۳۰۵۶۸ موسسة الرسالہ بیروت ۴۶/۱۱

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس قول کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب مرنے والا باپ کو چھوڑ جائے اور اس کے علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑے تو تمام مال باپ کا ہوگا۔ (ت)

وعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اذا ترك المتوفى اباہ و لم يترك احدا غيرة فله المال

عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں اور انجیا فی بھائی کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ بھائی کو چھٹا حصہ اور باقی سب مال کو ملے گا۔ (ت)

انه قضی فی ام و اخ من ام لایخیه السدس وما بقی لامہ

کیا امیر المؤمنین مولیٰ علی و سیدنا عبداللہ بن مسعود و عامر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد کرامت عہد

میں بھی بیت المال فاسد تھا۔

ثالثاً احادیث صحاح و حسان سے گزر کر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب فرائض پر رد فرمایا معاذ اللہ کیا زمانہ اقدس میں بھی انتظام بیت المال نہ تھا ایسے مسئلہ جلیلہ کو کہ عہد رسالت و زمانہ صحابہ سے ثابت و مستمر ہے آخر زمانہ کے فساد پر مبنی کرنا کس درجہ نادانی اور دانستہ ہو تو کیسی سخت بے ادبی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فائدہ ۲۱: امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رد علی الزوجین ثابت نہیں و قانع عین مورد ہر گونہ احتمال ہوتے ہیں شوہر جبکہ چپا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال پائے گا نصف فرضاً نصف عصوبت سے رد سے کیا علاقہ۔ در مختار میں ہے :

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا زوجین پر بھی رد کیا جائیگا۔ مصنف و غیرہ نے ایسا ہی کہا ہے۔ میں کہتا ہوں اختیار میں اس پر جزم کیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے۔ (ت)

قال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان هذا وہم من الراوی

۱۔ السنن الکبریٰ کتاب الفرائض باب ترتیب العصبۃ دار صادر بیروت ۲۳۸/۶
۲۔ المصنف لعبدالرزاق « باب النحالة والعمۃ الخ حدیث ۱۹۱۱۷ مجلس علمی بیروت ۲۸۲/۱۰
۳۔ الدر المختار « باب العول مطبع مجتہبی دہلی ۳۶۱/۲

رحیق المختوم میں ہے،

بل الذی صح عنه الرد علی الزوج
فقط و تاویلہ ان کان ابن عم فاعطاه
الباقی بالعصوبۃ۔

بلکہ ان سے جو مرتبہ صحت کو پہنچا ہے وہ فقط خاوند
پر رد ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ وہ خاوند اپنی
بیوی کا چچا زاد تھا، چنانچہ آپ نے باقی اس کو
بطور عصبہ عطا فرمایا۔ (ت)

بلکہ امام ابراہیم نخعی سے منقول کہ صحابہ کرام میں کوئی بھی رد علی الزوجین کا قابل نہ تھا طحاوی میں عجم زادہ
علی الشریفیہ سے ہے،

نقل عن ابراہیم النخعی انه لم یکن
احد من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم یقول انه یرد علی الزوجین
اما قوله خبر المثبت اولی فاقول الشان
اولاً فی الثبوت س رواية و این الثبوت وثانیا
درایة لما علمت من تاویلہ۔

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کوئی ایک بھی نہیں کہتا تھا
کہ زوجین پر رد کیا جائے گا اور لیکن اس کا قول
کہ خبر مثبت اولیٰ ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اولاً
ثبوت میں روایت ہے، اور کہاں ہے ثبوت۔
ثانیاً درایت ہے جس کی تاویل تو جان چکا ہے۔ (ت)

اور بالفرض امیر المؤمنین سے منقول ہے تو یہ کہ زوجین پر بھی رد فرماتے ہیں یہ اصلاً کہیں نہیں
کہ اور کوئی رشتہ دار متوفی نہ ہو تو اس وقت رد علی الزوجین کرتے ہیں امیر المؤمنین کی طرف اس کی
نسبت باطل و فریہ محض ہے۔

فائدہ ۲۲ : عول پر قیاس سے ہمارے علمائے کرام جو اب شافی دے چکے تیسین الحقائق
میں ہے،

زوجین پر عول کی وجہ سے کمی کا آنا اس دلیل کے
موافق ہے جو زوجین کی میراث کے منافی ہے۔
کیونکہ ان کا وارث بنا خلاف قیاس نص سے
ثابت ہے اور زوجین کا زائد کو لینا اس۔

ادخال النقص علی الزوجین بالعول
مما یوافق الدلیل النافی لاسرثہما
لان اسرثہما ثبت بالنص علی خلاف
القیاس واخذ الزیادۃ مما یخالف

لہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) باب الرد سہیل اکیڈمی لاہور ۲۳۰/۲
لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض باب العول المكتبة العربیہ کوئٹہ ۳۹۴/۲

دلیل کے مخالف ہے جو زوجین کی میراث کے منافی ہے۔ چنانچہ اس کو قیاس سے ثابت کرنا ممکن نہیں کیونکہ جو خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد پر منحصر رہتا ہے۔ (ت)

النافی لارتھما فلا یکن اثباتہ بالقیاس
لان ما ثبت علی خلاف القیاس
یقتصر علیہ۔

اُسی میں ہے :

الرد علی ذوی السہام اولی من ذوی الارحام
لانہم اقرب الا للزوجین فانہما لا قرابة
لہما مع المیت وارتھما نظیر الدین
فان صاحب الدین لا یرد علیہ ما فضل
بعد قضاء الدین فکذا لا یرد
علیہما ما فضل من فرضہما اھ اقول
ای واذا ضاق المال عن الدیون
دخل النقص علی کل دائن
بحساب دینہ فکذا الزوجان ینقصان
ولا یزادان۔

ذوی الفروض پر رد ذوی الارحام سے اولیٰ ہے
کیونکہ وہ میت سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں
سوائے زوجین کے، کیونکہ ان کی میت کے ساتھ
کوئی قرابت نہیں ہوتی۔ اور ان کا وارث
بنا قرض کی طرح ہے، تو جس طرح قرض کی ادائیگی
سے بچا ہوا مال صاحب قرض پر رد نہیں کیا جاتا
اسی طرح زوجین کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال
ان پر رد نہیں کیا جاتے گا اھ میں کہتا ہوں
جب ترکہ کا مال قرضوں سے کم ہو جائے تو
ہر صاحب قرض پر اس کے قرض کے حساب

سے کمی واقع ہوتی ہے اسی طرح زوجین کے حصے کم تو ہو جاتے ہیں مگر زائد نہیں ہوتے۔ (ت)

روح الشروح پھر طحاوی پھر شامی میں ہے :

زوجین کی میراث خلاف قیاس ہے کیونکہ ان
دونوں کا اتصال نکاح کی وجہ سے ہے جو موت
کے سبب سے ختم ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ خلاف
قیاس نص سے ثابت ہو وہ مورد نص میں منحصر
رہتا ہے اور زوجین کے فرضی حصوں سے زائد

میراث الزوجین علی خلاف
القیاس لان وصلتہما بالنکاح وقد
انقطعت بالموت وما ثبت علی
خلاف القیاس نصا یقتصر علی مورد
النص ولا نص فی الزیادۃ علی فرضہما

المطبوعۃ الکبریٰ بولاق مصر ۶/۲۴۷

کتاب الفرائض

لہ تبیین الحقائق

۶/۲۴۲

” ” ”

”

”

”

ولما كان ادخال النقص في تصديرهما
ميلا للقياس النافي لارثهما قيل به ولم يقل
بالر د لعدم الدليل فظهر الفرق و
حصص الحق

کے بارے میں کوئی نص نہیں۔ جب زوجین کے حصول
میں کمی کا واقعہ ہونا اس قیاس کی طرف مائل ہے
جو ان کی میراث کے منافی ہے تو اس کا قول کر دیا گیا
اور رد کا قول نہیں کیا گیا کیونکہ اس پر دلیل
معدوم ہے لہذا فرق ظاہر اور حق خوب واضح ہو گیا (ت)

فائدہ ۲۳ : اقول رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے، ایک یہ کہ اُسے حق اصلی مستقل
رد علی اصحاب السہام النسبیه مانا جائے، دوسرے یہ کہ اُس کا کوئی حق خاص نہیں مال ضائع
بلا مستحق ہے اور ایسے مال کا ٹھکانا بیت المال مگر وہ اب فاسد و نامنظم ہے لہذا بیجا مصارف
میں صرف ہونے سے یہی بہتر ہے کہ زوجین کو دے دیا جائے کہ میت سے یہ نسبت نرے بیگانوں کے
اقرب ہیں، اول کی علت عول پر قیاس ہے کہ جب وقت تنگی انھیں ان کے حق سے کم ملتا ہے تو
وقت بے تنگی انھیں بھی اور ذوی الفروض کی طرح زائد ملنا چاہئے کہ الغنم بالغرم نقصان اٹھائیں تو نفع بھی
پائیں، اور دوم کی علت فساد بیت المال ہے، یہ دونوں علتیں باہم متضاد ہیں جن کا اجتماع محال
ہے، پہلی کا مقتضی ان کا استحقاق ہے اور دوسری کا مقتضی عدم استحقاق کہ اصل موضع بیت المال
مانا اور اس کے فساد کے سبب ایک طرف پھر اور بیت المال اسی مال کا محل ہے جس کا کوئی خاص
مستحق نہ ہو تو ان دونوں کو جمع کرنا جمع بین الضدین ہے، ہمارے علمائے نے کہ امیر المؤمنین ذی النورین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اُس روایت کو ثابت نہ مانا یا قول عام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کو اس پر مزج جانا اور قیاس علی العول کو بے محل بتایا رد علی الزوجین نہ مانا انھیں ان کا مستحق نہ جانا
بیت المال تک جمیع مراتب کو اس پر مزج رکھا ہاں جب بیت المال میں فساد آیا بضرورت اخیر درجہ
انھیں اور ایک درجہ بنت معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی کو دلایا اگر ہمارے علمائے روایت
مذکورہ کو امیر المؤمنین سے ثابت مان کر اس مسئلہ میں پر خلافت عامہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی
تعلیہ فرماتے یہ قیاس علی العول کو صحیح مانو ڈھراتے تو فساد بیت المال سے ہرگز تعلیل نہ کرتے
نہ ذوالارحام سے لے کر موصیٰ لہ بالزائد تک تمام مراتب نازلہ عن الرد کو اس پر تقسیم دیتے کہ اب وہ
وہ بالاستقلال مثل فرض باقی کے بھی مستحق ٹھراتے تو مثل فرض اس حق میں بھی تمام نازلات عن الرد

لے حاشیۃ الطحاوی کتاب الفرائض باب العول المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۳۹۴/۴

پر مقدم رہتے،

وهذا كله واضح جدا عند من
الم بالفقه الما و نظر بالانصاف ما قد منا
او القى السمع وهو شهيد۔

یہ سب کچھ اُس شخص کے نزدیک خوب واضح ہے
جس کو فقہ سے کچھ تعلق ہے اور وہ ماقبل میں
مذکور ہمارے بیان کو انصاف کی نظر سے دیکھے
یا کان لگائے اس حال میں کہ متوجہ ہو۔ (ت)

فاصلہ ۲۴ : اقول در مختار میں اول اپنے ائمہ کا مذہب بیان فرمایا کہ زوجین پر رد نہیں پھر
یہ کہ امیر المؤمنین سے رد منقول ہوا، پھر یہ کہ امیر المؤمنین سے اس کے ثبوت میں کلام ہے، پھر
یہ کہ فساد بیت المال کے باعث ہمارے زمانہ میں اُن پر رد کر دینگے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے
علماء رد علی ذوی الفروض النسبیه کے درجہ میں اور اُن کے ساتھ رد علی الزوجین کے ہرگز قائل نہیں
کہ وہ درجہ استحقاق کا ہے اور یہ درجہ اُس مال کا ہے کہ ضائع و بلا مستحق ہو کما علمت ما قد منا
(جیسا کہ توجان چکا ہے اُس بیان سے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے۔ ت) مستحق و نامستحق کو ایک
درجہ میں ٹھہرا دینا کیسا باطل فاحش ہے نیز عبارت در مختار سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے علماء
رد علی الزوجین کو سب میں اخیر مرتبے یعنی بیت المال منتظم سے بھی پیچھے رکھتے ہیں کہ بحال فساد انہیں
دیتے ہیں روشن ہوا کہ فساد نہ ہو تو انہیں نہ دیا جائے گا بلکہ بیت المال ہی میں رکھا جائے گا عبارت
در مختار میں یہ دو قاعدیں نہ ہوتیں جب بھی ہمارے علماء کا اجماع ہے کہ القرآن فی الذکر
لا یستلزم القرآن فی المحکم (ذکر میں اقرآن کو حکم میں اقرآن لازم نہیں۔ ت) تمام کتب
میں اسے تعلیلات فاسدہ سے ٹھہرایا ہے نہ کہ ان روشن براہین کے ہوتے ہوئے یہاں ذکر
کرنے سے یہ گمان فاسد لیجانا کہ علماء رد علی الزوجین کو رد علی ذوی الفروض النسبیه ہی کے درجے
میں اور اسی کے ساتھ مانتے ہیں ورنہ یہاں بیان نہ آتا یہ اولاً سخت جہل شدید ہے کہ ادا نے
طالب علم سے بھی بعید ہے۔ ثانیاً اب معنی عبارت در مختار یہ ہوں گے کہ از انجا کہ بیت المال فاسد
ہو گیا لہذا علماء نے رد علی الزوجین اصلی مرتبہ رد میں رکھ دیا اور ذوی الارحام و من حکم
سب پر مقدم کر دیا یعنی فاسد تو ہو گا بیت المال اور مارے جائینگے ذوی الارحام و مولی الموالاتہ
و مقررہ و موصی لہ باجمیع سب کے سب گناہ ہو گا ایک سے اور پکڑے جائیں گے پانچ، یہ کون سی
شرعیات ہے، بفضلہ تعالیٰ در مختار تو ایسے جنون سے منزہ ہے زیادہ کیا گزارش ہو۔
فاصلہ ۲۵ : اقول بفضلہ تعالیٰ یہ مسئلہ ہم نے ایسے طور سے بیان کیا جس میں کسی

عاقل کو اصلاً جائے ریختے رہے ایسے دلائل قاہرہ کے بعد زیادہ تر تصریح کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر اب بھی ہوس باقی ہو تو حاشیہ درمختار میں سید علامہ طحاوی کا قول ادنیٰ ذی فہم کو کافی و وافی فرماتے ہیں:

الذخيرة ان الفاضل من سهام الزوجين
لا يوضع في بيت المال بل يدفع اليهما
لانهما اقرب الى الميت من جهة
السبب من غيرهما وكذا الابن والبنت
من الرضاع انتهى روح الشروح وفي
حاشية المولى عجم نراة عن الخانية
ذکر الامام عبد الواحد الشهيد في
فرائضه ان الفاضل عن سهام الزوج
والزوجة لا يوضع في بيت المال بل
يدفع اليهما لانهما اقرب الناس
الى الميت من جهة السبب فكان
الدفع اليهما اولاً من غيرهما
انتهى وقوله لا يوضع في بيت المال
كقول الذخيرة السابق يدل على
ان الدفع اليهما متعين لان الدافع
مخير بين الدفع اليهما والى بيت
المال كما توهمه آخر العبارة بل
سبباً يكون المراد انهما اولى من نحو
الجيران لما جرى بينهما من
الزوجية له (ملخصاً)

ذخیرہ میں ہے زوجین کے فرضی حصوں سے بیع جانے والا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا بلکہ زوجین کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ نسبت غیر کے سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ یہی حکم رضاعی بیٹے اور رضاعی بیٹی کا ہے انتہی روح الشروح۔ مولى عجم زادہ کے حاشیہ میں خانہ سے منقول ہے، امام عبد الواحد شہید نے اپنے فرائض میں ذکر کیا کہ خاوند اور بیوی کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ ان ہی کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں نسبت غیر کے، لہذا ان کو دینا غیر کو دینے سے اولیٰ ہے انتہی۔ امام عبد الواحد کا قول مثل ذخیرہ کے قول کے کہ "بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا" اس بات کی دلیل ہے کہ زوجین کو دینا متعین ہے۔ ایسا نہیں کہ انھیں دینے یا بیت المال میں رکھنے کا اختیار ہے جیسا کہ عبارت کے آخر سے وہم ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات مراد یہ ہوتی ہے کہ زوجین پڑوسیوں کی نسبت اولیٰ ہیں کیونکہ ان میں زوجیت کا تعلق جاری ہوا ہے۔

زوجین کو دینا اوروں کو دینے سے اولیٰ بتانے سے جو یہ احتمال پیدا ہوا کہ اگر زوجین کو نہ دیں اور بیت المال فاسد میں دے دیں جب بھی جائز ہو اگرچہ خلاف اولیٰ ہو کہ ان کو دینا صرف اولیٰ ہی تھا اس کے رفع کو اسی عبارت امام عبدالواحد شہید کا سباق اور نص ذخیرہ پیش کیا کہ نہیں بلکہ انھیں کو دیا جائے بیت المال فاسد میں رکھنے کی اجازت نہیں اب اولویت کے لئے مفضل علیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی تو ہمسائے بتائے اولاً اگر زوجین پر رد مرتبہ رد میں ہوتا تو خاص مراتب مستحقین میں چار موجود تھے خصوصاً ذوی الارحام، تو انھیں سے اولویت کیوں نہ بتائی جاتی خارج المراتب سے ہمسایوں کو لانے کے لئے کیا معنی تھے۔ ثانیاً زوجین کے ہوتے ہوتے ہمسایوں کو دینے کا اگر جواز نہ ہوتا تو تفضیل اولویت کو بیت المال سے پھیر کر ہمسایوں پر رکھنا ہوتا کہ یہاں بھی وہی ایہام رہا تو واجب کہ زوجین کے ہوتے جائز ہو کہ ان پر رد نہ کریں اور ہمسایوں کو دے دیں اگرچہ زوجین پر رد اولیٰ ہے اور بدایت معلوم کہ ہمسائے میراث میں مستحق نہیں تو اگر زوجین مستحق رد ہوتے حیران کو دینا حلال نہ ہوتا لیکن حلال ہے تو زوجین مستحق رد نہیں اور موصیٰ قطعاً مستحق ہے اور مستحق کی نامستحق پر تقدیم بدیہی۔

فائدہ ۲۶۵: اس سے بھی سیری نہ ہو تو مستصفاً پھر معراج الدر ایہ پھر علامہ شامی کا ارشاد:

الفتویٰ الیوم علی الرد علی الزوجین
عند عدم المستحق لعدم بیت المال
اذا الظلمة لا یصرفونہ الی مصرفہ
آج کے زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے گا کیونکہ بیت المال کے نہ ہونے کی وجہ سے مستحق معدوم ہے اس لئے کہ ظالم حکمران بیت المال کو اس کے مصرف پر خرچ نہیں کرتے۔ (ت)

صریح جزئیہ ہے زوجین پر رد اس وقت بتاتے ہیں جب کوئی مستحق نہ ہو اور شک نہیں کہ موصیٰ لہ بالزائد مستحقین سے ہے اگر اس میں بھی شک ہو تو یہی علامہ شامی موصیٰ لہ بالزائد کی نسبت فرماتے ہیں:

ان المراد انہ یاخذ الزائد بطریق مراد یہ ہے کہ وہ بطور استحقاق زائد مال

لہ ردالمختار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

کو لے گا۔ (ت)

توصاف روشن ہوا کہ موصی لہ بالزائد کے ہوتے رد علی الزوجین نہ ہوگا۔ فتویٰ ۴ نے کہ یہ عبارت

درمختار:

ثم مولی الموالاة وله الباقي بعد فرض
احد الزوجین لہ

پھر مولی الموالاة اور وہ زوجین کے فرضی حصے سے
بچ جانے والا مال لے گا۔ (ت)

اور یہ عبارت شامی پیش کیں کہ ذوی الارحام کو فرمایا:

وہ کل مال لیں گے یا زوجین کے فرضی حصوں سے
بچ جانے والا مال لیں گے کیونکہ ان پر رد نہیں
ہوتا۔ (ت)

ياخذون كل المال او ما بقى عن احد
الزوجين لعدم الرد عليهما لہ

مولی الموالاة کو فرمایا:

اگر زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہو تو اس کے
فرضی حصہ سے جو باقی بچا وہ مولی الموالاة کو ملیگا۔ (ت)

ان وجد احد الزوجين فله الباقي عن
فرضه لہ

مقرہ کو فرمایا:

اگر زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہے تو اس کو
فرضی حصہ دے کر جو بچ گیا وہ مقرہ کو دیا جائیگا۔ (ت)

اذا كان احد الزوجين فيعطى ما فضل
بعد فرضه لہ

یہ البتہ کافی نہ تھیں اور مخالف کو ان پر صریح گنجائش تھی کہ یہ قول ائمہ متقدمین پر ہے جو زوجین
پر رد نہیں مانتے الا تری الح قوله لعدم الرد عليهما (کیا تو اس کے قول کو نہیں دیکھتا کہ زوجین
پر رد نہیں۔ ت)

اسی طرح مقرہ کی نسبت یہ ارشاد علامہ شامی پیش کیا،

۴۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب العول	کتاب الفرائض	لہ رد المختار
۳۵۳/۲	مطبع مجتہد بانی دہلی		"	لہ الدر المختار
۴۸۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت		"	لہ رد المختار
"	"	"	"	لہ
"	"	"	"	لہ

يكون هذا الاقرار وصية معناه۔ یہ اقرار معنی کے اعتبار سے وصیت ہوگا۔ (ت)
 اور اس سے استنباط کیا کہ وصیت بالزائد رد علی الزوجین پر مقدم ہے اس کا بھی اولاً وہی
 جواب تھا، و اقول ثانیاً یہ اقرار اگرچہ قضاءً معنی وصیت میں ہوا اس لئے کہ اس کا نسب
 ثابت نہ ہو اور نہ درجہ نسب میں جا کر مزاحم ورثہ ہوتا کما فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں
 ہے۔ ت) مگر وصیت اجنبی محض سے ضرور اقوی ہے کہ دیانۃً احتمال صدق مقرر رکھتا ہے و لہذا
 اُسے ایک نوع قرابت گنتے ہیں۔ سید علی السراجیہ و مجمع الانہر و در مختار و فتح المعین وغیرہا میں ہے:
 وانما اخذ ذلك عن المقر له بناء على تہائی سے زائد مال کے موصی لہ کو مقر لہ سے موفر
 ان له نوع قرابت بخلاف الموصی له۔ اس لئے کیا کہ مقر لہ کو ایک قسم کی قرابت
 حاصل ہے بخلاف موصی لہ کے۔ (ت)

لاجرم وہ باجماع حنفیہ موصی لہ بالزائد سے اقوی اور اس پر مزج و بالا ہے تو رد علی الزوجین
 پر اس کی تقدم تقديم وصیت بالزائد کو مستلزم نہیں لیکن کلام مذکور مستصنف کسی طرح اس تاویل کو
 قبول نہیں کرتا کہ یہ مذہب متقدمین کے موافق ہے یہاں تو خاص مسلک متاخرین ہی بیان فرما رہے
 ہیں تو قطعاً واضح ہوا کہ متاخرین اگرچہ رد علی الزوجین کے قائل ہوئے مگر جبکہ موصی لہ بالزائد بھی نہ ہو ورنہ
 عدم رد علی الزوجین پر حنفیہ کرام کا اجماع ہے اسانید پیش کر دیتے فتویٰ ۴ میں صرف ایک ہی سند
 مستصنف مصنف و مستصنف ہے۔

فائدہ ۲۷: اقول اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو حاشیہ در مختار میں علامہ سید طحاوی کا
 ارشاد لیجئے، عبارت مذکورہ در مختار پر رد علیہم اجماعاً الفساد بیت المال (بیت المال کے
 فاسد ہونے کی وجہ سے بالاجماع ان پر رد کیا جائے گا۔ ت) پر فرماتے ہیں،
 محل هذا التعليل القول بالرد على اس تعلیل کا محل زوجین، معتق کی بیٹیوں اور اس کے
 الزوجین و بنات المعتق و ارحامہ فانہ ذوی الارحام پر رد کا قول ہے کیونکہ جب مستحقین کے
 اذالم یکن من مراتب المستحقین مراتب میں سے کوئی نہیں رہا سوائے بیت المال

دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۸۸/۵

مطبع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۱

مطبع مجتہاتی دہلی ۳۶۱/۲

کتاب الفرائض

الشریفة شرح السراجیة مقدمة الكتاب

کتاب الفرائض باب العول

الابیت المال فان هؤلاء یقصد موت
علیه لهذه العلة۔
کے تویہ مذکورہ لوگ بیت المال پر مقدم
ہوں گے۔ (ت)

کیسی صریح تصریح ہے کہ اصحاب فرائض بلکہ تجہیز و تکفین سے بیت المال تک جتنے مراتب بیان
کئے گئے ان میں سے بیت المال کے سوا کوئی مرتبہ موجود نہ ہو تو اس وقت متاخرین کے نزدیک زوجین
پر رد کرتے ہیں موصی لہ بالزائد کا بھی ان مراتب میں ہونا ایسی بات نہیں جس میں کوئی آنکھوں والا شبہ
کر سکے، تو صاف روشن ہوا کہ موصی لہ بالزائد بھی اگر نہ ہوگا تو سب سے اخیر درجے زوجین پر رد کرینگے،
اب اتنا باقی رہ گیا کہ کتاب میں صاف نام لے کر لکھا ہوتا کہ شاہ محمد کی وصیت زائدہ عالم خاتون پر
رد سے مقدم ہے ایسا جزئیہ البتہ نہیں مل سکتا نسأل اللہ السلامة (ہم اللہ تعالیٰ سے
سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

تفریعات

(۷۴ تا ۷۷) فتویٰ ۱، ۳، ۶، ۸ کا موصی لہ بالزائد کے ہوتے زوج پر رد کرنا اجماع جمیع
ائمہ کا خرق اور محض ایجاد بندہ ہے ما انزل اللہ بہا من سلطن (اللہ تعالیٰ نے اس پر
کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ت) اتنے امر میں یہ چاروں فتوے مشترک ہیں۔

(۷۵ تا ۷۸) موصی لہ بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے مقدم ہے اور زوجین ماورائے ربیع و
نصف میں وارث نہیں کما فی الفائدة الرابعة عشر (جیسا کہ چودھویں فائدہ میں ہے۔ ت) ان
چاروں نے عکس کیا۔

(۷۹ تا ۸۲) چاروں نے تصریحات کتب معتمدہ کا صریح خلاف کیا کما فی الفوائد الثلاثة
الاخیرة (جیسا کہ آخری تین فوائد میں ہے۔ ت)

(۸۳ تا ۸۶) چاروں نے رد علی الزوجین کو سب وارثوں سے مؤخر اور موصی لہ بالزائد پر مقدم
کیا کما فی الفائدة السابعة عشر (جیسا کہ سترھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یہ ترتیب نو ساختہ
متقدمین متاخرین تمام عالم میں کسی کے مسلک پر منطبق نہیں۔

لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتہبی دہلی ۳۹۴/۲
لے القرآن الکریم ۲۰/۱۲

(۸۷ تا ۸۹) فتویٰ نے اسی ترتیب ایجادی کا حوالہ درمختار اور ردالمختار اور وغیرہ پر رکھا ، عبارت فائدہ ، ۱ میں گزری اور توضیح مراد عنقریب آتی ہے یہ اُن تینوں پر اقرار ہے اس ترتیب کا نشان نہ درمختار میں ہے نہ ردالمختار میں نہ وغیرہ میں ۔

(۹۰ تا ۹۲) فتویٰ کا قول مذکور بعد ادا کے حصہ وصیت جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ درمختار و ردالمختار وغیرہ میں صاف لکھا ہے ۔ اقول حصہ وصیت سے مراد وصیت بالغتہ یا بلغت ہے یا صرف ثلث مال تک اول عین مراد اور خود اپنے فتویٰ کا راد ہے واقعی ثلث یا نصف یا اس سے بھی زائد جتنی بہت مرضی لڑکی ہے وہ ثلث تک ترجیحاً نافذ ہوگی پھر زوجہ اپنا فرض پائے گی پھر باقی وصیت تمام و کمال نافذ کریں گے اس کے بعد بھی اگر کچھ بچے اور کوئی مستحق نہ ہو تو یہ باقی ماندہ زوجہ پر رد کریں گے یہاں کہ شاہ محمد کے لئے وصیت قدر ثلث سے بہت زائد تھی صرف مقدار ثلث پر محدود کر کے دو تہائی زوجہ کو دلا دینا باطل محض ہوا اور بر تقدیر ثانی اگر مراد وہ صورت ہے کہ وصیت ہی ثلث سے زائد نہ ہو جب بھی صحیح اور خود اپنے فتویٰ کا رد بکج ہے واقعی تہائی سے زیادہ وصیت ہی نہ کی ہو تو جتنی وصیت ہے موصی لہ کو پھر احد الزوجین کا حصہ مقررہ اُس کو دے کر باقی کا جب کوئی مستحق نہیں احد الزوجین پر رد کر دینگے مگر یہاں تو وصیت ثلث سے زائد تھی وہ زوجہ پر کیونکر رد ہوئی ، اور اگر مراد عام ہے کہ اگرچہ وصیت ثلث سے زائد یا جمیع مال کی ہو صرف ثلث وصیت دیں گے باقی سب زوجہ کو پہنچائیں گے ربع فرضاً و باقی رد اور بے شک یہی مراد مفہم ہے تو یہ قطعاً باطل محض اور درمختار و ردالمختار اور وغیرہ تینوں پر اقرار ہے کسی کتاب معتد میں ہرگز صاف نہیں لکھا کہ وصیت زائد علی الثلث اور زوجہ ہو تو وصیت صرف ثلث تک نافذ کر کے باقی سب زوجہ کو دیں گے ۔

(۹۳ تا ۱۰۱) فتویٰ ۳ و فتویٰ ۶ و فتویٰ ۸ ہر ایک نے تین عبارتیں نقل کیں جو صریح اس کا رد تھیں اور نادانستہ انھیں اپنی سند بنایا کما فی الفائدة الثانیة عشر (جیسا کہ بارہویں فائدہ میں ہے ۔ ت)

(۱۰۲ ، ۱۰۳) فتویٰ ۶ ، ۸ نے رد علی الزوجین کو مرتبہ رد میں مان کر رد کی چار صورت جمع علیہا سے جن میں خلاف کی بواصلاً کسی کتاب متقدم یا متاخر میں نہیں دو صورتیں صاف کر دیں کما فی الفائدة الخامسة عشر (جیسا کہ پندرہویں فائدہ میں ہے ۔ ت) فتویٰ ۸ میں تو اس کی تصریح ہے اور فتویٰ ۶ نے قیاس علی العول پر بڑا زور دیا ، اور اس سے مرتبہ رد میں رکھنا صاف لازم

کما فی الفائدة الثالثة والعشرين (جیسا کہ تیسویں فائدہ میں ہے - ت)۔

(۱۰۴، ۱-۵) فتویٰ ۶، ۸ پر لازم کہ زوج و زوجہ کے ساتھ تمام ذوی الارحام کو ہمیشہ محروم کریں اور یہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے کما فی الفائدة السادسة عشر (جیسا کہ سولھویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۰۶، ۱-۵) با اینہم فتویٰ ۶، ۸ کا ماننا کہ متوفی کے اقارب سے کوئی بھی موجود ہو تو زوجین پر رد نہ کریں گے صریح تناقض ہے کما فی الفائدة السابعة عشر (جیسا کہ سترھویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۰۸) فتویٰ ۶ کا برخلاف مذہب و برخلاف عامہ صحابہ کرام روایت منسوبہ امیر المؤمنین ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہ وسلم سے استناد مخدوش ہے کما فی الفائدة الحادية والعشرين (جیسا کہ اکیسویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۰۹، ۱-۱۰) فتویٰ ۶ کا برخلاف مذہب قیاس علی العول پر اعتماد محض مردود ائمہ مذہب کے روشن جوابوں سے آنکھیں بند کر کے خود حکم مذہب کو بے وجہ اور اس پر عمل کو روایت و درایت دونوں کے برخلاف کہنا سخت و دریدہ دہنی و جسارت مطرود۔ کما فی الفائدة الثانية والعشرين (جیسا کہ بائیسویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۱۱) فتویٰ ۶ کا قول کہ اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو پچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دینگے یہی قول حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اقرار کی حد کو پہنچتا ہے امیر المؤمنین سے اس قید کے ساتھ ہرگز یہ کہیں منقول نہیں۔ کما فی الفائدة الحادية والعشرين (جیسا کہ اکیسویں فائدہ میں ہے - ت)۔

(۱۱۲) فتویٰ ۸ کا قول کہ در مختار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی الفروض النسبیہ کی دلیل میں بھی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے محض نا فہمی ہے۔ کما فی الفائدة التاسعة عشر (جیسا کہ انیسویں فائدہ میں ہے - ت)۔

(۱۱۳) فتویٰ ۸ کا زعم مذکور کہ ذوالفروض النسبیہ پر رد کی علت ہمارے مذہب میں بھی فساد بیت المال ہے محض باطل و خیال محال ہے کما فی الفائدة العشرين والثالثة والعشرين (جیسا کہ بیسویں اور تیسویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۱۴، ۱-۱۵) فتویٰ ۸ کا قول کہ در مختار کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد ہی کے

درج میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں جہل بعید بھی ہے اور ظلم شدید بھی۔ کما فی الفائدة الرابعة والعشرين (جیسا کہ چوبیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۱۶) فتویٰ ۸ کا قول مجھے کسی ایسی روایت کا علم نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ موصیٰ نہ بجمع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین ہوگا ورنہ نہیں اور میرے خیال میں یہ کسی کا مذہب نہیں اپنی سخت ناواقفی کا اظہار اور کمال نادانی کا اقرار ہے جو اس کے خیال میں کسی کا مذہب نہیں قطعاً وہی مسلک متاخرین ہے اور جو اس کے خیال میں مختار متاخرین ہے قطعاً کسی حنفی کا مسلک نہیں کما ظہر و زہر اظہر و ازہر من الشمس والقمر (جیسا کہ ظاہر و روشن ہوا اور سورج و چاند سے بڑھ کر ظاہر اور روشن ہوا ہے۔ ت۔)

(۱۱۷ تا ۱۲۱) فتویٰ ۴ نے جو پانچ عبارات در مختار و رد المحتار پیش کیں سب بے محل و ناکافی تھیں کما فی الفائدة السادسة والعشرين (جیسا کہ چھبیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۲۲) فتویٰ ۴ کی عبارت اخیرہ سے استنباط ہرگز صحیح نہیں کما فیہا۔

(۱۲۳) فتویٰ ۴ کا قول سیدنا امیر المؤمنین ذی النورین کی حدیث اور ان سے بیان و جب رد علی الزوجین کا اگرچہ در مختار میں اس کا ما علیہ اور شامی میں جواب مبین ہے تاہم قطع النظر ان دونوں امروں کے ہم کو بالراس والعین منظور ہے مگر رد علی الزوجین کا موقع ملحوظ نہ کرنا اور موصیٰ نہ بجمع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل و نقل ہے جب اسے مذہب امیر المؤمنین مان لیا اور اسے اور عول پر قیاس کو بالراس والعین منظور کر لیا تو اب رد علی الزوجین آپ ہی مرتبہ رد میں آگیا اور اسے مان کر اسے موصیٰ نہ بالزائد سے مؤخر ٹھہرانا ہی خلاف عقل و نقل ہے کما فی الفائدة الثالثة والعشرين (جیسا کہ تیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۲۴) فتویٰ ۴ کا قول ہمارے فقہانے رد علی الزوجین کی علت مراراً یہ بیان فرمائی ہے لفساد بیت المال وہ قول اور قیاس عول تسلیم کر کے اس کے جواب میں یہ تعلیل پیش کرنا خلط منبت و جمع بین الضدین ہے کما فیہا۔

تنبیہ: اگرچہ فتویٰ ۴ نے بھی جا بجا موصیٰ نہ بجمع المال سے بحث کی اور اسی کا نام لیا جس سے ظاہر کہ شاہ محمد کا موصیٰ نہ بجمع ہونا اسے بھی مسلم حالانکہ اس کا ثبوت نہیں کما تقدم (جیسے کہ پیچھے گزرا۔ ت) مگر ازاںجا کہ فتویٰ ۴ مقدمہ دائرہ کا بیان احکام نہیں

کرتا وہ صرف ایک بحث تقدیم و تاخیر رد علی الزوجین پر تقریر ہے جس پر شاہ محمد کے موہی نے بجمع یا بالزائد دونوں اکل ہونے سے کچھ اثر نہیں پڑتا اور ممکن کہ وہ اس نے مشالغۃً للمخصوم لکھا ہو لہذا یہ اس کے اغلاط میں معدود نہ ہوا۔

الحمد للہ تحقیق اپنے ذرورہ علیا کو پہنچی اور تمام مسائل متعلقہ کا انکشاف منتہی کو۔ اب بتوفیقہ تعالیٰ جو اب سوالات کی طرف توجہ کریں اور صرف بیان حکم پر قناعت اکثر حکم کی دلیل و سند افادات میں واضح ہو چکی، ولہ الحمد۔

جواب استفتائے چیف کورٹ بہاولپور

(ا) اجنبی کے نام وصیت ثلث متروکہ بعد اداء دین تک مطلقاً نافذ ہے اگرچہ ورثہ اجازت نہ دیں اور زائد علی الثلث میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں اگر وارث احد الزوجین کے سوا ہو اور اگر صرف احد الزوجین وارث ہو تو ثلث تک وصیت اجنبی تقدیماً نافذ ہوگی پھر باقی کا ربع یا نصف زوج یا زوج کو دے کر ما بقی میں بقیہ وصیت اجنبی نافذ کریں گے اگرچہ زوج یا زوج اجازت نہ دے، رہی وصیت وارث وہ بے اجازت ورثہ مطلقاً نافذ نہیں اور اگر تنہا وہی وارث ہو تو اس کے لئے وصیت صحیح ہے، پھر اگر اس کے ساتھ کسی اجنبی کے لئے وصیت بھی نہیں تو وارث اگر غیر زوج و زوجہ ہے تو کل مال حکم میراث لے لے گا اسے وصیت کی حاجت نہیں، اور اگر زوج یا زوجہ ہے تو پہلے اپنا فرض لے کر باقی میں اس کی وصیت عمل کرے گی اب بھی کچھ بچا تو اسی کو حکم رد ملے گا۔ اور اگر کسی اجنبی کے لئے بھی وصیت ہے تو اگر اس نے وصیت وارث کو قبول کر لیا حتیٰ تقدیم کہ وصیت اجنبی کو ملتا ساقط ہو گیا ورنہ اجنبی کی وصیت ثلث مال تک اول نافذ کر کے باقی سے وارث کو میراث دیں گے اگر وہ وارث غیر احد الزوجین ہے کل باقی ارثاً لے لے گا اور خود اس کے لئے جو وصیت تھی نفاذ کا محل نہ پائے گی اور اگر احد الزوجین ہے تو اس باقی سے اس کا فرض ربع یا نصف دے کر اس کے بعد جو بچے اس میں اس کی وصیت اور اگر اجنبی کی وصیت ہنوز نا تمام رہی تھی تو اس کے ساتھ بھی دونوں حسب حصص نافذ ہوں گی ان سے کچھ نہ بچا تو ظاہر ورنہ جو باقی رہا احد الزوجین کو حکم رد دے دیں گے۔

(ب) اس کا جواب سوال اول میں آ گیا۔

(ج) اس کے بھی فقرہ اول کا جواب ہو گیا اور دوم کا جواب کہ بعد اداء دین جس قدر

بھی باقی بچے خواہ اس کی وصیت اجنبی کے لئے کی یا نہ کی اس سب کا ثلث نفاذ وصیت اجنبی میں لحاظ کیا جائے گا وصیت نافذ انہیں اشیاء میں ہوگی جن کی وصیت اس کے لئے کی ہے ان کے ماوراء اور کسی شئی سے کچھ نہ پائے گا ہاں وصیت حصہ شائعہ مثل ربع مال وغیرہ کی ہے تو جملہ متروکہ بعد اوائے دین میں بقدر وصیت حصہ دار ہوگا۔

(۵) وصیت اجنبی بما زاد علی الثلث رد علی الزوجین پر شرعاً باجماع ائمہ حنفیہ مقدم ہے اقوال اقباس شدہ میں جو خلل و زلل ہیں اوپر واضح ہو چکے۔

(۸) اس کا مفصل جواب شافی و وافی افادہ ثانیہ عشرہ میں گزرا اور نصوص صریح سے ثابت کر دیا کہ متاخرین کے نزدیک بھی رد علی الزوجین کا مرتبہ وصیت زائدہ سے دو درجے موقف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب استفتائے جمعی حناپور

(۱) ہاں یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جواز وصیت پر کوئی اثر خلاف نہیں پڑتا۔
 (۲) اگر ثابت ہو کہ مدعیہ بعد وفات شوہر وصیت شاہ محمد کو قبول کر چکی تھی جیسا کہ شاہ محمد کا دعویٰ ہے تو اب اعتراض مدعیہ محض نامسموع اور شاہ محمد کے لئے وصیت اپنی اخیر حد تک جائز و نافذ ورنہ اعتراض کا اتنا اثر ہوگا کہ ثلث کل مال بعد اداء الدین کی حد تک صرف مکانات و اثاث البیت میں وصیت شاہ محمد نافذ کر کے باقی کل مال مکان و اسباب وغیرہ سب کا ربع زوجہ کو دیں گے پھر صرف باقی مکانات و اثاث البیت شاہ محمد کو بحکم وصیت ملیں گے باقی جو کچھ بچا سب زوجہ کا ہوگا وصیہ خواہ رداً۔

(۳) اُن زیوروں سے مدعا علیہ کو کسی حال کوئی ذرہ نہیں مل سکتا وہ تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں انہیں چھوڑ کر باقی تمام مال کے لحاظ سے جواب نمبر ۲ کا حکم جاری کرینگے مگر مکانات و اثاث البیت کے سوا کوئی اور زیور متروکہ بھی شاہ محمد کے پاس ہے جیسا کہ دعویٰ زوجہ ہے تو اس میں سے شاہ محمد کو حصہ نہ دینگے اس کا حصہ صرف مکانات و اثاث البیت میں ہوگا۔

(۴) اخراجات تجہیز و تکفین کا بار تر کہ خواہ عالم خاتون کے حصے پر ہونے کا یہاں کچھ ثبوت نہیں بلکہ صورت روداد سے ظاہر کہ وہ صرف ایک تبرع تھا کہ شاہ محمد نے اپنے محسن کے ساتھ اسکی درخواست پر کیا۔

(۵) ہاں وہ وصیت شرعاً جائز و موثر ہے اور اُسے ایک حصہ مکان حکم جواب نمبر دوم وراثۃً ملنا اس کے نفاذ کا کچھ مانع نہیں۔ پس اگر مدعیہ اعتراض سے پہلے وصیت مدعا علیہ کو قبول کر چکی تھی تو جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور دوثلث مکانات میں حق آسائش عالم خاتون کو تا وقتیکہ وہ نکاح ثانی نہ کرے اور اگر مدعیہ نے اس کی وصیت کو نہ مانا تھا تو ثلث کل مال کے حد تک مکانات و اثاث البیت کا حصہ شاہ محمد کو ایک ربع عالم خاتون کو ملے گا ان دونوں حصص کے بعد جو حصہ مکانات بچا اس میں وقت مذکور تک عالم خاتون کو حق سکونت حکم وصیت ہوگا۔

(۶) ہاں ظروف میں بھی وصیت استعمال زوجہ کے لئے جائز ہوتی اگرچہ برائے جواب نمبر ۲ کچھ حصہ ظروف کی وہ مالک مستقل ہو جائے اور حق متوفی میں رہنے کی شرط اس وصیت میں نہ تھی یہ وصیت تاجیات زوجہ نافذ رہے گی اگرچہ وہ نکاح ثانی کر لے اور اُس کا نفاذ اسی طور پر ہوگا کہ بحال قبول وصیت دوثلث کل ظروف ورنہ بعد اخراج وصیت تاحد ثلث مال و اخراج حصہ ربع باقی میں نافذ ہوگی اور بہر حال خاص موقع محفل امامین شہیدین کہ جس قدر ظروف کہ شاہ محمد کو ضرورت ہو اُسے اس وقت خاص میں اس وصیت زوجہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۷) جو حصہ جس مال میں جس کا ہے اس کے عین سے اُس کو دیا جائے گا قیمت لینا دینا صرف رضامندی ہر دو فریق پر منحصر ہے اس میں حاکم کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حکم اخیر

(۱) سماعیہ کہ وہ زیور تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں شاہ محمد خاں کا اس میں کچھ حق نہیں اور از آنجا کہ وہ اُن میں ملک عالم خاتون تسلیم کر کے عالم خاتون کو تسلیم کر چکا اب وہ نفاذ وصیت شاہ محمد خاں کے لئے ثلث مال میں محسوب بھی نہ ہوں گے۔

(۲) وہی زیور حسب اقرار زوجہ مہر زوجہ میں ہیں اس سے زائد کسی تفتیش کی حاکم کو حاجت نہ بلا دعویٰ قضا کی اجازت۔

(۳) خرچ تجہیز و تکفین شاہ محمد خاں نے تبرعاً کیا لہذا ترکہ اس بار سے بھی بری ہو اب نہ رہی مگر عالم خاتون کے میراث اور مکانات اثاث البیت میں مدعی مدعا علیہ دونوں کی وصیت مدعیہ کا دعویٰ کہ شاہ محمد کے پاس ترکہ کے اور زیور بھی ہیں شاہ محمد کا دعویٰ کہ مدعیہ بعد وفات شوہر اس کی وصیت کو قبول کر چکی ہے، اب چار صورتیں ہیں،

اول : دونوں دعویٰ ثابت ہوں مثلاً شاہ محمد نے اور زیوروں کا اقرار کر لیا یا عالم خاتون نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا شاہ محمد پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گیا یونہی عالم خاتون نے قبول وصیت بعد وفات شوہر کا اقرار کر لیا یا شاہ محمد نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا عالم خاتون پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گئی۔

دوم : دونوں بے ثبوت رہیں۔

سوم : عالم خاتون کا دعویٰ ثابت ہو اور شاہ محمد خاں کا پایہ ثبوت کو نہ پہنچے۔

چہارم : اس کا عکس۔

صورتِ اولیٰ میں جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور ان کے وراثت سے انتفاع کا حق عالم خاتون کو ہے مکانات سے تا نکاح ثانی اور اثاث البیت سے مطلقاً اگرچہ نکاح ثانی کر لے صرف ظروف بقدر ضرورت محفلِ امان رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُس وقت خاص میں مستثنیٰ ہیں بہر حال اثاث البیت سے کوئی چیز مطلقاً جب تک عالم خاتون زندہ ہے اور وراثت مکانات سے جب تک وہ نکاح نہیں کرتی شاہ محمد خاں بیع نہیں سکتا، رہا وہ دوسرا زیور کہ شاہ محمد کے پاس اس کی تنہا مالک عالم خاتون ہے ربع فرضاً باقی ردا۔

صورتِ ثانیہ میں مکانات و اثاث البیت کا ایک سدس عالم خاتون کا اور پانچ سدس شاہ محمد خاں کے ہیں اور نصف مکانات و اثاث البیت سے حسب تفصیل مذکور صورتِ اولیٰ عالم خاتون کو حق انتفاع ہے اور اسی تفصیل سے اس نصف کے بیع کا شاہ محمد خاں کو اختیار نہیں۔

صورتِ ثالثہ میں مکانات و اثاث البیت اور وہ زیور دوم سب کی قیمت لگا کر اُس کے وراثت کے حد تک شاہ محمد کو مکانات و اثاث البیت سے دیا جائے باقی مکانات و اثاث البیت اور کل زیور دوم ان سب کا ربع عالم خاتون وراثت پائے اس کے بعد مکانات و اثاث البیت میں حصہ رہا اس کے رقبہ کا مالک شاہ محمد خاں اور بتفصیل سابق اس کی منفعت کی مالک عالم خاتون اور تین ربع باقی ماندہ زیور دوم عالم خاتون کو حکم ردا۔

صورتِ رابعہ کا حکم مثل صورتِ اولیٰ ہے سوائے حکم زیور دوم کہ وہ اس صورت میں

موجود نہیں۔

تنبیہ : ظاہر مراد یہ کہ متوفی کے ذمہ اور کوئی دین نہیں اس بنا پر یہ تمام تفصیل ہیں اور اگر اور بھی دین ہو تو اب یہ تحقیق بھی لازم ہوگی کہ وہ پہلے زیور کہ سماع سے کا بتایا گیا عالم خاتون کے

مقدار حصہ سے زائد ہے یا نہیں اس تقدیر پر تقسیم میں بہت تبدیل راہ پائے گا اگر یہ صورت ظاہر ہو تو اس دین کی تعداد اور مہر مثل کی مقدار اس کے متعلق تمام امور کی تحقیق کے بعد صورت موجودہ بتا کر سوال کرنا چاہئے۔

توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار و مالک محمد مصطفیٰ اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر درود، سلام اور برکت نازل فرمائے، آمین۔ اور تمام تعسیریں نفس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (د ت)

وبالله التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم و صلوات اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین و بارک و سلم
امین و الحمد للہ رب العالمین۔

مسئلہ ۱۵۹ از شہر علیگڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارس

۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہندہ کے زمانہ باپ بھائی بہن نہ اور کوئی رشتہ دار ہے جو سوائے زید کے وارث ہو ہندہ کے پاس ذاتی اس کا اسباب پندرہ بیس روپیہ کا تھا اور دو تین سو روپیہ کا اسباب زید کا دیا ہوا ہے جو زید کے پاس ہے زید سے ہندہ نے اپنے مال کی بابت کچھ نہ کہا زید نے ہندہ سے کہا کہ تم منت مانو کہ اچھے ہونے پر میں کنواں بناؤں گی اگر تم مرجاؤ گی تو میں کنواں اور مرمت مسجد کرادوں گا تمھارے مال میں سے ایک جتہ نہ لوں گا میں جو دے چکا وہ تمھارا ہے میں وہ ان شاء اللہ خیرات کر دوں گا بلکہ اپنے پاس سے اور جو مجھ کو میسر ہوگا لگا دوں گا، ہندہ نے اور شخصوں سے کہا کاش میں مرجاؤں تو میرا کل مال بیچ کر مسجد یا کنواں بنا دینا کہ مجھ کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے، زید سے اس وجہ سے نہ کہا کہ زید خود کہا کرتا تھا کہ میں تمھارا مال خیرات کر دوں گا، پس اس صورت میں زید وہ مال بیچ کر کنواں اور مرمت مسجد کر سکتا ہے یا نہیں کیونکہ سوائے زید کے اس کا کوئی وارث نہیں ہے کنواں بنا دینے کا زیادہ ثواب ہے یا مرمت مسجد کا؟ مردہ کو کس سے زیادہ ثواب ملے گا؟ اور کس سے اُسے زیادہ نفع ہوگا؟ کیا حکم شریعت ہے؟

الجواب

جو مال ہندہ کا تھا وہ تو تمھارا ہی جو زید نے بنا کر دیا اس کی بھی ہندہ مالک ہوگی، بعد وفات ہندہ اس کے نصف کا زید وراثتاً مالک ہوگا اگر اس کی وصیت کو قائم رکھتا ہے اور یہی

اُسے چاہتے کہ وہ وعدہ کر چکا ہے وعدہ خلافی نہ چاہتے جب تو وہ کل مال حسب وصیت صرف کر دے ورنہ نصف صرف کرنا ضرور ہوگا مسجد کی اصل عمارت اگر اپنی بقا کے لئے محتاج مرمت ہے تو وہ ہی کنویں سے افضل ہے اور اگر مرمت گچکاری اور سفیدی سے مراد ہے تو کنواں اس سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰ از کاٹھیاواڑ دھوراجی محلہ سپاہی گران مرسلہ حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

یہ وصیت نامہ قابل عمل ہے یا نہیں؟ اگر قابل عمل نہیں ہے تو یہ لوگ جن کو فیصلہ کرنے کے واسطے کر گیا ہے کیا کرنا چاہتے اگر اس وصیت نامہ پر عمل نہ کرادیں تو مقدمہ کورٹ کو جائیگا اگر حقدار کی پیشی پر باہم راضی ہو جائیں تو عمل کرایا جائے موصی کو مرے ہوئے چھ سات برس کا عرصہ ہو گیا اس درمیان میں خورد و نوش اور ایک لڑکی کی شادی اسی مال سے ہوتی۔

اس کی کیا صورت ہے اور وہ لڑکی بالغ ہے شریعت کے مطابق تقسیم پر حصہ زوجہ کو کم ملتا ہے اور وصیت کے مطابق ٹھیک ملتا ہے وہ وصیت پر راضی ہے اس صورت میں اس کو زیادہ دے کر باقی حصہ سب شریعت کے مطابق ہوں تو یہ جائز ہے جن کو موصی وصیت کر گیا اور حکم مقرر کر گیا ہے عدم جواز کی صورت میں ان کو کیا کرنا چاہئے، کنارہ کشی یا حکم کرنا؟ علاقائی بھائی کے مال سے حصہ ترکہ مثل حقیقی کے ہے یا کم و بیش؟

الجواب

ملاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر کہ حاجی محمد نور محمد نے اپنی زوجہ آئی حور اور دو دختر آمنہ و حلیمہ اور برادر زادے چھوڑ کر انتقال کیا اور اپنے مال میں ایک طویل وصیت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار چار ہزار چار سو روپے دونوں دختروں کو دیتے جائیں فرزند عائشہ کے نام جو رقم کمپنی میں جمع ہے اُس کی لڑکی حلیمہ کو دی جائے میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ زوجہ کو دی جائے جب اس کا انتقال ہو جائے اُس کے بعد ہزار ہزار روپے لڑکیوں کو اور دیتے جائیں اور بقیہ ملکیت بھتیجوں پر برابر تقسیم کر دی جائے اور میری رُوح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے ہزار روپیہ مدرسہ کو دیا جائے بعد انتقال زوجہ یہ تین ہزار وضع کر کے باقی کل بھتیجوں کو دینے کے لئے مختاروں کو حکم کرتا ہوں چھ شخصوں بلکہ سات یعنی زوجہ کو بھی اپنا وصی کیا کہ لکھا کہ مختاروں یعنی اوصیائے مذکورین کو آئی حور کی زندگی میں اس کی صلاح کے موافق عمل کرنا چاہئے نیز لکھا میری زوجہ کے مشورہ سے

صرف کریں۔

اب یہاں تین قسم کی وصیتیں ہیں:

اول؛ حلیمہ بنت عائشہ کے نام اس کا حکم یہ ہے کہ عائشہ حاجی محمد کی بیٹی کہ اس کے سامنے انتقال کر گئی جیسا کہ عبارت وصیت نامہ سے مفہوم ہوتا ہے جو رقم کمپنی میں اس کے نام سے جمع ہے اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی تھی جب تو بعد وفات عائشہ حاجی محمد اس میں سے صرف اپنے حصہ پدری کا مالک ہوا اگر عائشہ نے وارث یہی دختر حلیمہ اور باپ چھوڑے تو بعد عائشہ نصف رقم حاجی محمد کی ہوتی اور اگر عائشہ کے اور وارث بھی رہے مثل شوہر وغیرہ تو حساب فراغ سے جو حصہ حاجی محمد کا نکلے بہر حال یہ وصیت کہ حاجی محمد نے حلیمہ بنت عائشہ کے لئے کی وہ صرف اُس حصہ پر نافذ ہوگی جو اس روپے میں حاجی محمد کا ہوا اور اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی نہ تھی بلکہ حاجی محمد نے اپنے مال سے اُس کے نام جمع کی تھی تو اس میں دو صورتیں ہیں اس وقت اگر عائشہ نابالغہ تھی تو کل رستم عائشہ کی ہوگی،

فان الجمع باسمها تملیک هذا عرفا
 وبهبة الاب للصغير تتم بمجرد
 الايجاب۔

بیشک اس کے نام سے جمع کرنا عرف کے
 اعتبار سے تملیک ہے، اور نابالغ کے لئے
 اس کے باپ کا ہبہ فقط ایجاب سے تام
 ہو جاتا ہے۔ (ت)

یونہی اگر بالغہ تھی اور جمع کرنے سے پہلے حاجی محمد نے عائشہ کو وہ رقم دے کر قبضہ کر لیا اس کے بعد جمع کی جب بھی کل رقم عائشہ کی ہوتی ان صورتوں کا بھی وہی حکم ہوگا جو عائشہ کے ذاتی مال ہونے میں تھا اور اگر عائشہ اُس وقت بالغہ تھی اور اُسے بے قبضہ دلائے یہ رقم اس کے نام جمع کر دی اور تا وفات عائشہ باذن پدر اُس کے قبضہ میں نہ آتی تو ہبہ باطل ہو گیا،

لان موت احد العاقدین قبل التسليم
 يبطلها كما في الدر وغيره۔

کیونکہ سپردگی سے پہلے عاقدین میں سے کسی
 ایک کی موت ہبہ کو باطل کر دیتی ہے جیسا کہ
 در وغیرہ میں ہے (ت)

اس صورت میں وہ کل رستم بلکہ حاجی محمد ہے اور وہ سب حلیمہ بنت عائشہ کے لئے
 وصیت ہے۔

دوم : ہزار روپے مدرسہ کے لئے یہ وصیت اگرچہ اس نے انتقال زوجہ کے بعد رکھی مگر وصیت قابلِ اضافت بزمانہ آئندہ ہے لانہا لا تکون الا مضافۃ لما بعد الموت (کیونکہ وصیت نہیں ہوتی مگر اس حال میں کہ وہ موت کے بعد کی طرف منسوب ہو۔ ت) درمختار میں ہے :

ما تصم اضافة الى الزمان المستقبل جس کی نسبت آئندہ زمانے کی طرف صحیح ہوتی ہے
الایصاء والوصیۃ۔^۱ وہ ایصاء و وصیت ہے۔ (ت)

تو اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہی ہوگا۔ یہ دونوں وصیتیں یعنی جو رقم بنام عائشہ جمع ہے کل یا اس میں سے جو حصہ حاجی محمد ہوا اور ہزار روپے مدرسہ کے یہ مجموعہ اگر حاجی محمد کے ثلث مال سے زائد نہیں تمام و کمال بے اجازت ورثہ نافذ ہوں گے ورنہ تا حد ثلث، اور اگر ان کا مجموعہ ثلث مال سے بھی بڑھتا ہو تو ثلث مال حاجی محمد ان دونوں وصیتوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا۔

سوم : باقی وصیتیں دونوں دختروں اور زوجہ کے نام ابتداءً اور بعد موت زوجہ دونوں دختروں اور بھتیجیوں کے لئے، یہ سب وصیتیں وارث کے لئے ہیں اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ اصلاً مقبول نہیں۔

کما فی الکتب قاطبة وفي الحدیث
ان الله اعطى كل ذي حق حقه
لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزها
الورثۃ۔^۲
جیسا کہ تمام کتابوں میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمادیا، خیردار وارث کے حق میں وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثہ اس کی اجازت

دے دیں۔ (ت)

پس اگر ورثہ اس وصیت پر راضی نہ ہوں تو ثلث متروکہ میں حلیمہ بنت عائشہ اور مدرسہ کی وصیتیں حسب تفصیل بالا نافذ کر کے جو مقدار حلیمہ بنت عائشہ کے لئے وصیت ٹھہرے اسے دے دیں اور جو حصہ مدرسہ کا ثابت ہو یعنی مجموعہ ہر دو وصیت مدرسہ و حلیمہ بنت عائشہ ثلث مال سے زائد نہ ہونے کی حالت میں پورے ہزار روپے ورنہ بحساب حصہ رسد جتنا روپیہ مدرسہ کا ٹھہرے اس کے لئے محفوظ رکھیں کہ اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہوگا بقیہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ

۱۔ الدر المختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتہبی دہلی ۵۴/۲

۲۔ سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۴/۲ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۳۳/۲

سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا ص ۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۱۲۹/۲

۳۔ سنن الدارقطنی کتاب الفرائض حدیث ۴۰۸۱ دار المعرفۃ بیروت ۳۳۴/۳

سب حسب فرائض تقسیم کر دیں یوں کہ اس میں آٹھواں حصہ زوجہ کا اور دوثلث آمنہ وعلیمہ بنت موصی کے باقی بھتیجیوں کا۔ اگر اس پر ناراضی ہو تو مختاروں کو خلاف حکم شرع کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ مقدمہ کورٹ کو جائے خواہ کچھ ہو، بحال عدم اجازت دیگر ورثہ مختاروں کو یہ بھی جائز نہیں کہ زوجہ کو اس کے حق شرعی سے زیادہ دیا تو باقیوں پر مطابق شرعی تقسیم کریں بلکہ جب ایک وارث کو اس کے حق شرعی سے زائد دے کر باقی حصے مطابق شرعی تقسیم کب ہوئی کہ شریعت سے ان کا زائد تھا اور ویا کم۔ مختاران مذکورین وصی ہیں حکم نہیں نہ بے رضائے فریقین کوئی حکم بن سکتا ہے اگرچہ موصی اُسے حکم بناتا کہ موصی کو نزاع ورثہ فیصل کرنے کے لئے کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔

اذ لیس له علیہم ولایۃ الحکم لاسیما بعد الموت فکیف یولی علیہم غیوہ خصوصاً موت کے بعد، تو وہ کسی دوسرے کو ان پر حکم کا ولی کیسے بنا سکتا ہے۔ (ت)

لہذا اگر ورثہ راضی نہ ہوں مختاروں کو کنارہ کشی لازم ہے اپنی طرف سے کچھ حکم نہیں کر سکتے ہاں ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور آپس میں جیسی کمی بیشی پر چاہیں راضی ہو جائیں تو وہ اس کا اختیار رکھتے ہیں اس کے مطابق عمل کرایا جائے لان الحق لہم ولا حرج علیہم من الشرع (کیونکہ حق ان کا ہے اور ان پر شرع کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ ت)

مسئلہ از شہر ربلی مرسلہ اہلیہ کلاں حکیم اکرام الدین صاحب مرحوم معرفت عبداللہ ملازم محلہ کٹرہ بروز شنبہ بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

حضرت مولوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی بعد سلام مسنون کے یہ عرض ہے کہ جناب والا سے مجھے ایک سوال کا جواب حاصل کرنا مقصود ہے یہ کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو کسی ضرورت کے پورا کرنے کو بطریق قرض کچھ زیور دیا اور یہ کہا کہ یہ زیور رہن کر کے اپنا کام انجام دے لو بعد کو واگزاشت کرا کے دے دینا کچھ عرصہ کے بعد یعنی واگزاشت زیور سے قبل دائن یعنی مالک زیور کا انتقال ہو گیا مدیون کو ایک ثالث شخص کی زبانی یہ دریافت ہو اسے کہ دائن نے قبل انتقال کے یہ وصیت کی ہے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو زیور واگزاشت کرنے کے بعد یہ زیور مجھ دائن کے بیٹے کو نہ دیا جائے بلکہ میرے پوتے کو دیا جائے۔ اطلاعاً یہ بھی عرض ہے کہ دائن کی وصیت بیان کرنے والے ایک معمولی شخص ہیں کچھ مقدس یا ابرار برگزیدہ شخص نہیں پھر بھی ممکن ہے کہ دائن نے بعالم بدحواسی وہ وصیت کر دی ہو مرین کے مرض کی شدت میں یا مرنے سے کچھ وقت پہلے

جو اس درست نہیں رہتے ہیں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے، یہ بھی اطلاع کرنے کی ضرورت ہے کہ دائن کا پسر جو ہے وہ شراب خوار نہیں ہے قمار باز نہیں ہے کسی طرح کی بد چلنی یا آوارگی کی بھی بالکل شہرت نہیں ہے بجائے اس کے بہت غریب اور تنگ دست آدمی ہے، مرحوم کا پوتا جو ہے وہ بچہ پانزدہ سالہ ہے اور سعادت مند نیک چلن نہیں ہے اس کی آوارگی سے یہ ضرور اندیشہ ہے کہ اگر یہ زیور دائن کے پوتے کو دیا جائے گا تو ضرور ضائع کر دے گا، زیور قیمتی کم و بیش پانچ سو روپے کا ہے، اس ہفتہ میں زیور اگر آگشت ہو گیا ہے اب یہ زیور دائن کے پسر کو دینا چاہئے یا کہ پوتے کو؟ جو اب مناسب مع دستخط و مہر مرحمت فرمایا جائے، فقط۔

الجواب

جس نے زیور عاریت لیا تھا اُسے چاہئے مالک زیور کے سب وارثوں کو جمع کر کے اُن کے سپرد کر دے، اور اگر صرف ایک بیٹا ہی اس کا وارث ہے تو اُسی کو دے دے وہ وصیت اس شخص سے تعلق نہیں رکھتی، نہ یہ اُسے بطور خود نافذ کرنے کا کچھ اختیار رکھتا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ وہ ابھی پایہ ثبوت کو بھی نہ پہنچی، ایک شخص اور وہ بھی ثقہ نہیں وہ وصیت اگر مالک نے واقع میں کی ہے تو جسے کی ہے تو ایسا کرنا وہ وصی ہوا اس کے ذمہ اس کی فکر ہے ورنہ اگر صرف اس بیان پر وصیت تسلیم کر لیں اور سب عاقل بالغ ہوں ثلث مال میں نافذ کریں اور اگر نہ مانیں تو اسے گواہان شرعی سے ثبوت دینا ہوگا بے ثبوت نافذ نہ کی جائیگی یہ وصیت اگر خود ہی عاریت لینے والے کو کی ہے تو اس کے لئے یہی حکم ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۲ از ضلع نلینی تال موضع درو اشفاق حسین خاں روز شنبہ بتاریخ ۲۴ رجب ۱۳۳۴ء کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ مورث عثمان خاں مرحوم نے ایک رقم بخیال مصرف خیر ایک عزیز امین صاحب کے امانت رکھ دی تھی جس کو بارہ برس گزر گئے ہنوز ادھی رقم موجود ہے اسی زمانہ میں عثمان خاں مرحوم کے مرنے کے بعد ہی ایک لڑکے اور دو بیٹی مرنے سے کام خراب ہو گیا اب ایک نور چشمی اندھی اور دو پوتی اور ایک بہو زندہ موجود ہیں پردہ نشین اندھی لاوارث بیٹی و بہو خواہش ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے باپ کی خیراتی رقم امانت شدہ سے ہمارے اور ہمارے دوسرے بچوں نابالغ کے خیرات میں ہے مزور شمس معلوم ہو جائے تو دوسروں کی خیرات

عہ اصل میں ایسا ہی ہے۔ ازہری غفرلہ

اور در در کی امداد سے ہمیں اب امین صاحب چراغ سحری صد سالہ نے بوجہ پیری و پیرانہ سالی اپنے جملہ کار اپنے سعادت مند بخوردار کے تفویض فرما کر امید کر لی ہے کہ مثل امین صاحب کے نیک کاموں مصرف خیر کی رستم ضروریات تعمیر مسجدوں و بیاہ شادیوں میں محتاجوں کو حسب ضرورت آئندہ تقسیم کر دی جائیگی لہذا اس رقم مصارف خیر سے مورث اعلیٰ کی بیٹی پردہ نشین اپنی اور اپنی بھتیگیوں کی تعلیم و خورد و نوش کے واسطے بہ خیرات خیرات مانگتی ہیں امین صاحب اس معاملہ رقم مصرف خیر کو علما کی رائے پر چھوڑتے ہیں پس بمقابلہ امانت دائمی و رفتہ رفتہ مستحسن طریقت پر خرچ و صرف ہونے کے برخلاف ان بچوں کے تربیت و تعلیم قرآن حقیقی اندھی لاوارث بیٹی نمازی پردہ نشین کی صرف طعام و بیوہ بہو باعصمت کی خورش و صرف بطریقت خیرات میں رقم خرچ و واپس دے دینے سے امین صاحب مخدوم مواخذہ گیر خدا و رسول کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ بنیوا تو خبر دا۔

الجواب

عثمان خاں نے اگر وہ رقم امین صاحب کے پاس خیرات کرنے کے لئے امانت رکھی اور اس کے ساتھ کوئی لفظ وصیت کا نہ تھا کہ بعد میرے جو مال بچے وہ بھی یونہی خیرات ہو یا ہوا کرے جب تو عثمان خاں کے مرتے ہی وہ مدباطل ہو گئی اور باقی ماندہ جس قدر رقم تھی وارثان عثمان خاں کی ملک ہو گئی اب امین کو جائز نہیں کہ کوئی پیسہ بے اُن کی اجازت صحیحہ کے خیرات کرے اور لازم ہے کہ باقی تمام رستم وارثان عثمان کو واپس دے اور اگر الفاظ وصیت تھے تو اُن لفظوں کی تفصیل اور یہ کہ باقی ماندہ رستم املاک عثمان خاں بعد اوائے دین کے قدر ثلث سے زائد ہے یا نہیں، زائد ہے تو کس قدر اور بعد عثمان خاں امین نے اُس میں سے کچھ خرچ کیا یا نہیں، کیا تو کس قدر، اور باجائزت یا بلا اجازت۔ ان سب باتوں کی تفصیل اور یہ بھی کہ عثمان خاں پر کوئی دین تھا یا نہیں، اور تھا تو کس قدر۔ ان سب باتوں کی تفصیل معلوم ہونے پر جواب دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶۳۱ھ از غنیمتی مال موضع وڈا کمانہ کچھا یکشنبہ ۲۶ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اٹھارہ سو روپیہ عمر کے پاس جمع کر کے اپنے حقیقی بھتیجے اور حقیقی داماد سے کہا کہ جس وقت دو ہزار روپیہ ہو جائیں گے تو اس وقت رستم مذکورہ سے کوئی جائداد خرید کر کے وقف کر دوں گا اس پر برادر زادہ نے بخیال دُور اندیشی سے کہا کہ اس رقم موجودہ سے آج ہی کسی مدرسہ اسلامیہ کی امداد فرمائیے تاکہ آپ کے رُوبرو رقم خرچ ہو جائے، تب زید نے جواب دیا کہ رستم ہنوز پوری نہیں ہے، پھر زید نے بیٹے سے کہا کہ چھوٹا لاکھا میرا چھوٹا

اس وقت خواندگی میں ہے بشرط نیک چلنی و سعادت مندی کے رقم مذکور کو اُس کے سپرد کر دوں گا تاکہ بعد موت میری کے فی سبیل اللہ آمدنی اُس روپیہ کی خرچ کرتا رہے اور اصل روپیہ قائم رکھے در صورت بد چلنی کے جائداد خرید کر کے خانہ کعبہ کے نام کر دوں گا۔ ہنوز مشروط مختلف خیالات اور تنہا کی ہوتی وصیت اور تعداد رقم دو ہزار روپے پورے نہ کر سکے تھے کہ زید صاحب کا انتقال ہو گیا اور تعدادی انیس سو چھپیس روپے کی رقم کار خیر کے سوا دوسرے جائداد ملک تو سو روپے کے خرید شدہ ذاتی اور متروکہ خوشدرا من زید و سالی لاولد و زوجہ منکوچہ خود قیمتی صد سو روپیہ کے مالک بن کر اپنی حیات میں ثبات عقل کے ساتھ مبلغ پندرہ سو روپیہ کے کل جائداد ملک سہ بہ خورداران بالغ و نابالغ کے نام بسبب بخل و بیم حتیٰ رسی مرد و نور چشمان شادی شدہ کے تحریر و جہت گیری کرادی تحریر شدہ جائداد اور جہت گیری کے ڈھائی تین اندازاً زیادہ سے زیادہ چار سال کے بعد سب سے بڑا لڑکا میرا اُس کے شرعی حصہ سے جو متروکہ تھا پھر دوبارہ ہمیشہ کو جبر یہ محروم رکھا گیا، اب زید کی حقیقی بیٹی نابینا نمازی عمر بچپن سالہ اور سالی کا لڑکا عمر پنیالیس برس اور لڑکی سالی کی عمر پچاس برس بچلت نائب رسول اللہ کے سامنے شہادت دینے کو تیار ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ چشم دید گفتگو و زوجہ ہندہ زمانہ علالت و نیز علالت سے قبل بصورت رضامندی و بصورت مناقشہ ماں باپ زندہ و مردہ عورت یگانہ وغیرہ و عزیز سے رو برو مرے یا مرے باپ کے سامنے یا ہمارے یا ہمارے خالو پھوپا کے بالمشافہ لینے زید کے رو برو ہمیشہ ہمیشہ یہ دریافت ہوتا رہے کہ قسم عدم معافی قرض دی مہر کے جو تعدادی پانچ ہزار روپیہ پچاس اشرفی محمد شاہی بتلاتے ہیں دوسرا قرضہ زر نقد کسی دوسرے شخص کا زید پر نہ تھا جن کے بالعوض زید نے اپنی زندگی میں بامید دائمی چراغ روشن خیالی سے انفیاط حقوق نور چشمان کر کے صرف مرد فرزندوں کو کل اپنی جائداد ملک معافی پر مثل ذات خود مالک اصلی بنا دیا تھا اور خود سرپرست اور ولی بن کر آمدنی ملک فرزندان اپنے قبضہ میں اور آمدنی پیشہ ملازمت سے مبلغ دو ہزار روپے کی رقم پوری نہ کر سکتے تھے کہ فوت ہو گئے حضور کے فتویٰ کے جواب میں پرسش دین کے جواب میں حلفاً دریافت حال کر کے واقعات اصلی لکھے گئے لیکن زید صاحب نے اپنی زندگی یا بیماری میں کوئی خاص مجمع جمع کر کے یا کسی بالغ بیٹا بیٹی کے مشورہ سے یا دیگر شہادت معتبر و رثاء یا عزیز و رثاء کی موجودگی میں حالات مذکورہ و تذکرہ وصیت میں اپنی اصلی اصل رائے ظاہر مصرف خیر نہیں کی ہاں صرف عمر صاحب سے زید نے چند مزید روپے کے جمع کرنے کے ہنگامہ تذکرہ کر دیا تھا کہ اس مال جمع کو کار خیر میں خرچ کر دینا عمر صاحب نے

عہ اصلی میں ایسا ہی ہے۔ ازہری غفرلہ

اس زید کے قول کو بطور وصیت تصور کر کے دوثلث روپیہ وارثان زید کو اور ایک ثلث روپیہ سے کچھ روپے حصہ بلا اجازت وارثان مذکورہ دو ایک کام میں مثل جدید مسجد بنانے میں اور سید صاحب کی لڑائی کے مصارف جہیز میں اور چاہ بنانے میں خرچ کر دیا، اب یہ فعل عمر صاحب کا جائز ہے یا نہیں، اور وصیت اس قسم کی درست ہے یا نہیں، بقیہ روپیہ ثلث کا بعد عرصہ بارہ برس کے بھی یعنی نیک کاموں میں خرچ کرنے سے بچا ہوا اب قریب قریب تین سو پچیس روپیہ کے عمر صاحب کے پاس موجود ہے اس روپے کو پانے کے واسطے مورث اعلیٰ زید کی بیٹی اندھی اور دو پوتے بچے ایک سال و ہفت سالہ ہیں مصرف خیر سے اپنے رخ محتاجی کے واسطے خیرات مانگتی ہے محتاجی و پریشانی کے سبب موجودہ عدالت کے خرچ و صرف جدا بجائے جھگڑہ عدالت سے وایں منجملہ اصلی رقت ثلث مبلغ چھ سو پچاس کے اب تین سو پچیس باقی ہیں۔ حقدار زید کی نو چشتی نابینا، زید کے فرزند خالد کی بیوہ، اولاد حقیقی تین بچے ہفت سالہ و ایک سالہ دوسرا بچہ، دوسرا زید کا فرزند بکر لاوارث مراد زوج سے دین شرعی وصول کیا۔ صرف اتنے ہی حقدار موجود ہیں، اُس زمانہ میں جبکہ زید کا روپیہ تقسیم و شمار پر ہونا چاہیے تھا تو صرف کے فرزند خالد و بکر و نو چشتی زندہ تھے۔ روپیہ ثلث بھی مختص مطلقیت زبانی پر تقسیم ہو کر باقی رہا اب وہ پارسال جملہ فوت ہو گئے۔

الجواب

یہ سوال متعدد بار آیا اور ہر بار مختلف اور خود اس بار کہ سب کے مشورہ سے لکھا جانا بیان کیا اس ایک ہی پرچہ میں اختلاف ہے۔ اوپر لفظ یہ ہیں کہ حشریح کر دوں گا اور آخر میں کہ خرچ کرنا سائل نے وقت استفسار بیان کیا کہ یہ صرف عمر و مدعی وصیت کا بیان ہے اور وہ بھی اتنا ہی بیان کرتا ہے کہ یہ کہا تھا کہ حشریح کر دینا، اس سے زائد لفظ اضافت معتبرہ فی الاصل نہ تھا صورت واقع اگر یہ ہے تو وہ وصیت نہ ہوتی وہ تمام و کمال روپیہ بعد مرگ زید وارثان زید کی ملک ہوا ان میں سے جس عاقل بالغ نے عمر کے ان تصرفات کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو فیہا اور اگر عمر کے بیان سے دھوکہ کھا کر وصیت سمجھ کر اجازت دی ہو تو تو وہ اجازت بھی معتبرہ نہیں کہ غلط گمان کی بنا پر ہے ولا عبدة بالظن

علہ اصل میں ایسا ہی ہے۔ ازہری وغیرہ
علہ کذا فی الاصل ولعل الصواب فی الایضاء۔ ازہری وغیرہ

البدن خطاۃ (جس کی خطا ظاہر ہو اس میں ظن کا اعتبار نہیں۔ ت) اور جو عاقل و بالغ نہ تھا اس کی اجازت تو کسی طرح معتبر نہیں، صرف اُس پہلی صورت کے سوا یعنی جس عاقل بالغ نے زہر بنائے وصیت بلکہ از طرف خود اجازت دی ہو اُس کے حصہ کے سوا باقی تمام ورثاء کے حصص اس روئے سے کہ عمر و نے مساجد وغیرہ میں صرف کیا ان کا تاوان دینا عمر و پر فرض ہے اور بقیہ جو تین سو چھپس رہ گیا ہے لازم ہے کہ وارثان کو دے ورنہ حق العباد میں گرفتار رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۴ مسئلہ شیخ محمد انعام الہی صاحب سوداگریپ صدر بازار میرٹھ ۵ صفر ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنی بیماری میں اپنا جملہ زرق و نقد و زیور و اسباب وغیرہ جو ذاتی تھا اور بوقت شادی دیا گیا تھا وہ اور جو شوہر زید کے یہاں سے شادی میں چڑھایا گیا تھا جس کو زید نے دین مہر میں نہیں دیا اور نہ ہیہہ کیا وہ کل کا کل اپنے برادر حقیقی وغیرہ کو وصیت کر کے فوت ہوگئی، اب عند الشرع شوہر اپنے مال کا جو بطریق رسم و رواج کے چڑھایا گیا تھا جس کو اُس نے ہیہہ نہیں کیا تھا مالک ہے یا نہیں؟ اور زوجہ کے مال میں سے شوہر کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور مسماۃ متوفیہ لاولد کی وصیت کل مال میں اپنے شوہر کے جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پائے۔ ت)

الجواب

چڑھاوے کا حکم اُس قوم کی رسم و رواج پر موقوف ہے اگر اُن میں عرف یہ ہے کہ عاریتہ چڑھاتے ہیں اور زوجہ کی ملک نہیں کرتے تو وہ چڑھاوے کی مالک نہیں اور اس میں اس کی وصیت باطل ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحتاً تملیک کر دی ہو کہ میں نے تجھے اس کا مالک کر دیا یا تجھے ہیہہ کر دیا اور اگر وہاں عرف یہ ہو کہ بطور تملیک ہی چڑھاتے ہیں تو زوجہ بعد قبضہ مالک ہوگئی اور اس میں اسی کا اختیار ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحتاً نفی تملیک کر کے چڑھایا ہو کہ میں تجھے اس کا مالک نہیں کرتا ملک میری ہی رہے گا لاولد زوجہ کے ترکہ میں شوہر کا نصف ہے مگر دین و وصیت کے بعد وصیت تہائی مال میں بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی مگر عورت کا باپ یا دادا اس کے بعد رہا تو بھائی کے حق میں وصیت جائز ہے ورنہ بے اجازت ورثہ اصلاً جائز نہیں کہ وہ خود وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۵۔ مرسلہ مستجاب خاں صاحب از ریواڑی ضلع گورکانوں ۹ صفر ۱۳۳۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ زید ج کو جاتے وقت حاجی علی جان والوں کے پاس
 سے سات سو روپیہ کی ہنڈوی لکھوائے گیا اور اُن کی ہی میں یہ الفاظ لکھوا گیا کہ اگر میں یہ روپیہ
 ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ لے سکا تو مسماۃ ثمر النساء بیگم کو جو میری حقیقی بھانج ہے
 بر مکان مولوی محمد سعید کو چہرہ پندت دہلی میں روپیہ مل جائے اور زبانی بھی مولوی محمد سعید صاحب سے
 اور دو تین شخصوں سے کہہ گیا کہ میں نے فلاں صاحب کے یہاں سے سات سو روپے کی ہنڈوی لکھوائی
 ہے اور یہی میں مذکورہ بالا بیان لکھوا دیا ہے اس کے بعد وہ جب ج کو گیا تو اثنائے راہ میں
 زید موت ہو گیا چونکہ متوفی کو تارا اولاد نہ تھا اور حقیقی بھتیجا بھی نہیں چھوڑا تھا اس لئے زید کے متروکہ
 مال کے اس کے چچا زاد بھتیجے عصبہ ہونے کی وجہ سے سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کر کے قابض و
 مالک ہو گئے، چاند آمد متروکہ حسب ذیل ہے :

- (۱) مکان مالیتی تقریباً دو ہزار روپیہ
 - (۲) دو ہزار روپے نقد جو بینک میں جمع تھے۔
 - (۳) پانچ سو روپے جو ڈاک خانہ میں جمع تھے۔
- میزان کل چار ہزار پانچ سو روپے۔

مبلغ سات سو روپے جو زید کی بھانج نے حاجی علی جان والوں کے یہاں سے یہی کی تحریر
 کے مطابق وصول کئے تھے اُن کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی حق ہے اب سوال صرف یہ ہے
 کہ آیا عند الشرع وہ عصبہات مذکورہ ان سات سو روپے کے مستحق ہیں یا یہی کی تحریر اور زبانی
 دو تین شہادتوں کے سبب مسماۃ ثمر النساء بیگم اُس کی مالک و حقدار ہے کیونکہ ہنڈوی کی
 رقم مذکورہ رقومات کی نسبت ایک تہائی سے کم ہے۔ بینوا تو جروا (بیان فریٹے اجر پاتے۔ ت)

الجواب

زید کا وہ لکھوانا کہنا نہ مرض الموت میں تھا نہ اس میں اپنے بعد کا ذکر ہنڈوی کے ذریعہ سے
 مکہ شریف میں نہ لے سکا معنی موت میں متعین نہیں لہذا کسی طرح وصیت کی حد میں نہیں آ سکتا
 فلاں کو مل جائے یہ وہ وودلیت دونوں کو محتمل اور وودلیت اقل تو وہی متعین، معہذا اور اگر یہ وہ
 صریح ہوتا جب بھی قبضہ ثمر النساء بعد موت واپس ہوا تو موت قبل قبضہ سے ہر باطل ہو گیا
 فی الدس المختار من موافق الرجوع در مختار موافق الرجوع میں ہے کہ تم سے مراد

والمیم موت احد العاقدین بعد
التسلیم فلو قبله بطل ۱۰
واہب اور موہوب لہ میں سے ایک کی موت ہے
سپردگی کے بعد، اور اگر سپردگی سے قبل موت
واقع ہوتی تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔ (ت)

بہر حال اس سات سو میں ثمر النصار بیگم کا کوئی حق نہیں واجب ہے کہ ورثہ کو واپس
دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶۶ مسئلہ مستولہ مادی حسین صاحب بریلی محلہ ذخیرہ ۱۴ شعبان ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بعزم حج بیت اللہ
شریف اپنی حقیقت ملک کو فروخت کیا اور اپنا سکونتی مکان زید (اپنے ہم شیر زادہ) کی لڑکیوں
کے نام نصف نصف باضابطہ لکھ دیا اور قبل روانگی اپنی حقیقت کی قیمت میں سے مبلغ پچاس روپیہ
اس نیت سے کہ زید مذکور کی کنواری دختر کے نکاح میں کام آئیں گے زوجہ عمر و کے پاس بطور امانت
چھوڑے اور یہ کہا کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے اس کی خبر
زید کو نہ کرنا اگر کسی نوع سے اس روپیہ کی خبر اس کو ہو بھی جائے تو اس کو ہرگز نہ دیا جائے و علاوہ
ازیں چھ عدد بالیاں طلائی زید مذکور کی بڑی دختر کے پاس ہندہ نے چھوڑیں جس کا علم پورے طور
پر نہیں کہ کس غرض سے چھوڑیں، آیا اس کو ہبہ کر دیں یا کیا کریں، کوئی کہتا ہے کہ زید کی دونوں لڑکیوں
کی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہندہ اپنی موت حیات اور فاتحہ درود کے واسطے چھوڑ گئی ہے، زید کی بڑی
لڑکی کہتی ہے کہ مجھے دے ڈالی ہیں میں مالک ہوں، غرض اس کے بعد ہندہ ہمراہ زید مذکور معہ
اس کی کنواری دختر کے مکہ معظمہ زادھا لہ شرفاً و تعظیماً چلی گئی بعد حج مدینہ طیبہ جا کر ہندہ نے
قضا کی اور زید مع اپنی کنواری دختر کے واپس وطن آیا ہندہ نے اپنی وفات کے بعد دو
چھیرے بھائی چھوڑے جن میں سے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا اور اُس نے دو پسرا اور ایک دختر
منکوچہ اپنے وارث چھوڑے، زید مذکور کی دختر کا عقد اس کے نانا دادی کے صرف سے ہو گیا
کیونکہ عجلت کی وجہ سے زوجہ عمر و سے ہندہ متوفیہ کے امانتی روپیہ کا بروقت نکاح زید کی لڑکی کے
بند و بست نہ ہو سکا جو اس دم کام آتا۔ اب زوجہ عمر و سے ہندہ متوفیہ کے روپیہ کی ہر طرف سے
مانگ ہے زید کہتا ہے کہ ہندہ کا روپیہ مجھے دینا اس معنی کر کہ ہندہ نے اس کو طفولیت سے پالا

اور پرورش کیا ہے اور زید کی لڑکی مذکورہ کہتی ہے کہ مجھے ملنا چاہئے اس لئے کہ میری شادی کے واسطے ہندہ چھوڑ گئی تھی۔ اور ہندہ کے چچرے بھائی متونی کے وارث کہتے ہیں کہ ہم ہندہ متوفیہ کے متروکہ پانے کے بذریعہ اپنے پدر متونی کے مستحق ہیں اگر ہندہ متوفیہ کا روپیہ دیا جائے تو ہم کو دیا جائے، صورت مسطورہ میں ہندہ متوفیہ کا روپیہ کس کو ملنا چاہئے اور بالیاں مذکورہ بالا کا کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔ بینواتوجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

فقط نیت سے کچھ نہیں اور یہ الفاظ کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے یہ بھی حد وصیت میں نہیں آتے صرف اسی قصد و نیت کا اظہار کرتے ہیں۔ بالیاں کہ وہ زید کی بڑی لڑکی کے پاس چھوڑ گئی صرف اس کے کہنے سے کہ مجھے دے ڈالی ہیں اسکی نہیں ہو سکتیں جب تک گواہان شرعی سے ثبوت نہ ہوگا لہذا وہ پچاس روپیہ اور بالیاں سب متروکہ ہندہ ہیں حسب شرائط فرائض اس کے چچ زاد بھائی موجود اور دوسرے بھائی کی اولاد و زوجہ کو ہر ایک کو بقدر اس کے حصے کے دیئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۷۷۔ مسؤلہ حاجی محمد نور اللہ از محلہ قاضی ٹولہ بریلی ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مرض الموت میں برابر دین یا ہبہ مال یا زوجہ کو مرض الموت میں انتقال کے چند روز قبل معاف کر دینا مہر کا درست و نافذ ہے یا نہیں؟ دیوبندی و تھانوی وغیرہم کہتے ہیں کہ اس کا بھی نفاذ ثلث سے ہوگا۔ بینواتوجروا

الجواب

مرض موت میں برابر یا ہبہ مال کا ہو یا دین کا وصیت ہے۔ اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے، اور شوہر وارث ہے۔ درمختار باب اقرار المرض میں ہے؛
ابراؤہ (ای السیض) مدیونہ وھو
مدیون غیر جائز ای لایجوز ان کان اجنبیا وان
وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المرضی
مدیونا اولاً۔
مرض کا اپنے مقروض کو قرض سے بری کرنا جبکہ
خود مرض مقروض ہونا جائز ہے یعنی اگر مقروض
اجنبی ہو اور اگر وہ مقروض اس مرض کا وارث
ہو تو مطلقاً ناجائز ہے چاہے مرض مقروض ہو یا نہ ہو۔

لے الدر المختار کتاب الاقرار باب اقرار المرضی مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۶/۲

ہاں اگر شوہر وقت موت زن وارث نہ رہے مثلاً عورت کو طلاق دے دی پھر وہ مگرئی تو اب یہ
ابراہ و ہبہ ثلث سے نافذ ہوگا وارث ہونے نہ ہونے میں وقت موت مورث کا اعتبار ہے۔ درمختار
کتاب الوصایا میں ہے :

يعتبر كونه وارثا او غير وارث
وقت الموت لا وقت الوصية على
عكس اقرار المريض للوارث - و الله
تعالى اعلم۔

کسی کے وارث یا غیر وارث ہونے کا اعتبار
مورث کی موت کے وقت ہوگا نہ کہ وصیت کے
وقت۔ یہ حکم وارث کے لئے مریض کے اقرار
کے برعکس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۸ از اسلام نگر ضلع بدایوں مسئلہ مجددنوٹہ علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن شفاخانہ
۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ہندہ نے اپنی جائداد فروخت کر کے زرخمن اپنی بھانجی کے پاس بطور امانت رکھا اور بارہا
اس نے یہ وصیت اپنے دیگر رشتہ داروں سے کی کہ میری خوردونوش اور مصارفِ تجہیز و تکفین کے
بعد جس قدر روپیہ باقی رہے اس کو حسبِ منشا تجویز علمائے دین کسی خیراتی مصرف میں لگا دیا جائے
اگر میری وصیت پر عمل نہیں کیا گیا تو حشر میں اس کے خلاف کرنے والوں کے دامنگیر ہوں گی ہندہ مذکورہ
کا یہی روپیہ ذریعہ اوقاتِ بسری تھا چنانچہ اسی وجہ سے وہ کسی خیراتی کام میں نہ لگا سکی ہندہ کی
حالت حیات میں اس کے کچھ رشتہ دار اور ورثاء میں سے کسی سے اس کو کچھ امداد نہ ملی اب ہندہ
فوت ہوئی اس کے ورثاء میں سے دو بھائی اور ایک بیوہ بہن اور ایک بیوہ بھانجی موجود ہیں بھائی
دونوں مرفح حال ہیں بہن بیوہ کی خبر گیری اس کا داماد کرتا ہے بیوہ بھانجی کا ایک سوتیللا لڑکا ہے
جو بہت کم مدد کرتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بحالتِ مذکورہ بالا وصیت پر کہاں تک عمل ہوگا
یا کُل ترکہ یا جزو ترکہ خیرات کر دیا جائے گا، اور اس کا صرف کرنے کا مجاز کون ہوگا، آیا امین یا
ورثاء اور صحیح مصرف اس کا کیا ہے، اگر ورثاء میں سے کسی کو حق پہنچا تو ان کے حصص شرعی کیا ہونگے؟

الجواب

اس کے مال میں سے اگر اس پر کچھ قرض ہو ادا کر کے باقی کی تہائی میں یہ وصیت نافذ ہوگی
باقی دو تہائی بہن بھائی کا حق ہے، دو حصے بھائیوں کے اور ایک بہن کا اور ثلث وہاں کے علمائے

اہلسنت کی صوابدید سے کسی مصحف تیر میں صرف کیا جائے اور یہ صرف اس کے ہاتھ سے ہو گا جن کو یہ وصیت کی تھی کہ ایسا کرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۹ از درگاہ محمود صاحب قدس سرہ العزیز ڈاکخانہ سنذیلہ ضلع ہرودتی

مرسلہ سید فرست حسین صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فخر النساء نے وفات پائی اور ورثہ ذیل چھوڑے :

مسماۃ فخر النساء ناکتخ رامرد

خال خالہ جدہ یعنی نانی عم الاب ابن عم الاب اخت حقیقہ

سید واجد علی صدیقہ النساء والدہ سید واجد علی سید محمد ذکی سید فرست حسین قسم النساء

لہذا صورت مسئولہ میں کون شخص وارث حقدار ہے اور اس کا حصہ کتنا ہے اور کون محبوب الارث ہے نیز یہ امر واضح رہے کہ مسماۃ فخر النساء کے قبضے میں وہ جائداد ہے کہ اُس کو اُس کے والد ریاست حسین نے پہلے اپنی زوجہ روف النساء یعنی مادر فخر النساء کو دین مہر میں دے دی ، پھر مسماۃ روف النساء نے اپنے مرض موت میں بذریعہ وصیت نامہ کے سید واجد علی کو ولی بنا کر اپنے ہر دو دختر مسماۃ فخر النساء و فخر النساء کو دے دی سید واجد علی مامون مسماۃ فخر النساء نے کچھ ہی بندوبست میں بدرخواست و برضامندی اپنی بنام دختران فخر النساء و فخر النساء کے داخل خارج کر دیا۔

الجواب

اگر روف النساء کے یہی تین وارث تھے دو دختر اور ایک بھائی ، اور روف النساء نے دونوں دختروں کے نام وصیت کی تو وہ کل جائداد اس بنا پر کہ برادر نے اس وصیت کو جائز و نافذ کیا اور دونوں دختروں کی بلکہ ہو گئی سید واجد علی کا اُس میں کچھ حق نہ رہا۔ حدیث میں ہے ،

لا وصیۃ للوارث الا ان یجیزھا خبر دار وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

الورثۃ ۱۶

اب کہ فخر النساء نے انتقال کیا نصف یہ جائداد کہ اُس کا حصہ ہے اور اسکے علاوہ اور جو متروکہ فخر النساء ہو حسب شرائط فرائض چھ سهام پر منقسم ہو کہ ایک سهم نانی اور تین سهم فخر النساء اور

سید محمد ذکی کو ملیں گے سید فراست حسین بوجہ بُعد درجہ اور سید واجد علی و صدیقۃ النساء بوجہ ذوی الارحام ہونے کے محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازرائے پور گول بازار سی بی مرسلہ محمد سمیع بیگ . اجمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ سے زید کے ایک لڑکا بکر تھا، بکر کی دو بیبیاں شکورن و غفورن تھیں، شکورن سے دو لڑکے اور غفورن سے ایک لڑکا بکر کے تھا، بکر اپنے والد زید کی زندگی ہی میں انتقال کر گیا، لڑکے تینوں نابالغ تھے، اسی عرصہ میں زید کا انتقال بھی ہو گیا، شکورن نے اپنے دونوں لڑکوں کا حصہ جو بکر کے والد زید کے ترکہ سے انھیں پہنچا تھا چونکہ دونوں لڑکے نابالغ تھے اس لئے بہ حیثیت ولی جائزہ، غفورن نے اپنی ملکوں کو فروخت کر دیا، پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع جائز ہے یا کیا؟ اور شکورن اپنے دونوں نابالغ لڑکوں کی طرف سے از رائے شرع شریف ولی قرار پاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

ماں کو اصلاً اختیار نہیں ہے کہ وہ نابالغوں کا حصہ بیع کرے، نہ مال کی ولایت ماں کو

ہوتی ہے،

ولیه فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ
ثم وصیہ ثم قاضی کما فی الدر المنخار
وغیرہ۔
نابالغ کے مال میں اس کا ولی اُس کا باپ ہے،
پھر باپ کا وصی، پھر نابالغ کا دادا، پھر دادا کا
وصی، پھر قاضی۔ جیسا کہ درمنخار وغیرہ میں

ہے۔ (ت)

مسئلہ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی عبدالغنی صاحب بنگالی ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کا مہر قبل شادی کے
زوج یا والی زوج سے ادا کرے اور اُس مہر کو لڑکی کی شادی میں صرف کرے خواہ اپنے پاس سے
صرف کر سکتا ہے یا نہیں اس خیال سے کہ جب لڑکی بالغ ہوگی تو لڑکی سے معاف کر لیا جائے یا ادا کر دوں گا
تو جائز ہوگا یا نہیں اور اگر لڑکی بالغ ہو اور لڑکی کے اذن سے صرف کرے تو کیا حکم ہے؟ بتینوا
توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

لے الدر المنخار کتاب الوکالۃ ۱۰۹/۲، کتاب المآذون ۲۰۳/۲ مطبع مجتہبی دہلی

الجواب

بالغہ کی اجازت سے صرف کر سکتا ہے اور نابالغ کی شادی میں بقدر معرفت خرچ کر سکتا ہے اور اپنے صرف میں بطور قرض اٹھانے کے جواز میں اختلاف ہے احتیاطاً بچنا ہے اگر صرف کر لے گا عوض دے گا یا لڑکی بالغ ہو کر معاف کر دے تو یہ بھی صحیح ہے۔ ادب الاوصیاء میں ہے:

فی العمدة لو استقرض الوصى من مال الصبي يضمن وعند محمد لا يضمن كالأب، وفي قضاء الجامع اخذ الأب مال صغيره قرضاً حائراً، وفي الخلاصة انه ذكر في مرهف الاصل ان الأب يضمن كالوصى، وفي الخانية ليس للوصى قضاء دينه بمال اليتيم وللاب ان يقضى به وذكر شمس الائمة السرخسی عدم الجواز، للاب ايضاً، والله تعالى اعلم۔

عمدہ میں ہے اگر وصی نے نابالغ بچے کے مال سے قرض لیا تو اس کا تاوان دے گا۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وصی باپ کی طرح تاوان نہیں دے گا۔ قضا الجامع میں ہے باپ کا بطور قرض اپنے نابالغ بیٹے کا مال لینا جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ مبسوط کی کتاب الرهن میں مذکور ہے بے شک باپ وصی کی طرح تاوان دے گا۔ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو یہ اختیار نہیں کہ یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کرے اور باپ کو ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ شمس الائمة سرخسی نے باپ کے لئے بھی عدم جواز کو ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

۴۲۰۰ از سہمونہ ڈاکخانہ تشریح گدھی ضلع بریلی مسؤلہ عنایت اللہ صاحب

۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مستامہ ہندہ بیوہ لاد لہ نے کچھ روپیہ ایک شخص کے پاس جمع کیا اور کہا کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگاؤ اور اس کا منافع نصف مجھ کو دینا اور نصف تم اپنے حق محنت میں لینا اور بعد میرے مرنے کے اس روپیہ میں سے میری تجویز و ملکین کرنا باقی جو بچے وہ خیر خیرات فائدہ وغیرہ میں صرف کر دینا۔ اس کے دو برس بعد اب مستامہ ہندہ کا انتقال ہوا چونکہ ورثہ میں اولاد تو ہے نہیں شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا صرف ایک بھائی حقیقی متوفی کا اور

لہ آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی القرض اسلامی کتب خانہ کراچی ۴۵-۴۴

دو بہنوں کی اولاد بھانجی بھانجے ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ روپیہ جمع شدہ جو بعد گور و کفن باقی بچا ہے وہ بموجب کینے مسماۃ متوفی کے صرف کیا جائے یا وہ روپیہ اور گھر کا مال اسباب و رشتہ موجودہ بھائی بھانجوں پر تقسیم کر دیا جائے، اور تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب

کفن و دفن بقدر سنت کے بعد جو بچا اس کا تہائی خیرات کیا جائے اور زیادہ کی اجازت بھائی سے لی جائے اگر نہ دے یا اجازت دینے کے قابل نہ ہو مثلاً نابالغ ہو تو دو تہائی بھائی کو دیا جائے بھانجی بھانجوں کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از آگرہ محلہ قردلیاڑہ مکان ۱۷۹۵ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں منجملہ اپنے زرنقہ و اثاث البیت کے کچھ زرنقہ اپنے حقیقی بھائی خالد کے نام جمع کیا جس محکمہ میں وہ ملازم تھا اور جیسا کہ اس محکمہ کا قاعدہ تھا کہ تمہارے فوت ہو جانے کے بعد یہ روپیہ کس کو دیا جائے ہر سال اس محکمہ کے قواعد کے مطابق ہمیشہ تصدیق کرتا رہا جس کے نام یہ روپیہ میں نے جمع کر دیا ہے اسی کو یہ روپیہ ملے تخمیناً دس سال بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ زید نے ایک زوجہ سعیدہ اور دو نابالغ لڑکے رشید و عزیز چھوڑے نیز چار بھائی حقیقی مع خالد چھوڑے رشید چند روز بعد مر گیا جو اثاث البیت اور زرنقہ بقدر رشتہ کے و زیور وغیرہ پر زوجہ تنہا قابض ہو گئی وہ روپیہ جو زید نے خالد کے نام جمع کیا تھا اس کا مالک وہ حقیقی بھائی خالد ہے یا زوجہ یا لڑکا؟

الجواب

زید کے کل متروکہ سے اول دین مہر اور دیگر دیون اگر اس کے ذمہ ہوں ادا کئے جائیں اگر کچھ باقی نہ رہے تو نہ خالد کچھ پائے گا نہ کوئی وارث اور اگر بعد ادا سے مہر و دیون کچھ باقی بچے تو اس کی تہائی میں یہ وصیت جو اس نے خالد کے نام کی ہے بلا رضائے دیگر ورثہ نافذ ہوگی اور اسی طرح اور وصیت اگر اس نے کسی کے نام کی وہ بھی اسی ثلث میں شریک ہوگا۔ بعد ادا سے دیون جو باقی بچے اس کے ثلث سے یہ روپیہ جو بنام خالد اس نے جمع کیا ہے زائد نہیں تو تمام و کمال زرنقہ شدہ خالد کو دیا جائے گا جبکہ اور وصیت اس کے معارض نہ ہو ورنہ حصہ رسد بانٹ دیں گے، اور اگر یہ روپیہ اس کو کافی نہیں تو ادا سے مہر و دیون کے بعد بقی تہائی ہوتی ہے وصیتیں نافذ ہوں گی زیادہ پر ورثہ راضی نہ ہوں تو وہ نہ دلائی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴ از بمبئی پوسٹ ۱۶ ماہم ۱۹۱۱ء مرحلہ عبدالحمد صاحب بلوچی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کے کرایہ کی آمدنی میں یہ
 وصیت کی کہ کچھ رقم معین مکہ شریف و مدینہ شریف و بغداد شریف کے سادات کو دی جائے اور باقی
 رقم میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر مساکین کو کھلایا جائے اور کچھ رستم معین دو مسجدوں میں دی جائے
 مگر بعد فوت زید کے اس جائداد کے متولیان یہ کرتے ہیں کہ بجائے سادات کے امیروں کی سفارش
 سے اس رقم کو واسطے شادی کر دینے ان لڑکیوں کے جن کے والدین غریب ہیں دیتے ہیں اور دیگر
 رستم معین کو دو مسجدوں میں دیتے ہیں اور باقی رستم معین میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر تھوڑا
 مساکین میں اور تھوڑا ذی ثروت لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ زید کی وصیت کے بموجب کیا جائے وہ درست
 ہے یا جو متولیان کرتے ہیں وہ درست ہے؟ جو کارخیر ہو وہ جاری ہو، موافق حکم شریعت جواب
 عنایت ہو۔

الجواب

جو رقم اُس نے دونوں مسجدوں کے لئے معین کی ہے وہ انھیں کو دی جائے گی، جو رقم اس
 نے مساکین کے کھانے کے لئے معین کی ہے اس میں سے اہل ثروت کو دینا درست نہیں اور جو
 رقم سادات حریمین طیبین و بغداد مقدس کے لئے معین کی ہے اگر انھیں بلا دلیبہ کے سادات مساکین
 کو بھیجی جائے تو بہتر ہے ورنہ یہاں کے مساکین پر بھی صرف ہو سکتی ہے قیدِ بلاد کا اتباع ضروری
 نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از قصبہ ادرن ضلع قلابہ علاقہ کولین احاطہ بمبئی مرحلہ ابراہیم صاحب موتی

۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں تین ہزار چھ سو تیس
 روپے کی وصیت حسب ذیل طریقہ پر کی :
 (۱) اپنی زوجہ کی فاتحہ خوانی پر سالانہ تین سو روپے خرچ کرنا۔
 (۲) خود کی فاتحہ پر سالانہ تین سو روپیہ۔
 (۳) قرآن شریف کے پڑھنے والوں کو ایک سو تیس روپے سالانہ دیا جانا۔
 (۴) ماہِ محرم میں مولود شریف پڑھانا اور بارہویں محرم کو کھانا کھلانے پر چھ سو روپے خرچ کرنا۔ سالانہ
 پانچ سو روپے۔

(۵) گیارہویں شریف کے مہینے میں مولود شریف پڑھوانا اور کھانا کھلانے پر خرچ کرنا سالانہ پانچ سو روپے۔

(۶) رمضان میں روٹی پاؤ وغیرہ مسجد میں بھیجنے پر خرچ کرنا سالانہ ایک سو پچاس روپے۔

(۷) حاجیوں کو برائے بیت اللہ شریف دینا فی حاجی سہ پانچ حاجیوں کو جس پر سالانہ خرچ ایک سو پچاس۔

(۸) ماہ سالانہ مکہ مکرمہ بھیجنا۔

(۹) ماہِ صعبہ روپے سالانہ مدینہ طیبہ۔

(۱۰) بغداد مقدس کو سالانہ قہ۔

(۱۱) حضرت پیر بابا ملنگ صاحب کی درگاہ پر جو پہاڑ ہے پچاس روپیہ سالانہ۔

(۱۲) مہایم شریف سالانہ ۵۰۔

(۱۳) میلاد شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز اور کھانا کھلانے پر خرچ کرنا سالانہ ایک ہزار روپیہ۔

اور دیکھی ہوئی رقمیں جس جس مہینے میں خرچ کرنے کی ہیں یہ اس میں خرچ ہو سکتی ہیں یا بعد بھی جائز ہیں یا ناجائز؟ اور جو رقم میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھانے کی ہے اگر اس میں سے کچھ رقم بچالی جائے اور کسی اچھے کاموں میں صرف کی جائے مثلاً مساکین و یتیم و یتیم اور علمائے دین وغیرہا کو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری جو چھوٹی چھوٹی رقمیں ہیں مثلاً قرآن عظیم پڑھنے والوں کی اس میں اگر بڑی رقموں سے لے کر خرچ کر دیں تو جائز ہے یا کیا وصیت کرنے والے نے جس وقت وصیت کی اس وقت اور بھتی اور موجودہ حالت اور ہے یعنی اس وقت قحط سالی اور ہر ایک شئی گراں، اگر موجودہ حالت کو مد نظر رکھ کر غریبوں وغیرہا کو بجائے کھانا کھلانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو جائز ہے یا کیا؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اصل حکم یہ ہے کہ سالانہ تین ہزار چھ سو تیس روپے امور خیر و سبیل اللہ میں صرف ہو جانا لازم ہے وہ خاص صورتیں کہ زید نے مقرر کیں ان کی تعیین لازم نہیں ان مہینوں میں ہو یا ان کے غیر میں کھانا کھلانا ہو یا مساکین کو نقد دینا، کچھ رقم بچا کر ہو یا کل، انہیں مقامات کو بھیجیں یا یہاں۔ ہم نے جد الممتار تعلیقات رد الممتار کتاب الصوم میں اس بیان کو مبسوط لکھا ہے وہیں سے چند حوالوں کا التقاط کافی ہے۔

فی وصایا الہندیۃ اوصی ان یتصدق
 ہذا العبد و یتصدق بثمانہ علی
 المساکین جائز لہم ان یتصدقوا
 بنفس العبد ، ولو قال اشترا عشرۃ
 اثناب و تصدق بہا فاشتری
 الوصی عشرۃ اثناب لہ ان
 یبیعہا و یتصدق ثمنہا ، و
 عن محمد لو اوصی بصدقة
 الف درہم بعینہا فتصدق
 الوصی مکانہا من مال المیت
 جائز لرجل اوصی بان یتصدق
 بشئ من مالہ علی فقراء الحاج ہل یجوز
 ان یتصدق علی غیرہم من الفقراء ،
 قال الشیخ الامام ابو نصر یجوز ذلک کما روی
 عن ابی یوسف فی رجل اوصی ان
 یتصدق علی فقراء مکة قال یجوز
 ان یتصدق علی غیرہم من
 الفقراء وعلیہ الفتوی ، و فی
 النوازل لو اوصی ان یتصدق
 فی عشرۃ ایام فتصدق فی
 یوم جازکذا فی الخلاصۃ و
 یتأقی اکثرہذا المسائل متناً و شرحاً
 و حاشیۃ فی الایمان
 و الوصایا ۔

ہندیہ کے کتاب الوصایا میں ہے کہ شیخ نے وصیت
 کی کہ اس کا یہ غلام بیچ کر اس کے ثمن مسکینوں
 پر صدقہ کے جائیں تو وصیوں کے لئے جائز ہے
 کہ وہ خود غلام کو صدقہ کر دیں ۔ اور اگر کسی
 دس کپڑے خرید کر ان کو صدقہ کر دے ۔ پھر وصی نے دس
 کپڑے خرید لئے تو اسے اختیار ہے کہ وہ کپڑے
 بیچ دے اور ان کے ثمنوں کو صدقہ کر دے ۔
 امام محمد علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے
 ہزار مہینہ درہم صدقہ کرنے کی وصیت کی وصی نے
 ان کی جگہ میت کے مال میں سے صدقہ کر دیا تو
 جائز ہے ۔ ایک شخص نے اپنے مال میں سے
 حاجی فقیر پر کچھ صدقہ کرنے کی وصیت کی
 تو ان کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے
 یا نہیں ، شیخ امام ابو نصر نے فرمایا یہ جائز ہے جیسا کہ
 امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے
 میں منقول ہے جس نے فقراء مکہ پر صدقہ کرنے
 کی وصیت کی ۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان
 کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا بھی جائز ہے ۔
 اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ تو نازل میں ہے اگر کسی
 نے دس دن صدقہ کرنے کی وصیت کی اور وصی
 نے ایک ہی دن میں صدقہ کر دیا تو جائز ہے غلام
 میں یونہی ہے ۔ ان میں سے اکثر مسائل متن
 شرح اور حاشیہ کے اعتبار سے کتاب الایمان اور
 کتاب الوصایا میں آتے ہیں ۔ (د)

لے الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۴/۹

مگر حق یہ ہے کہ نظر بحال زمانہ تعیین و تحدید نہ ہونے کی حالت میں دستبر و بعض متولیان سے بچنا دشوار ہے اور جواز مخالفت جواز موافقت کا کافی نہیں اور ان نیاز مندوں کا اظہار جو موصی نے ان وصایا میں ذکر شریف و مزارات طیبہ سے مرعی رکھا اور اس کا مرعی رہنا ہی انسب میلہ و تقدیر کے عوض اور کسی کار خیر میں صرف کر دیں تو مسلمانوں کو ذکر شریف کا نفع کب پہنچا اس کے بعد زوجہ کے قبور پر تلاوت قرآن عظیم سے جو نزول رحمت اور ان امتیوں کے لئے اس و طمانیت ہو وہ بغیر اس کے کیونکر ہوگا تو مناسب یہی ہے کہ جن طرق کی اس نے وصیت کی وہی جاری رہیں ہاں ان سے اہم مصرف کی ضرورت ہو تو بنگرانی ارباب دین و دیانت ان میں سے بچا کر اس میں سے صرف کریں اور انہیں بھی بقدر میسر جاری رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از علی گڑھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس

۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

(۱) زید کا بیان ہے کہ میری بیوی ہندہ نے مرض الموت میں چار روز قبل مہر معاف کر دیا ہے اور گواہ میں چار شخص یعنی ایک اپنی حقیقی ماں اور ایک حقیقی بہن اور ایک اجنبی مرد اور ایک اجنبی عورت پیش کرتا ہوں۔ مہر معاف ہوا یا نہیں؟ اور گواہی ایسے معاملہ میں کیسے لوگوں کی معتبر ہے؟

(۲) زید با حلف بیان کرتا ہے کہ میری بیوی نے مہر معاف کر دیا ہے، عند الشرح اس کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) گواہی ہر معاملہ میں ثقہ معتد لوگوں کی معتبر ہے، ماں باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ مرض موت میں ہبہ حکم وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت باقی ورثہ باطل ہے

لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا
الورثۃ لہ

خبردار! وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثہ اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

تو اگر شہادت کافیہ سے ثابت ہو جائے جب بھی بے اجازت دیگر ورثہ حائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اصلاً معتبر نہیں،

البیتۃ علی المدعی والیہین علی من انکرہ و اللہ تعالیٰ اعلم
گواہ مدعی پر اور قسم مستکہ پر ہوتی ہے۔ (د ت)

مسئلہ نعمت علی خاں بوڑھا از پینڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور
۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر باپ نے بیٹے سے وصیت کی کہ اتنا روپیہ یا اتنی زمین یا کوئی سامان فلاں کو دیتا، بیٹے نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وصیت ادا کیا تو بیٹا قیامت کے دن جوابدہ ہوگا یا نہیں؟ اگر بیٹے نے موصی لہ سے کچھ دے کر بقیہ معاف کر لیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ وصیت بعد ادا دین مال متروکہ کی تہائی سے زائد نہ تھی تو کل کا ادا کرنا اس پر لازم ہے اور زائد ہے تو تہائی تک کا ادا کرنا ضروری ہے اس سے اگر کچھ کمی کرے گا ماخوذ ہوگا اور معافی دین کی ہوتی ہے۔

مسئلہ ۱۷۹ از شہر محلہ شاہ آباد مسئلہ مسیت خاں یکم صفر المظفر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ لاولد عرصہ راز سے بعارضہ چند در چند بوجہ تپ کنتہ کے مبتلا رہ کر فوت ہوئی اُس نے اپنے وارث ایک شوہر اور ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی اور ایک برادر زادہ اور ایک بھتیجی جن کا باپ موجودگی متوفیہ کے فوت ہو گیا ہے وارث چھوڑے شوہر نے متروکہ متوفیہ طلب کیا تو متوفیہ کی بہن اور بھائی کہتے ہیں کہ متوفیہ کی یہ وصیت ہے کہ تم مال و اسباب از قسم زیور و زر نقد یعنی جملہ اشیاء البیت کو خود تقسیم کر لینا شوہر کو نہ دینا یہ ظاہر کرنا مشار الیہم کا شوہر متوفیہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے اگر نہیں کرتا ہے تو کس قدر شوہر اپنا حصہ بوجہ شرع شریف کے پانے کا مستحق ہے اور زیور اثاث البیت متروکہ متوفیہ کا ہے وہ فراہم کردہ شوہر کا ہے اور جو متروکہ متوفیہ کے والد سے پہنچا تھا وہ متوفیہ نے اپنے بھائی کے ہاتھ بیع کر دیا اور یہ وصیت کر دی کہ اس روپیہ سے میری تجیز و تکفین کرنا۔
برادر حقیقی، ہمیشہ حقیقی، بھتیجی جس کا باپ موجودگی متوفیہ فوت ہو گیا۔ بھتیجی جن کا باپ

بموجودگی متوفیہ فوت ہو گیا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا ہے کہ متوفیہ نے اپنی موت سے چار مہینے پیشتر بھائی کے ہاتھ بیع کی وہ اس وقت بھی بعارضہ وق مستلا تھی اور حالت خطرناک تھی، اگر یہ بیان صحیح ہے تو وہ بیع معتبر نہیں،

لان البیع من وارث فی مرض الموت
لا یصح عند الامام وان کانت
بمثل القیمة۔
اس لئے کہ مرض الموت میں وارث کے ہاتھ بیع
امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں اگرچہ مثالی قیمت
کے ساتھ ہو۔ (ت)

زبور و اثاث البیت جو شوہر نے بنا دیا تھا اگر عورت کو مالک نہ کر دیا تھا تو اس کا مالک شوہر ہی ہے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور اگر مالک کر کے قبضہ دے دیا تھا عورت کا ہے جس طرح وہ ہمیز کہ باپ کے گھر سے لاتی ان اشیاء کی نسبت بہن اور بھائی کے لئے عورت کی جو وصیت بتائی جاتی ہے بے اجازت شوہر باطل ہے،

لحدیث صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اللہ اعطی کل ذی حق حقه
لا وصیة لوارث الا ان یجیزها
الورثة لہ
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس
حدیث کی وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے
ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے خبردار!
وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء
اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

ان احکام کے لحاظ سے جو ترکہ متوفیہ کا ٹھہرے مع مہر اگر ذمہ شوہر ہو حسب شرائط
فرائض چھ حصے ہو کہ تین حصے شوہر اور دو سہم برادر اور ایک بہن کو ملے گا بھتیجے بھتیجی کا کچھ حق
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی صدر بازار مستولہ عبد الغفور خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بازاری عورت نے ایک بزرگ کے ہاتھ
پر اپنے پیشیہ سے توبہ کی اور سلسلہ بیعت میں داخل ہوئی اور مرنے تک اس پر قائم رہی اور

لے سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۴۰/۲ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۳۳/۲
سنن ابی ماجہ ابواب الوصایا ۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۱۲۹/۲

نیک چلنی کی زندگی بسر کی بیماری کی حالت میں اُس نے یہ وصیت کی کہ اگر میں اسی بیماری میں جانبر نہ ہوں تو میری کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ اور کل زرق نقد میرے مرشد کا حق ہے دوسرا کوئی وارث اُس کا نہیں وہ جس طور پر چاہیں صرف کریں اب مسماۃ کا انتقال ہو گیا اُس کی جائیداد مکان زرق نقد از روئے شرع اسلام کس کو پہنچتا ہے۔ بیٹا تو جبراً

الجواب

سائل سے معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی وارث نہیں صرف اس کی ایک ماں سُنی جاتی ہے کہ کافرہ ہے اس صورت میں جو مال شرعاً اس کا متروکہ ہو وہ تمام و کمال اس کا ہے جس کے لئے اُس نے وصیت کی یہ مال وہ ہوگا جو اس نے وجہ حلال سے حاصل کیا یا اگرچہ زہر حرام سے خریدیا مگر اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ زہر حرام دکھا کر کہا ہوا اس کے بدلے دے دینا اور پھر سُن میں وہی دیا اور جو مال عین حرام اُس کے پاس ہے کہ خود زنا یا غنا کی اجرت میں اُسے ملا وہ اس کی ملک نہیں اس میں وصیت جاری نہ ہوگی وہ فقہاء پر تقسیم کیا جائے اور جس کی خریداری میں عقد و نقد زہر حرام پر جمع ہو گئے ہوں وہ بھی غنیمت ہے لینا نہ چاہئے فقہاء کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سگرام پورہ سورت مستولہ نور محمد غلام رسول ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

نور محمد مذکور نے اپنی حیات میں مکان رہن رکھ کر کئی مدت بعد مرحوم لڑکے مذکور اور حاملہ عورت کو چھوڑ کر گیا بعد لڑکی پیدا ہوئی مذکور عورت نے اس مکان کو اپنے خاوند کے اجناس میں اسباب کو بیچ کر مکان چھوڑا یا بعد مذکور عورت نے اُس مکان کو بیچ ڈالا لڑکے اور لڑکی کی پرورش اس کے ماموں نے کی بعد میں عورت بھی اور لڑکا بھی گزر گیا فقط صغیر لڑکی مذکور مریم بی حال عاقلہ باللہ ہوئی ہے اور اپنے والد کی میراث طلب کرتی ہے، سوال اتنا ہے کہ ماں کو بچوں کی پرورش کا حق تھا نہ کہ صغیرہ کا ورثہ بیچ ڈالنے کا یہ خلاصہ کی شرع موجب ضرورت ہے۔

الجواب

اگر عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے وہ مکان اپنے مہر میں لے لیا کہ اور کوئی سبیل اس کے ادا کی نہ تھی تو وہ بیع جائز ہے ورنہ ورثہ کا دعویٰ اس پر پہنچتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از علی گڑھ مستولہ جناب آل احمد خلف سید صفدر علی صاحب پیشکار چرنکی

۲۴ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مجمع میں یہ کہا کہ تم گواہ رہو میں نے

فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کر دیا اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا شرعی ولی نہیں ہے اور پھر اس عورت کو اس طرح نکاح کر دینے کی خبر پہنچی اس عورت نے اس کو قبول منظور کر لیا تو کیا یہ نکاح جائز و مکمل ہو جائے گا اور اگر مہر کی تعداد بیان نہیں کی گئی کہ کس قدر مہر واجب ہوگا؟ بقیہ تو جروا

الجواب

اگر اُس مرد حاضر نے اُسی وقت قبول کر لیا تھا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہو البتہ طیکہ یہ مرد حاضر اُس عورت کا کفو ہو یعنی نسب، مذہب، چال چلن، پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعث ننگ و عار ہو، یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو، ان صورتوں میں جبکہ عورت نے خبر پا کر اُس نکاح کو قبول کر لیا نافذ و تام ہو گیا۔ درمختار میں ہے:

الفضولی کل تصرف صدر منه کتزویدج
او طلاق وله مجیز حال وقوعه العقد
موقوفاً لہ
فضولی سے جو تصرف صادر ہو جیسے کسی کی شادی
کرنا یا طلاق دینا اور اس کے وقوع کے وقت
کوئی اس کی اجازت دینے والا موجود ہو تو
اس کا العقد موقوف ہو جاتا ہے۔ (ت)

ردالمختار میں ہے:

ای علی اجازة من یملک ذلک
العقد لہ
یعنی اس شخص کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے
جو اس عقد کا مالک ہے (ت)

ہاں اگر جس سے نکاح ہوا کفو بمعنی مذکور نہ تھا اور عورت کا کوئی ولی زندہ تھا اور اس نے پیش از نکاح شخص مذکور کو غیر کفو جان کر صراحتاً اس نکاح کی اجازت نہ دی تھی تو یہ نکاح سرے سے باطل ہو اور عورت کی اجازت سے جائز نہیں ہو سکتا۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعد رجوازاہ اصلاً
واللہ تعالیٰ اعلم۔
غیر کفو میں اسکے بالکل عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع	ردالمختار
۱۳۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	” ” ”	”	ردالمختار
۱۹۱/۱۰	مطبع مجتہبی دہلی	باب الولی	کتاب النکاح	ردالمختار

مسئلہ ۱۸۳ ازبزم حنفیہ خواجگان منزل لاہور مسؤلہ محمد عبدالمجید صاحب قادری رضوی
۲۴ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامی قمر الدین عرصہ ۴۰ یوم سے فوت ہو گیا ہے اب ذیل ورثہ موجود ہیں اُس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہیے۔ بینوا تو جروا مذہب حنفیہ
فتہ الدین

زوجہ اخ اخ اخت اخت اخ الاب

(۱) زوجہ میت کی اس کی تمام لپماندہ جائیداد پر قبضہ کہ بٹھی ہے۔
(۲) میت نے کسی قسم کی کوئی جائیداد کے متعلق وصیت نہیں کی ہے۔
(۳) اخ علا مرحوم بھائی کے مکان میں ہی رہائش پذیر اور اس کے تمام کاروبار میں اُس کا معاون و مددگار رہا ہے حضرت سلامت اس مسئلہ کو لاہور کے کسی مفتی نے ہاتھ نہیں لگایا۔
لہذا ازبزم حنفیہ لاہور کے معرفت حضرت قبلہ مدظلہ العالی کے دارالافتاء اہلسنت و جماعت میں بھیجا جاتا ہے صورت تنازعہ محظور ہے لہذا جواب باصواب سے جلدی ممنون فرمایا جائے۔

الجواب

زوجہ کا مہرتنا واجب الادا ہے اگر کل متروکہ شوہر کے برابر یا اس سے زائد ہے تو اُس کا کل متروکہ پر قبضہ کرنا ایک دعویٰ صحیح کی بنا پر ہے جب دین جائیداد مستغرق ہو تو جب تک ادا نہ کر لے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

قال تعالیٰ من بعد وصیة توصون تمہا او دین لہ
تم کہ جلتے ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد۔ (ت)

ہاں وارثوں کو یہ حق ہے کہ اگر جائیداد دینے پر راضی نہ ہوں مہر اپنے پاس سے استحصانا ادا کر دیں اُس وقت عورت کو لازم ہوگا کہ جائیداد چھوڑ دے اور صرف اپنا حصہ شرعی لے اور اگر اُس کے لئے کوئی مہر واجب الادا نہ رہا یا جتنا ہے وہ قدر متروکہ سے کم ہے تو کل حصہ ادا پر اس کا قبضہ کرنا ظلم ہے کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں۔ جامع الفصولین اشباہ و نظائر

ردالمحتار میں ہے :

قال الحموی فی شرح الکنز نقلًا عن
العلامة المقدسی عن جده الاشقر
عن شرح القدوری للاخصب ان عدم
جواز الاخذ من خلاف الجنس کانت
فی نر ما نهم لمطاوعتهم فی الحقوق و
الفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند
القدرة من ای مال کان لیه

حموی نے کنز کی شرح میں علامہ مقدسی سے نقل
کیا انھوں نے اپنے دادا اشقر سے اخصب
کی شرح قدوری کے حوالے سے ذکر کیا کہ
خلاف جنس سے اپنا حق لینے کا عدم جواز
متقدمین کے زمانہ میں تھا کیونکہ وہ حقوق میں
شریعت کی اطاعت کرتے تھے۔ اور آج کے
دور میں فتویٰ اس پر ہے کہ جس مال سے بھی
حق وصول کرنے پر قادر ہو اس کا لینا جائز ہے (ت)

بہر حال جس صورت میں یہ ترکہ ورثہ کو پہنچے حسب شرائط الفرائض ۸ سهام کے جائیں دو زوجہ
کو اور دو دو ہر بھائی اور ایک ایک ہر بہن کو اور آخ للاب یا آخ للاب یعنی چچا ہو یا سوتیللا
بھائی وہ کچھ نہ پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ

جلد ۲۵ کتاب المداینات سے شروع ہو کر کتاب الوصایا
کے عنوان پر ختم ہوئی، جلد ۲۶ ان شاء اللہ کتاب الفرائض
سے شروع ہوگی۔

الجلد

انوار المصونين بيارك

(۱۳۲۶ھ ہجرت النبویہ)

مع تعلیقاتها

شمس المفسر علی السیّد

لامسام
اهل السنّة
الشیخ
احمد
القادی
الحنفی
البریلوی
قدس سرہ

مؤسسہ رضیّا

الجامعۃ النظامیۃ الرضویۃ۔ لاہور پاکستان

الدولة المكيّة
بالمائة الغيبية

(۱۳۲۳ المتجرية)

للشيخ الإمام أحمد رضا خان
القندهاري الأفغاني ثم المرييوي الهندي

تم تصحيحها للصحف بمسئول

الفيوضات المكيّة
لمحبّ الدولة المكيّة

(۱۳۲۶ الهجرية)

ويليه

جلالنا القرينيات لأجله علماء الحرمین الشريفین وحماة ومصر
والشام وتغنيها من بلاد دار السلام زادها الله شرفاً وتكرماً

فونت ستريضا

الجامعة النظامية الرضوية. لاهور. باكستان

